JAMIA FAROOQIA KARACHI
فتاوی محمودیہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ
تبویب، تخریج اور تعلیق
زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
زیر نگرانی
دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

باب الإمامة

الفصل الأول في أوصاف الإمام

(امام کے اوصاف کا بیان)

الفصل الثاني في إمامة الفاسق

(فاسق کی امامت)

الفصل الثالث في إمامة المبتدع

(بدعتی کی امامت کا بیان)

الفصل الرابع في إمامة المعذور

(معذور کی امامت کا بیان)

الفصل الخامس في عزل الإمام وتحقيره

(امام کو برطرف کرنے اور حقیر سمجھنے کا بیان)

الفصل السادس في النيابة عن الإمام

(نیابت امام کا بیان)

الفصل السابع في إمامة اللحان

(غلط خواں کی امامت)

باب الجماعة

الفصل الأول في اهتمام الجماعة

(جماعت کے اہتمام کا بیان)

الفصل الثاني في ترك الجماعة

(ترکِ جماعت کا بیان)

الفصل الثالث في الجماعة الثانية

(جماعتِ ثانیہ کا بیان)

الفصل الرابع في جماعة النساء

(عورتوں کی جماعت کا بیان)

باب تسوية الصفوف وترتيبها

(صفوں کی ترتیب اور برابری کا بیان)

فصل في الفصل بين الإمام والمقتدى والاتصال بين الصفوف

(امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ اور اتصالِ صفوف کا بیان)

باب المسبوق واللاحق والمدرک

(مسبوق، لاحق اور مدرک کا بیان)

باب الحدث في الصلاة

(نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان)

باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها

الفصل الأول فيما يفسد الصلاة

(مفسداتِ نماز کا بیان)

الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

باب السترة

(سترہ کا بیان)

باب القراءة

(قراءت کا بیان)

الفصل الأول في كيفية الجهر والسر بالقراءة

(جہری اور سری قراءت کے احکام کا بیان)

الفصل الثاني في القراءة خلف الإمام

(امام کے پیچھے قراءت کرنے کا بیان)

باب الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول في السنن المؤكدة

(سنن مؤکدہ کا بیان)

الفصل الثاني في النوافل

(نوافل کا بیان)

الفصل الثاني في الترويحة وتسبيحة

(ترویحہ اوراس کی تسبیح کا بیان)

باب قضاء الفوائت

(قضا نمازوں کا بیان)

فصل في فدية الفوائت

(قضاء نمازوں کے فدیہ کا بیان)

باب سجود السهو

(سجدہ سہو کا بیان)

باب سجود التلاوۃ

(سجدہ تلاوت کے احکام کا بیان)

باب صلاۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

باب صلاة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب صلاة الجمعة

الفصل الأول في خطبة الجمعة

(جمعہ کے خطبہ کا بیان)

الفصل الثاني في احتياط الظهر

(احتیاط الظہر کا بیان)

باب صلاة العيدين

الفصل الأول في وجوب صلاة العيد على النساء

(عورتوں کے لئے نمازِ عید کا بیان)

الفصل الثاني في صلاة العيد في المسجد وغيره

(عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا بیان)

الفصل الثالث في تكبيرات التشريق

(تکبیراتِ تشریق کا بیان)

باب صلاة الاستسقاء

(نماز استسقاء کا بیان)

باب الجنائز

الفصل الأول في تكفين الميت

(میت کے کفن کا بیان)

الفصل الثاني في الصلاة على الميت

(جنازہ کی نماز کا بیان)

الفصل الثالث فيما يتعلق بالقبر والدفن

(قبر اور دفن کا بیان)

الفصل الرابع في البناء على القبور

(قبر پکی کرنے اور اس پر قبہ بنانے کا بیان)

الفصل الخامس في إلقاء الرياحين وغيرها

(قبروں پر پھول، چادر وغیرہ ڈالنا)

باب إهداء الثواب للميت

(میت کے لئے ایصالِ ثواب کا بیان)

فصل في أطعمة الاسبوع والأربعين وغيره

(میت کے سوئم، چہلم وغیرہ کے کھانوں کا حکم)

باب أحكام الشهيد

(شہید کے احکام کا بیان)

كتاب الزكاة

(زکوۃ کا بیان)

باب وجوب الزکاۃ

(وجوبِ زکوۃ کا بیان)

باب الزکاۃ فی الذهب والفضة والفلوس الرائجة

(سونا، چاندی اور نوٹ پر زکوۃ کا بیان)

باب زکاۃ العروض

(سامانِ تجارت پر زکوۃ واجب ہونے کا بیان)

باب العشر والخراج

(عشر اور خراج کا بیان)

فصل في أراضي الهند

(ہندوستان کی زمینوں میں عشر کا بیان)

باب أداء الزكاة

(زکوۃ کی ادائیگی کا بیان)

باب مصارف الزكاة

(زکوۃ کے مصارف کا بیان)

فصل في صرف الزكاة في المدارس

(مدارس میں زکوة دینے کا بیان)

باب صدقة الفطر ومصارفها

(صدقۂ فطر اور اس کے مصارف کا بیان)

باب الصدقات النافلة

(صدقاتِ نافلہ کا بیان)

كتاب الصوم

باب رؤية الهلال

(رمضان کا چاند دیکھنے اور اختلافِ مطالع کا بیان)

باب مایفسد الصوم ومالایفسد

(مفسداتِ صوم کا بیان)

باب قضاء الصوم وکفارته وفديته

(روزے کی قضاء، اس کے کفارہ اور فدیہ کا بیان)

فصل في السحر والإفطار

(سحری اور افطار کا بیان)

باب الاعتکاف

(اعتکاف کا بیان)

کتاب الحج

باب فرضیة الحج وشرائطه وأركانه

(حج کی فرضیت، شرائط اور ارکان کا بیان)

باب اشتراط المحرم للمرأة

(عورت کے لئے محرم کا بیان)

باب في واجبات الحج وسننه

(واجبات وسنن حج کا بیان)

باب في أحكام الحج

(حج کے احکام کا بیان)

باب المواقيت

(میقات کا بیان)

باب الحج عن الغير

(حج بدل کا بیان)

باب الجنایات

(دورانِ حج جنایات کا بیان)

باب المتفرقات

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

باب مایتعلق بالرسوم عند الزواج

(شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)

22

باب المحرمات

الفصل الأول في المحرمات من النسب

(نسبی محرمات کا بیان)

الفصل الثاني في المحرمات من الرضاع

(حرمتِ رضاعت کا بیان)

الفصل الثالث في نكاح منكوحة الغير

(منکوحۂ غیر سے نکاح کا بیان)

الفصل الرابع في المحرمات بالجمع

(محرمات کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)

الفصل الخامس في المحرمات بالشرك

(غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)

باب ولاية النكاح

(ولایتِ نکاح کا بیان)

فصل في التوكيل بالنكاح

(نکاح میں وکالت کا بیان)

فصل في الجهاز

(جہیز کا بیان)

باب في العروس والوليمة

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

كتاب الطلاق

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظِ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

باب الفسخ والتفریق

(فسخ اور تفریق نکاح کا بیان)

فصل في زوجة المجنون والعنين

(دیوانے اور نامرد کی بیوی کا بیان)

باب الخلع

(خلع کا بیان)

باب العدة والحداد

(عدت اور سوگ کا بیان)

باب النفقات

(نفقہ کا بیان)

باب ثبوت النسب

(ثبوتِ نسب کا بیان)

باب الحضانة

(پرورش کا بیان)

كتاب الأيمان والنذور

باب الأيمان

(قسم کھانے کا بیان)

فصل في كفارة اليمين

(قسم کے کفارہ کا بیان)

باب النذور

(نذر کا بیان)

کتاب الحدود

باب حدّ الزنا

(حدِ زنا کا بیان)

باب حدّ القذف

(حدِّ قذف کا بیان)

باب التعزیر

(تعزیر کا بیان)

فصل في التعزير بأخذ المال

(مال سے تعزیر دینے کا بیان)

باب الشهادة

(گواہی دینے کا بیان)

کتاب اللقطة

(لقطہ کا بیان)

☆......☆......☆......☆......☆

باب الإمامة

الفصل الأول في أوصاف الإمام

(امام کے اوصاف کا بیان)

دیوبندیوں کے پیچھے بریلوی کی نماز کیوں نہیں؟

سوال[۱۰۲۶۵]: جب چاروں امام صحیح ہیں تو دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز کیوں نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اختلاف ایسا نہیں، جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے، بلکہ بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام ہی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ”جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے“۔ پھر وہ کسی کے پیچھے کیوں نماز پڑھیں گے، اسی وجہ سے وہ علمائے حرمین کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے، اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے، تو اس کی جماعت اس سے مطالبہ اور بازپرس کرتی ہے، اس سال مولانا حبیب الرحمن کنکی (بریلوی) نے مدینہ طیبہ میں اپنی جماعت الگ کی اور امام مسجد نبوی کو مسلمان قرار نہیں دیا، جس کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان کو بغیر حج کے ہندوستان واپس بھیج دیا گیا، یہاں پہونچ کر انہوں نے بڑے پوسٹر شائع کئے اور حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاج کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۶۶]: ہمارے گاؤں موضع ساتی ضلع بھاگلپور میں اسلام میں چلنے والے دو طرح کے لوگ ہیں اور یہاں کی مسجد میں شروع سے اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔ اب وہ اپنی ضعیفی کی بناء پر استعفیٰ دینا چاہتے

لفظاً استفتی سن کر اہل دیوبند (تبلیغی جماعت) والے کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا امام ہوگا، اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ امام بنیں گے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، کیونکہ ہماری نماز تم لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں امام کس کو بنایا جائے؟ اور یہ بھی لکھیں کہ ان کی نماز ہمارے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ غلط باتیں علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کیا گیا اور ان کی عبارتوں کا ایسا غلط اور کفریہ مطلب بیان کیا گیا، جس سے عوام میں ان کے خلاف غیظ وغضب کے جذبات پیدا ہوں اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخالف اور دشمن سمجھیں اور ان سے پوری نفرت کریں، یہ سب انگریز نے اپنی حکومت کے وقت کرایا تھا تاکہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اور علمائے دیوبند کا ساتھ نہ دے سکیں اور جہاد میں زیادہ مسلمان مجاہد نہ ملیں، کیونکہ علمائے دیوبند نے ۱۸۵۷ء میں انگریز سے جہاد کیا اور بہت سے حضرات شہید ہوئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے اور بھی مختلف قسم کی سزائیں ان کو دی گئیں۔

اس اسکیم کے تحت بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے ایک رسالہ تصنیف کیا، جس میں ہندوستان کو دارالاسلام ثابت کیا، علمائے دیوبند کی جن عبارتوں کا کفریہ مطلب بیان کر کے عوام کو بھڑکایا گیا تھا، ان عبارتوں کا صحیح مطلب علمائے دیوبند نے بیان کر کے کفریہ مطلب سے اپنی پوری برأت کر دی اور چھاپ کر شائع کر دیا (۱)، مگر اعلیٰ حضرت اور ان کے متبعین برابر وہی غلط کفریہ مطلب بنا بنا کر گمراہ کرتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، ان کا ایسا سمجھنا اور کہنا غلط ہے، علمائے دیوبند کا مسلک بالکل قرآن کریم وحدیث شریف، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہے (۲)، ان کی امامت درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) راجع للتفصیل: (المهند على المفند، یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند، مصنفه فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سهارنپوری قدس سره العزیز، المیزان)

(۲) "نحن ومشايخنا مقلدون في الأصول والفروع لإمام المسلمين أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه أماتنا الله عليه وحشرنا في زمرته". (المهند على المفند، السؤال الثامن والتاسع والعاشر، ص: ۳۴، ۳۵، الميزان)

(۳) "(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً (للقراءة ثم الأورع) أي: الأكثر اتقاء للشبهات. (ثم الأسن) أي: الأقدم =

امام کا جلدی جلدی نماز پڑھانا

سوال[۱۰۲۶۷]: امام کے لئے اتنی جلدی نماز پڑھنا کہ مقتدی رکوع وسجود میں تین تین مرتبہ بھی تسبیح نہ پڑھ سکتے ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کو اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے، اتنی جلدی نہ کیا کریں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

قرعہ اندازی سے امام مقرر کرنا اور قرعہ کی شرعی حیثیت

سوال[۱۰۲۶۸]: ۱..... قرعہ شرعی کی عندالشرع کیا تعریف ہے؟ کیا حقیقت واہمیت ہے؟ قرعہ کے منکر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

= إسلاماً". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۶۰۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۱) "وأقله ثلاثاً فلوتركه أو نقصه كره تنزيهاً.

(قوله كره تنزيهاً) أي: بناء على أن الأمر بالتسبيح للاستحباب ..... والحاصل: أن في تثليث التسبيح في الركوع والسجود ثلاثة أقوال عندنا، أرجحها من حيث الدليل الوجوب تخريجاً على القواعد المذهبية، فينبغي اعتماده كما اعتمده ابن الهمام ..... وأما من حيث الرواية فالأرجح السنية؛ لأنها المصرح بها في مشاهير الكتب، وصرحوا بأنه يكره أن ينقص عن الثلاث". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۴۹۴، سعيد)

"..... بل هو في الركوع والسجود سنة مؤكدة، فلوتركه أو نقص عن التثليث كره، وهذا هو المصرح في المتون وعامة الشروح والفتاوى، وقال بعضهم: أنه واجب فلوتركه أو نقص عنه سهواً وجب سجود السهو نقله القهستاني بصيغة التضعيف". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، باب صفة الصلاة: ۲/۱۸۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۱، رشيديه)

۲..... قرعہ سے نامزد امام (زید) اور قرعہ سے نامزد اس کے نائب امام (عمر) میں کس کو اپنا نائب بنانے کا اختیار شرعاً حاصل ہے؟

۳..... عمر (نائب امام قرعی) کی موجودگی میں زید (امام قرعی) اگر اپنا نائب، بلا منظوری واجازت وعلم عمر، بکر کو اپنا خلیفہ بنادے، تو کیا عمر کی موجودگی میں بکر کی امامت شرعاً صحیح درست ہے؟

۴..... زید امام قرعی کے انتقال پر عمر (نائب امام قرعی) اس کی جگہ کا حق دار ومستحق ہے یا بکر؟ جس کو زید نے خود امام بنایا۔

۵..... عمر کی موجودگی میں بکر یہ کہہ کر امامت کررہا ہے، کہ قرعہ کوئی چیز نہیں، وہ تو عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے ایک آڑتھی، بکر کا قرعہ کا فیصلہ نہ ماننا اور امامت کرنا شرعاً درست وصحیح ہے؟

۶..... عمر نے علم میں آنے کے بعد بکر کا قرعہ سے انکار گناہ اور عمر کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہے، عمر نے قصبہ کی مسجد (موسومہ بڑی مسجد) میں چند سال سے نمازِ عیدین ادا کرنا شروع کی ہے، جس میں وہ تقریباً چالیس (بتفارق) بوجہ عدم موجودگی، امام پنجگانہ وجمعہ ہے، عمر تقریباً بیس سال امام عیدگاہ بھی رہا ہے، کسی وجہ سے زید کو امامت عیدگاہ کا خیال ہوا، بعد سعی وجدوجہد بذریعہ قرعہ وہ امام عیدگاہ ہوگیا، عمر نے بخیال فتنہ وجدال وقتال زید کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور خاموش رہا اور بحیثیت نائب امام عیدگاہ میں نماز ادا کرتا رہا، عمر کا مسجد میں نماز ادا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... قرعہ شرعی حجت مثبتہ وملزمہ نہیں، محض تسکین وتطییب خاطر کے لئے ہے، بعض امور میں کسی مبہم تشخیص یا کسی کی شق کی تعین کے لئے ہے، جب کہ ہر جانب مشروع ہو(۱)۔

---

(۱) "(قوله: لتطييب القلوب) قال في الجوهرة: والقرعة ليست بواجبة، وإنما هي لتطييب الأنفس وسكون القلب ولنفي تهمة الميل، حتى أن القاضي لوعين لكل واحد نصيباً من غير قراع جاز؛ لأنه في معنى القضاء فيملك الإلزام". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب القسمة: ۱۳۶/۴، دارالمعرفة بيروت)

"وأما طريقه نفي الظنون وتطييب النفوس كإقراع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بين نسائه، وكإقراع القاسم على السهام بعد تعديلها، فهي مستحسنة غيرمنسوخة، وغير واجبة والله أعلم". =

۲..... مرجحات شرعیہ کو پہلے سامنے رکھا جائے کہ اصل معیار وہ ہے، تساوی کی صورت میں قرعہ بھی فی الجملہ مرجح ہوسکتا ہے(۱)۔

۳..... اگر عمر کو نائب امام تسلیم کرلیا گیا ہے، خواہ قرعہ سے ہی سہی اور اس میں اوصاف اہلیت موجود ہیں، تو اسی کو نائب رکھا جائے، نائب بنانے کا اختیار امام کو دیا جائے کہ وہ زیادہ واقف ہے۔

۴..... اگر امام کی موجودگی میں عمر نیابت کرتا تھا گو کہ زید نے اس کو تجویز کیا ہو، مگر مسجد کے ذمہ دار نیابت اس کے سپرد کر چکے تھے، تو اب اسی عمر کو امام رکھا جائے، اگر زید کی موجودگی میں بکر کے سپرد نیابت کردی گئی تھی، تو بکر کو رکھا جائے(۲)، اہلیت بہر حال ضروری ہے(۳)۔

= (أحكام القرآن للتهانوي، تحقيق القرعة وأحكامها، آل عمران: ۲/۲۳، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب القسمة، مطلب: لكل من الشركاء السكنى في بعض الدار بقدر حصته: ۲۶۲/۲، سعيد)

(۱) "فإن استووا يقرع بين المستويين، أو الخيار إلى القوم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۸/۱، سعيد)

"وفي الخلاصة: "وإن اجتمعت هذه الخصال في رجلين فإنه يقرع بينهما". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۹/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة: ۸۳/۱، رشيديه)

(۲) "الباني للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار، إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه الباني". (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب باع عقاراً ثم ادعى أنه وقف: ۴۳۰/۴، سعيد)

"رجل بنى مسجداً وجعله لله فهو أحق بمرمته، وعمارته، وبسط البواري، والحصير، والقناديل والأذان، والإقامة، والإمامة فيه إن كان أهلاً لذلك، وإن لم يكن فالرأي إليه ..... وإن تنازع الباني في نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة، فإن كان من اختاره أهل المحلة أولى من الذي اختاره الباني فاختيار أهل المحلة أولى ..... وإن كانا سواء فاختيار الباني أولى". (الحلبي الكبير، أحكام المساجد، مسائل متفرقه، ص: ۶۱۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، الموضع الثالث في الناظر المولى من القاضي ينصبه القاضي في مواضع: ۳۸۹/۵، رشيديه)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوة للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم =

۵.....قرعہ کا حال اوپر بیان ہو چکا، نیابت امام کا حکم بھی آ گیا، امامت کے لئے خود آگے بڑھنا جب کہ دوسرا احق موجود ہو، ناپسند ہے اس سے پرہیز چاہیے۔

۶.....امام بننے کی خواہش اور اس کی فکر اور اس کے لئے تدابیر اختیار کرنا، سعی کرنا، جب کہ دوسرا اہل بھی موجود ہو، بہت مذموم ہے (۱)، امام میں اہلیت ہونے کے باوجود اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، عیدگاہ کی جماعت ترک کر کے مسجد میں جماعت کرنا غلط طریقہ ہے (۲)، جب ایک جگہ امام موجود ہو تو دوسرے کا بلا اجازت امام مصلی پر پہنچ کر نماز پڑھانا شرعاً نہایت قبیح ہے، حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے (۳)۔

= الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً، فإن استووا يقرع". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، ۶۰۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(۱) "وعن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قلت: يا رسول الله! ألا تستعملني؟ قال: فضرب بيده على منكبي، ثم قال: "يا أبا ذر! إنك ضعيف، وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها". (صحيح مسلم، كتاب الإمامة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة: ۲/۱۲۱، قديمي)

"قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: قال النووي رحمه الله تعالىٰ هذا الحديث أصل عظيم في اجتناب الولاية، لا سيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائفها، والخزي، والندامة في حق من لم يكن أهلاً لها، أو كان أهلاً ولم يعدل، فيخزيه الله يوم القيامة، ويفضحه، ويندم على ما فرط". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۶۸۲: ۷/۲۳۹، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، ص: ۳۲۱، قديمي)

(۲) "ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره ..... وإن هو أحق لا، والكراهة عليهم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس، أما الكلام في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۰۳، ۲۰۴، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "عن أبي مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يؤم القوم =

عمراور زید ہر دو کو اپنے منصب کی رعایت رکھتے ہوئے اس اختلاف کو ختم کر دینا چاہیے، نہ قتال وجدال کریں، نہ جماعت علیحدہ کریں، اگر دونوں کسی قابل اعتماد کو ثالث کر کے اختلاف کو ختم کر دیں، تو لائق تحسین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۹۲ھ۔

سنت پڑھے بغیر فرض پڑھانے والے کی امامت

سوال[۱۰۲۶۹]: ظہر سے پہلے چار سنت ہیں، ان کے ادا کئے بغیر امامت کرنا کیسا ہے؟ کسی طرح کی کراہت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل سنت تو یہی ہے کہ پہلے سنن ادا کرے، پھر نمازِ ظہر پڑھائے (۱)، اگر اتفاقیہ ایسا ہو جائے کہ بغیر سنت پڑھے نمازِ ظہر پڑھائے، تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی (۲)، ابن ماجہ کی روایت سے ایسا ہی

= أقرأهم ...... ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه". (صحيح مسلم، كتاب المسجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱، قديمي)

"فلا يتقدم رجل على ذي السلطنة، لاسيما في الأعياد، والجمعات، ولا على إمام الحي، ورب البيت إلا بالأذن". (مرقاة المفاتيح، باب الإمامة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۱۷: ۱۷۵/۳، رشيديه)

"واعلم أن صاحب البيت، ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، إلا أن يكون معه سلطان، أو قاض فيقدم عليه". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعيد)

(۱) "(وسن) مؤكداً (أربع قبل الظهر)". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ۱۱۲/۱، رشيديه)

(۲) "لحديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۸/۲، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا فاتته الأربع قبل الظهر صلاها بعد الركعتين بعد الظهر". (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب من فاتته الأربع =

معلوم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/ ۸۸ھ۔

امام کا قومہ اور جلسہ کو لمبا کرنا

سوال[۱۰۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قومہ اور جلسہ میں اتنی دیر ٹھہرتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے، کیا آج کل امام بھی سنت کی پیروی میں ایسا کر سکتے ہیں؟ بشرطیکہ مقتدیوں کو گراں نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تاکید ہے کہ نماز ہلکی پڑھائی جائے، کیونکہ نماز میں بیمار، ضعیف، حاجت مند (جس کو جلدی فارغ ہوکر جانا ہے) ہوتے ہیں، البتہ تنہا پڑھے، تو جس قدر چاہے، طویل پڑھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/ ۸۷ھ۔

جس سے مقتدی ناخوش ہوں اس کی امامت کا حکم

سوال[۱۰۲۷۱]: ایک امام صاحب سات سال سے امامت کر رہے ہیں موضع قاسم پور میں اور لوگ ان کی امامت سے سخت ناراض ہیں اور بڑے پریشان ہیں اور امام سے جھگڑا بھی ہوگیا ہے کئی مرتبہ، مگر یہ

= قبل الظهر، ص: ۸۰، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۱۳۲، رشيديه)

(۱) (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب من فاتته الأربع قبل الظهر، ص: ۸۰، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا صلى أحدكم للناس فليخفف، فإن فيهم السقيم، والضعيف، والكبير. وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ماشاء". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلى لنفسه فليطول ماشاء: ۱/ ۹۷، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة: ۱/ ۱۸۸، قديمي)

امامت کئے جارہے ہیں، وجہ امامت کی یہ ہے کہ انہوں نے دوچار آدمیوں کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے۔

سب نمازی ناراض ہیں، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ مکروہ ہے یا کہ حرام؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر امام میں کوئی ایسی وجہ موجود ہے جس سے اس کی امامت ناجائز ہوتی ہو، تو امام کو خود اپنی اصلاح لازم ہے اور جب تک وہ وجہ موجود ہے وہ امامت نہ کرے۔ خود ہی علیحدہ ہو جائے (۱)۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، جس کے پیچھے شرعی وجہ کی بناء پر مقتدی نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے، اگر امام میں کوئی ایسی وجہ موجود نہیں، بلکہ وہ صالح اور امامت کا اہل ہے، تو جو مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، وہ مجرم ہیں۔ ان کو اپنی ضد سے باز آ جانا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۸۶ھ۔

امام کے مصلے پر کسی کا نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۷۲]: کبھی جب کوئی دوسرا شخص امامت کرتا ہے، فرض پڑھ کر مصلی چھوڑ دیتا ہے، تو

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه، قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلثة: رجل أم قوماً وهم له كارهون، وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط، ورجل سمع حي على الفلاح ثم لم يجب. وقد كره قوم من أهل العلم أن يؤم الرجل قوماً وهم له كارهون، فإذا كان الإمام غير ظالم فإنما الإثم على من كرهه" (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء من أم قوماً وهم له كارهون: ۸۲/۱، ۸۳، سعيد)

"ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داود "لايقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون" وإن هو أحق لا والكراهة عليهم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۸/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۹/۱، رشيديه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

امام کے مصلے پر سنت وغیرہ پڑھنے میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کے بعد جب امام نے مصلے چھوڑ دیا اور کوئی دوسرا شخص وہاں سنت پڑھنا چاہے، تو اجازت ہے، اگر امام کو ناگوار نہ گزرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

الفصل الثاني في إمامة الفاسق
(فاسق کی امامت)

امانت میں خیانت کرنے والے کی امامت

سوال [۱۰۴۷۳]: ایک صاحب راشن کی دکان میں سرکاری ریٹ کے علاوہ بلیک کرتے ہیں، مثلاً: چینی بلیک سے چار روپیہ پچھتر پیسہ فروخت کرتے ہیں، تو امانت میں خیانت کرنا کیسا ہے؟ ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امانت میں خیانت کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، بلکہ نفاق کی علامت ہے (۱)، جس شخص کا یہ حال ہو اس کو امام بنانا مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها، إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". تابعه شعبة عن الأعمش". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "آية المنافق ثلاث. زاد مسلم: "وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم". ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق: ۱/۵۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب الدليل على الزيادة والنقصان: ۲/۲۹۹، رحمانيه)

(۲) "(ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى)

(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ..... وفي المعراج قال أصحابنا: =

یکمشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت

سوال [۱۰۲۷۴]: اگر کوئی امام مشت سے کم مقدار میں ڈاڑھی رکھ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا تنہا پڑھی جائے؟ جوصورت بہتر ہو تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو امام ڈاڑھی ایک مشت نہیں رکھتا، پہلے ہی کتا کر کم کرا دیتا ہے، اس کو امام نہ بنایا جائے، اس کو امام بنانا مکروہ ہے (۱)، اس کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوگی، اگر دوسرا لائق امام نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے ہی پڑھ لی جائے، جماعت ترک نہ کریں (۲)، صالح ومتبع سنت امام کا تلاش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۹۲ھ۔

= لاينبغي أن يقتدي بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يجد إماماً غيره اهـ قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصر أي: على قول محمد المفتى به". (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

"(وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا) ..... وفي الفتاوى: لو صلى خلف فاسق أو مبتدع ينال فضل الجماعة لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

"ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة قوله: (فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمي)

(۱) "(ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى)

(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر ....". (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً، وإن =

تارکِ فرض کو امام بنانا

سوال [10275]: ایک شخص فرض نماز کا تارک ہے، تو اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کو تراویح کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جو فرض نماز ترک کرنے کا عادی ہے، اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے (1)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جھوٹے شخص کو امام مقرر کرنا

سوال [10276]: ہم نے ایک فارغ التحصیل مولوی امام کو اپنی مسجد میں امام رکھا، اس نے اپنے آپ کو یتیم ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس کی زکوۃ فطرہ وغیرہ سے کافی مدد کی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قوم کا تو فقیر ہے اور سب بیانات غلط ظاہر ہوئے، اب ایسے شخص کو امام رکھا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نے اپنے آپ کو یتیم ظاہر کیا، یتیم تو نابالغ ہوتا ہے، نابالغ کو امام مقرر کرنا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی (2)، بالغ ہونے پر یتیم نہیں رہتا، اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا پھر اس کا جھوٹ اور

= عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: 1/366، رحمانيه)

"قوله: (وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق الخ) ... فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم، ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيه، فإن امكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: 1/610، 611، رشيديه)

"وتجوز إمامة الأعرابي، والأعمى، والعبد، وولد الزنا، والفاسق إلا أنها تكره هكذا في المتون". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: 1/85، رشيديه)

(1) تقدم تخريجه تحت عنوان: "یکمشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت"، رقم الحاشية: 1

(2) "ولا يصح اقتداء رجل بامرأة، وخنثى، وصبي مطلقاً، ولو في جناز". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، =

قریب ظاہر ہو گیا تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے(۱)۔ امامت کی تنخواہ تو رضا مندی پر ہے، اگر مقررہ تنخواہ دینے پر رضامندی نہیں ہے، تو امام کو خود بھی حق ہے کہ چھوڑ دے اور جتنی تنخواہ طلب کرتا ہے اگر مقتدی نہیں دے سکتے، تو امام کو انکار بھی کر سکتے ہیں تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

نسبندی کروانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۷۷]: زید اپنی بستی کی مسجد کا امام ہے، چند سال قبل زید دہلی جامع مسجد کے امام کے حسبِ فتویٰ خصی ہو گئے، زید کے پیچھے لوگ طوعاً و کرہاً اقتدا کرتے ہیں، آیا زید کی امامت شرعاً درست اور صحیح ہے یا نہیں؟ لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن امام صاحب کے فتوے کے متعلق آپ نے لکھا ہے، خود ان کے پیچھے اس فتوے کی وجہ سے لوگوں نے نماز پڑھنی چھوڑ دی تھی اور ان کو مصلی سے ہٹا دیا تھا، لیکن اب وہ اپنے فتوے سابق کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مستورات کو بے پردہ بیعت کرنے والے کی امامت

سوال [۱۰۲۷۸]: مسائل کا بیان ہے کہ ایک عالم صاحب نے کسی پیر صاحب سے خلافت حاصل

= باب الإمامة: ۱/ ۵۷۶، ۵۷۷، سعید)

"قوله: (وفسد اقتداء رجل بامرأة أو صبي) أما الأول فلما قدمناه من الحديث، ونقل في المجتبى الإجماع عليه، وأما إمامة الصبي فلأن صلاته نفل لعدم التكليف، فلا يجوز بناء الفرض عليه".

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۶۲۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۸۸، قديمى)

(۱) "(ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى)

"ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني، وآكل الربوا ونحو ذلك".

(رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، سعيد)

کرکے عورتوں کا حلقہ باندھ کر بٹھا کر نصیحت کرتے ہیں اور بے پردگی سے مرید بھی کرتے ہیں اور عورتیں ان کی قدم بوسی بھی کرتی ہیں، اس وجہ سے مسجد کے امام صاحب اور متولی اور اکثر اہل قریہ اس پر ناراض ہیں۔ یہ عالم صاحب امام ومتولی کی اجازت کے بغیر کسی دن جمعہ کی نماز پڑھادیں، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ کوئی غیر آدمی امام کے علاوہ نماز پڑھانے کا حکم کریں، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نامحرم عورتوں کو بے پردہ سامنے بٹھانا اور حلقہ بنا کر یا بغیر حلقہ ہی ان کو اس طرح مرید کرنا اور عورتوں کا ان کی قدم بوسی کرنا خلاف سنت اور شرعاً ممنوع ہے(۱)، اس کو بالکل بند کیا جائے، جب کسی مسجد میں امام مقرر ہیں وہ امامت کا اہل ہے، تو کسی عالم صاحب کو بغیر امام کی اجازت کے خود آگے بڑھ کر جمعہ یا کوئی نماز پڑھانے کا حق نہیں۔ حدیث پاک میں اس سے منع فرمایا گیا ہے(۲)۔ اور کسی آدمی کو حق نہیں کہ بلا اجازتِ امام کسی دوسرے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (النور: ۳۰)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

"وأما النوع السادس: وهن الأجنبيات الحرائر، فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى الوجه والكفين". (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان، النوع السادس: ۶/۴۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"لايجوز النظر إلى المرأة، لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام المرأة عورة مستورة". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۷/۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأهم ... ولا يؤم الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه". (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

"واعلم أن صاحب البيت وكذا إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، أي: وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيدية)

شخص عالم یا غیر عالم کوامامت کے لئے کہے، مگر نماز اس صورت میں بھی ادا ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۹ھ۔

قوالی سننے والے کی امامت

سوال [۱۰۲۷۹]: زید ایک حافظ ہے اور مسجد میں امامت کا کام بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بتلاتے ہیں، یعنی علمائے دیوبند کے پیرو ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور دوسرے کو بھی نصیحت کرتے ہیں، مگر ان کی ایک یہ عادت ہے کہ وہ عرس کلیر شریف میں جا کر قوالیاں سنتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ آپ لوگوں کے لئے مروجہ قوالی کو سننا حرام کہتے ہیں اور خود جا کر سنتے ہیں، تو جواب میں کہا کہ واقعی شرع شریف نے تو منع کیا ہے اور میں اس گناہ کا مجرم ہوں، مگر طبیعت نہیں مانتی، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ اس طرف سے میرا دل پھیر دیں، اس پر عمرو نے کہا کہ آپ آئندہ کے لئے توبہ کریں، امام صاحب نے توبہ کی، مگر وہ اگلے سال خفیہ طریقہ سے عرس میں جا کر پھر قوالیاں سنیں، ایسی حالت میں مقتدی کیا کریں؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ ایک بدعتی یہ کہتا ہے کہ یہ کام ناجائز نہیں ہے، علمائے بریلی قوالی کو جائز فرماتے ہیں، اس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

باجہ بجانے کی مذمت میں کون سی حدیث وارد ہوئی ہے، عربی میں مع ترجمہ اردو صفحہ کتاب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) "واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، إلا أن يكون معه سلطان أو قاضي، فيقدم عليه لعموم ولايتهما.

(قوله: مطلقاً) أي: وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، وفي التاتارخانية: جماعة أضياف في دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغي أن يتقدم المالك، فإن قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو أفضل، وإذا تقدم أحدهم جاز؛ لأن الظاهر أن المالك يأذن لضيفه إكراماً له". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہل سنت والجماعت علماء، اہل حق صوفیاء چشتی قادری سہروردی نقشبندی سب کے نزدیک قوالی سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا ناجائز ہے(۱)، علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر طرطوسی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تفصیلاً اس کو نقل کیا ہے(۲)، علامہ دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) اور علامہ شامی نے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے(۴)، اگر امام پکی توبہ نہ کرے، تو اس کی امامت مکروہ ہوگی (۵)۔

---

(۱) "وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصيب ونحوه حرام، لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۳۴۹، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل فيما يتعلق بالمناهي: ۶/ ۳۵۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/ ۲۲۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "فأما ما ابتدعه الصوفية في الإدمان على سماع المغاني بالآلات المطربة من الشبابات، والطار، والمعازف، والأوتار فحرام ... قال الطبري: فقد أجمع علماء الأمصار على كراهية الغنا والمنع منه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، لقمان: ۶: ۱۴/ ۲۰، ۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "... لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يحضر معهم، ولا يعينهم على باطلهم، هذا مذهب مالك والشافعي وأبي حنيفة وأحمد وغيرهم من أئمة المسلمين". (كتاب حيوة الحيوان، تحت لفظ العين المهملة "العجل": ۲/ ۵۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۳۴۹، سعيد)

(۵) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى".

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمی)

=

"إن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: إن الله يغفر لكل مذنب إلا لصاحب عرطبة أو كوبة الخ"(۱).

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ہر گنہگار کی مغفرت فرمائیں گے، مگر باجہ والی کی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔

"يكون في أمتي قوم يستحلون الخز والحرير والخمر والمعازف" الحديث.

میری امت میں ایسی لوگ پیدا ہوجائیں گے جو زنا کو، ریشم کو، شراب کو اور باجہ کو حلال قرار دیں گے(۲)۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لڑکی کو نامحرم سے تعلیم دلانے والے کی امامت

سوال[۱۰۲۸۰]: زید کی سولہ سالہ لڑکی قمر النساء کو معین پرائیویٹ طور پر پڑھاتا تھا، معین روزانہ شام کو قمر النساء اور اس کے دو چھوٹے بھائی اور بہن کو پڑھانے آتا تھا، معین نے زید کی سخت نگرانی دیکھ کر زید سے کہا کہ آپ مجھ پر شبہ نہ کریں، میں تو آپ کی ہی لڑکی سے شادی کروں گا، مجھے روپیہ وغیرہ کا لالچ نہیں ہے۔ نوبت بایں جارسید کہ معین نے ایک روز قمر النساء سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی، دو ماہ بعد جب معلوم ہوگیا، تو معین سے شادی کے لئے کہا گیا، معین نے جواب دیا، چند روز بعد شادی کروں گا، چند روز بعد معین نہیں آیا اور اس نے دوسری جگہ مالدار گھرانے میں شادی کرلی، تین ماہ بعد قمر النساء کے والدین نے کافی روپیہ خرچ کر کے قمر النساء کا

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير، باب: العين مع الراء: ۱۸۹/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في غريب الحديث لابن الجوزي: ۸۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفائق في غريب الحديث والأثر: ۴۱۲/۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه: ۸۳۷/۲، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الخز: ۲۰۴/۲، رحمانيه لاهور)

حمل گروادیا، تاکہ وہ بدنام نہ ہو اور اس کی شادی ہو سکے۔ زید ایک عالم شخص ہے، اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ نیز زید اور اس کی بیوی اور قمر النساء اور معین کے لئے شرعی سزا کیا ہے؟ اس کا تدارک کیسے ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شریعت نے پردہ لازم قرار دیا ہے(۱)، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اور خراب ماحول سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے، اس میں بہت سے مصالح ہیں اور اس میں بہت سے منافع ہیں، احکام شریعت پر عمل نہ کرنے میں عزت وآبرو کی بھی بربادی ہے اور آخرت کی بھی تباہی ہے، جو ناگوار صورت پیش آچکی ہے، وہ نہایت مذموم اور معصیت ہے۔ زید، اس کی بیوی، اس کی لڑکی کا استاذ سب ہی حسب حیثیت گناہ گار ہیں، سب کو توبہ اور اپنی حرکت پر ندامت واستغفار لازم ہے، خدا کے سامنے روئیں اور پوری لجاجت کے ساتھ معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے پختہ عہد کریں کہ ایسا کبھی نہیں کریں گے(۲)۔ لڑکی کی اس قسم کی تعلیم کو ختم کریں، کبھی کسی نامحرم پر اعتماد

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الأحزاب: ۵۹)

"عن الحسن، قال: كن إماء بالمدينة يقال لهن: كذا وكذا يخرجن، فيتعرض لهن السفهاء فيؤذونهن، وكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون أنها أمة فيتعرضون لها، فيؤذونها، فأمر الله المؤمنات أن: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن، ذلك أدنى أن يعرفن﴾ أنهن حرائر فلا يؤذين ... اهـ" (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۴۹، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان"". (جامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ماجاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها: ۱/۲۲۰، سعيد)

"لايجوز النظر إلى المرأة، لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام: "المرأة عورة مستورة"". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۷/۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم﴾ (التحريم: ۸)

"قال النووي: التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لايعود إلى مثلها أبداً ... وركنها الأعظم الندم". (روح المعاني، التحريم: ۸: =

کرکے اس کو تنہائی اور تعلق کا موقع نہ دیں، شیطان کسی وقت بھی شرارت پر آمادہ کرسکتا ہے۔ اگر زید واقعی توبۂ نصوح کرے اور یہ اندازہ ہوجائے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا، تو پھر زید کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

گدھے کے بولنے کو اذان کہنے والے کی امامت

سوال [۱۰۲۸۱]: عین اذان کے وقت مؤذن اذان دے رہا تھا، مسجد کے قریب ہی گدھا چیخنے لگا، تو امام صاحب نے فرمایا: "لو اذان ہوگئی، اذان کی کیا ضرورت" لوگوں کے اعتراض کرنے پر بتایا کہ میں نے مذاق کیا تھا، امام صاحب نے دانستہ عدالت میں جھوٹی شہادت دی، جس امام میں یہ صفات پائی جائیں اس کے لئے شریعت کیا حکم صادر کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس امام کے یہ حالات ہوں، وہ امامت سے الگ کئے جانے کا مستحق ہے، جب تک سچی توبہ نہ

= ۱۵۸/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۳، قديمي)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾ (طه: ۸۲)

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له" (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث الإفك: ۲/۵۹۶، قديمي)

"(إن العبد إذا اعترف) أي: أقرّ بكونه مذنباً وعرف ذنبه (ثم تاب) أتى بأركان التوبة من الندم والخلع والعزم والتدارك (تاب الله عليه) أي: قبل توبته لقوله تعالىٰ: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده﴾ قال الطيبي وحقيقته أن الله يرجع عليه برحمته". (مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، رقم الحديث: ۲۳۳۰: ۵/۱۴۲، رشيديه)

کرے(۱)، گدھے کی آواز پر یہ کہنا کہ ''لواذان ہوگئی''، نہایت خطرناک ہے، یہ اذان کی سخت توہین ہے، اس سے ایمان کا برقرار رہنا دشوار ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۴۰۰ھ۔

تاڑی فروخت کرنے والے کی امامت

سوال[۱۰۲۸۲]: ۱…… زید حافظ قاری ہیں، بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، عقد ثانی نہیں کیا ہے، چال چلن مشکوک ہونے کی شہرت ہے، ڈاڑھی صرف دوانگل رکھتے ہیں، جس کی ہمیشہ تراش خراش کرتے رہتے ہیں، کھجور کا باغ ان کی ملکیت میں ہے، جس سے تاڑی (۳) نکالی جاتی ہے، تاڑی والوں کو یہ باغ فروخت کرتے رہتے ہیں، زید کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

۲…… بکر حافظ ہیں، معمر ہیں، شرعی ڈاڑھی ہے، صوم وصلوۃ کے پابند ہیں، مسائل سے بخوبی واقف

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى.

(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزنى، وآكل الربا، ونحو ذلك". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "ويكفر بالاستهزاء بالأذان، لا بالمؤذن". (البحرالرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشيديه)

"وفي شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري رحمه الله تعالى: "والاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر". (قبيل فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۲۷، قديمي)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالأذكار: ۵/۵۰۰، إدارة القرآن كراچي)

(۳) ''تاڑی: تاڑ کا نشہ آور رس''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۶۱، فیروز سنز لاہور)

ہیں، بیوی بچے موجود ہیں، چال چلن مشکوک نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ زید کی امامت اولیٰ ہے یا بکر کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں صورتوں میں بکر امامت کے لئے مستحق واولیٰ ہے(۱)، ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے ڈاڑھی کٹانا درست نہیں (۲)، تاڑی والوں کو کھجور فروخت کرنا مکروہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱/۸۷ھ۔

---

(۱) "(والأعلم أحق بالإمامة) أي: اولى بها ولم يبين المعلوم ... (ثم الأورع) أي: الأكثر إجتناباً للشبهات". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، ۶۰۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۳۲، رشيديه)

(۲) "(لا) يكره (دهن شارب و) لا (كحل) إذا لم يقصد الزينة أو تطويل اللحية إذا كانت بقدر مسنون وهو القبضة ... وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود ومجوس الأعاجم". (الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ولايفسده: ۲/۴۱۷، ۴۱۸، سعيد)

"والقص سنة فيها وهو أن يقبض الرجل لحيته فإن زاد منها على قبضته قطعه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان والخصاء الخ: ۵/۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۸/۲۸۵، رشيديه)

(۳) "ثم السبب ... إن لم يكن محركاً وداعياً، بل موصلاً محضاً، وهو مع ذلك سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل، كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمراً، فكله مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع والأجر من دون التصريح به باللسان". (جواهر الفقه، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، عنوان: أقسام السبب وأحكامه: ۲/۴۵۳، مكتبه دارالعلوم كراچى)

"(ويجوز بيع العصير ممن يتخذه خمراً) أي: من ذمي، فلو من مسلم، كره بالاتفاق؛ لأنه إعانة على المعصية". (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴/۲۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)=

ساحر اور عامل کی امامت

سوال[۱۰۲۸۳]: عمل کرنے والا یا کرانے والا نماز پڑھائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ساحر کو امام بنانا درست نہیں (۱)، عامل قرآن وحدیث کی امامت درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

= "وما كان سبباً لمحظورٍ، فهو محظورٌ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل في في اللبس: ۶/۳۵۰، سعيد)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق". (الدرالمختار). "(قوله: فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، والعل المراد به من يرتكب الكبائر، كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا، ونحو ذلك". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

"قوله: (وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا) بيان للشيئين الصحة والكراهة". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس، بل يستحب سواء كان تعويذاً أو رقية أو نشرة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۵۵۳: ۸/۳۲۱، رشيديه)

"جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه: ۶/۵۵، سعيد)

(وكذا في شرح معاني الآثار، كتاب الإجارات، باب الاستيجار على تعليم القرآن: ۲/۲۹۷، سعيد)

الفصل الثالث في إمامة المبتدع

(بدعتی کی امامت کا بیان)

مبتدع کی امامت

سوال [۱۰۲۸۴]: زید بدعتی گاؤں میں رہتا ہے، اس موضع میں بدعتی رہتے ہیں، مگر بکر بدعتی نہیں ہے اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی سمجھتا ہے، اب زید کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید بدعتی نہیں ہے، تو زید کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے اور اگر زید بھی بدعتی ہے اور دوسری مسجد نہیں، تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو گوارہ کرے، جماعت ترک نہ کرے(۱)۔ اور آہستہ آہستہ نرمی وہمدردی سے ہر مسئلہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی ترغیب دیتا رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۲/۲۹ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع ايمة الجور: ۱/۳۶۲، رحمانيه)

"(ويكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا) هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة ..... صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

(قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفها أولى من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل الأولىٰ بالإمامة، ص: ۵۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

رضاخانی کے پیچھے نماز

سوال[۱۰۲۸۵]: ہندوستان میں جوفرقہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے اور احمد رضا خان بریلوی کو اپنا مقتدا مانتا ہے، اس فرقہ سے متعلق یا اس فرقہ کا عقیدہ رکھنے والا شخص اگر کسی مسجد کا امام ہو، تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ یا تنہا پڑھنا بہتر ہے؟ جو بھی لکھیں، کتاب وسنت کی روشنی میں مع دلائل لکھئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر بدعتی کا حال یکساں نہیں، بعض بدعتی بہت غالی ہیں، جو کفر وشرک میں مبتلا ہیں، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں (۱)، لاعلمی کی وجہ سے اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھ لی، تو اس کا اعادہ لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۱۱/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "(ویكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ...... ومبتدع) أي: صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة ...... وإن أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورةً كفربها كقوله إن الله تعالىٰ جسم كالأجسام فلا يصح الاقتداء به أصلاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/ ٥٦٢، سعيد)

"وقيده في المحيط والخلاصة والمجتبى وغيرها بأن لاتكون بدعته تكفره، فإن كانت تكفره فالصلاة خلفه لاتجوز". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/ ٦١١، رشيديه)

"ويكره تقديم المبتدع أيضاً لأنه فاسق من حيث الاعتقاد ...... أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلاً كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلي رضي الله تعالىٰ عنه، أو أن النبوة كانت له فغلط جبريل، ونحو ذلك مما هو كفر". (الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٤، ٥١٥، سهيل اكيڈمي لاهور)

(٢) "رجل أم قوماً شهراً ثم قال: كنت مجوسياً فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله، وصلاة القوم جائزة، ويضرب ضرباً شديداً، وكذا لو قال: صليت بكم المدة على غير وضوء وهو ماجن لاتقبل قوله، وإن لم يكن كذلك، واحتمل أنه قال على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلوتهم، وكذا لو قال: في ثوبي قذر". (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر: ١/ ١٤٥، ١٤٦، رشيديه)

رضاخانی امام کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۸۶]: فرقہ رضاخانی جنہوں نے طرح طرح کی بدعات دین میں ایجاد کیں، اکابر علماءِ حق اور ان کے متبعین کی تکفیر اور تفسیق کو اپنا شیوہ بنایا اور مسلمانوں میں افتراق اور انتشار ان کا خاص مقصد ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، بڑے پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو عالم میں تصرف کرنے والا اور ہر ایک کی فریاد سننے والا اور مدد کرنے والا سمجھتے ہیں، اسی لئے یا غوث المددان کا خاص نعرہ ہے، اس فرقہ کے بانی نے رسول کی شہادت کا انکار کر کے قرآن کی نص صریح کا انکار کیا، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں روافض سے بڑھ کر گستاخی کا ارتکاب کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن القاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بالاتفاق صحابی رسول ہیں، اس جماعت کے بانی نے ان کو کافر اور خوک (۱) سے بدتر قرار دیا ہے۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا رضاخانی اور اس کا بانی اسلام میں داخل ہے یا عقائد مذکورہ کی بناء پر اسلام سے خارج ہیں؟ اور کیا ایسے لوگوں کے پیچھے اہل حق کو نماز پڑھنا درست ہے؟ رضاخانی یہ کہتے ہیں کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین مرتد ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اور علمائے دیوبند اور ان کے ماننے والوں کی نماز ہمارے پیچھے ہو جاتی ہے اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کا حوالہ دیتے ہیں، ان کے اس قول کی حقیقت کیا ہے اور کیا واقعہ یہی ہے کہ رضاخانی جیسا کہتے ہیں؟ وضاحت اور تفصیل سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امور مذکورہ سوال بعض کفر ہیں، بعض شرک، بعض حرام اور سخت معصیت ہیں، ان کے تحقق وثبوت کے

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث: ۱/۸۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لايصح: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، ۵۹۲، سعيد)

(۱) "خوک: سور، خنزیر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳۷، فیروز سنز لاہور)

بعد امامت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا(۱)۔ دارالعلوم کے جس فتویٰ کا حوالہ دیا جاتا ہے، کیا ان امور کو لکھ کر استفتاء کیا گیا ہے؟ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے، اس کو بطور سند پیش کرنا تلبیس ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۶ھ۔

(۱) "(ويكره إمامة عبد ..... ومبتدع) أي: صاحب بدعة، وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة ..... وإن أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها، كقوله إن الله تعالىٰ جسم كالأجسام، وإنكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتداء به أصلاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۱، ۵۶۲، سعيد)

"(وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع) ..... وفي الفتاوى: لو صلى خلف فاسق أو مبتدع ينال فضل الجماعة، لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع ..... وقيده في المحيط والخلاصة والمجتبى وغيرها: بأن لاتكون بدعته تكفره، فإن كانت تكفره فالصلاة خلفه لاتجوز". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۲۱۰، ۲۱۱، رشيديه)

"وقال البدر العيني: يجوز الاقتداء بالمخالف، وكل بر وفاجر مالم يكن مبتدعاً بدعة يكفر بها، ومالم يتحقق من إمامه مفسداً لصلاته في اعتقاده اهـ وإذا لم يجد غير المخالف فلا كراهة في الاقتداء به، والاقتداء به أولى من الانفراد على أن الكراهة لا تنافي الثواب. أفاده العلامة نوح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، قديمي)

الفصل الرابع في إمامة المعذور

(معذور کی امامت کا بیان)

لنگڑے کی امامت

سوال[۱۰۲۸۷]: ایک شخص لنگڑا ہے اور وہ باوجود لنگڑا ہونے کے حافظ وقاری بھی ہے، بہت اچھا قرآن پڑھتا ہے، تو جب وہ نماز پڑھاتا ہے، تو عوام الناس اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ لنگڑے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، لہذا ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا لنگڑے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟ اور اگر کراہت ہے، تو تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور عوام الناس کا یہ اعتراض کرنا بجا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، تو یہ لوگ اس معاملہ میں کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لنگڑے کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے، تحریمی نہیں، اس کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ ناواقف ہیں۔

"كذا تكره خلف مفلوج، وأبرص شاع برصه، وكذا أعرج يقوم ببعض قدمه، فالاقتداء بغيره أولىٰ. تاتر خانية. وكذا أجزم. برجندي. (شامي: ۱/۳۷۸)(۱). فقط والله تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

"ولو كان بقدم الإمام عوج فقام على بعضها يجوز، وغيره أولىٰ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من =

کانے کی امامت

سوال[۱۰۲۸۸]: اگر کانا آدمی نماز پڑھائے، تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵، رشيديه)

(۱) دونوں آنکھوں سے اندھا شخص اگر شرائط امامت کے ساتھ متصف ہو، تو اس کو امام بنانا بنسبت دوسروں کے افضل ہے، لہذا جس شخص کی صرف ایک آنکھ کی بینائی نہ ہو، لیکن شرائط امامت کے ساتھ متصف ہو، تو وہ بطریق اولی امامت کا حق دار ہے۔

"(ويكره إمامة عبد ... وأعمى)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: قيد كراهة إمامة الأعمى في المحيط وغيره بأن لايكون أفضل القوم، فإن كان أفضلهم فهو أولى اهـ". (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

"وذكر في المحيط: لابأس بأن يؤم الأعمى والبصير أولى، وفي الأنفع ذكر الإمام المعروف بخواهر زاده في مبسوطه: إنما يكره تقديم الأعمى إذا كان غيره أفضل منه، وقد ثبت أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم استخلف ابن أم مكتوم يؤم الناس وهو أعمى، رواه أبوداود". (الحلبي الكبير، فصل الإمامة، الأولى بالإمامة ص: ۵۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال رحمه الله تعالى: "(والأعمى) لأنه لا تتوقى النجاسة، ولا يهتدي إلى القبلة بنفسه، ولا يقدر على استيعاب الوضوء غالباً، وفي البدائع: إذا كان لايوازيه غيره في الفضيلة في مسجده فهو أولى". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

الفصل الخامس في عزل الإمام وتحقيره

(امام کو برطرف کرنے اور حقیر سمجھنے کا بیان)

امام کے ساتھ گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانے کے باوجود اس کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۸۹]: کوئی مقتدی اپنے امام کے ساتھ گالی گلوچ کر کے اغلام (۱) کی تہمت لگائے اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھے، تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گالی گلوچ تو سب کے ہی ساتھ منع ہے (۲)، پھر امام کا احترام تو اور زیادہ ضروری ہے اور بلا ثبوت شرعی اتنی بڑی بات کہنا بہت بڑا جرم ہے، سخت گناہ ہے (۳)، معافی مانگنا واجب ہے، تاہم جس امام پر اتنی بڑی تہمت لگائی اور اس سے معافی نہیں مانگی اور نماز اس کے پیچھے پڑھی، فرض اس کا بھی ادا ہوگیا، نماز

---

(۱) ''اغلام: لڑکوں کے ساتھ بدفعلی، لواطت، خلاف وضع فطری''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر''. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى من السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''سباب المسلم فسوق وقتاله كفر'': ۵۸/۱، قديمى)

(۳) ''ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب''. (البحرالرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۷/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في العلم والعلماء والأبرار والصلحاء الخ: ۳۳۵/۵، قديمى)

صحیح ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۷/۱۱/۸۸ھ۔

بدتمیز مقتدی کی نماز کا حکم

سوال [۱۰۲۹۰]: جو امام مسجد سے بدتمیزی سے پیش آئے، خواہ حاجی ہو یا نمازی، وہ کیسا ہے؟ آیا اس کی نماز بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کا احترام واجب ہے، اس سے بدتمیزی سے پیش آنا بڑی غلطی ہے (۲) کہ جس کی اقتداء میں سب

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۶۲، رحمانيه)

"وهذا يدل على جواز الصلاة خلف الفاسق، وكذا المبتدع، إذا لم يكن مايقوله كفراً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۱۲۵: ۳/۱۸۱، رشيديه)

"وأما بيان من يصلح للإمامة في الجملة، فهو كل عاقل مسلم، حتى تجوز إمامة العبد والأعرابي والأعمى، وولد الزناء والفاسق وهذا قول عامة العلماء". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/۳۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (البقرة: ۱۲۴)

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول، ومن ألزم الله تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

سے افضل عبادت ادا کرنا ہے، اس کا احترام کرنا انتہائی ضروری ہے، تاہم نماز اس کی بھی ہوجاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة عليكم على خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر".
(سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۶۲، رحمانيه)
(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۱۲۵: ۳/۱۸۱، رشيديه)
(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/۳۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل السادس في النيابة عن الإمام

(نیابت امام کا بیان)

امام کا اپنی عدم موجودگی میں متولی کو امامت سپرد کرنا

سوال[۱۰۲۹۱]: امام مسجد، متولی صاحب کو فرائض امامت سپرد کر گیا، متولی صاحب حافظ نہیں ہیں، مگر ایک بزرگ شخصیت ہیں، صوم وصلوۃ کے بہت پابند ہیں، نیز نماز اور امامت کے مسائل ضروریہ سے بخوبی واقف ہیں، ایک دینی ادارہ کو بھی اپنی کوشش سے چلا رہے ہیں، یتامیٰ اور غرباء کی بھی ہر قسم کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ مقتدیوں میں ایک صاحب ہیں، جو صرف حافظ قرآن ہیں، موصوف ایک حد تک ان اوصاف کے مالک ہیں، جو صرف حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ہے، متولی صاحب از راہِ کسر نفسی امام کی عدم موجودگی میں ان کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں، لیکن کبھی تو وہ کسل اور سستی کی وجہ سے اس درجہ تاخیر کر دیتے ہیں کہ دیگر مقتدیوں پر پریشانی ہوتی ہے اور کبھی صاف انکار بھی کر دیتے ہیں۔

ایک شخص محلہ میں ہے، جو ہمیشہ کہتا رہتا ہے کہ امامت کے زیادہ مستحق متولی صاحب نہیں، بلکہ وہ حافظ صاحب ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں خلفشار رہتا ہے، کئی مرتبہ اس نے بے ہودہ پوسٹر بھی شائع کر دیئے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ جب کہ امام اپنی عدم موجودگی میں متولی صاحب کو منصب امامت سپرد کر گیا اور حافظ صاحب کا حال یہ ہے تو اس صورت میں امامت کا مستحق کون ہے؟ نیز اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ متولی میں امامت کی اہلیت پوری موجود ہے اور امام نے امامت متولی کے سپرد کی ہے، تو متولی صاحب امامت کے حق دار ہیں، بلا وجہ ان کو بدنام اور ذلیل کرنا سخت مذموم اور قابلِ نفرت ہے(۱)، جو لوگ ان کو

---

(۱) "إني جاعلك للناس إماماً" ... وإذا ثبت أن اسم الإمام يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول، ومن ألزم الله تعالى =

ذلیل کرتے ہیں، ان کو توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے(۱)، متولی صاحب اگر کسی شخص کو کسی وقت امامت کے لئے آگے بڑھادیں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

☆……☆……☆……☆……☆

= الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمى)

(۱) "ولم يختلف أهل السنة وغيرهم في وجوب التوبة على أرباب الكبائر ..... واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور". (روح المعاني: ۲۸/۱۵۹، التحريم: ۸، مبحث في قول ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"واتفقت الأمة على أن التوبة فرض على المؤمنين، لقوله تعالى: ﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيه المؤمنون﴾ (النور: ۳۱)". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۷: ۵/۶۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "رجل بنى مسجداً وجعله لله فهو أحق بمرمته وعمارته وبسط البواري ..... وإن تنازع الباني في نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة، فإن كان من اختاره أهل المحلة أولىٰ من الذي اختاره الباني فاختيار أهل المحلة أولى؛ لأن ضرره ونفعه عائد إليهم، وإن كانا سواء فاختيار الباني أولى". (الحلبي الكبير، فصل في أحكام المساجد، ص: ۶۱۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

"والباني أحق بالإمامة والأذان ..... وفي المجرد عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن الباني أولى بجميع مصالح المسجد، ونصب الإمام والمؤذن إذا تأهل للإمامة". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۱۸، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً: ۳/۲۹۷، رشيديه)

الفصل السابع في إمامة اللحان

(غلط خواں کی امامت)

غلط خواں امام کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۹۲]: آج کل مساجد کے پیش امام حضرات قرآن شریف نماز کی حالت میں غلط پڑھتے ہیں، مثلاً: کہیں الف زیادہ کردیتے ہیں یا کہیں سے حذف کردیتے ہیں اور بھی دوسرے حروف کسی دوسرے حرف کی جگہ پڑھ دیتے ہیں قریب المخرج ہونے کی وجہ سے، حتی کہ سورہ فاتحہ میں ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ کے (ض) کو ادا کرنے میں ایسا تکلف برتتے ہیں کہ وہ (د) کی آواز معلوم ہوتی ہے، جو نہ دال ہی میں شمار ہوسکتا ہے، نہ ضاد میں۔

ان تمام صورتوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟ صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسی غلطی کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے یا تنہا نماز؟ جو بھی صورت اختیار کی جائے، مع دلائل از قرآن وسنت کی جائے، یا کتاب وسنت سے مستنبط اصول کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

علم کی کمی اور غلبۂ جہل کی وجہ سے فقہاء نے بہت سے مسائل میں تسہیل فرمائی ہے، ان میں زلۃ القاری بھی ہے، اعراب وحروف کی ادائیگی میں تغیر ہونے کی وجہ سے معنی کو درست کرنے کی بہت کوشش کی اور دور دور کی تاویل کرکے نماز کو فساد سے بچایا ہے۔

پس اگر کسی غلطی کی وجہ سے معنی بگڑ جائیں اور درست نہ ہوسکیں، تو فساد نماز کا حکم ہوگا (۱)، اگر صحیح

---

(۱) "قال: إن كان عند تبديل الحروف يصير كلاماً آخر من كلام الناس فلا ينبغي أن يقرأ، فإن قرأ في الصلاة تفسد صلاته. وهذا بناء على مختار المتقدمين وهو المختار، فينبغي أن ينظر إلى تغير المعنى بسبب ذلك الحروف فإن كان فاحشاً تفسد، وإن صح معناه ولم يبعد كثيراً من المعنى المراد لاتفسد". =

پڑھنے والا موجود ہو، تو ایسی صورت میں غلط پڑھنے والے کو امام ہرگز نہ بنایا جائے، ورنہ معنی بگڑ کر نماز فاسد ہوجائے گی، صحیح پڑھنے والے لائق امامت کو امام بنایا جائے (۱) اور سب نمازی مل کر اس کی فکر کریں، بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے کہ نماز جیسی عبادت کے واسطے بھی غلط پڑھنے والا امام ہو، جو صحیح ترجمانی بھی نہ کرسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۹۲ھ۔

= (الحلبي الكبير، مفسدات الصلاة، زلة القارئ، ص: ۴۸۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"إن ذكر حرفاً مكان حرف ولم يغير المعنى بأن قرأ إن المسلمون إن الظالمون، وما أشبه ذلك لم تفسد صلاته وإن غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحروف من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل، وإن كان لايمكن الفصل بين الحروف إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال أكثرهم: لاتفسد صلاته هكذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۷۹، رشيديه)

"إن قرأ حرفاً مكان حرف آخر ولم يغير المعنى وهو في القرآن كمسلمين مكان مسلمون لاتفسد عند الكل ... وإن تغير المعنى وليس مثله في القرآن فسد عند الكل ولا عبرة لقرب المخرج". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القارئ: ۴/۴۲، رشيديه)

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضي الله تعالى عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله، وأقدمهم قراءة، فإن كانت قراء تهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا في هجرتهم سواء فليؤمهم أكبرهم سناً، ولا تؤمن الرجل في أهله ولا في سلطانه، ولا تجلس على تكرمته في بيته إلا أن يأذن لك أو بإذنه". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"مستقیم" کو "مستخیم" پڑھنے والے کی امامت

سوال [۱۰۲۹۳]: ۱..... ایک امام صاحب "مستقیم" کی جگہ "مستخیم" پڑھتے ہیں، تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

۲..... وہ کہتے ہیں کہ "ق" اور "خ" میں کوئی فرق نہیں۔

۳..... اور بچوں کو بھی "مستخیم" ہی پڑھاتے ہیں، تو ان کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... امام کا "مستقیم" کی جگہ قصداً "مستخیم" پڑھنا غلط اور ناجائز ہے (۱)۔

۲..... "ق" اور "خ" دو جداگانہ حروف ہیں، دونوں کا مخرج الگ الگ ہے (۲)، صفات میں بھی

---

(۱) "(قوله: أو بدله بآخر) هذا إما أن يكون عجزاً كالألثغ وقدمنا حكمه في باب الإمامة، وإما أن يكون خطأً، وحينئذ فإذا لم يغير المعنى، فإن كان مثله في القرآن نحو: إن المسلمون لا يفسد ..... وإن غير فسدت عندهما، وعند أبي يوسف إن لم يكن مثله في القرآن، فلو قرأ أصحاب الشعير بالشين المعجمة فسدت اتفاقاً وتمامه في الفتح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۳، سعيد)

"قال: إن كان عند تبديل الحروف يصير كلاماً آخر من كلام الناس فلا ينبغي أن يقرأ، فإن قرأ في الصلاة تفسد صلاته ..... وهذا بناء على مختار المتقدمين وهو المختار. فينبغي أن ينظر إلى تغير المعنى بسبب ذلك الحروف فإن كان فاحشاً تفسد، وإن صح معناه ولم يبعد كثيراً من المعنى المراد لاتفسد". (الحلبي الكبير، مفسدات الصلاة، زلة القارئ، ۴۸۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۷۹، رشيديه)

(۲) "المخرج الرابع - أدنى الحلق إلى الفم - وهو للغين والخاء ..... المخرج الخامس. أقصى اللسان ممايلي الحلق وما فوقه من الحنك، وهوللقاف". (النشر في القراءات العشر للجزري، مخارج الحروف: ۱/۱۹۹، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے (غ، خ) نکلتے ہیں۔ چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو اس سے (ق) نکلتا ہے۔
(فوائد مکیہ، دوسری فصل مخارج کے بیان میں، ص: ۱۰، اسلامی کتب خانہ)

(وكذا في جمال القرآن، ص: ۷، رحمانیہ لاهور)

نمایاں فرق ہے، مثلاً ''ق'' میں مجہورہ ہے اور ''خ'' میں مہموسہ ہے، ''ق'' میں قلقلہ ہے، ''خ'' میں نہیں، ''ق'' میں شدیدہ ہے، ''خ'' میں رخوہ ہے (۱)۔

۳..... یا ان کو غلط پڑھاتے ہیں، جو شخص ''ق'' کو صحیح ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے بالقصد اس کو ''خ'' پڑھتا ہے، اس کو امام نہ بنایا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) "وأما صفات الحروف فمنها: المجهورة، وضدها المهموسة، والهمس من صفات الضعف كما أن الجهر من صفات القوة، والمهموسة عشرة يجمعها قولك: سكت فحثه شخص الخ ..... ومنها: الحروف الرخوة، وضدها الشديدة والمتوسطة، فالشديدة وهي ثمانية: أجد قط بكت. والشدة امتناع الصوت أن يجري في الحروف وهو من صفات القوة، والمتوسطة بين الشدة والرخاوة خمسة: يجمعها قولك: لن عمر ..... (وحروف القلقلة) ويقال: القلقلة خمسة: يجمعها قولك: قطب جد ..... وأصل هذه الحروف "القاف" لأنه لايقدر أن يؤتى به ساكناً إلا مع صوت زائد لشدة استعلائه". (النشر في القراءات العشر للجزري، صفات الحروف، حروف القلقة: ۱/۲۰۲، ۲۰۳، دارالباز مكة)

جہر کے معنی شدت اور زور سے پڑھنے کے ہیں، اس کی ضد ہمس ہے یعنی نرمی کے ساتھ پڑھنا اور اس کے دس حروف ہیں: (فحثه شخص سكت) ہے۔ ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں۔

شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں، جن کا مجموعہ (اجد قط بكت) ہے۔ ان کے سکون کے وقت آواز رک جاتی ہے۔ پانچ حروف متوسط ہیں جن کا مجموعہ (لن عمر) ہے۔ ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی، باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسط کے سب رخوہ ہیں۔ قلقلہ کے پانچ حروف ہیں، جن کا مجموعہ (قطب جد) ہے، مگر قاف میں قلقلہ واجب باقی چار حروف میں جائز ہے۔ (فوائد مکیہ، تیسری فصل صفات کے بیان میں، ص: ۱۴، ۱۵، اسلامی کتب خانہ لاہور)

(وجمال القرآن، صفات حروف، ص: ۱۱-۱۲، رحمانیه لاهور)

(۲) راجع الحاشية المقتدمة انفاً

باب الجماعة

الفصل الأول في اهتمام الجماعة

(جماعت کے اہتمام کا بیان)

نماز باجماعت کی فضیلت

سوال[۱۰۲۹۴]: باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی ترغیب اور فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے(۱)، جماعت میں شریک نہ ہونا منافق کی نشانی تھی، ارشاد فرمایا کہ معذورین بچوں وغیرہ کا خیال نہ ہوتا تو ان کے مکان میں آگ لگا دیتا جو جماعت میں نہیں آتے، حدیث پاک میں یہ مضمون ہے(۲)، آج بھی ترغیب پر ہی کفایت کی جائے،

---

(۱) "عن عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما : أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة" (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة: ۱/ ۸۹، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "صلاة مع الإمام أفضل من خمس وعشرين صلاةً يصليها وحده". (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۱/ ۲۳۱، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب الإمامة، فضل الجماعة: ۲/ ۱۳۴، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه : أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال "والذي نفسي بيده، لقد هممت أن آمر بحطب ليحطب، ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم =

کسی کے مکان میں آگ نہ لگائی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

نماز کے وقت کو ٹال دینا

سوال [۱۰۲۹۵]: نماز کے وقت کو بغیر عذر شرعی کے ٹال دینا طلباء کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جماعتِ فرض کے وقت سنت پڑھنا

سوال [۱۰۲۹۶]: اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جاوے، تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی؟ جیسا کہ مشہور ہے۔

= أخالف إلى رجال فأحرق عليهم بيوتهم، والذي نفسي بيده! لو يعلم أحدهم أنه يجد عرقاً سميناً، أو مرمأتين حسنتين لشهد العشاء". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة: ۱/۸۹، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۱/۲۳۲، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء فيمن يسمع النداء فلا يجيب: ۱/۵۲، سعيد)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع المنادي، فلم يمنعه من اتباعه عذر، قالو: وما العذر؟ قال: خوف أو مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلى". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۸، إمداديه ملتان)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: أرادو بالتأكيد الوجوب، وقيل: واجبة، وعليه العامة قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۰۹، سهيل اكيدمى لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو فاسد نہیں ہوگی لیکن اس کو چاہیے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل کو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۸۹ھ۔

بصورت مجبوری خارج مسجد نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۹۷]: جب کہ مسجد سابق توڑ دی گئی اور اس میں فرش وغیرہ پر اتنی جگہ نہیں کہ نماز با جماعت ادا ہو جائے، تو کسی دوسری جگہ یا مکان میں نماز با جماعت پڑھنے میں کیا مسجد کا ثواب ہوگا؟ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد کے متعلق صحن وغیرہ میں بھی جگہ نہیں، تو پھر مجبوری کی حالت میں بجائے مسجد کے جس جگہ بھی جماعت کی جائے، انشاء اللہ مسجد کا ثواب ملے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۸/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الرابع)؛ لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۴۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن جابر بن عبدالله (رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً أينما أدرك رجل من أمتي الصلاة صلى". (سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الرخصة في ذلك: ۱/۱۲۰، قديمي)

"حدثنا جابر بن عبدالله (رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أعطيت خمساً لم يعطهن أحد من الأنبياء ... وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً أيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل ... الخ". (صحيح البخاري، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جعلت لي الأرض مسجد: ۱/۶۲، قديمي)

(وسنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ما جاء أن الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام: ۱/۷۴، سعيد)

الفصل الثاني في ترک الجماعة

(ترکِ جماعت کا بیان)

بلا عذر جماعت ترک کر کے علیحدہ نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۹۸]: جماعت ہونے میں پانچ سات ہی منٹ باقی رہ جاتے ہیں کہ زید بلا عذر جماعت ترک کر کے علیحدہ نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے، جماعت کا وقت بہت تاخیر سے رکھا گیا ہے، جب کہ وہ کبھی آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ بعد بھی نماز پڑھتا ہے، کیا یہ اطاعت خدائے برحق ہے یا ہوائے نفس سرکش ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وقت مکروہ داخل ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے یہ مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ جواب دوسری صورت (یعنی آدھ پون گھنٹہ جماعت کے بعد نماز پڑھنے) پرمبنی ہے۔ جب کہ پہلی صورت میں زید کا باجماعت نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا اور بلا عذر جماعت ترک کر کے اکیلے نماز پڑھنا بہت ہی مذموم طریقہ ہے۔

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع المنادي، فلم يمنعه من اتباعه عذر" قالوا وما العذر؟ قال: خوف أو مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلى". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۸، إمداديه)

"الجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة فتسن أو تجب، ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة، على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۳، سعيد)

"الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها من غير عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (الحلبي الكبير، فصل في الإمامة وفيها مباحث، الأول، ص: ۵۰۹، سهيل اكيڈمی، لاهور)

عذر کی وجہ سے نماز گھر پر پڑھنا

سوال [۱۰۲۹۹]: کیا ساٹھ سال کی عمر کے بعد آدمی نمازیں گھر ادا کرسکتا ہے؟ ملاحظہ ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، درنہج البلاغہ کتاب شیعہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص مسجد جانے سے معذور ہو، اپنے گھر پر نماز پڑھ لے، عمر ساٹھ سال سے کم ہو یا زائد ہو، اس کا مدار تو عذر پر ہے، عمر پر نہیں (۱)، نہج البلاغہ تو جھوٹ اور بہتان کا پلندہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے رافضیوں نے بے شمار غلط باتیں منسوب کر رکھی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۴۰۰ھ۔

مسجد میں جماعت ہونے سے پہلے اپنی نماز پڑھ کر نکلنا

سوال [۱۰۳۰۰]: ایک فتوی دینے والے شخص اذان ہونے کے بعد مسجد میں جماعت ہونے سے پہلے منفرداً نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں، یعنی وہ عالم ہونے کے باوجود امام پر حسد کی بنا پر بغیر جماعت کے نماز پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر امام میں شرعی خرابی نہیں، بلکہ ذاتی عداوت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، تو یہ بہت مذموم طریقہ ہے، اس سے باز آنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال ..... وقيل: واجبة وعليه العامة، على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج ..... فلا تجب على مريض، ومقعد، وزمن، ومقطوع يد ورجل من خلاف، ومفلوج، وشيخ كبير عاجز، وأعمى". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۲، ۸۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۵، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سمع =

مجبوری کی صورت میں عشاء کی نماز گھر پر پڑھنا

سوال[۱۰۳۰۱]: ایک شخص پابند صوم وصلوۃ ہے، محض ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نماز تراویح کے اہتمام کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت نماز عشاء جماعت کے ساتھ گھر پر ہی ادا کر لیتا ہے، کیونکہ عام طور پر مسجد سے گھر واپس آنے میں دیکھا گیا کہ نمازی مسجد میں رہ جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا ایسے شخص پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر پر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کے گھروں میں آگ لگانے کو فرمایا ہے، وعید عائد ہوتی ہے اور فرض عشاء گھر پر ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وعید تو ایسے لوگوں کے حق میں ہے، جو لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے(۱)، صورت مسئولہ میں اگر کوئی مجبوری ایسی ہے جس کی وجہ سے شریعت نے ترک جماعت کی اجازت دی

= المنادي، فلم يمنعه من اتباعه عذر" قالوا: وما العذر؟ قال: خوف أو مرض لم تقبل منه الصلاة التي صلى". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۸، إمداديه)

"الجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة فتسن أو تجب وثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة، على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۳، سعيد)

"الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها من غير عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (الحلبي الكبير، فصل في الإمامة وفيها مباحث، الأول، ص: ۵۰۹، سهيل اكيدمى لاهور)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم انطلق معي برجال معهم حزم من حطب إلى قوم لايشهدون الصلاة، فأحرق عليهم بيوتهم بالنار". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۹۱، رحمانيه لاهور)

"(إلى قوم لا يشهدون الصلاة) أي: صلاة الجماعة من غير عذر. (فأحرق عليهم بيوتهم بالنار) فهذا وعيد على ترك الصلاة بالجماعة من غير عذر". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۳۰۱، قاسميه ملتان) ....=

ہے تو یہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا، بغیر مجبوری کے جماعت مسجد کو ترک کردینا بڑی محرومی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۱/ ۲۳۲، قديمي)

(۱) "عن يزيد بن الأصم قال: سمعت أبا هريرة يقول. قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لقد هممت أن امر فتيتي فيجمعوا لي حزما من حطب، ثم اتي قوماً يصلون في بيوتهم ليست بهم علة، فأحرقها عليهم". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/ ۹۱، ۹۲، رحمانيه لاهور)

"(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي: أراد وبالتأكيد الوجوب.

(قوله: قال الزاهدي الخ) ... وقال في شرح المنية: الأحكام تدل على الوجوب، من أن تاركها بلا عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۲۰۳، رشيديه)

الفصل الثالث في الجماعة الثانية

(جماعتِ ثانیہ کا بیان)

جماعت ثانیہ

سوال[۱۰۳۰۲]: یہاں کے ایک عالم نے مندرجہ ذیل فتوی دیا ہے:

مسجد میں ایک دفعہ جماعت مع اذان واقامت ہوچکی ہو، تو پھر اس میں دوسری جماعت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ مسجد محلّہ کی ہو، جس میں امام ومؤذن اور نمازی معین ہیں، تو جماعت ثانی محراب سے ہٹ کر بغیر دوسری اذان کے بالاتفاق وبالاجماع جائز ہے، دوسری اذان کے ساتھ اس مسجد میں جماعت ثانی مکروہ تحریمی ہے، اگر یہ مسجد ایسی ہے، جس میں نہ امام مقرر ہے، نہ مؤذن، نہ نمازی تو اس میں دوسری اذان کے ساتھ جماعت بلاکراہت درست ہے (عالمگیری شامی)(۱)۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ جماعت ثانی مسجد کے اندر بالاتفاق وبالاجماع جائز ہے یا نہیں؟ یا مسجد کے باہر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد میں امام، مؤذن، نمازی معین ہوں تو وہاں بعض حضرات نے جماعت ثانیہ کو بلاکراہت درست لکھا ہے، جب کہ ہیئت اولی پر نہ ہو(۲)، یعنی بلا اذان وبلا اقامت کے ہو اوراس پر اجماع بھی ہے، پھر

---

(۱) "ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلاة، تاسعاً تكرار الجماعة في المسجد: ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۲) "عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لا تكره وإلا تكره، وهو =

بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر محراب چھوڑ کر دوسری جگہ جماعت کی جائے، تو وہ بھی ہیئت اولی پر نہ ہوگی (۱)۔

(علامہ شامی نے درمختار، ص: ۱/۳۵۰، ۳۶۷) میں اس مسئلہ کو ذکر کرکے پوری بحث کی ہے اور اخیر میں لکھا ہے:

"ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيد ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانا وهو ظاهر الرواية اهـ" شامی نعمانیہ: ۱/۳۷۱ (۲)۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ بہرصورت مکروہ ہے، خواہ ہیئت اولی پر ہو یا نہ ہو، یہی ظاہر الروایہ ہے، البتہ اگر ہیئت اولی پر ہو، تو کراہت شدیدہ ہے، ورنہ خفیف ہے، اس مسئلہ پر علماء نے مستقل رسائل بھی تصنیف کیے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۶ھ۔

تبلیغی جماعت والوں کا جماعت ثانیہ کروانا

سوال [۱۰۳۰۳]: مسجد کے کسی بھی حصہ میں جماعت ثانی کو علماء کرام (خصوصاً تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے مکروہ لکھا ہے، لیکن اکثر اہل علم نیز تبلیغی جماعت والوں کو مسجد کے صحن وغیرہ میں جماعت ثانی کا اتباع

= الصحيح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلاة، الخامس عشر في الإمامة والاقتداء، نوع فيما يكره ومالا يكره: ۴/۵۶، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲/۳۹۵، سعيد)

(۱) "وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الخامس عشر في الإمامة والاقتداء، نوع فيما يكره ومالا يكره: ۴/۵۶، رشيديه)

(وكزا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۵۵۳، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعيد)

"ومفاد هذه القول كراهة التكرار مطلقا أي: ولو بدون أذان وإقامة ... ويؤيده قول في الظهيرية: وظاهر الرواية أنهم يصلون وحدانا". (منحة الخالق على هامش بحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۰۵، رشيديه)

کرتے دیکھا ہے، اگر جماعت ثانی ہورہی ہوتو اس میں ایسا شخص جس نے ابھی تک جماعت سے نماز نہیں پڑھی ہو، وہ شرکت کرے یا علیحدہ نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو جگہ نماز کے لئے متعین ہو، خواہ مسقف ہو یا غیر مسقف اور وہاں پنجگانہ اذان وجماعت کا مستقل معمول ہو، وہاں ایک جماعت حسبِ معمول ہوجانے کے بعد، جماعت ثانیہ کرنا مکروہ ہے، اگرچہ فریضہ ادا ہوجائے گا۔ القطوف الدانیہ (۱) میں دلائل مذکورہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۹۳ھ۔

کیا بلاوجہ جماعت ثانیہ درست ہے؟

سوال [۱۰۳۰۴]: جماعت اول میں شرکت نہ کرنا، بلاوجہ ثانی جماعت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلاوجہ امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس کے مقابلہ پر اپنی جماعت جداگانہ کرنا مکروہ ہے (۲) اور تفریق بین المسلمین ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (القطوف الدانية في تحقيق الجماعة الثانية للشيخ رشيد احمد الجنجوهي، دار الاشاعة)

(۲) تقدم تخریجہ تحت عنوان جماعت ثانیہ

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"قوله تعالىٰ: ﴿واطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾ أمر الله تعالىٰ في هذه الآية بطاعته وطاعة رسوله، ونهى بها عن الاختلاف والتنازع، وأخبر أن الاختلاف والتنازع يؤدي إلى الفشل، وهو ضعف القلب من فزع يلحقه". (أحكام القرآن للجصاص، الأنفال، باب قسمة الخمس: ۲/۱۰۰، قديمى)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذ الشاة القاصية والناصية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ۲۲۱۵۲: ۶/۳۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الرابع في جماعة النساء

(عورتوں کی جماعت کا بیان)

عورتوں کا نماز کے لئے مسجد جانا

سوال[۱۰۳۰۵]: ایک صاحب حنفی المسلک ہیں، لیکن غیر مقلدین کے دلائل سے متاثر ہوکر اپنی عورتوں کو ان کی مسجد میں نماز کے لئے بھیجتے ہیں، بندہ کے پاس چند چیزیں لے کر آئے تھے، جواب دیا، لیکن شرح صدر نہ ہوا، اس لئے مختصر لفظوں میں ان کے دلائل نقل کرتا ہوں:

۱- مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدگاہ میں آنے کا حکم دیا ہے(۱)، پھر حنفیہ پیغمبر کی بات اور اپنے امام کی بات سے کیوں منحرف ہو جاتے ہیں؟

۲- جس چیز کی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے، اس کو روکنے اور منع کرنے کا حق کس کو ہوسکتا ہے؟

۳- خود ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہو کہ جس کی اجازت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، اس کو روکنے اور منع کرنے کا حق کس کو ہوسکتا ہے، میں اس کو منع نہیں کرسکتا، پھر حنفیہ کس بناء پر منع کرتے ہیں؟

۴- خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو مسجد میں جانے سے روکنا نہیں۔

۵- عورتیں تعلیم میں اور عقل میں ناقص ہیں، کم از کم جمعہ اور عیدین میں جانے کا حکم دینا چاہیے کہ کم از کم تعلیم سے ہر ہفتہ آشنا ہو جائیں۔

---

(۱) "أبو حنيفة عن عبد الكريم، عن أم عطية رضي الله تعالى عنه، قالت: كان يرخص للنساء ..... وفي رواية قالت: أمرنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن نخرج يوم النحر ويوم الفطر ..... " (مسند الإمام الأعظم، كتاب الصلاة، صلاة العيدين، ص: ۸۵، نور محمد كتب خانه كراچي)

الجواب حامداً ومصلياً:

١ - "عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي رضي الله تعالى عنها: أنها جاءت إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقالت يارسول الله! إني أحب الصلاة معك، فقال: "قد علمت أنك تحبين الصلاة معي، وصلوتك في بيتك خير من صلوتك في حجرتك، وصلوتك في حجرتك خير من صلوتك في دارك، وصلوتك في دارك خير من صلوتك في مسجد قومك، وصلوتك في مسجد قومك خير من صلوتك في مسجدي"، قالت: فأمرت فبني لها مسجد في أقصى شيء من بيتها وأظلمه، وكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عزوجل. رواه أحمد وابن خزيمه وابن حبان في صحيحيهما" (الترغيب والترهيب)(١)، وفي مجمع الزوائد(٢) بعد عزوه إلى أحمد ما لفظه: رجاله رجال الصحيح، غير عبدالله بن سويد الأنصاري ووثقه ابن حبان اھ وفي فتح الباري بعد عزوه إلى أحمد والطبراني وإسناد أحمد حسن اھ(٣).

٢- عن أم سلمة رضي الله تعالى عنه: قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: صلوة المرأة في بيتها خير من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في حجرتها خير من صلوتها في دارها، وصلوتها في دارها خير من صلوتها في مسجد قومها. رواه الطبراني في الأوسط بإسناد جيد (الترغيب والترهيب)(٤).

٣- عن عائشة رضي الله تعالى عنها: لو أن سول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى

---

(١) (الترغيب والترهيب، كتاب الصلاة، ترغيب النساء في الصلاة في بيوتهن ... الخ: ١/١٩١، رقم الحديث: ٥١٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الصلاة، الباب: ٨٢، رقم الحديث: ٢١٠٦: ٢/١٥٣، دار الفكر بيروت)

(٣) (فتح الباري لابن حجر، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم: ٢/٣٤٥، قديمی)

(٤) (الترغيب والترهيب، كتاب الصلاة، ترغيب النساء في الصلاة في بيوتهن ... الخ: ١/١٩١، رقم الحديث: ٥١٥، دارالكتب العلمية بيروت)

ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل. رواه مسلم(١).

٤ – عن أبي عمرو الشيباني: أنه رأى عبدالله رضي الله تعالى عنه يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة ويقول: اخرجن إلى بيوتكن خير لكن. رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون. (مجمع الزوائد)(٢).

احادیث بالا سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منشاء معلوم ہو گیا، خاص کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بات بالکل واضح فرمادی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منشاء پر عمل کیا، جو امر تعبدی اور صاف ہو، اس کے تبدیل کا کسی کو اختیار نہیں، جو امر عارضی کسی مصلحت کے لئے ہو، وہ عارض کے رفع ہوجانے پر اور مصلحت کے فوت ہوجانے سے یا بمقابلہ مصلحت کسی مفسدہ کے تحقق یا مظنہ سے تبدیل بھی ہوسکتا ہے، خاص کر جب کہ اس کا ماخذ بھی موجود ہے۔ کیا "المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان"(٣) "النساء حبالة الشيطان" وغیرہ ماخذ بھی صاف صاف موجود نہیں ہے؟!!! اجلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنی عورتوں کو منع کرنا بھی ثابت ہے، یہ منع کرنا درحقیقت منشاء نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین موافق ہے، اس کو مخالفت پر محمول کرنا علم روایت اور فن روایت سے بے بصری ہے، تعلیم کا انتظام مستقلاً مکان پر بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۱۹ھ۔

عورتوں کا مردوں کی جماعت میں شریک ہونا

سوال[۱۰۲۰۶]: کچھ برقعہ پوش مستورات بھی جماعت میں ایک خاص جگہ مردوں سے دور رہیں شامل ہوتی ہیں، درمیان فاصلہ کم سے کم بارہ صفوں کا ہوتا ہے، جمعہ کی نماز میں درمیان فاصلہ کا نمازیوں سے پر ہو ناممکن ہے، مگر روزمرہ کی نمازوں میں صفوں کا اتصال خارج از مکان ہے، لہٰذا عورتوں کا شامل نماز ہونا، اس

(١) (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ... الخ: ١/١٨٣، قديمي)

(٢) (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الصلاة، الباب: ٨٢، رقم الحديث: ٢١١٩: ٢/١٥٧، دارالفكر بيروت)

(٣) (سنن الترمذي، كتاب الرضاع، باب: ١٨: ٢/٣٣٠، رقم الحديث: ١١٧٣، دارالكتب العلمية بيروت)

صورت میں عملاً ممکن ہے کہ وہ امام اور مرد مقتدیوں سے اتنے زیادہ فاصلہ پر الگ تھلگ کھڑی ہوں، کیا اس غیر معمولی خلا کی موجودگی میں عورتوں کی جماعت صحیح ہوسکتی ہے اور امام کے پیچھے صورت مسئولہ میں ان کی اقتداء درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستورات کو برقعہ پوشی کے باوجود جماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں آنے سے روکنا چاہیے اور اتنا خلا بھی مانع اقتداء ہے۔

"ولا يحضرن الجماعات لقوله تعالى ﴿وقرن في بيوتكن﴾ وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: صلوتها في قعر بيتها أفضل من صلوتها في صحن دارها، وصلوتها في صحن دارها أفضل من صلوتها في مسجدها، وبيوتهن خير لهن؛ ولأنه لا يؤمن الفتنة من خروجهن. أطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلاة النهارية والليلة. قال المصنف في الكافي والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد اه". البحرالرائق: ۱/ ۶۲۸، مطبوعہ زکریا(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۱۱/ ۹۱ھ۔

عورتوں کے لئے حرم شریف میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟

سوال[۱۰۳۰۷]: ایک مولانا صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ عورتوں کے لئے مسجد میں پانچوں وقت جماعت کے لئے جانا جائز نہیں ہے کہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں بھی عورت کے لئے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ میں ان دونوں مسجدوں میں بھی جانے کی اجازت نہیں ہے، ان کے لئے نماز تو گھر پر پڑھنا افضل ہے، ہاں! طواف کے لئے اور زیارت قبر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے حرم شریف میں اور مسجد نبوی میں احتیاط کے ساتھ جانے

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۶۲۷، ۶۲۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۴، قديمي)

(ومجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل قبل باب الحدث في الصلاة: ۱/ ۱۶۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

کی اجازت ہے اور ان مولانا صاحب نے ابوداؤد شریف کی احادیث پیش کی ہے۔

۱- "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لاتمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن"(۱).

۲- "قال عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ائذنوا للنساء إلى المساجد بالليل، فقال ابن له، والله لا نأذن لهن، فيتخذنه دغلاً، والله تأذن لهن"(۲).

۳- "إن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل"(۳).

٤- "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها(٤). ابوداود: ۱/۸٤.

مولانا صاحب نے فرمایا کہ "لمنعهن المسجد" میں مسجد نبوی مراد ہے اور دوسری حدیث میں مساجد کا لفظ جو تمام عالم کی مساجد جس میں مسجد حرام بھی داخل ہے، شامل ہے، اب حضرات والا سے دریافت طلب ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ مفصل اور مدلل تحریر فرمائیں،

---

(۱) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد، رقم الحديث: ٥٦٧: ۱/۲۳۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد، رقم الحديث: ٥٦۸: ۱/۲۳۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، رقم الحديث: ٥٦۹: ۱/۲۳۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(٤) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، رقم الحديث: ٥٧٠: ۱/۲۳۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

کیونکہ دنیا کی عورتیں حرمین میں جاتی ہیں اور مردوں کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان مولانا صاحب نے وعظ میں صحیح فرمایا، استدلال بالکل صحیح ہے، فقہاء نے بھی ایسا ہی لکھا، شراح حدیث نے اس کی تصریح کی ہے کہ حرمین شریفین میں مضاعفت اجر مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۸۶ھ۔

عورت کا اپنے شوہر کی اقتداء میں نماز پڑھنا

سوال[۱۰۳۰۸]: زید امام ہے، تنہا اس کی بیوی اس کے اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتی ہے، تو وہ کہاں کھڑی ہو؟ اور وہ زید کی نابالغ لڑکی زید سے مل کر داہنی طرف کھڑی ہو سکتی ہے یا زید کی کوئی بالغ محرم اس کے داہنے طرف مل کر کھڑی ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی، نابالغ لڑکی، بالغ لڑکی سب ہی پیچھے کھڑی ہوں، کوئی برابر میں نہ کھڑی ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "ويكره حضورهن الجماعة، ولو لجمعة، وعيد، ووعظ مطلقاً، ولو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۰، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال: المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت، إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج، لا تجوز صلاتها بالجماعة، وإن كان قدمها خلف قدم الزوج، إلا أنها طويلة، تقع رأس المرأة في السجود قبل رأس الزوج، جازت صلاتهما؛ لأن العبرة للقدم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۷۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۲۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۶۲۲، إدارة القرآن كراچی)

باب تسوية الصفوف وترتيبها

(صفوں کی ترتیب اور برابری کا بیان)

مسجد کے در میں امام کا کھڑا ہونا

سوال[۱۰۳۰۹]: امام مسجد کے دو دروں (۱) کے درمیانی دروازہ میں اندر کھڑے ہوئے اور مقتدی باہر رہے، ایسی شکل میں نماز میں کوئی خرابی تو نہیں ہوئی، اگر امام صاحب کے لئے دوازہ سے باہر کھڑا ہونا ضروری ہے، تو اس کی کیا مقدار ہے؟ ایک صاحب نے ''فتاوی رشیدیہ'' کے حوالہ سے بتایا کہ اگر وہ دروازہ ڈیڑھ گز یا اس سے زیادہ چوڑا ہے، تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فتاوی رشیدیہ مطبوعہ کراچی، ص:۲۸۱، میں یہ عبارت ہے: ''باہر کے دروں کا بھی محراب کا ہی حکم ہے، اس میں بھی امام کو قیام مکروہ ہے'' (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''در: دروازہ، پھاٹک، چوکٹ، دہلیز''۔ (فیروز اللغات، ص:۶۵۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) (فتاوی رشیدیہ، کن امور سے نماز میں کراہت آتی ہے اور کن سے نہیں، ص:۳۴۲، سعید)

''ويكره قيام الإمام بجملته في المحراب لاقيامه خارجه وسجوده فيه ..... والكراهة لاشتباه الحال على القوم، وإذا ضاق المكان فلا كراهة. قوله (لاشتباه الحال على القوم) ..... وذهب الأكثر إلى أن العلة التشبه بأهل الكتاب؛ لأنهم يخصون إمامهم بمكان وحده والتشبه بهم مكروه''.

(مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۶۱، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مكروهات الصلاة: ۱/۶۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۵، رشيديه)

امام کا وسطِ محراب میں کھڑا ہونا

سوال[۱۰۳۱۰]: فإذا صلى الإمام في المحراب يتخلل الصف الأول بالمنبر والأعمدة وغيرها، أما إذا نزل من المحراب فلا يتخلل بشيء، فيضطر إلى التحول بيمنة ويسرة لئلا يفوت السترة، فإن تحول يفوت التوسط فالأفضل للإمام أن يقف في المحراب أم لا في الحالة المذكورة؟ أجيبوا له جواباً شافياً كافياً على مذهب الإمام الشافعي رحمه الله تعالى مع الأدلة المعتمدة عندهم. قد اختلفت الآراء نحو هذا الأقطار، فالمطلوب من حضرتكم أن شرحوا في الجواب كافياً شافياً لا نقض ولا سقم بعده لوجه الله الكريم المنان مع رعاية إخوة الإسلام.

ترجمہ: ''امام جب محراب میں نماز پڑھتا ہے، تو ممبر، ستون وغیرہ کی وجہ سے پہلی صف میں خلل آتا ہے، اگر وہ محراب سے باہر کھڑا ہوجائے، تو کسی چیز کی وجہ سے خلل نہیں آتا، پس دائیں اور بائیں طرف منتقل ہونے کی طرف مجبور ہوجاتا ہے اور اگر وہ دائیں یا بائیں جانب منتقل ہوجائے، تو امام کا قیام صف کے درمیان میں نہیں رہتا، لہٰذا مذکورہ حالت میں امام کے لئے محراب کے اندر کھڑا ہونا افضل ہے یا محراب سے باہر؟ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق ان کے معتمد دلائل کے ساتھ ایسا جواب عنایت فرمادیں جو شافی اور کافی ہو۔ ان علاقوں میں اس مسئلہ میں مختلف آراء ہیں۔ لہٰذا آپ حضرات سے مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ (جوکہ احسان کرنے والے ہیں) کی رضا کے لئے اور مسلمان بھائیوں کی رعایت کے ساتھ ساتھ جواب میں ایسی تشریح فرمادیں، جو کافی اور شافی ہو اور اس کے بعد کسی قسم کے اعتراض اور کمزوری باقی نہ رہے''۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ينبغي للإمام أن يقف عند المحراب حيث يكون من عن يمينه ومن عن يساره سواء، وإن تخلل شيء من المنبر والأعمدة في الصف الأول لا يلتفت إليه ولا يتأخر لأحد عن مكانه، فإن هذا التخلل لا يخل في الاصطفاف ولا يمنع عن الاقتداء لا يوجب الإساءة وهو المأخوذ به عند الشافعية كذا في إعانة الطالبين. فقط والله تعالىٰ اعلم.

املاہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

ترجمہ: ''امام کو محراب کے پاس ایسی جگہ کھڑا ہونا چاہیے جہاں سے اس کے دائیں اور بائیں جانب کا فاصلہ برابر ہو، اگر پہلی صف میں ممبر اور ستونوں کی وجہ سے خلل آجائے، تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے اور امام کسی بھی وجہ سے اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہو، اس لئے کہ ممبر اور ستونوں کے صفوف کے درمیان میں آنے سے صفیں بنانے میں کوئی خلل نہیں پڑتا اور نہ ہی یہ اقتداء سے مانع ہے۔ اور نہ ہی اس سے کراہت لازم آتی ہے اور یہی شوافع حضرات کے ہاں معمول بہ ہے، اعانۃ الطالبین میں اسی طرح مذکور ہے''(۱)۔

امام کے قریب اہلِ علم وفہم کا کھڑا ہونا

سوال[۱۰۳۱۱]: امام کے پیچھے علم دار بینا کھڑا ہونا چاہیے یا نابینا جاہل؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سب مقتدی امام کے پیچھے ہی کھڑے ہوتے ہیں، البتہ امام کے قریب تو ایسے لوگ کھڑے ہوں، جو علم رکھتے ہوں، تاکہ اگر لقمہ دینے یا کسی اور اصلاح نماز کی ضرورت پیش آئے، تو سہولت رہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترى أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المسجد، وهي قد عينت لمقام الإمام، وفي التاتارخانية: ويكره أن يقوم في غير المحراب إلا لضرورة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة: ۱/۶۴۲، سعيد)

"وينبغي للإمام أن يقف بإزاء الوسط فإن وقف في ميمنة الوسط أو في ميسرته، فقد أساء لمخالفة السنة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۹، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۱/۵۶۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: =

امام مقتدیوں سے کتنی اونچائی پر کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال[۱۰۳۱۲]: مسجد کے اندرون حصہ کے علاوہ باہر برآمدہ ہے، اس کے بعد صحن ہے، برآمدہ سے صحن تھوڑا نشیب میں ہے، چھ، سات انچ نیچے فرش مسجد ہے، برآمدہ میں کھڑے ہوکر امام امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ برآمدہ میں محراب نہیں ہے، صرف لوہے کے دو کھمبے ہیں، اس کے بیچ میں امام کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ در(۱) کے درمیان امامت درست ہے یا نہیں؟ امام کتنے اونچے پر رہ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی اونچائی امامت یا صحت نماز سے مانع نہیں (۲) محراب میں امام کھڑا ہوکر نماز پڑھائے تو فقہاء نے

= يمسح مناكبنا في الصلاة ويقول: "استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم، ليلني منكم أولو الأحلام والنهى، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف: ۱۸۱/۲، قديمى)

"(والنهى) بضم النون جمع نهية، وهو العقل الناهي عن القبائح أي: ليدن مني البالغون العقلاء شرفهم، ومزيد تفطنهم وتيقظهم وضبطهم لصلاته، وإن حدث به عارض يخلفوه في الإمامة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۰۸۸: ۱۵۴/۳، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب من يستحب أن يلي الإمام في الصف وكراهة التأخر، رقم الحديث: ۶۷۵: ۳۶۳/۱، إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في مقام الإمام والمأموم: ۸۹/۱، رشيديه)

(۱) "در: دروازه، پھاٹک، چوکٹ، دہلیز" - (فیروز اللغات ص: ۶۵۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) "وانفراد الإمام على الدكان للنهي، وقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بمادونه، وقيل مايقع به الامتياز وهو الأوجه ذكره الكمال وغيره". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة: ۶۴۶/۱، سعيد)

"قوله: (وانفراد الإمام على الدكان وعكسه) .... وقيده الطحاوي بقدر القامة ونفي الكراهة فيما دونه، وقال قاضي خان في شرح الجامع الصغير: إنه مقدر بذراع اعتباراً بالسترة وعليه الاعتماد، وفي غاية البيان وهو الصحيح، وفي فتح القدير وهو المختار". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۴۶/۲، ۴۷، رشيديه) =

مکروہ لکھا ہے(۱)۔ دوکھنبوں کے درمیان پڑھائے یا در میں پڑھائے، تو بعض حضرات نے اس سے بھی منع کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۴۰۱ھ۔

امام کا نماز کے لئے کچھ اونچا کھڑا ہونا

سوال [۱۰۳۱۳]: ایک امام صاحب ایک فٹ اونچے جگہ پر کھڑے رہتے ہیں اور تمام مقتدی نیچے

= "ويكره قيام الإمام على مكان بقدر ذراع على المعتمد، وروى عن أبي يوسف قامة الرجل الوسط، واختاره شمس الأئمة الحلواني.

قوله: (بقدر ذراع) اعتباراً بالسترة وقيل مايقع به الامتياز كذا في الشرح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ٣٦١، قديمى)

(١) "ويكره قيام الإمام بجملته في المحراب لا قيامه خارجه وسجوده فيه، سمي محراباً؛ لأنه يحارب النفس، والشيطان بالقيام إليه، والكراهة لاشتباه الحال على القوم، وإذا ضاق المكان فلا كراهة.

قوله: (لاشتباه الحال على القوم) ..... وذهب الأكثر إلى أن العلة التشبه بأهل الكتاب لأنهم يخصون إمامهم بمكان وحده والتشبه بهم مكروه". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، فصل في المكروهات، ص: ٣٦١، قديمى)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ١/٦٤٥، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢/٤٥، رشيديه)

(٢) "عن عبدالحميد بن محمود قال: صلينا خلف أمير من الأمراء فاضطرنا الناس، فصلينا بين الساريتين فلما صلينا، قال أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: كنا نتقي هذا على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقد كره قوم من أهل العلم أن يصف بين السواري ..... وقد رخص قوم من أهل العلم في ذلك". (سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية الصف بين السواري: ١/٥٣، سعيد)

"أكره أن يقوم بين الساريتين أو في زاوية أو في ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة، قال عليه الصلاة والسلام "توسطوا الإمام وسدوا الخلل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٦٨، سعيد)

کھڑے رہتے ہیں، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک ذراع سے کم اونچا ہو یا کوئی مجبوری ہو تو درست ہے، ورنہ مکروہ ہے، اعلیٰ بات یہ ہے کہ امام ومقتدی سب ایک سطح پر برابر کھڑے ہوں۔ فقط (۱)۔

امام کے پیچھے کیسا آدمی کھڑا ہو؟

سوال [۱۰۳۱۴]: امام صاحب سے بار بار کہا گیا ہے کہ آپ کے پیچھے پہلی صف میں ایسا شخص کھڑا ہو جو شخص امامت کے قابل ہو، وقت آنے پر بآسانی امامت کر سکے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ میرے پیچھے والی صف میں اَن پڑھ جاہل کوئی بھی کھڑا ہوسکتا ہے، ثانی امام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور میرا وضو کسی بھی صورت میں ٹوٹتا نہیں۔ شرعی حکم سے مطلع کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں موجود ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم وعقل والے میرے قریب نماز میں (صف اول میں) کھڑے ہوا کریں (۲)، بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہوئی

---

(۱) "وانفراد الإمام على الدكان للنهي، وقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بمادونه، وقيل مايقع به الامتياز وهو الأوجه ذكره الكمال وغيره.

(قوله: للنهي) وهو ما أخرجه الحاكم "أنه صلى الله تعالى عليه وسلم نهى أن يقوم الإمام فوق ويبقى الناس خلفه" وعللوه بأنه تشبه بأهل الكتاب، فإنهم يتخذون لإمامهم دكاناً ..... (قوله وقيل الخ) هو ظاهر الرواية كما في البدائع. قال في البحر: والحاصل أن التصحيح قد اختلف، والأولى العمل بظاهر الرواية وإطلاق الحديث اهـ وكذا رجحه في الحلية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة: ۱/۶۴۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۶، ۴۷، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۶۱، قديمي)

(۲) "عن أبي مسعود الأنصاري، قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمسح مناكبنا في الصلاة، ويقول: "استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم، ليليني منكم أولوالأحلام والنهى، ثم الذين =

ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی سہو ہوا، جس پر سجدۂ سہو کیا گیا (۱)، یہ ہر ایک کو پیش آسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۷/۱۴۰۰ھ۔

صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا

سوال[۱۰۳۱۵]: نماز میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ پہلی صف میں ایک آدمی کی جگہ خالی تھی اور دوسری صف میں کھڑا ہو گیا، جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ میں دوسری صف میں اس لئے کھڑا رہا کہ اس دوسری صف میں صرف ایک آدمی تھا اور ایک آدمی کو صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہیے، اس وجہ سے میں ان کے ساتھ دوسری صف میں کھڑا ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی صف میں جگہ خالی ہے ایک آدمی کی اور دوسری صف میں ایک آدمی کھڑا ہے، تو ایسے صورت میں بعد میں آنے والا کیا کرے؟ کیا دوسری صف میں کھڑے ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلطی پہلی شخص کی ہے کہ صف اول میں جگہ باقی رہتے ہوئے بھی صف ثانی میں کھڑا ہوا (۲)، پھر دوسرا

= یلونهم، ثم الذین یلونهم". (صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف: ۱/۱۸۱، قدیمی)

(وسنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب من یستحب أن یلي الإمام في الصف و کراهة التأخر: ۱/۱۰۷، رحمانیه لاهور)

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه: أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الظهر خمساً فقیل له: أزید في الصلاة أم نسیت؟ فسجد سجدتین بعد ماسلم قال أبو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح".

(جامع الترمذي، أبواب السهو، باب ماجاء في سجدتي السهو بعد السلام والکلام: ۱/۹۰، سعید)

(وصحیح البخاري، کتاب الصلاة، باب إذا صلی خمساً: ۱/۱۶۳، قدیمي)

(وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب السهو والسجود له: ۱/۲۱۱، قدیمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما، أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أقیموا الصفوف، وحاذوا بین المناکب، وسدوا الخلل، ولینوا بأیدي إخوانکم، لم یقل عیسی: بأیدی إخوانکم ولا تذروا فرجات الشیطان، ومن وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله". (سنن أبي داود، کتاب =

شخص جب اس کے برابر اس نیت سے کھڑا ہو گیا کہ اس کے تنہا کھڑے رہنے سے جو کراہت ہے وہ ختم ہو جائے، تو اس کی یہ نیت غلط نہیں، تاہم یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس میں نزاع کیا جائے، نماز سب کی ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

ایک نمازی کو صف اول سے پیچھے کھینچنے کی صورت میں خالی جگہ کا پُر کرنا

سوال[۱۰۳۱۶]: زید جب مسجد میں پہونچا تو نماز جماعت شروع ہوچکی تھی، مسجد کی پہلی صف پوری ہوچکی تھی، اس پر زید نے پہلی صف میں سے ایک نمازی کو جو امام کے دائیں طرف تھا، پیچھے کو کردیا، اب جو جگہ پہلی صف میں خالی ہوگئی اس کو کس طرح پُر کیا جائے؟ کیا اس طرح خالی رکھا جائے یا اور کوئی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے آس پاس دائیں بائیں جو لوگ موجود ہیں وہ ذرا ذرا ہٹ کر دونوں طرف سے اس جگہ کو پُر کرلیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الصلاة، باب تسوية الصفوف: ۱/۱۰۷، رحمانيه لاهور)

"ولو صلى على رفوف المسجد، إن وجد في صحنه مكاناً كره، كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة. "(قوله: كقيامه في صف الخ) هل الكراهة فيه تنزيهية أو تحريمية ويرشد إلى الثاني، قوله عليه الصلاة والسلام: "ومن قطعه قطعه الله". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول: ۱/۵۷۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۲، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، وسدوا الخلل، ولينوا بأيدي إخوانكم، ولا تذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف، الفصل الثالث، ص: ۹۸، قديمي)

"وينبغي للقوم إذا قاموا إلى الصلاة أن يتراصوا، ويسدوا الخلل، ويسووا بين مناكبهم في =

جگہ کی تنگی کی وجہ سے صف میں کھڑے نمازیوں کو حرکت دے کر جگہ بنانے کا حکم

سوال [۷۱۰۳۱]: امام صاحب نے نیت باندھ کر قرأت شروع کردی، ایک شخص آیا اس نے کسی مقتدی کے پیچھے کچھ جگہ دیکھی، اس نے اپنی نیت باندھنے سے پہلے قریب چھ آدمیوں کو حرکت دی، یعنی ان کو ہلایا، کیونکہ بیچ میں ایک شخص کے برابر میں کچھ جگہ خالی تھی، محض اس شخص کی ناواقفیت یا کوتاہی سے آنے والے شخص نے جگہ خالی دیکھ کر چھ یا پانچ نمازیوں کو حرکت دی، اس کے بعد خود نیت باندھی، ان چھ آدمیوں میں سے ایک شخص نے یہ کہا، کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا تھا، کیونکہ میری نماز کا تمام خشوع وخضوع جاتا رہا ہے، اب میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آنے والے شخص نے صحیح فرمایا؟ جواب تحریر فرماویں کہ نماز میں اس طرح نیت باندھنے کے بعد حرکت دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تھوڑی جگہ تھی، جس میں کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں تھی، تو پانچ چھ آدمیوں کو حرکت نہیں دینی چاہیے تھی، جس سے ان سب کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور ان کو تنگی بھی ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند۔

= الصفوف". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۸۱۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۹، رشيديه)

(۱) "ولو كان الصف منتظماً ينتظر فجيء آخر" وقال الطحاوي رحمه الله تعالى: "لو جاء واحد والصف ملآن يجذب واحداً منه ليكون معه صفاً آخر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۷، قديمي)

"وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ومتى استوى جانباه يقوم عن يمين الإمام إن أمكنه، وإن وجد في الصف فرجة سدها وإلا انتظر حتى يجيء آخر فيقام خلفه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قبيل مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۱/۵۶۸، سعيد)

"وكذا يكره كل مايشغل باله عن أفعالها ويخل بخشوعها". (الدر المختار، كتاب الصلاة، =

ایک نابالغ بچہ کس صف میں کھڑا ہو

سوال[۱۰۳۱۸]: جماعت کی نماز کے موقع پر چھوٹے بچوں کا کیا حکم ہے؟ ان کو جماعت میں کہاں کھڑا کیا جائے، اگر صرف ایک ہی بچہ ہے اور باقی تمام مقتدی بڑے ہیں اور بچہ تقریباً بارہ یا تیرہ سال کا ہے، اگر اس بچہ کو مقتدیوں کے بائیں جانب ملا کر کھڑا کر دیا جائے، تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ بائیں جانب کھڑا کرنے کے بعد مسبوق لوگ آکر اس لڑکے کی بائیں جانب کھڑے ہوجائیں، کیا اس صورت میں ان کی نماز درست ہوگی یا فاسد ہوجائے گی؟ کیا تنہا بچہ جو کہ بارہ تیرہ سال کا ہے، پیچھے کھڑا کیا جائے، جب کہ پیچھے نہ کوئی دوسرا بچہ ہے اور نہ کوئی بڑا نمازی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بچے کئی ہوں، تو ان کی صف مردوں کی صف سے پیچھے مستقل بنادی جائے، اگر بچہ ایک ہی ہو تو اس کو مردوں کی صف ہی میں کھڑا کرلیا جائے، چاہے اس کے بائیں جانب ہو، چاہے کسی اور جگہ ہو، تنہا صف کے پیچھے کھڑا نہ کیا جائے (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= باب مایفسد الصلاۃ: ۱/۳۷۸، سعید)

(۱) "ویصف أي: یصفهم الإمام بأن یأمرهم بذلک الرجال، ثم الصبیان، ظاهره تعددهم، فلو واحداً دخل في الصف اهـ". (الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعید)

"إن لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبي بین الرجال اهـ". (مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان الأحق بالإمامۃ، ص: ۳۰۸، قدیمی)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۶۱۸، رشیدیہ)

(وکذا في النهرالفائق، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۲۴۶، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فصل في الفصل بين الإمام والمقتدي والاتصال بين الصفوف

(امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ اور اتصالِ صفوف کا بیان)

امام اور مقتدی کے درمیان پردے کے حائل ہونے کی صورت میں اقتداء کا حکم

سوال[۱۰۳۱۹]: موسم سرما میں مسجد میں دروازوں پر کپڑے یا ٹاٹ کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، اگر سب دروازوں پر پردے پڑے ہوں اور مقتدی پردے کے بھی باہر کھڑے ہوں، تو ان کی نماز ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ جب کہ امام صاحب کی قرأت اور تکبیر کی آواز آرہی ہو، نیز یہ کہ اگر آواز نہ آتی ہو، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کی قرأت اور انتقالات کا مقتدیوں کو صحیح علم ہوتا ہے تو نماز درست ہو جاتی ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۵/۱۴۰۰ھ۔

امام کے پیچھے ملائکہ کے لئے صف چھوڑنا

سوال[۱۰۳۲۰]: کیا امام کے پیچھے ایک صف کا چھوڑنا فرشتوں کے لئے ضروری ہے، اگر ہے تو

---

(۱) "والحائل لايمنع الاقتداء وإن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية، ولو من باب مشبك يمنع الوصول في الأصح، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح، قنية. (قوله بسماع) أي: من الإمام أو المكبر تتارخانية. (قوله أو رؤية) ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع، لا فرق بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتدين". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فرع: ۱/۲۵۳، رشيديه)

اس کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے فرشتوں کے لئے صف چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، حدیث وفقہ کی کتابوں میں صف چھوڑنے کے لئے کہیں نہیں لکھا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) بلکہ کتب حدیث میں اتصال صفوف کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے۔

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: 'رصوا صفوفكم، وقاربوا بينها، وحاذوا بالأعناق فوالذي نفسي بيده إني لأرى الشيطان يدخل من خلل الصف كأنها الحذف"۔ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ١/٩٨، رحمانيه لاهور)

"(وقاربوا بينها) أي: بين الصفوف، بحيث لايسع بين صفين صف آخر، فيصير تقارب أشباحكم سبباً لتعاضد أرواحكم، ولا يقدر الشيطان أن يمر بين أيديكم، والظاهر أن محله حيث لاعذر كحر، أو برد شديد"۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف، الفصل الثاني: ٣/١٥٧، رشيديه)

"وقاربوا بينها أي: بين الصفوف أي: لا تفصلوا بين الصفوف فصلاً كثيراً، وقد صرح الحنفية بشرطية اتحاد المكان لجواز الصلاة ..... حتى أنه كان بينهما طريق عام يمر فيه الناس، أو نهر عظيم لا يصح الاقتداء، وأصله ماروى عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه موقوفاً ومرفوعاً أنه قال: من كان بينه وبين الإمام نهر، أو طريق، أو صف من النساء فلا صلاة له"۔ (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ١/٣٦١، إمداديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف، الفصل الثاني، ص: ٩٨، قديمي)

باب المسبوق واللاحق والمدرک

(مسبوق، لاحق اور مدرک کا بیان)

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیر دینا

سوال[۱۰۳۲۱]: مسبوق اپنے امام کے سجدہ سہو میں سلام پھیر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر سلام پھیر دیا، تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یا عمداً وسہواً کا فرق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسبوق کو اگر مسبوق ہونا یاد تھا اور اس نے عمداً یہ سمجھتے ہوئے کہ جس طرح سجدہ سہو میں میرے ذمہ امام کی اقتدا لازم ہے، اسی طرح سلام سہو میں بھی لازم ہے، امام کے ساتھ سہو کے لئے سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز خراب ہوگئی، اگر مسبوق ہونا یاد نہیں تھا، تو نماز خراب نہیں ہوئی، سجدہ سہو بھی اس کی وجہ سے لازم نہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سجدہ سہو کے بعد امام کے ساتھ شریک ہونا

سوال[۱۰۳۲۲]: ایک آدمی سجدہ سہو کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہوگیا، تو اس کی یہ اقتدا امام کے ساتھ درست ہے یا نہیں یا دوبارہ نماز شروع ہوگی؟

---

(۱) "(قوله: والمسبوق يسجد مع إمامه) قيد بالسجود؛ لأنه لا يتابعه في السلام، بل يسجد معه ويتشهد، فإذا سلم الإمام، قام إلى القضاء، فإن سلم، فإن كان عامداً، فسدت، وإلا لا، ولا سجود عليه إن سلم سهواً قبل الإمام أو معه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۷۶، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يجب عليه السهو: ۱/۴۲۰، ۴۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اقتداء صحیح ہے، سلام امام کے بعد دوبارہ شروع کردینے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۷/ ۸۵ھ۔

مسبوق لاحق کی نماز

سوال [۱۰۳۲۳]: اگر مقیم آدمی مسافر امام کی اقتداء کرے، درآں حالیکہ اس کی تین رکعت چھوٹ گئیں ہوں، تو اب مقتدی مقیم بقیہ تین رکعت کو کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں فقہاء کی عبارات سے مختلف صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض حضرات نے ایسی شخص کو مسبوق مانا ہے، بعض مسبوق لاحق کہتے ہیں۔ بعضوں نے صرف لاحق مانا ہے۔ درمختار (۲)، طحطاوی (۳) میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده

(قوله: سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده) بيان للإطلاق، وشمل أيضاً ما إذا سجد الإمام واحدة، ثم اقتدى به قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقضي قضاء الأولى كما لا يقضيها لو اقتدى بعدما سجدهما". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۳، سعيد)

"ولو أدرك الإمام بعد ما سلم للسهو، فهذا لايخلو من ثلاثة أوجه: أما إن أدركه قبل السجود، أو في حال السجود، أو بعد ما فرغ من السجود، صح اقتداء به، وليس عليه السهو بعد فراغه من صلاة نفسه الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، وأما بيان من يجب عليه السهو: ۱/ ۴۲۱، ۴۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۵۱، قديمي)

(۲) "واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة، وزحمة، وسبق حدث، وصلاة خوف، ومقيم أتم بمسافر. (قوله: ومقيم أتم بمسافر) أي: فهو لاحق بالنظر للأخيرتين، وقد يكون مسبوقاً أيضاً كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۹۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/ ۲۵۴، دارالمعرفة بيروت)

(۳) "واللاحق هو من دخل معه وفاته كلها أو بعضها، بأن عرض له نوم أو غفله، أو زحمة أو سبق حدث، =

مدرک کا پانچ رکعت پڑھنا

سوال[۱۰۴۲۴]: مدرک جس نے امام کے ساتھ از اول تا آخر نماز کی اقتداء کی ہو، قعدہ اخیرہ میں یہ خیال ہوا کہ میری ابھی ایک یا دو رکعت باقی ہے، اس لئے سلام پھیرنے کے بعد بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو گیا، ایک رکعت پوری کرلی، پھر خیال ہوا کہ تیری چار رکعت پوری ہوگئی، تو نے اتباع امام کے خلاف یہ رکعت پڑھی ہے، پھر سجدۂ سہو کیا، آیا اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ سلام پھیرنے میں امام کا متبع نہیں رہا، کیا اس کو نماز لوٹانی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی نماز ہوگئی، سلام میں اتباع امام نہ کرسکنے اور اس میں ایک رکعت زیادہ پڑھنے کی مکافات سجدہ سہو سے ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

مقتدی کا بغیر تسبیح پڑھے رکوع میں شرکت سے رکعت کا حکم

سوال[۱۰۴۲۵]: ایک آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہوا کہ امام رکوع میں تھا، رکوع میں امام

= أو كان مقيما خلف مسافر، وحكمه كمؤتم حقيقة فلا يأتي فيما يقضي بقراءة ولا سهو ..... الخ".
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فصل فيما يفعله المقتدي بعد فراغ إمامه من واجب وغيره، ص: ۳۰۹، قديمي)

(۱) "رجل صلى الظهر خمسا وقعد في الرابعة قدر التشهد إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة إنها الخامسة عاد إلى القعدة وسلم كذا في المحيط ويسجد للسهو". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل سهو الإمام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود: ۱/۱۲۹، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۲/۲۳، المكتبة الغفارية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۵۲۵، قديمي)

کے ساتھ شرکت تو ہوئی، مگر بہت کم، یہاں تک کہ رکوع کی تسبیح ایک مرتبہ بھی نہیں پڑھی کہ امام نے سر اٹھالیا، تو رکعت مل گئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی کو یہ رکعت مل گئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۸۵ھ۔

تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلے جانے سے رکعت کا حکم

سوال [۱۰۳۲۶]: کوئی شخص آیا اس حالت میں کہ امام رکوع میں ہے، اب اس شخص نے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں چلا گیا، ہاتھ ناف پر نہیں باندھا تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بظاہر تو یہ معلوم ہورہا ہے کہ قیام جو فرض ہے، اس کی ادائیگی نہیں ہوئی، نیز پہلی رکعت یا اور کسی رکعت کا سجدۂ ثانیہ سہواً ترک ہوگیا، تو نماز ہی نہیں ہوگی یا سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہا، پھر رکوع میں گیا، تو اس کی شرکت معتبر ہوگئی، اگرچہ ہاتھ نہ باندھے ہوں، قیام ہوگیا، وہ ہاتھ باندھنے پر موقوف نہیں (۲)، سجدۂ ثانیہ سہواً ترک ہوجانے سے سجدۂ سہو کافی نہیں، سجدہ

---

(۱) "والحاصل: أنه إذا وصل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع، فقد أدرك معه الركعة، وإلا فلا". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب إدراك الفريضة، ص: ۴۵۵، قديمى)

"ذكر الحلابي في صلاته: أدرك الإمام في الركوع فكبر قائماً ثم شرع في الانحطاط، وشرع الإمام في الرفع، الأصح أن يعتد بها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائماً، وإن قل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱/۱۲۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۶، رشيديه)

(۲) "أدرك الإمام في الركوع فكبر قائماً ثم شرع في الانحطاط وشرع الإمام في الرفع، الأصح أن يعتد بها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائماً وإن قل، هكذا في معراج الدراية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱/۱۲۰، رشيديه) =

...، ہر رکن کا یہی حال
بھی کرے (۱)، پھر مؤخر ہوجانے کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کرے، ایسا نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی
ہے کہ اس کے ترک سے نماز نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۶ھ۔

رکوع میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنے سے مدرکِ رکوع شمار ہوگا؟

سوال [۱۰۳۲۷]: کوئی شخص اگر امام کو رکوع کی حالت میں پائے، تو کتنی مرتبہ "سبحان ربي العظیم" پڑھنے سے اس رکعت کا مدرک شمار کیا جائے گا؟ کیا ایک مرتبہ پڑھا، پھر امام کھڑا ہوگیا، تو اس رکعت کا

= "إذا أدرک الإمام في الركوع وهو يعلم أنه لو اشتغل بالثناء لايفوته الركعة يثني؛ لأنه أمكنه الجمع بين الأمرين، وإن كان يعلم أنه يفوته قال بعضهم: يثني؛ لأن الركوع إلى خلف وهو القضاء والثناء يفوت أصلاً، وقال بعضهم: لا يثني؛ لأنه وإن كان فسنة الجماعة فيها نفوته وفضيلة الجماعة أكثر من فضيلة الثناء". (حاشية الشلبي على هامش التبيين، باب إدراک الفريضة: ۱/۴۵۷، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب إدراک الفريضة، ص: ۴۵۵، قديمی)

(۱) "(سجدة السهو واجبة، أنه لايجب إلا بترک الواجب) ...... ولا بترک الفرائض؛ لأن تركها لا ينجبر بسجود السهو، بل هو مفسد، إن لم يتدارک فيعاد". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

"(قوله: بترک واجب) قيد به؛ لأنه لايجب بترک السنة كالثناء والتعوذ والتسمية، وإن كان المتروک فرضاً فسدت الصلاة اهـ". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۰، دارالمعرفة بيروت)

"وأما الفرض فيفوت بفواته الأصل لا الوصف فلا ينجبر بغيره". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۲۰، قديمی)

(۲) "فلو ترک سجدة من ركعة فتذكرها في آخر صلاة سجدها، وسجد للسهو لترک الترتيب فيه، وليس عليه إعادة ماقبلها". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في درالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۲، سعيد)

مدرک ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں بھی مدرک رکوع ہے، ایک دفعہ بھی نہ کہا صرف رکوع میں اس سے پہلے پہونچ گیا ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھائے، تب بھی وہ مدرک رکوع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "والحاصل: أنه إذا وصل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع، فقد أدرك معه الركعة، وإلا فلا". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب إدراك الفريضة، ص: ۲۵۵، قديمي)

"ذكر الجلابي في صلاته: أدرك الإمام في الركوع فكبر قائماً ثم شرع في الانحطاط وشرع الإمام في الرفع، الأصح أن يعتدبها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائماً، وإن قل هكذا في معراج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱/۱۲۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۲، رشيديه)

باب الحدث في الصلاة

(نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان)

نماز میں امام کو حدث لاحق ہونا

سوال [۱۰۳۲۸]: اگر امام کا حالت رکوع میں وضوٹوٹ جائے، تو کیا کرے؟ اور اسی طرح سجدہ اور قعدہ اخیرہ میں ٹوٹ جائے، تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کو چاہیے کہ اپنے قریب سے کسی مقتدی کو جو کہ نماز پوری کراسکے، اپنی جگہ آگے بڑھادے، وہ بحیثیت خلیفہ اس رکوع یا سجدہ یا قعدہ کوادا کرے اور بقیہ نماز ختم تک پہونچادے۔ امام وضو کرے اور آکر اتنی دیر میں جتنی نماز خلیفہ نے پڑھ لی ہو پہلے اس کو پڑھے اور اس میں قرأت نہ کرے، پھر خلیفہ کی نماز میں شریک ہوجائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "من سبقه حدث في الصلاة توضأ وبنى والاستيناف أفضل، وإن كان إماماً جر آخر إلى مكانه فإذا توضأ عاد وأتم في مكانه حتماً، إن كان لم يفرغ وإلا فهو مخير بين العود وبين الإتمام حيث توضأ كالمنفرد.

(فإذا توضأ) الإمام (عاد وأتم في مكانه حتماً إن كان إمامه) أي: الذي استخلفه فإنه إمام له، وللقوم (لم يفرغ) عن الصلاة، وكذا المقتدي إذا سبقه حدث حتى لو صلى في مكان آخر لم يصح اقتداء ه فسدت صلاته؛ لأن الاقتداء واجب عليه، وقد بنى في موضع لايصح اقتداء ه فيه، ولا يجوز انفراده؛ لأن الانفراد في موضع الاقتداء مفسد، وفي شرح الطحطاوي يشتغل أولاً بقضاء ما سبقه الإمام بغير قراءة؛ لأنه لاحق، ثم يقضي آخر صلاته". (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب =

امام پر غشی کی صورت میں بناو استخلاف کا حکم

سوال[۱۰۳۲۹]: امام کو غشی آگئی، لوگ چند منٹ متردد تھے کہ کون خلیفہ بنے اور بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے توقف کر کے پھر ایک شخص خلیفہ ہو گیا، تو کیا اس زمانۂ تردد کی تاخیر سبب وجوب سجدہ سہو ہوگی یا نہیں؟ اگر نہ ہوگی تو کیوں؟ اور جب امام کو ہوش آیا تو وہ وضو کر کے دوسرے امام یعنی خلیفہ کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں؟

اسی طرح وہ امام جس کو حدث ہو گیا ہو، تو کتنی دور وضو کے لئے جا سکتا ہے اور کیسے جائے؟ پیچھے پاؤں جاوے گا کہ انحراف صدر عن القبلہ نہ ہو یا منحرف ہو کر اور صورتِ ثانیہ میں بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیا انحراف صدر عن القبلہ مفسدات صلوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں امام کو بناء کرنا درست نہیں، لہٰذا استخلاف بھی درست نہیں۔

"علم أن لجواز البناء ثلثة عشر شرطاً: كون الحدث سماوياً من بدنه، غير موجب لغسل، ولا نادر وجود اهـ". درمختار.

"قال العلامة الشامي: ولما كان الاستخلاف مشروطاً بكون الحدث غير مانع للبناء ذكر الشارح شروط البناء لأنه في الحقيقة بناء من الخليفة على ما صلاه الإمام ...... قوله: ولا نادر وجود خرج نحو القهقه والإغماء اهـ" ردالمحتار، ص: ۴۰۳، باب الاستخلاف(۱)۔

= الحدث في الصلاة: ۱/۱۷۱، ۱۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"ومن سبقه الحدث في الصلاة انصرف، فإن كان إماماً استخلف وتوضأ وبنى ...... والمنفرد إن شاء أتم في منزله وإن شاء عاد إلى مكانه والمقتدي يعود إلى مكانه إلا أن يكون إمامه قد فرغ أو لايكون بينهما حائل". (الهدايه، كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۱۲۸، ۱۲۹، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصلاة، صلاة الجماعة، حكم من سبقه الحدث: ۱/۹۴، قديمى)

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الاستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الاستخلاف: ۲/۲۵۵، دار المعرفة بيروت)=

وہاں تک جائے گا اور انحراف از قبلہ اس کے حق میں مفسد یا مانع عن البناء نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہٰذا اس نماز کو از سر نو پڑھنا ہوگا (۱)، جس صورت میں بناء درست ہے، اس کے لئے جہاں پانی ہو،

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

۱/۲۳۳، ۲۳۴، رشیدیہ)

= (وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۲۳۳، ۲۳۴، رشیدیہ)

(۱) "ویتعین الاستئناف إن لم یکن تشهد لجنون، أو حدث عمداً، أو خروجه من مسجد بظن حدث، أو احتلام بنوم، أو تفکر، أو نظر، أو مس بشهوة، أو إغماء، أو قهقهة لندرتها". (الدر المختار، کتاب

الصلاة، باب الاستخلاف: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، سعید)

"قوله: (وإن خرج من المسجد بظن الحدث، أو جن، أو احتلم، أو أغمي علیه استقبل) وأما فسادها بما ذکر من الجنون، والإغماء، والاحتلام فلأنه یندر وجود هذه العوارض فلم تکن في معنی ما ورد به النص من القيء والرعاف". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة:

۱/۶۲۱، ۶۲۲، رشیدیہ)

(وکذا في الهداية، کتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۱۲۹، شرکت علمیہ ملتان)

(۲) "قوله: (ومن سبقه الحدث توضأ وبنی) والقیاس فسادها؛ لأن الحدث ینافیها والمشي والانحراف یفسدانها فأشبه العمد، ولنا قوله علیه الصلاة والسلام: "من قاء أو رعف أو أمذی فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلاته ما لم یتکلم" ولا نزاع في صحته مرسلاً، وهو حجة عندنا وعند أکثر أهل العلم، ومذهبنا ثابت عن جماعة من الصحابة وکفی بهم قدوة فوجب ترک القیاس به". (البحر الرائق، کتاب

الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۲۳۳، رشیدیہ)

(وکذا في الهداية، کتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۱۲۸، شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: ۱/۳۲۸، ۳۲۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا

الفصل الأول فیما یفسد الصلاۃ

(مفسداتِ نماز کا بیان)

امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد مقتدی کا نماز میں شامل ہونا

سوال [۱۰۳۳۰]: جس جگہ نماز میں بہت زیادہ آدمی ہوں، وہاں کوئی شخص آکر نماز میں ملا، امام رکوع سے اٹھ گیا، اس شخص کو معلوم نہیں ہوا، تو آیا اس شخص کو نماز ملی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تحقیق ہو جائے کہ امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد کوئی شخص شامل نماز ہوا، تو اس کو وہ رکعت نہیں ملی، اگر اس نے بعد میں نہیں پڑھی، تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(ولو اقتدی بإمام راکع فوقف حتی رفع الإمام رأسه لم یدرک) المؤتم (الرکعة)؛ لأن المشارکة في جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقاً، فیأتي بها بعد فراغ الإمام". (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضة: ۶۰/۲، سعید)

"ومن أدرک إمامه راکعاً فکبر ووقف حتی رفع الإمام رأسه من الرکوع أو لم یقف، بل انحط بمجرد إحرامه فرفع الإمام رأسه قبل رکوع المؤتم لم یدرک الرکعة، کما ورد عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنه فکان الشرط لإدراک الرکعة إما مشارکة الإمام في جزء من القیام، أو جزء مماله حکم القیام، وهو الرکوع.

قوله: (کما ورد عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنه) ولفظه: إذا أدرکت الإمام راکعاً فرکعت =

دوسری رکعت پڑھ کر قیام کرنے کے بعد پھر قعدہ کی طرف آنے کا حکم

سوال[۱۰۳۳۱]: چار رکعت والی نماز میں اگر امام صاحب قعدہ اولیٰ نہ کر کے بالکل کھڑا ہو جائے اور پھر قعود کی طرف لوٹ آئے اور بعد میں سجدہ سہو بھی ادا کرے، تو کیا نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر صحیح ہو جائے تو کتب فقہ کی یہ تصریح کہ "فسدت صلوته على الصحيح كما في حاشية نور الإيضاح"(۱) كنز الدقائق(۲) وغیرہ اور بعض کتابوں کے اندر "بطلت صلوته كما في القدوري"(۳) اس کی کیا صورت ہے اور کیا جواب ہے؟ اور اگر صحیح نہ ہو، تو بعض کتب فقہ کے اندر بلا کراہت نماز جائز ہے، کہنے کی کیا وجہ ہے؟ کما في فتاوى رحيمية.

الجواب حامداً ومصلياً:

وإن عاد الساهي عن القعود الأول إليه بعدما استتم قائماً، اختلف التصحيح في فساد صلاته، وأرجحهما عدم الفساد؛ لأن غاية ما في الرجوع إلى القعدة زيادة قيام في الصلاة، وهو وإن كان لايحل لكنه بالصحة لايخل؛ لأن زيادة مادون ركعة لا يفسد. وقد يقال: إنه نقص لإكمال، فإنه إكمال؛ لأنه لم يفعله إلا لأحكام الصلاة.

وقال صاحب البحر: والحق عدم الفساد اهـ. قوله: أرجحهما عدم الفساد قد بالغ في المنتقى في رد القول بالفساد وجعله غلطاً؛ لأنه تأخير لارفض اهـ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۸۰، مطبوعه مصريه، باب سجدة السهو(٤).

= قبل أن يرفع رأسه فقد أدرك الركعة، وإن رفع قبل أن تركع فقد فاتتك الركعة اهـ والكاف في كما ورد بمعنى لام التعليل". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، ص: ٤٥٥، ٤٥٦، قديمی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۵، رشيديه)

(۱) (نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، رقم الحاشية: ۱۱، ص: ۱۰۹، قديمی)

(۲) (كنز الدقائق، باب سجود السحو، رقم الحاشية: للعـ، ص: ۳۸، قديمی)

(۳) (مختصر القدوری، بين السطور، باب سجود السهو، ص: ٤۹، قديمی)

(٤) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ٤٧٥، قديمی)=

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ عدم فساد کا قول راجح ہے، حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

احتلام کی حالت میں دوروز تک نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدیوں کوخبر کرنا

سوال[۱۰۳۳۲]: امام کورات میں احتلام ہوگیا اور خبر نہ ہوئی، دودن تک اسی حالت میں نماز پڑھاتا رہا، بعدہ اطلاع ہوئی، تو اب دودن کی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟ اور مقتدیوں کواعادہ کی اطلاع دے یا نہیں؟ کیونکہ اطلاع کرنے میں امام پر سے اعتبار اٹھ جانے کا اندیشہ ہے، ویسے تو امام محتاط آدمی ہے، اسی طرح کسی نے ناپاک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھی اور بعد میں اطلاع ہوئی تو پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو یقین ہے کہ دوروز پہلے احتلام ہوا تھا (مثلاً اسی طرح کہ جس کپڑے میں اس کا اثر ہے، وہ دو روز سے سوتے وقت استعمال نہیں کیا) تو دوروز کی نمازوں کا اعادہ لازم ہوگا (۱)، اس کے ذمہ واجب ہے کہ سب

= "(سها عن القعود الأول من الفرض ثم تذكره عاد إليه مالم يستقم قائماً وإلا) أي: وإن استقام قائماً (لا) يعود لاشتغاله بفرض القيام (ويسجد للسهو) لترك الواجب (فلو عاد إلى القعود) بعد ذلك (تفسد صلاته) لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي (وقيل: لا) تفسد لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب (وهو الأشبه) كما حققه الكمال، وهو الحق. بحر.

(قوله كما حققه الكمال) أي: بما حاصله: أن ذلك وإن كان لايحل لكنه بالصحة لايخل، لما عرف في البحر أيضاً..... الخ". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۸۳/۲، ۸۴، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۵۰۹/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "ولو توضأ من بئر وصلى أياماً، ثم وجد فيها فأرة فإن علم وقت وقوعها، أعاد الصلاة من ذلك الوقت؛ لأنه تبين أنه توضأ بماء نجس". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في بيان المقدار الذي يصير به المحل نجساً: ۴۲۴/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"وإذا علم وقت الوقوع حكم بالتنجيس من وقته وإلا فمن يوم وليلة الخ". (ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، فصل: ۵۳/۱، مكتبه غفاريه كوئٹه) =

مقتدیوں کو اس کی خبر کردے، ورنہ سب کی نماز کا وبال اس پر رہے گا (۱)، اگر اس کو یقین نہیں کہ احتلام کب ہوا تھا، تو جس وقت اس کا اثر دیکھا تو اس سے پہلے جب سو رہا تھا، کہا جائے گا کہ اس وقت احتلام ہوا تھا، اس کے بعد سے جو نماز پڑھی اس کا اعادہ لازم ہے (۲)۔ مقتدیوں سے ہرگز حجاب وشرم اس معاملہ میں نہ کرے، اگر ان کے نزدیک عزت قائم رہی اور خدا کے نزدیک مستحق غضب ہوا، تو وہ عزت کس کام کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

= "(قوله: وقالا: من وقت العلم) وهو القياس؛ لأن اليقين وهو تيقن الطهارة فيما مضى لا يزول بالشك وهو النجاسة ... وقياساً على النجاسة إذا رآها في ثوبه، وعلى المرأة إذا رأت الدم في كرسفها ولا تدري متى نزل، فإنه يقتصر على وقت الرؤية". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۱۹، دار المعرفة بيروت)

(۱) "وإذا ظهر حدث إمامه بطلت، فيلزم إعادتها كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث، أو جنب، أو فاقد شرط بالقدر الممكن بلسانه، أو بكتابه، أو رسول على الأصح، لو معينين وإلا لايلزمه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۴۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، باب الإمامة، :ص ۲۹۴، قديمى)

(۲) "أعاد من آخر احتلام ... وبعض النسخ: من آخر نوم، وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر، مطلب: فرق بين الروث والخثي والبعر والخراء: ۱/۲۱۹، سعيد)

"وروى ابن رستم في "نوادره" عن أبي حنيفة: أنه إن كان دما لايعيد، وإن كان منيا يعيد من آخر ما احتلم ... فأما مني غيره فلا يصيب ثوبه، فالظاهر أنه منيه، فيعتبر وجوده من وقت وجود سبب خروجه، حتى أن الثوب لو كان مما يلبسه هو وغيره، يستوي فيه حكم الدم والمني. ومن ههنا قالوا في البول: يعتبر من آخر ما بال، وفي الدم من آخر ما رعف، وفي المني من آخر ما احتلم أو جامع". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في المقدار الذي يصير به المحل نجساً: ۱/۲۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۰۳، دار الكتب العلمية بيروت)

بھول کر بلا وضو نماز پڑھانا

سوال[۱۰۳۳۳]: ایک روز میں گھر سے عصر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دور بازار گیا اور مغرب تک وہیں رہ گیا، جب مغرب کی اذان ہوئی میں مسجد میں گیا، وہاں نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا، میں نے ہی کچھ روز تک وہاں نماز پڑھائی، اس لئے لوگوں نے مجھ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی۔ ایک دن مجھ کو وضو کا خیال نہیں تھا، جب تکبیر ہو چکی اور میں نے نیت باندلیا، تو خیال پڑا، مگر میں نے نماز پڑھادی، مگر سلام پھیرنے کے بعد بہت دیر بیٹھا رہا اور سوچتا رہا کہ اب کیا کروں، اس حالت میں اب کیا کروں؟ میرے پیچھے چار آدمی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ کئی جگہ کے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بھول سے بے وضو نماز شروع کردی تھی، پھر یاد آ گیا تو اس وقت نمازیوں کو خبر کرنا لازم تھا کہ مجھے وضو نہیں، وضو کرلوں، تب پڑھاؤں گا، یاد آنے پر بلا وضو نماز پڑھانا سخت گناہ ہے، خدا کے سامنے توبہ واستغفار لازم ہے(۱)۔ اب سب مقتدیوں کو اعلان کرکے خبر کردیں کہ فلاں روز فلاں وقت کی نماز نہیں ہوئی، اس کو سب دوبارہ پڑھ لیں، جو مقتدی اعلان کے وقت موجود نہ ہوں، تو ان کو دوسرے وقت اطلاع کرنا واجب ہے، ورنہ ان کی نماز خراب ہونے کا وبال سر پر رہے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲ھ۔

---

(۱) "وكذا إذا صلى بغير طهارة، أو صلى مع الثوب النجس، ولو صلى بغير وضوء متعمداً يكفر. قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى: وبه نأخذ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بالصلاة والصوم والزكاة: ۲۶۸/۲، رشيديه)

"وبصلاته لغير القبلة متعمداً، أو في ثوب نجس، أو بغير وضوء عمداً والمأخوذ به الكفر في الأخير فقط، وقيل: لا في الكل". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۲/۵، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، التاسع فيما يقال في القرآن والأذكار والصلاة: ۳۴۱/۶، رشيديه)

(۲) "ولو أم قوماً محدث، أو جنب ثم علم بعد التفرق يجب الإخبار بقدر الممكن بلسانه، أو كتاب، أو رسول على الأصح، وفي خزانة الأكمل: لأنه سكت عن خطأ معفو عنه، وعن الوبري: يخبرهم وإن كان =

محاذاۃ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۰۳۳۴]: ۱…… اگر مرد اپنے گھر میں جماعت کرائے اور اس کے پیچھے ماں، بہن، بیٹی اقتداء کریں اور جب وہ سجدہ میں جائیں، تو ان میں کسی ایک کا سر مرد کے پاؤں سے لگ جائے، تو کیا دونوں میں سے کسی کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

۲…… اگر اسی طرح گھر کی جماعت میں بیوی بھی شریک ہو اور سجدہ کے وقت بیوی کا سر مرد کے پاؤں سے (بقدر ایک رکن) لگ جائے، تو کیا کسی کی نماز فاسد ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ یہ محاذاۃ مفسدہ کی صورت نہیں۔

"لو اقتدیت به متأخرة عنه بقدمها صحت صلاتهما، وإن لزم منه محاذاة بعض أعضائها لقدمه، أو غیره في حالة الرکوع، أو السجود؛ لأن المانع لیس محاذاة أي عضو منها لأي عضو منه، ولا محاذاة قدمه لأي عضو منها، بل المانع محاذاة قدمها فقط لأي عضو منه اهـ. ردالمحتار: ۱/۴۲۳(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۶ھ۔

= مختلفاً فیه، ونظیره إذا رأی غیره یتوضأ من ماء نجس، أو علی ثوبه نجاسة اهـ". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۴۲، رشیدیه)

(وکذا في مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۹۷، قدیمی)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعید)

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۷۲، سعید)

"المرأة إذا صلت في بیتها مع زوجها إن کانت قدماها خلف قدم الزوج، إلا أنها طویلة یقع رأسها في السجود قبل رأس الإمام جازت صلاتهما؛ لأن العبرة للقدم اهـ". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۲۱، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل السابع في بیان مقام الإمام والمأموم: ۱/۴۵۲، قدیمی)

جواب صحیح ہے: محاذاۃ کے مفسد ہونے میں اجنبیہ مشتہاۃ غیر محرمہ کی بھی شرط ہے۔ پس نمبر ا میں کوئی اجنبیہ، غیر محرمہ نہیں ہے، اس لئے اس میں محاذاۃ صریحہ بھی مفسد نہیں ہوگی (۱)۔

بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۸۶ھ۔

نماز شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وضو نہیں تھا، تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۳۳۵]: ایک آدمی اپنے آپ کو باوضو سمجھ کر یعنی اس یقین سے کہ میرا وضو ابھی تک نہیں ٹوٹا، کچھ نفلیں یا فرائض پڑھ لے اور بعد میں یاد آ جائے کہ اس کا وضو نماز سے پہلی ہی ٹوٹ چکا تھا، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس طرح نماز کے دوران یاد آ جائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دورانِ نماز یاد آ جائے، تو فوراً نماز ختم کردے (۲) اور جب یاد آ جائے، ایسی نوافل کی قضا لازم

---

(۱) یہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، لیکن کتب فقہیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے محاذات کے مسئلے میں محرمہ اور غیر محرمہ کا کوئی فرق نہیں۔

"(قوله: ولو أمة) وخنثى وسواء كانت زوجة أو محرماً أو أجنبية: لأن الفساد في المحاذاة من حيث ترك فرض المقام؛ لأن مقامهن التأخير". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۷، دارالمعرفة بيروت)

"والمرأة تتناول الأجنبية، والمحرمة، والحليلة، والصغيرة المشتهاة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۹، رشيديه)

محاذات میں پنڈلی اور ٹخنوں کا اعتبار ہوتا ہے اس میں محرمہ اور غیر محرمہ کا کوئی فرق نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ، باب مفسدات الصلاۃ: ۳/۲۲۱، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

(۲) "هي (أي: شروط الصلاة) ستة: طهارة بدنه من حدث بنوعيه، وقدمه؛ لأنه أغلظ، وخبث مانع كذلك". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۲/۴۶۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، شرائط الصلاة، ص: ۱۳، سهيل اكيدمى لاهور)

نہیں (۱) اور فرض کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۹/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مسہ کا اتار چڑھاؤ علامت ریح ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۳۴۶]: ۱..... بواسیر سے نماز کی حالت اثناء صلوۃ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسہ اوپر کو چڑھا (اوراس صورت میں) مبرز (۲) کا انفتاح لازم ہے، چڑھاؤ اتار میں مبرز میں گرمی بھی محسوس ہوتی ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ ریح خارج ہوئی۔ بسا اوقات مبرز گرم ہوتے ہی پیر کے تلوے فوراً گرم ہوجاتے ہیں، کیا اس کو خروج ریح قرار دیا جائے یا محل کا بخار۔ ریاح متولدہ کی اثناء صلوۃ میں کیا علامت ہے، اس میں گرمی ہوتی ہے یا نہیں؟

۲..... معذور کے سلسلہ میں جو فقہائے کرام تین درجے قائم فرماتے ہیں: ابتدائے عذر، بقائے عذر، انتہاء عذر۔ بقائے عذر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فی وقت ایک مرتبہ اس کا ظہور کافی ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا فی وقت سے فی وقت کی نماز مراد ہے یا مطلق وقت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر اجابت کے بعد مسوں کو خشک کرلیا جائے کہ پانی باقی نہ رہے، پھر وہ چڑھ جائیں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، ورنہ ان کے ساتھ پانی اندر جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجائے گا (۳)۔ اتر نے سے روزہ فاسد نہیں

(۱) "وإذا افتتح التطوع على غير وضوء، أو في ثوب نجس لم يكن داخلاً في صلاته، فإذا لم يصح شروعه لا يلزمه القضاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ۱/ ۱۱۳، رشيديه)

"ولزم نفل شرع فيه بتكبيرة الإحرام أو بقيام الثالثة شروعاً صحيحاً قصداً"

(قوله: شروعاً صحيحاً) محترزه ما سيأتي من قول الشارح، أو امي، أو امرأة، أو محدث".

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۲۸۹، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العاشر في التطوع: ۱/ ۳۶۴، قديمي)

(۲) "مبرز: پاخانہ نکلنے کی جگہ، مقعد، دبر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) "ولو أدخل إصبعه في إسته، أو المرأة في فرجها لا يفسد، وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء، أو =

ہوتا، خود بخود چڑھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ہاتھ یا کپڑے کے ذریعہ چڑھانے سے اگر نجاست ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے، تو طہارت منتقض ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔ اتر نے سے اگر نجاست کپڑے پر لگ جائے، تو طہارت منتقض ہوجائے گی، ورنہ نہیں (۱)۔ اتار چڑھاؤ میں سرین میں یا پیر کے تلوے میں گرمی محسوس ہونا خروج ریح کی قطعی دلیل نہیں، بلکہ محل کی گرمی اور تبخیر ہے۔ صوت یا بدبو کو خروج ریح کی دلیل قرار دیا گیا ہے (۲)۔

۲..... مراد یہ ہے کہ مثلاً ظہر کا وقت چار گھنٹے ہے، تو اتنے وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا ظہور ہوجائے۔

= الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء، أو الدهن هكذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد: ۱/۲۰۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد: ۲/۳۹۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصوم، ص: ۶۷۶، قديمي)

(۱) "با سوري خرج دبره، إن أدخله بيده انتقض وضوءه، وإن دخل بنفسه لا.

(قوله: بيده) أو بخرقة، بحر. (قوله: انتقض) لأنه يلتزق بيده شيء من النجاسة، بحر. أي: فيتحقق خروجها (قوله: لا) أي: لا ينتقض لعدم تحقق الخروج". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل: ۱/۱۵۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۸۶، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۶۱، رشيديه)

(۲) "عن عباد بن تميم عن عمه رضي الله تعالى عنه أنه شكى إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الذي يخيل إليه أنه يجد الشيء في الصلاة فقال: "لا ينفتل أو لا ينصرف حتى يسمع صوتاً أو يجد ريحاً". (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن: ۱/۲۵، قديمي)

"(فقال: لا ينفتل) أي: لا ينصرف عن الصلاة على احتمال نقض الوضوء. (حتى يسمع صوتا أو يجد ريحاً) أي: حتى يعلم وجودهما بالعلم اليقيني ولا يشترط السماع والشم بالإجماع، فإن الأصم لايسمع صوته والأخشم الذي زاحت حاسة شمه لا يشم أصلاً". (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب إذا شك في الحدث: ۱/۱۰۶، قاسميه ملتان)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۰۶: ۲/۳۰، رشيديه)

بقائے عذر کے لئے اتنا کافی ہے(۱)، اگر ابتداءً عذر کا تحقق ہوجائے، تو پھر ایک وقت کی نماز کے لئے ایک ہی وضو کافی ہے، اس سے مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۹/ ۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۹/ ۸۵ھ۔

اگر بتی کا دھواں ناک میں جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۱۰۳۳۷]: اگر کوئی شخص کستوری (مشک) جلا کر نماز پڑھے، تو نماز میں کوئی نقصان ہوگا یا نہیں؟ جیسے رمضان المبارک میں کوئی قصداً کستوری جلائے، تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کیونکہ دھواں منہ اور ناک میں چڑھ کر پیٹ اور دماغ میں پہنچتا ہے۔

---

(۱) "(وصاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن، أو انفلات ريح، أو استحاضة) أو بعينه رمد، أو عمش، أو غرب. وكذا كل مايخرج بوجع، ولو من أذن، وثدي، وسرة (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ، ويصلي فيه خالياً عن الحدث (ولو حكماً)؛ لأن الانقطاع ملحق بالعدم (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفى وجوده في جزء من الوقت)". (الدرالمختار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲/ ۳۰۵، سعيد)

"والمعذور من لايمضي عليه وقت صلاة إلا والذي ابتلي به يوجد فيه". (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، باب الحيض، فصل: ۱/ ۸۵، مكتبه عفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، ومما يتصل بذلک أحكام المعذور: ۱/ ۴۰، رشيديه)

(۲) "وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً فدخل الواجب بالأولى، فإذا خرج الوقت بطل أي: ظهر حدثه السابق". (الدر المختار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/ ۳۰۵، ۳۰۶، سعيد)

"المستحاضة ومن به سلسل بول، أو استطلاق بطن، أو انفلات ريح، أو رعاف دائم، أو جرح لايرقأ يتوضؤون لوقت كل صلاة، ويصلون به في الوقت ماشاء وا من فرض ونفل، ويبطل بخروجه فقط". (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، باب الحيض، فصل: ۱/ ۸۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في مراقي الفلاح، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص: ۱۴۹، قديمي)

اب سوال یہ ہے کہ اگر بتی جلا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر قصداً دھواں اندر پہونچایا گیا، جیسے سگریٹ میں پہنچایا جاتا ہے، تب نماز فاسد ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عمل کثیر کی تعریف

سوال [۱۰۳۳۸]: کیا نماز کے کسی رکن میں تین مرتبہ کھجلانا نماز کے لئے مفسد ہے؟ آج کل ایک عالم اپنے وعظوں میں اکثر بیان کرتے رہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے نماز نہیں ہوتی ہے اور حوالہ فتاوی عالمگیری کا دیتے ہیں، غالباً اس کو عمل کثیر جان کر مذکورہ فتوی دیا جاتا ہے، حالانکہ عمل کثیر کے متعلق کئی قول ہیں، تین قول فتاوی عالمگیری میں بھی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لئے حکم لگانے میں احتیاط ضروری ہے۔ نماز کی جس قدر تاکید ہے، اس قدر شریعت نے رخصتیں بھی دی ہیں، سو ضرورت کے تحت جسم کھجلانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ جب کہ

---

(۱) "وقال البقالي: الصحيح أن كل مايفسد به الصوم تفسد به الصلاة اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

"(قوله: أنه لو أدخل حلقه الدخان) أي: بأي صورة كان الإدخال، حتى لو تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتمه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه، وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس، ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه، وبين جوهر دخان، وصل إلى جوفه بفعله". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد: ۲/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۳۹۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب في بيان مالايفسد الصوم، ص: ۳۶۰، قديمى)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده: ۱/۴۵۰، دارالمعرفة بيروت)

عرب کے موسم پانی کی کمی اور موٹے کپڑوں کے عام استعمال سے اس کی ضرورتیں عہد رسالت کے اندر لوگوں کو پیش آتی رہی ہوں گی، بے ضرورت جسم یا کپڑے سے کھیلنا تو ضرور مفسد نماز اور عمل کثیر ہونا چاہیے، مگر ضرورت کے تحت اگر ہاتھ بغیر کسی التفات قلبی کے تین مرتبہ لگ گیا، تو کیا عمل کثیر کا ہونا یقینی ہوگا اور ایسا کرنے والے کو نماز دوہرانا ضروری ہے؟ حدیث وفقہ کے سلسلہ میں مفسدات نماز میں اس کا تذکرہ نہ مل سکا، ف رکن کا ماخذ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمل کثیر مفسد صلوۃ ہے، اس کی تفسیر میں پانچ قول ہیں، کبیری شرح منیۃ المصلی ص:۴۱۸، میں تفصیل مذکور ہے (۱)۔ الدرالمختار ص:۴۱۹، میں پانچ اقوال نقل کیے ہیں: "فیہ أقوال خمسة، أصحها مالا یشك بسببه الناظر من بعید في فاعله أنه لیس فیها" (۲) اھ. بدائع (۳)، زیلعی (٤)، محیط (۵)، قاضی

(۱) "وكل عمل لایشک بسببه الناظر إلی المصلي أنه في الصلاۃ، بل یظن ظنا غالبا أنه لیس في الصلاۃ، فهو عمل كثیر، وماكان دون ذلک بأن یشتبه علی الناظر ویتردد في كونه في الصلاۃ أم لا، فهو قلیل. وقال بعضهم كل عمل یعمل بالیدین عرفا وعادةً فهو كثیر، ولو قدر أنه عمله بید واحدة، وما كان یعمل في العادة بید واحدة، فهو قلیل ... وقیل یفوض إلی رأی المصلي ان استكثره فكثیر وإلا فلا". (الحلبي الكبیر، كتاب الصلاۃ، فصل فیما یفسد الصلاۃ، ص: ۴۴۱، ۴۴۲، سهیل اكیدمی لاهور)

(۲) "ویفسدها كل عمل كثیر لیس من أعمالها ولا لإصلاحها، وفیه خمسة أقوال، أصحها مالا یشک بسببه الناظر من بعید في فاعله أنه لیس فیها، وإن شک أنه فیها أم لا فقلیل. القول الثاني: أن مایعمل عادة بالیدین كثیر، وإن عمل بواحدة كالتعمم وشد السراویل، وما عمل بواحدة قلیل. الثالث الحركات الثلاث المتوالیة كثیر، وإلا فقلیل. الرابع: مایكون مقصوداً للفاعل بأن یفرد له مجلساً علی حدة. الخامس: التفویض إلی رأی المصلي، فإن استكثره فكثیر، وإلا فقلیل". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایكره فیها: ۱/ ۶۲۴، ۶۲۵، سعید)

(۳) "وقال بعضهم: كل عمل لو نظر الناظر إلیه من بعید لایشک أنه في غیر الصلاۃ فهو كثیر، وكل عمل لو نظر إلیه ناظر ربما یشتبه علیه أنه في الصلاۃ فهو قلیل، وهو الأصح". (بدائع الصنائع، فصل في بیان حكم الاستخلاف: ۲/ ۲۴۱، دارالكتب العلمیة بیروت)

(۴) (تبیین الحقائق، كتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایكره فیها: ۱/ ۴۱۲، ۴۱۳، دارالكتب العلمیة بیروت)

(۵) (المحیط البرهاني، كتاب الصلاۃ، النوع الثاني في بیان الأفعال المفسدة: ۱/ ۴۵۲، المكتبة الغفاریة)

خان (۱)، خلاصہ (۲) سے اسی قول کی ترجیح، تحسین تقویب نقل کی ہے۔ ایک رکن میں تین دفعہ متتقلاً ہاتھ اٹھا کر کھجلانے کو کبیری میں مفسدِ صلوۃ لکھا ہے (۳)، اس صریح جزئیہ کی وجہ سے غالباً ان عالم صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہوگا، اس جزئیہ کی بنیاد بھی عمل کثیر ہے، جس کی تشریح میں پانچ قول ہیں، راجح قول اوپر مذکور ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۲۷ھ۔

کیا دونوں ہاتھ سے کپڑا ٹھیک کرنا عملِ کثیر ہے؟

سوال [۱۰۳۳۹]: اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں دونوں ہاتھ سے کپڑا اٹھائے، تو نماز کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس طرح دونوں ہاتھوں سے اٹھائے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، تو نماز درست نہیں ہوگی۔ یہ عمل کثیر ہے۔ عمل قلیل سے نماز درست ہوجاتی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة: ۱/۱۳۰، رشيديه)

(۲) (خلاصة الفتاوی، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فيما يفسد الصلاة وفيما لايفسد، جنس آخر في الأفعال مايفسد ومالا يفسد: ۱۳۰/۲، رشيديه)

(۳) "ولو حك المصلي جسده مرة أو مرتين متواليتين لا تفسد صلاته ..... ولو فعل ذلك مراراً متواليات أي: في ركن واحد تفسد صلاته؛ لأنه كثير، هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع يده في كل مرة فلا تفسد". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ص: ۴۴۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، النوع الثاني في الأفعال المفسدة: ۱۰۴/۲، رشيديه)

(۴) "وأشار بالأكل والشرب إلى أن كل عمل كثير فهو مفسد، واتفقوا على أن الكثير مفسد، والقليل لا؛ لإمكان الاحتراز عن الكثير دون القليل ..... ثم اختلفوا فيما يعين الكثرة والقلة على أقوال: أحدها =

نماز میں ڈاڑھی کو ہاتھ سے ہلاتے رہنا

سوال[۱۰۳۴۰]: اگر کوئی امام نماز کے دوران لگاتار داڑھی کو آگے پیچھے ہاتھ سے ہلاتے رہے، ٹائم دیکھنے کے لئے اور بعض اوقات نماز کے دوران ایسا محسوس ہو کہ یہ نماز کی حالت میں نہیں اور اکثر دونوں ہاتھ سے کپڑے درست کرتا ہو، تو ایسے امام کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ امور خشوع وخضوع کے خلاف ہیں، ایک رکن میں اگر تین بار ہاتھ اٹھا کر ڈاڑھی کو آگے پیچھے کیا، تو بعض فقہاء نے اس کو عمل کثیر قرار دیا ہے، جو کہ مفسدِ صلوۃ ہے(۱)، اسی طرح کوئی ایسا کام کرنا کہ دیکھنے والے

= مااختاره العامة كما في الخلاصة والخانية: أن كل عمل لايشك الناظر أنه ليس في الصلاة فهو كثير، وكل عمل يشتبه على الناظر أن عامله في الصلاة فهو قليل. قال في البدائع: وهذا أصح وتابعه الشارح ولولوالجي، وقال في المحيط: إنه الأحسن وقال الصدر الشهيد: إنه الصواب". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۱۹، ۲۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ۱/۱۰۱، ۱۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۴، سعيد)

(۱) "ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لإصلاحها، وفيه أقوال خمسة (قوله: وفيه أقوال خمسة) ..... الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۴، ۶۲۵، سعيد)

"وإن حك ثلاثاً في ركن واحد تفسد صلاته، هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد؛ لأنه حك واحد". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۲۲۵، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، النوع الثاني في الأفعال المسدة للصلاة: ۱/۱۰۱، ۱۰۲، رشيديه)

سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں، یہ بھی عمل کثیر ہے(۱)۔ امام صاحب کو چاہیے کہ پوری احتیاط رکھیں اور سنت کے مطابق نماز پڑھایا کریں، ورنہ امکان ہے کہ مقتدی ان کو الگ کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

بچہ کا حالتِ نماز میں ماں کا دودھ پینا

سوال[۱۰۳۴۱]: حالت نماز میں اگر بچہ دودھ پی لے، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بچہ نے خود بخود آکر دودھ پی لیا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۶ھ۔

---

(۱) راجع الحاشیة المتقدمة انفاً

(۲) اس مسئلے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ بچہ کا دودھ پینے سے اگر دودھ نکل گیا تو نماز فاسد ہوگئی اور اگر نہیں نکلا تو فاسد نہیں ہوگی۔

"وأما إذا ارتضع من ثديها وهي كارهة، ففي الظهيرية والخلاصة والخانية: إن مص ثلاثاً فسدت وإن لم ينزل اللبن، فإن كان مصة أو مصتين فإن نزل لبن فسدت وإلا فلا". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۱، رشيديه)

"أو مص ثديها ثلاثاً أو مرة ونزل لبنها أو مسها بشهوة أو قبلها بدونها فسدت.

(قوله: أو مص ثديها ثلاثاً الخ) هذا التفصيل مذكور في الخانية والخلاصة، وهو مبني على تفسير الكثير بما اشتمل على الثلاث المتواليات وليس الاعتماد عليه، وفي المحيط: إن خرج اللبن فسدت؛ لأنه يكون إرضاعاً وإلا فلا، ولم يقيده بعدد وصححه في المعراج، حليه وبحر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۸، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل فيما يفسد الصلاة: ۱/۱۳۳، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، جنس آخر في الأفعال مايفسد ومالا يفسد: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۱، رشيديه)

نماز میں بچہ نے آکر دودھ پی لیا، تو نماز جاتی رہی، البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں گئی۔ (بہشتی زیور، کتاب الصلاۃ، باب، نماز توڑ دینے والی چیزوں کا بیان: ۲/۲۳، مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور)

امام کا چوتھی رکعت میں قعدہ بھول جانا

سوال [۱۰۳۴۲]: ایک روز نماز عصر ہو رہی تھی، پوری چار رکعت ہو گئیں، امام صاحب پانچویں رکعت کے واسطے کھڑے ہو گئے، مقتدیوں نے لقمہ بھی دیا، مگر اس کو یاد تھا کہ رکعتیں تین ہوئی ہیں اور پانچویں رکعت پوری کر کے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دیا، نماز ہوئی یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا اور پانچ رکعت پڑھ لیں تو نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

سجدہ میں دونوں پیر کی سب انگلیاں اٹھ جانا

سوال [۱۰۳۴۳]: سجدہ میں جا کر اگر دونوں پاؤں اٹھ جائیں، تو یہ کیا ہے؟ (لیکن مقدار میں تین تسبیح کا نہیں) اگر تین تسبیح کی مقدار ہو، تو کیسا ہے؟

---

(۱) "(وإن سها عن القعود الأخير عاد مالم يسجد لعدم استحكام خروجه من الفرض لإصلاح صلاته، وبه وردت السنة ... وسجد للسهو لتاخيره فرض القعود، فإن لم يعد حتى سجد للزائدة على الفرض صار فرضه نفلاً برفع رأسه من السجود عندهما، وهو المختار للفتوى. قوله: صار فرضه نفلاً) عندهما ولم يبطل أصلاً؛ لأن عدم الوصف لايستلزم عدم الموصوف، وقال محمد: تبطل أصلاً، ووصفاً؛ لأن التحريمة عقدت للفرض قصداً أو لأصل الصلاة ضمناً، فإذا بطل الفرض بطل ما في ضمنه، والحاصل: أنه إذا رفع رأسه من السجود بطلت صلاته أصلاً، ووصفاً عند محمد، وهو غير المفتى به". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۷، ۴۶۸، قديمي)

"رجل صلى الظهر ونحوها خمساً بأن قيد الخامسة بالسجدة ولم يقعد على رأس الرابعة بطلت فرضيته أي: فرضية صلاته لتركه الفرض على وجه لايمكن تداركه لزيادة ركعة تامة بالسجود للخامسة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، السادس من الفرائض القعدة الأخيرة، ص: ۲۹۰، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین تسبیح سے کم مقدار تک دونوں پیر بالکل زمین سے اٹھے رہے، پھر دونوں پیر یا ایک پیر کی انگلی رکھ لی، تو نماز درست ہوجائے گی، اگر تین تسبیح کی مقدار پیر بالکل اٹھے رہے، تو نماز درست نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

ٹیپ ریکارڈ پر امام کی اقتداء کرنا

سوال [۱۰۴۴۴]: فرض نماز کو پیش امام قرأت لاؤڈ اسپیکر میں پڑھتے ہیں، اگر قرأت کو ٹیپ کرلیا جائے اور پھر امام کا ٹیپ کیا ہوا ریکارڈ لگایا جائے، تو کیا نماز جماعت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالکل ادا نہیں ہوگی، ٹیپ ریکارڈ کو الگ کردیا جائے، امام صاحب خود اپنی زبان سے قرأت ادا کریں، تب نماز ادا ہوگی۔ ٹیپ ریکارڈ پر نماز میں کفایت وقناعت کرنا غلط ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/ ۵/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "ومنها السجود بجبهته وقدميه، ووضع إصبع واحدة منهما شرط (قوله: وقدميه) ..... وأفاد أنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۴۷، سعيد)

"ومن شرط جواز السجود أن لا يرفع قدميه فيه، فإن رفعهما في حال سجوده، لا تجزيه السجدة". (الجوهرة النيرة على مختصر القدوري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۶۳، إمداديه)

"وفي مختصر الكرخي: سجد ورفع أصابع رجليه عن الأرض، لا تجوز". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الخامس من الفرائض، السجدة، ص: ۲۸۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) نماز میں قرأت فرض ہے، ٹیپ ریکارڈ سے سنی گئی قرأت سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوتا، بلکہ خود امام پر قرأت کرنا لازم ہے۔

"ومنها: القراءة لقادر عليها.

(قوله: ومنها القراءة) أي: قراءة آية من القرآن، وهي فرض عملي في جميع ركعات النفل والوتر وفي ركعتين من الفرض". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، =

نماز کی حالت میں کوئی پکارے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۰۳۴۵]: گھر کے اندر نماز پڑھنے والے کو کوئی باہر سے پکارے، تو پکارنے والے کو نمازی کسی طرح آگاہ کر سکتا ہے یا نہیں کہ میں نماز میں ہوں؟ اس وجہ سے باہر نہیں آسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا قرأت کی آیت کے ذریعہ سے ہو سکے، تو اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیو بند۔

= مبحث القراءة: ۱/۲۲۲، سعيد)

"ومنها: القراءة عند عامة العلماء، لوجود حد الركن وعلامته، وهما ما بينا وقال الله تعالى: ﴿فاقرء واما تيسر من القران﴾ والمراد منه في حال الصلاة، والكلام في القراءة في الأصل يقع في ثلاث مواضع: أحدها: في بيان فرضية أصل القراءة ..... أما الأول: فالقراءة فرض في الصلاة عند عامة العلماء". (بدائع الصنائع، فصل في بيان أركان الصلاة: ۱/۲۶۱، ۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل في فرائض الصلاة: ۱/۶۸، رشيديه)

(۱) "عن عبدالله بن نجي قال: قال لي علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه: كانت لي ساعة من السحر أدخل على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فإن كان في صلاة سبّح، فكان ذلك إذنه لي.

قال أبوجعفر: فوقفنا بذلك على أن رواته بالمعنى الأول، وأن مكان التنحنح المذكور فيه التسبيح في الحديث الثاني، وكان ذلك هو أولى عندنا؛ لأن الآثار التي روتها العامة من أهل العلم فيما ينوب الرجل في الصلاة مما يستعملونه فيه هو التسبيح". (شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ماروي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيما كان ينوب في الصلاة من التسبيح، رقم الحديث: ۱۷۵۳: ۵/۸۰۷، مؤسسة الرسالة)

"وعن سهل بن سعد، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من نابه شيء في صلاته فليسبح، فإنما التصفيق للنساء"، وفي رواية قال: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء" متفق عليه (شيء) أي: أمر بأن يدعوه أحد أو يستأذنه. (في صلاته) وفي نسخة في الصلاة أي: ولم يعلم=

نماز میں لنگی کھل جائے تو کیا کرے؟

سوال[۱۰۳۴۲]: نماز کی حالت میں لنگی کھل گئی اور ایک ہاتھ سے باندھنا دشوار ہے، تو کیا دونوں ہاتھ سے باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا پھر سے تکبیر تحریمہ باندھنا پڑے گا؟ نیز اگر نماز کی حالت میں ازار بند ٹوٹ گیا، فوراً بیٹھ جائے اور بیٹھ کر ادا کر لینے سے نماز ہو جائے گی یا اپنے پائجامہ کے ازار بند کو باندھ کر پھر سے نماز شروع کرے؟ یہ صورت فرض نماز کی تحریر کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک ہاتھ سے سنبھال کر نماز پوری کر سکتا ہے، تو کر لے ورنہ دونوں ہاتھ سے درست کر کے از سرِ نو پڑھے(۱)، نفل میں اتنی گنجائش ہے کہ بیٹھ کر نماز پوری کرے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۶ھ۔

= أنه في الصلاة. (فليسبح) أي: فليقل سبحان الله". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب مالايجوز من العمل في الصلاة ومايباح منه، رقم الحديث: ۹۸۸، الفصل الأول: ۳/۶۴، رشيديه)

(وكذا في سبل السلام شرح بلوغ المرام، باب شروط الصلاة، ماذا يصنع من نابه أمر وهو في الصلاة، رقم الحديث: ۲۰۹: ۱/۱۳۲، دار الحديث)

(۱) "العمل الكثير يفسد الصلاة والقليل لا كذا في محيط السرخسي، واختلفوا في الفاصل بينهما على ثلاثة أقوال: الأول: أن ما يقام باليدين عادة كثير، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم، ولبس القميص، وشد السراويل، والرمي عن القوس. وما يقام بيد واحدة قليل، وإن فعله بيدين كنزع القميص، وحل السراويل، ولبس القلنسوة، ونزعها، ونزع اللجام، هكذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ۱/۱۰۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۵، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان حكم للاستخلاف: ۲/۱۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً لا مضطجعاً إلا بعذر ابتداءً وكذا بناء بعد الشروع بلا كراهة في الأصح كعكسه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، فصل في صلاة النفل جالساً الخ، ص: ۴۰۲، ۴۰۳، قديمي)

قنوت نازلہ کے اخیر میں مقتدی کا ''بے شک'' کہنا

سوال[۱۰۳۴۷]: نماز میں امام نے قنوت نازلہ پڑھی، مقتدی ہر دعا پر آمین کہتا رہا، لیکن ''تبارکت وتعالیت یا ذي الجلال والإکرام'' پر مقتدی نے ''بے شک'' کہا، ایسی صورت میں مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خداوند تعالیٰ کی صفات کی تصدیق سے نماز فاسد نہیں ہوتی(۱)، تاہم مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے(۲)۔ اس نماز کا اعادہ کرلے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) ''فلو أعجبته قراءة الإمام فجعل يبكي، ويقول بلیٰ أو نعم أو آری لاتفسد، سراجية، لدلالته علی الخشوع''. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۱/۶۱۹، ۶۲۰، سعيد)

(وكذا في فتاوی السراجية، كتاب الصلاة، باب يفسد الصلاة، ص: ۱۲، المطبع العالي اللكنو)

(وكذا في حاشية الطحطاوي علی مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۲۵، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الأعراف: ۲۰۴)

''عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا''. (سنن النسائي، باب وإذا قرئ القرآن فأنصتوا: ۱/۱۴۶، قديمي)

''فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً اهـ''. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فروع في القراءة خارج الصلاة: ۱/۵۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۶۰۰، سعيد)

(۳) ''فالحاصل: أن من ترك واجباً من واجباتها، أو ارتكب مكروهاً تحريمياً لزمه وجوباً أن يعيد إن في الوقت، فإن خرج أثم، ولا يجب جبر النقصان، فلو فعل فهو أفضل''. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۴، سعيد)

''كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد، أي: وجوباً في الوقت، وأما بعده فندباً''. (حاشية الطحطاوي علی مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۰، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۲، رشيديه)

الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

نماز میں کھنکارنا

سوال[۱۰۳۴۸]: امام کے لئے نماز میں بغیر ضرورت کے بار بار گلا صاف کرنے کے لئے کھنکارنا جائز ہے یا مکروہ؟ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز کراہت یا بلا کراہت جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلاضرورت کھنکارنا مکروہ ہے، اگر اس میں الفاظ بھی پیدا ہوجائیں، تو مفسدِ صلوۃ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۴/۲۰ھ۔

نماز میں ڈکار لینا

سوال[۱۰۳۴۹]: نماز میں ڈکار لینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(قوله والتنحنح) وهو أن يقول: اح بالفتح والضم بحر (قوله بحرفين) وبغير حروف مكروه، ولا يفسدها اتفاقاً بحر (قوله بلا عذر) العذر وصف يطرأ على المكلف يناسب التسهيل عليه، (قوله: بأن نشأ من طبعه) بأن لايكون بتكلفه (قوله فلا فساد) أي: ولا كراهة شلبي عن الغاية". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب مايفسد الصلاة: ۱/۲۶۲، دار المعرفة بيروت)

"(يفسدها التكلم) ..... والتنحنح بحرفين بلا عذر، أما بأن نشأ من طبعه فلا، أو بلاغرض صحيح فلو لتحسين صوته، أو ليهتدي إمامه، أو للإعلام أنه في الصلاة فلا فساد على الصحيح". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۶۱۸، ۶۱۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۷، ۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۴۰۱ھ۔

نماز میں کھانسنا

سوال[۱۰۳۵۰]: ۱..... ایک شخص کہتا ہے کہ جب امام مصلی پر نماز کی نیت باندھنے کے بعد کھانس پڑے تو اس نے اپنے اوپر کفر کیا، وہ منافق بھی ہوگیا، نماز بھی فاسد ہوگئی اور اس امام کے پیچھے نماز بھی جائز نہیں۔

۲..... میں نفیس احمد مجھے امامت کراتے ہوئے تقریباً چودہ سال ہوگئے ہیں اور میں نے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور میں تعلیم پائی ہے، میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ وقت ضرورت کھانس سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کھانسی غیر اختیاری چیز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نماز پڑھانے کی حالت میں کھانسی آئی ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے (۲)۔ کھانسی آنے پر امام کو کافر یا منافق کہنا بہت سخت بات ہے (۳)۔ وہ شخص فوراً توبہ کرے۔

---

(۱) "أما ما لا یمکن الامتناع عنه فلا یفسد عند الکل کالمریض إذا لم یملک نفسه من الأنین والتأوه؛ لأنه حینئذ کالعطاس "والجشاء" إذا حصل بهما حروف". (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکره فیها: ۲/۵، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ: ۱/۶۱۹، سعید)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ: ۱/۲۲۲، دار المعرفة بیروت)

(۲) "ویذکر عن عبدالله بن السائب: قرأ النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المؤمنون في الصبح حتی إذا جاء ذکر موسی وهارون، أو ذکر عیسی، أخذته سعلة فرکع" (صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب الجمع بین السورتین في رکعة، والقراءة بالخواتم، وبسورة قبل سورة، وبأول سورة: ۱/۱۰۶، قدیمی)

(۳) "عن أبي ذر رضي الله تعالیٰ عنه أنه سمع النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "لا یرمي رجل رجلاً =

۲..... نمبرا میں اس کا جواب آ گیا، خود بھی ضرورت پر کھانسنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۶ھ۔

کہنی کھلی رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۱۰۳۵۱]: ہاف گنجی اور نیم آستین اور ہاف قمیص جس کے پہننے سے کہنی کھلی رہے۔ایسا لباس پہن کر نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے، تو مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے اطراف میں یہ لباس صلحاء کا لباس نہیں، محض ہاف گنجی یا نیم آستین قمیص پہن کر نماز پڑھنا خلافِ احترامِ نماز ہے(۱)۔ اول میں کراہت قوی ہے، ثانی میں خفیف۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۶ھ۔

= بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ياكافر: ۱/۵۷، قديمى)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أيما رجل قال لأخيه كافر، فقد باء بها أحدهما". (أحدهما) ..... أما القائل إن اعتقد كفر المسلم بذنب صدر منه أوالآخر إن صدق القائل، كذا ذكره بعض الشراح من علمائنا، وقال الطيبي: لأنه إذا قال القائل لصاحبه: يا كافر مثلاً فإن صدق رجع إليه كلمة الكفر الصادر منه مقتضاها، وإن كذب واعتقد بطلان دين الإسلام رجعت إليه هذه الكلمة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان، رقم الحديث: ۴۸۱۵: ۹/۵۵، رشيديه)

(۱) "ولو صلى رافعاً كميه إلى المرفقين كره". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة: ۱/۱۳۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في كراهية التحريمية والتنزيهية: ۱/۶۴۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۲، رشيديه)

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال[۱۰۳۵۲]: کہنی کھول کر نماز پڑھنی کیسی ہے؟ یہاں ایک صاحب اس کو صحیح کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آستین چڑھا کر کہ کہنی کھلی رہے، نماز پڑھنا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

اُلٹا کُرتا پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۱۰۳۵۳]: اُلٹا کرتا پہن کر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جیسے اُلٹی ٹوپی، اُلٹا کرتا اور اُلٹا پائجامہ پہن کر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اُلٹے مصلی پر اُلٹی صف پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو ادا ہو جائے گی، مگر اُلٹا پہن کر پڑھنا مکروہ ہے، بدتمیزی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم، لا أكف شعراً ولا ثوباً". (صحیح البخاري، كتاب الأذان، باب لایكف ثوبه في الصلاة: ۱/۱۱۳، قدیمي)

"قوله: (وكره كف ثوبه) ... ويدخل أيضاً في كف الثوب تشمير كميه كما في فتح القدير. وظاهره الإطلاق، وفي الخلاصة ومنية المصلي: قيد الكراهة بأن يكون رافعاً كميه إلی المرفقين". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایكره فیها: ۲/۲۴، رشیدیه)

"ويكره أيضاً أن يرفع كمه أي: يشمره إلی المرفقين ... وهذا إذا شمره خارج الصلاة وشرع في الصلاة وهو كذلك، أما لو شمره في الصلاة تفسد؛ لأنه عمل كثير". (الحلبي الكبير، كراهية الصلاة، ص: ۳۵۷، سهیل اكیڈمي لاهور)

"ولو صلی رافعاً كميه إلی المرفقين، كره". (فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل فیما یفسد الصلاة: ۱/۱۳۵، رشیدیه)

(۲) "وكره صلاته في ثياب بذلة يلبسها في بيته ومهنة أي: خدمة. (قوله: وصلاته في ثياب بذلة) ... =

رکوع میں جاتے وقت پائجامہ اوپر کرنا

سوال[۱۰۳۵۴]: ایک حافظِ قرآن عالم دین مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، دیکھا گیا کہ ان کا پائجامہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا ہے، البتہ بوقتِ رکوع ٹخنوں سے نیچے ہوجاتا ہے، بربنائے احتیاط امام صاحب موصوف ٹخنے والا حصہ قدرے اوپر کرلیتے ہیں، کیونکہ ٹخنے چھپ جانے پر احادیث مقدسہ میں سخت وعید وارد ہوئی ہیں، نیز کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کورے کپڑے کا کرتہ پائجامہ دھلنے کے بعد چھوٹا ہونے کے خیال سے اکثر بڑھا کر سلوائے جاتے ہیں۔ بہرکیف مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں بوقتِ ضرورت ٹخنے والا حصہ تھوڑا سا اوپر کرلیا جائے، تو آیا اس سے نماز فاسد اور باطل ہوجاتی ہے؟

ایک صاحب پابندِ صوم وصلوۃ نے اس مذکورہ فعل سے فتنہ کی صورت پیدا کرکے باجماعت نماز ترک کرکے اکیلے پڑھنا شروع کردی ہے، دوسرے نمازیوں نے شخص مذکور کے فعل ترک جماعت سے کوئی اثر نہیں لیا ہے، لیکن اس طرح نمازیوں کو شک میں ڈالنا بھی اچھا نہیں ہے۔ اب جواب طلب امور یہ ہیں:

۱..... امام صاحب کا مندرجہ بالا فعل ایسا ہے کہ اس سے نماز فاسد اور باطل ہوجاتی ہے۔

۲..... نیز شخص مذکور کا اعتراض اور باجماعت نماز ترک کرکے اپنی علیحدہ نماز صحیح ہے یا غلط؟

۳..... شخص مذکور بظاہر فتنہ کا دروازہ کھول کر جو قتل سے بدتر فعل ہے، اس کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب کہ امام صاحب پائجامہ اوپر باندھتے ہیں تاکہ ٹخنے نہ ڈھکنے پائیں تو اس سے نماز میں

= قال في البحر: وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته، ولايذهب به إلى الأكابر، والظاهر أن الكراهة تنزيهية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في كراهة التحريمية والتنزيهية: ۱/ ۶۴۰، ۶۴۱، سعيد)

"وتكره الصلاة في ثياب البذلة ..... ثوب لا يصان من الدنس ممتهن، وقيل: مالا يذهب به إلى الكبراء، ورأى عمر رضي الله تعالى عنه رجلاً فعل ذلك فقال: أرأيت لو كنت أرسلتك إلى بعض الناس أكنت تمر في ثيابك هذه؟ فقال: لا فقال عمر رضي الله تعالى عنه: الله أحق أن تتزين له". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۹، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۲۷۰، دار المعرفة بيروت)

کراہت نہیں۔حرکت خفیہ سے اگر پائجامہ اوپر کرلیا جائے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی(۱)۔

۲..... جب کہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے تو جماعت ترک کرکے الگ نماز پڑھنا غلط طریقہ ہے(۲)۔

۳.....ایک غلطی انہوں نے کی اور دوسری غلطی اور لوگ کریں کہ ان کے اسی فعل کو قتل سے زیادہ بدتر بتلائیں، دونوں غلط ہیں، ان کو اپنے فعل کی اصلاح لازم ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے۔ایسے الفاظ ہرگز نہ کہیں کہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

خانہ کعبہ کی تصویر والے مصلّی پر نماز پڑھنا

سوال[۱۰۳۵۵]: اگر خانہ کعبہ اور روضۂ اقدس کی تصویر وہاں سے لی گئی، یہاں مسجد کے امام اور مقتدیوں کے مصلّوں پر خانہ کعبہ کی اور روضۂ اقدس کی تصویر بنائی گئی ہے ان صفوں اور مصلّوں پر امام اور مقتدی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "ومنها: العمل الكثير الذي ليس من أعمال الصلاة في الصلاة من غير ضرورة، فأما القليل فغير مفسد". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في حكم الاستخلاف: ۱/۲/۲۴۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لإصلاحها، وفيه أقوال خمسة: أصحها مالا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه فيها، وإن شك أنه فيها أم لا فقليل.

القول الثاني أن يعمل عادة باليدين كثير، وإن عمل بواحدة كالتعمم، وشد السراويل، وما عمل بواحدة قليل، وإن عمل بهما كحل السراويل، ولبس القلنسوة، ونزعها إلا إذا تكرر ثلاثاً الخ".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۴، ۶۲۵، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل فيما يفسد الصلاة، ص: ۴۴۱، سهيل اكيدمى لاهور)

(۲) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: أرادوا بالتاكيد الوجوب، وقيل واجبة، وعليه العامة قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۰۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۰۹، سهيل اكيدمى لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصلّٰی پر آج کل خانہ کعبہ اور روضۂ اقدس یا کسی بھی مسجد کی تصویر ہوتی ہے، وہ درحقیقت نہ فوٹو ہے، نہ اصل تصویر ہے، بلکہ ایک صنعت کاری ہے، جو کہ خوشنمائی اور اپنے کارخانہ کی شہرت کے لئے بنائی جاتی ہے، اس پر نماز پڑھنے سے بسااوقات نمازی کا دھیان تصویر میں لگ جاتا ہے، جو کہ مخل خشوع ہے، نیز بیت اللہ اور روضۂ اقدس کا تصور بھی کبھی آجاتا ہے اور یہ خیال بھی پیدا ہوجاتا ہے کہ میں بیت اللہ اور روضۂ اقدس پر نماز پڑھ رہا ہوں، ان عوارض کی وجہ سے اس پر نماز پڑھنے سے احتیاط کرلی جائے، تو اچھا ہے(۱)، تاہم اس پر ادا کی ہوئی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ واجب الاعادہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

قبریں سامنے ہونے کی صورت میں نماز پنجگانہ وعیدین کا حکم

سوال[۱۰۳۵۶]: ایک قبرستان ہے، اس کے پورب(۲) جانب ایک پتلا راستہ ہے، جس پر بمشکل بیل گاڑی آ اور جاسکتی ہے، اب اس سڑک سے متصل صلوۃ پنجگانہ یا عیدین کی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ واضح ہو کہ راستہ اس قدر تنگ ہے کہ حالت قیام اور خشوع میں قبریں نظر آتی ہیں، نیز قبرستان کا کچھ حصہ راستہ میں بھی پڑتا ہے، جس میں پرانی قبریں ہیں، ایسی صورت میں کیا یہ پتلی سڑک حد فاصل بن سکتی ہے؟ اور

---

(۱) "(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي.

(قوله: لأنه يلهي المصلي) أي: فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة: ينبغي الخشوع فيها، ويكون منتهى بصره إلى سجوده الخ وكذا صرح في الأشباه: أن الخشوع في الصلاة مستحب، والظاهر من هذا أن الكراهة منها تنزيهية، فافهم".

(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، فصل، كره استقبال القبلة بالفرج: ۱/۴۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "پورب: مشرق، سورج نکلنے کی سمت"۔ (فیروز اللغات ص: ۳۲۷، فیروز سنز لاہور)

بلاکسی آڑ کے نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اگر پردہ ضروری ہے تو کتنا ہونا چاہیے؟ اور کہاں تک ہونا چاہیے؟ ساتھ ہی ساتھ قبرستان کی دوسری سمت کافی اور وافی جگہ موجود ہے۔ جہاں نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ اس جگہ بلاکراہت نماز جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر راستہ میں کچھ حصہ قبرستان کا بھی آگیا، جس میں پرانی قبریں ہیں، جن کے اب نشانات بھی ظاہر نہیں اور وہ راستہ تنگ ہونے کے باوجود ایسا ہے کہ اس میں کوئی بیل گاڑی آاور جاسکتی ہے، تو اس سڑک کے متصل نماز پنجگانہ وعیدین ادا کرنا اس طرح کہ نمازی اور قبرستان کے درمیان سڑک حائل رہے، درست ہے(۱)۔ حالتِ خشوع یہ ہے کہ نظر سجدہ گاہ پر رہے، پھر راستہ میں دوسری جانب کی قبریں کس طرح نظر آئیں گی، جب تک قصداً نظر سجدہ گاہ سے ہٹا کر قبور کی طرف نہ دیکھے اور یہ خلاف خشوع ہے۔ اگر کسی دوسری سمت میں ایسی جگہ ہو کہ وہاں قبریں نہ ہوں، نہ نظر آئیں تو وہاں نماز پڑھنا زیادہ اطمینان وسکون سے ہوگا۔ اور کوئی تشویش نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۴ھ۔

تیز گرمی میں مسجد کی چھت پر نماز

سوال[۱۰۳۵۷]: باندہ میں ایک پرانی مسجد کی از سرنو تعمیر کی گئی ہے، مگر نیچے کے حصہ میں ہوا کا گزر کم ہوتا ہے، اس لئے مسجد کی چھت پر جماعت ہوسکتی ہے یانہیں؟ کیا اس کے لئے کچھ شرائط ہیں؟

---

(۱) "لاتكره الصلاة في جهة قبر إلا إذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين، وقع بصره عليه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۵۴، سعيد)

"ولها اداب: نظره إلى موضع سجوده حال قيامه، وإلى ظهر قدميه حال ركوعه ...... لتحصيل الخشوع". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب اداب الصلاة: ۱/۴۷۷، ۴۷۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرمی کی شدت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے(۱)، الا یہ کہ مسجد دومنزلہ ہو اور دونوں جگہ نماز کا انتظام کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۸۶ھ۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا

سوال[۱۰۳۵۸]: اگر کوئی نماز میں دوسری طرف نگاہ کرے اس طرح کہ گردن نہ ہلایا ہو، یعنی سر نہ پھیرا ہو تو کیا اس کی نماز جاتی رہی یا باقی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، ہاں! خلافِ استحباب ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود على سطح المسجد، ويلزمه كراهة الصلاة أيضاً فوقه، فليتأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في أحكام المسجد: ١/٦٥٦، سعيد)

"الصلاة على الرفوف في المسجد الجامع من غير ضرورة مكروهة، وعند الضرورة بأن امتلأ المسجد، ولم يجد موضعاً يصلي فيه، فلا بأس به". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، مايكره للمصلي ومالايكره: ١/٥٢٩، إدارة القرآن كراچی)

"ولو صلى على رفوف المسجد إن وجد في صحنه مكاناً كره، كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٧٠، سعيد)

(٢) "وكره الالتفات بوجهه كله أو بعضه للنهي، وببصره يكره تنزيهاً. (قوله: وببصره يكره تنزيهاً) أي: من غير تحويل الوجه أصلاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى: ١/٦٤٣، سعيد) .... =

تکثیر جماعت کی خاطر تسبیح میں اضافہ کرنا

سوال[۱۰۳۵۹]: نماز میں امام رکوع وسجود کی تسبیحوں کو مقتدیوں کی زیادہ تعداد کی شرکت کی غرض سے سات سات بار پڑھتے ہیں، تو اس سے امام ومقتدیوں کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں یا کسی اور قسم کا نقص پیدا ہوجائے گا اور کبھی سات بار سے زائد امام بھولے سے تسبیحات پڑھ لے، تو کیا فساد لازم آئے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مقتدی امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے، اگر ان کو گرانی ہو، تو رکوع وسجدہ کی تسبیح کی اولیٰ مقدار (تین دفعہ پر) کفایت کی جائے، اس مقصد سے کہ زیادہ آدمی شریک ہوجائیں، سات دفعہ رکوع اور سجدہ کی تسبیح نہ پڑھے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خروجِ ریح کا تقاضا ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا

سوال[۱۰۳۶۰]: وہ شخص جس کو بعد وضو کرنے کے خروج ریح کا شبہ ہو یا تقاضا ہو، مگر قصداً ریح

= "وقد صرحوا بأن التفات البصر يمنة ويسرة من غير تحويل الوجه أصلاً غير مكروه مطلقاً، والأولى تركه لغير حاجة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۳۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۲۷۱، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "قوله: (وسبح فيه ثلاثاً) أي: في ركوعه بأن يقول: سبحان ربي العظيم ثلاثاً لحديث ابن ماجة: "إذا ركع أحدكم فليقل سبحان ربي العظيم ثلاثاً" وذلك أدناه ..... ولا ينبغي للإمام أن يطيل على وجه يمل القوم؛ لأنه سبب للتنفير وأنه مكروه، ولهذا قال الإسبيجابي: ولو كان إماماً يقولها ثلاثاً على قول بعضهم: وقال بعضهم: يقولها أربعاً حتى يتمكن المقتدي من الثلاث، ولو أطال الركوع لإدراك الجائي لا تقرباً لله تعالىٰ فهو مكروه ..... الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۴۹۴، ۴۹۵، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سنن الصلاة: ۲/۵۴، دارالكتب العلمية بيروت)

خارج نہ کی، پھر ریح جسم کے اندر سرایت کرگئی، جس سے دماغ پر بھاری پن ظاہر ہوگیا، بعدہ یہ خیال کرکے کہ اب تقاضا نہیں رہا، نماز پڑھنی یا پڑھانی شروع کردی، پھر درمیان نماز خروجِ ریح کا تقاضا ہوا، تو اب نماز مکمل کرے یا سلام پھیر دے؟ وضو کے بعد جو صورت اختیار کی گئی، اس سے نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تقاضا ریح ختم ہوگیا، خواہ کسی وجہ سے ہوا ہو، اس کو نماز پڑھنا اور پڑھانا بلاکراہت درست ہوگیا، پھر درمیان نماز اگر تقاضہ شدید ہو کہ تدافع کی صورت پیدا ہوجائے تو نماز کو قطع کردے، اخراجِ ریح اور تجدید وضو کے بعد پھر پڑھے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

غیر موقوفہ مسجد میں نماز کا حکم

سوال[۱۰۳۶۱]: اگر مسجد کی جگہ وقف نہ ہوتو اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وصلاته مع مدافعة الأخبثين أو أحدهما أو الريح للنهي". (الدرالمختار). "(وصلاته مع مدافعة الأخبثين ..... الخ) أي: البول والغائط قال في الخزائن، سواء كان بعد شروعه أو قبله، فإن شغله قطعها ..... وإن أتمها أثم لما رواه أبوداود "لايحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يصلي وهو حاقن حتى يتخفف" ..... وما ذكره من الإثم صرح به في شرح المنية وقال: لأدائها مع الكراهة التحريمية". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها؛ مطلب في الخشوع: ۱/۶۴۱، سعيد)

"ويكره التمطى وتغميض عينيه وأن يدخل في الصلاة وهو يدافع الأخبثين وإن شغله قطعها وكذا الريح وإن مضى عليها أجزأه وقد أساء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ۱/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۸، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مالک زمین کی رضامندی ہوتو وہاں نماز بلاکراہت درست ہوجائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۶ھ۔

نماز میں کپڑا کتنا نیچے ہو؟

سوال[۱۰۳۶۲]: اگر کپڑا چھوٹا ہے نماز کے لئے تو وہ پاؤں کے نیچے ہونا چاہیے، یعنی جس پر نمازی نماز پڑھتا ہو، تو وہ اتنا بڑا کپڑا نہیں کہ پاؤں سے سرتک آجائے، اگر پاؤں نیچے کرتے ہیں، تو سر کپڑے کے نیچے ہوجاتا ہے، آپ فرمادیں کہ کپڑا نیچے ہو یا پاؤں تک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ کپڑا سردی یا گرمی سے حفاظت کے لئے ہے، تو جس عضو کو زیادہ حفاظت کی ضرورت ہو، تو اس کے نیچے کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "تكره في أرض الغير لو مزروعةً أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقةٌ، أو رأى صاحبها لايكره، فلا بأس". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ...: ۱/۳۸۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۸۳، دارالمعرفة بيروت)

باب السترة

(سترہ کا بیان)

سترہ کا زمین سے متصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال[۱۰۳۶۳]: آج کل عموماً مساجد ومکانات میں بلا چوکھٹ کے دروازہ کے پلے لگائے جاتے ہیں اور وہ پلے زمین سے متصل نہیں ہوتے، بلکہ زمین سے بقدر ایک انگشت یا کم وبیش اوپر رہتے ہیں اور وہ پلے بند کر کے لوگ مصلی کے آگے سے گزر جاتے ہیں اور اس کو سترہ سمجھتے ہیں۔ اور شرح وقایہ میں یہ عبارت ہے کہ "ویغرز أمامه في الصحراء سترة بقدر ذراع وغلظ إصبع": ۱/۱۹۵(۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ کا زمین سے متصل ہونا شرط ہے، تو اب یہ مساجد ومکانات کے پلے سترہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"فحاصل المذاهب على الصحيح: أن الموضع الذي يكره المرور فيه هو أمام المصلي في مسجد صغير، وموضع سجوده في مسجد كبير، أو في الصحراء، أو أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها بشرط محاذاة أعضاء المار أعضاءه، قال في النهاية: إنما شرط هذا فإنه لو صلى على الدكان والدكان مثل قامة الرجل وهو سترة فلا يأثم المار، وكذا السطح، والسرير، وكل مرتفع" البحر: ۲/۱۷(۲).

"(قوله: بشرط محاذاة أعضاء المار أعضاءه) أي: أعضاء المصلي

---

(۱) (شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، غرز السترة أماماً في الصحراء: ۱/۱۹۵، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۲۹، ۳۰، رشيديه)

كلها كما قال بعضهم، أو أكثرها كما قال آخرون كما في الكرماني، وفيه إشعار بأنه لو حاذى أقلها، أو نصفها لم يكره. وفي الزاد: أنه يكره إذا حاذى نصفه الأسفل النصف الأعلى من المصلي كما إذا كان المار على فرس اهـ" منحة الخالق (۱).

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں مرور مکروہ نہیں، کیونکہ نصف اعضاء گزرنے والے کے نصف اعضاء مصلی کے محاذی نہیں ہوتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

سترہ کی مقدار

سوال [۱۰۳۶۴]: اگر پلوں کو بذریعہ چٹخنی (۲) بند کر دیا جائے، تو اب ان پلوں کا زمین سے متصل ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟ اور یہ پلے شرعاً سترہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"اختلفوا في مقدار غلظها، ففي الهداية: وينبغي أن تكون في غلظ الأصبع؛ لأن ما دونه لا يبدو للناظر، وكأن مستنده مارواه الحاكم مرفوعاً: "استتروا في صلاتكم ولو بسهم" ويشكل عليه ما رواه الحاكم مرفوعاً عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "يجزئ من السترة قدر مؤخرة الرحل ولو بدقة شعرة"، ولهذا جعل بيان الغلظ في البدائع قولاً ضعيفاً، وأنه لا اعتبار بالعرض وظاهره، أنه المذهب اهـ". بحر: ۲/ ۱۷ (۳).

---

(۱) (منحة الخالق على بحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۳۰، رشيديه)
(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۶۳۵، سعيد)

(۲) "چٹخنی: دروازے کو بند کرنے کی چیز"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۴۶، فیروز سنز لاہور)

(۳) (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۳۱، رشيديه) .... =

اس سے معلوم ہوا کہ ایک انگشت کے برابر موٹا ہونا لازم نہیں، بلکہ یہ قول ضعیف ہے اور اس قول کی جو علت ہے، "لأن ما دونه لا يبدوا للناظر" وہ بھی صورت مسئولہ میں معدوم ہے اور اصل مذہب بظاہر یہ ہے کہ عرض کا اعتبار نہیں، لہٰذا ان اشیاء کے مفید سترہ ہونے میں کوئی تامل وتردد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۶/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال [۱۰۳۶۵]: نمازی کے سامنے سے کتنا قریب ہوتب نہیں گزر سکتے؟ آیا نمازی کے منتہائے نظر سے نہیں گزر سکتے ہیں یا جہاں پہ نمازی نماز پڑھ رہا ہے، وہاں سے عام آدمی کی نظر کی جہاں انتہا ہے، وہاں تک نہیں گزر سکتے یا اس میں کچھ گز وغیرہ کا حساب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے سامنے سے بالکل نہ گزرے، خواہ کتنا ہی فاصلہ ہو، اگر مسجد کبیر میں یا میدان میں ہے، تو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے جتنی دور کا آدمی کو نظر آتا ہو، اتنی دور سے نہ گزرے (۱)۔ جس کی مقدار تین صف کے قریب ہے، یعنی چار پانچ گز، اگر کہیں گزرگاہ پر مثلاً: اسٹیشن کے پلیٹ

= "وإنما قدر أدناه بذراع طولاً دون اعتبار العرض". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يستحب ويكره فيها: ۲/ ۸۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۶۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۱/ ۲۶۹، دار المعرفة بيروت)

(۱) "إنما يكره المرور بين يديه عند عدم الحائل إذا كان في موضع سجوده .... الأصح: أنه إن كان بحال لو صلى صلاة الخاشعين بأن يكون بصره حال قيامه إلى موضع سجوده لا يقع بصره على المار لا يكره .... ثم هذا إذا كان يصلي في الصحراء، أما إن صلى في المسجد، ولم يكن حائل، فإن كان المسجد صغيراً كره المرور مطلقاً، وإن كان كبيراً فقيل: كالصغير لا يمر بينه، وبين حائط القبلة وقيل: كالصحراء يمر فيهما وراء موضع سجوده .... الخ". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، كراهية =

فارم پر ہے تو سجدہ کی حد میں نہ گزرے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۶ھ۔

مسجد صغیر وکبیر کی حد اور نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال[۱۰۳۶۶]: مسجد صغیر اور کبیر کی کیا مقدار ہے؟ کیا تعریف ہے؟
نیز یہ بھی بتایئے کہ مسجد کبیر میں مصلی کے آگے سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کبیر کی تحدید میں دوقول ہیں:

۱-چالیس ذراع طویل، چالیس ذراع عریض ہو۔

۲-یہ کہ ساٹھ ذراع طویل، ساٹھ ذراع عریض ہو(۲)۔

= الصلاة، فروع في الخلاصة، ص: ٣٦٧، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وذكر قاضي خان في شرحه: أن المسجد إذا كان كبيراً فحكمه حكم الصحراء، وفي الذخيرة من الفصل التاسع: إن كان صغيراً يكره في أيّ موضع يمر، وإليه أشار محمد في الأصل ... الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢٨/٢، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ١٠٤/١، رشيديه)

(١) "الثالث في الموضع الذي يكره المرور فيه وفيه اختلاف، واختار المصنف أنه موضع سجوده، وصححه في الكافي؛ لأن هذا القدر من المكان حقه وفي تحريم ماوراءه تضييق على المارة، وهو يفيد أن المراد بموضع سجوده موضع صلاته، وهو من قدمه إلى موضع سجوده كما صرح به الشارح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢٦/١، رشيديه)

"وتكلموا في الموضع الذي يكره المرور فيه، والأصح أنه موضع صلاته من قدمه إلى موضع سجوده كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع في ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ١٠٤/١، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، كراهية الصلاة، فروع في الخلاصة، ص: ٣٦٧، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٢) "(قوله ومسجد صغير) هو أقل من ستين ذراعاً، وقيل من أربعين، وهو المختار، كما أشار إليه في =

مسجد کبیر میں مصلی کے اتنے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے کہ وہ صلوۃ خاشعین پڑھ رہا ہو یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر رہے اور گزرنے والے کو دیکھ نہ پائے اور یہ دو تین صف کی مقدار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۱۴۰۰ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= الجواهر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۳۴، سعيد)

"(قوله: في المسجد الكبير) هو أن يكون أربعين فاكثر، وقيل: ستين فأكثر، والصغير بعكسه أفاد القهستاني، وأفاد أن المختار الأول". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فيما لايفسد الصلاة، ص: ۳۴۲، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۲۶۸، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "وذكر التمرتاشي: أن الأصح أنه إن كان بحال لوصلى صلاة خاشع لايقع بصره على المار، فلايكره المرور". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۶، رشيديه)

"(قوله: وإنما يأثم إذا مر في موضع سجوده) ...... ومنهم (من قدره) بمقدار صفين أو ثلاثة ...... وفي النهاية: الأصح أنه إن كان بحال لوصلى صلاة خاشعين نحو: أن يكون بصره في قيامه في موضع سجوده، وفي موضع قدميه في ركوعه، وإلى أرنبة أنفه في سجوده في حجره في قعوده، وإلى منكبه في سلامه لايقع بصره على المار لايكره". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۴۱۶، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب السترة، الفصل الأول: ۲/۴۸۴، رشيديه)

باب القراءة

(قراءت کا بیان)

الفصل الأول في كيفية الجهر والسر بالقراءة

(جہری اور سری قراءت کے احکام کا بیان)

نماز میں قرأت کتنے زور سے کی جائے؟

سوال[۱۰۳۶۷]: بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت میں مقتدیوں کو یا منفرد کے لئے نماز پڑھنے والے کو ایسی نماز پڑھنی چاہیے جو کہ خود ہی سنائی دے کہ کیا پڑھا ہے، یہ درست ہے یا کہ نہیں؟ سوچ کر جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض قرأت کو نماز میں اتنے زور سے پڑھنا کہ اپنی آواز خود ہی سنے، بہت سے فقہاء کے نزدیک لازم ہے اور یہی احتیاط ہے(۱)۔ امام کی رکوع سجدے کی تسبیح کی آواز اگر کسی قریبی مقتدی نے بھی سنی تو اس سے اس

---

(۱) "اعلم أنهم اختلفوا في حد وجود القراءة على ثلاثة أقوال: فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه، وبه قال الشافعي ..... واختار شيخ الإسلام وقاضي خان وصاحب المحيط والحلواني قول الهندواني ..... وأن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

"وأكثر المشايخ على أن الصحيح أن الجهر أن يسمع غيره، والمخافتة أن يسمع نفسه، وهو قول الهندواني". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة: =

۱/۵۸۸، رشيديه)

کی نماز میں خلل نہیں آیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۸۶ھ۔

دل ہی دل میں قرأت کرنا

سوال[۱۰۳۶۸]: ایک صاحب نماز کے جواز کا رہیں، سب دل ہی دل میں پڑھتے ہیں، ہونٹوں کو بالکل حرکت نہیں دیتے، کیا ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ صاحب امام ہیں یا منفرد ہو کر اس طرح پڑھتے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوئی، کیونکہ فریضۂ قرأت ادا نہیں ہوا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة: ۱/۳۲۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الأوليين بأم الكتاب وسورتين، وفي الركعتين الأخريين بأم الكتاب، ويسمعنا الآية، ويطول في الركعة الأولىٰ مالا يطيل في الركعة الثانية، وهكذا في العصر وهكذا في الصبح". (صحيح البخاري، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب: ۱/۱۰۷، قديمي)

"الإمام إذا قرأ في صلاة المخافة بحيث سمع رجل أو رجلان لايكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، الفصل الحادي عشر في القراءة: ۱/۹۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول: ۱/۵۸۸، رشيديه)

(۲) "وأما حد القراءة، فنقول: تصحيح الحروف أمر لا بد منه، فإن صحح الحروف بلسانه، ولم يسمع نفسه لا يجوز، وبه أخذ عامة المشايخ، هكذا في المحيط ..... وهو الصحيح هكذا في النقاية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشيديه) .... =

سری نماز میں قرأت کی آواز چار آدمی تک پہنچنا

سوال[۱۰۳۶۹]: سری نماز (فرض یا سنت) میں تکبیر، تسبیح یا قرأت اسی طرح پڑھے کہ بعد والے چار آدمی تک آواز پہونچ جاتی ہے، یہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آواز منہ سے نکل کر تین چار آدمی تک پہونچ جائے تو یہ جہر ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

السلام کا ''الف لام'' اور اللہ اکبر کی ''را'' کو صاف ظاہر نہ کرنا

سوال[۱۰۳۷۰]: امام کے لئے نماز کی تکبیرات میں اللہ اکبر اس طرح کہنا کہ ''ر'' قطعاً ظاہر نہ ہو اور سلام اس طرح ادا کرنا کہ السلام کے بجائے پوری طرح سلام علیکم بغیر الف لام کے ظاہر ہو، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر شخص خاص کر امام قصداً تو السلام ہی کہتا ہے، لیکن بعض دفعہ ''الف لام'' ظاہر نہیں ہوتا، سننے والے سمجھتے ہیں کہ سلام کہا ہے، اسی طرح قصداً تو اللہ اکبر ہی کہا جاتا ہے، لیکن کبھی اکبر کی ''را'' اتنی خفی ہوجاتی ہے کہ لوگ سن نہیں پاتے، نماز اس طرح بھی ہوجاتی ہے، تاہم دونوں چیزوں کو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/ ۴/ ۱۴۰۱ھ۔

= ''ولو قرأ بقلبه، ولم يحرك لسانه، فإنه لايجوز''. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۸۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۸۸، ۵۸۹، رشيديه)

(۱) ''..... وأدنى الجهر إسماع غيره ممن ليس بقربه كأهل الصف الأول، وأعلاه لاحد له''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۳۴، ۵۳۵، سعيد)

''الإمام إذا قرأ في صلاة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان لايكون جهراً والجهر أن يسمع الكل''. (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الحادي عشر في القراءة: ۱/ ۹۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول: ۱/ ۵۸۸، رشيديه)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال[۱۰۳۷۱]: مسئلہ یہ ہے کہ ہماری مسجد میں ایک لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا ہے، اس سے اذان دینے میں تو ساری جماعت متفق ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اعلان ہوتا ہے اور شرع کا بھی یہی مقصود ہے، اختلاف اس میں ہے کہ اس سے پانچ وقت نماز بھی پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ سری نماز میں لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین صفیں ہوتی ہیں، جس میں امام کی آواز بآسانی سب تک پہنچ جاتی ہے، اس صورت میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بالکل اسراف ہے اور جہری نماز میں امام کی قرأت کی آواز دور سے دور تک جاتی ہے اور مسجد سے باہر ہر مشغول اور غیر مشغول آدمی کے کانوں تک قرآن کی تلاوت کی آواز پہنچتی ہے اور قرآن کا سننا واجب ہے، اس لئے اس میں حرج ہے، جمعہ کے دن بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے۔ مگر مسجد کے اوپر نیچے آدمی ہوتے ہیں اور مسجد کھچا کھچ بھری رہتی ہے، اس سے امام کی قرأت کی آواز ان تک نہیں پہنچ پاتی، اس لئے بہت لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن اس ضرورت سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس لئے آپ سوال کے ہر پہلو پر از روئے شرع روشنی ڈالیں۔

نیز غالباً آج سے تراویح شروع ہوگی، اس میں بھی قرآن پڑھا جائے گا یا نہیں؟ کیا تراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی کوئی وجہ جواز ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز کو جہاں تک ہوسکے، اصلی اور سادہ طریقہ سے ادا کیا جائے، سری یا جہری نماز میں مقتدیوں تک اگر آواز نہ پہنچتی ہو، تو مکبرین کا انتظام کیا جاوے، امام کی آواز کا سب تک پہنچنا ضروری نہیں (۱)، مقتدی امام سے

---

(۱) "وفي الخلاصة: الإمام إذا قرأ في صلاة المخافة بحيث سمع رجل أو رجلان لايكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل.

قوله: (والجهر أن يسمع الكل) قال في النهر: هذا مشكل ... أقول ... وعلى هذا فالمراد بقول الخلاصة "بحيث سمع رجل أو رجلان" ممن بقربه وبقولها: "الجهر أن يسمع الكل" أي: من ليس بقربه، وليس المراد كل فرد؛ لأنه قد يكون متعذراً أو متعسراً". (البحر الرائق مع حاشية منحة الخالق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

قریب ہو یا دور ہو، سب ہی کو اجر ملے گا، خواہ آواز تنی ہو یا نہ تنی، جمعہ کی نماز ہو یا تراویح یا پنجگانہ نماز ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ بایں ہمہ اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھائی جائے گی، تو اس کو بھی ناجائز نہیں کیا جائے گا(۱)، یہ ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر قرآن کریم کی آواز ایسے لوگوں تک بھی بعض اوقات پہنچتی ہے جو لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس آواز کا احترام نہیں کرتے (۲) بعض دفعہ کسی قریبی مسجد تک پہنچتی

= (وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القرأة: ۱/۵۳۴، ۵۳۵، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الحادي عشر في القرأة: ۱/۹۵، رشيديه)

(۱) حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جدید تحقیقات کے نتیجے میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ "آلہ مکبر الصوت" سے سنی ہوئی آواز متکلم کی اصلی آواز ہوتی ہے، جس وجہ سے فساد نماز کی اصل بنیاد ہی منہدم ہوگئی"۔ (آلات جدید، مقدمہ طبع ثالثہ ص: ۳۲، ادارۃ المعارف کراچی)

(وكذا في ضميمة إمداد الفتاوى، بابت مسئله مكبر الصوت: ۱/۷۰۲، دارالعلوم كراچى)

(وكذا في كفايت المفتى، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال: ۹/۲۱۶، دارالاشاعت)

(۲) "يجب على القارئ احترامه بأن لايقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإمامة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن: ۵/۳۱۶، رشيديه)

"وفي المحيط: يكره رفع الصوت لقرأة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۰، رشيديه)

"أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ، كما هو مقرر في كتب الفقه". (شرح الأشباه والنظائر للحموي، القول في أحكام القرآن، رقم المادة: ۴۹: ۴/۲۱۱، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثاني: ۲/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في أوجز المسالك، جامع الصلاة، رفع الصوت بالمسجد ولو بالذكر: ۳/۲۲۷، إمداديه ملتان)

ہے، جہاں جماعت ہورہی ہواوروہاں کے امام کی آواز سے متصادم ہوتی ہے، اس لئے اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔
الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

جمعہ وعیدین میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال[۱۰۴۷۲]: جمعہ وعیدین کے خطبہ اور نماز کی آواز مقتدیوں کو پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو دلیل جواز کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمازوں میں آلہ مکبر الصوت کا ترک اولیٰ اور افضل ہے، اگر کسی جگہ کثرت جماعت کی وجہ سے تکبیرات انتقالیہ کی ضرورت درپیش ہواور آواز تکبیرات دورتک پہنچانا مقصد ہوتو مکبرین کا انتظام کرلینا چاہیے، لیکن اگرکسی نے مکبر الصوت کی آواز پرنقل وحرکت کی اورسجدہ ورکوع کیااورکسی جگہ اس پرلوگ نمازیں بھی پڑھتے ہوں، یا کہیں شرکت کا موقع ایسی جگہ ہوا جہاں مکبر الصوت پرنماز پڑھی جاتی ہے، تو نماز کو فاسد نہیں کہا جاسکتا ہے، عدم فساد وصلوۃ حسب ذیل بحث سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

فسادصلوۃ وعدم فساد کا دارومدار مکبر الصوت سے نکلی ہوئی آواز کے عین آوازِ امام یا غیر ہونے پر موقوف ہے، پس ماہرین سائنس سے رابطہ ورائے طلب کرنے پرمعلوم ہوا کہ بعض تو مکبر الصوت کی آوز کوعین آواز امام اوربعض غیر کہتے ہیں، اگرعین آوازِ امام مان لیا جائے، تو نماز کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شبہ اور شک نہیں رہتا ہے، لیکن غیر ماننے میں دلائل پرغور وفکر کی ضرورت ہے۔

چونکہ یہ آلہ عہد نبوی میں نہیں تھااور نہ صحابہ اور تابعین اورائمہ مجتہدین کے زمانہ میں تھا، لہٰذا اس کی صریح جزئیات مسئلہ کتب فقہ میں نہیں ملتیں، لہٰذا اصول وقواعد، نیز فقہ کی دوسری جزئیات پر قیاس کیا گیا ہے، چنانچہ ''کبیری شرح منیہ'' میں ہے کہ اگر مصلی نے سلام کا جواب اپنے سر سے اشارۃً دیا یا کسی نے کوئی چیز طلب کی بس سر سے اشارہ کردیا، تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح اگرایک مصلی نماز پڑھ رہا تھااوردوسرا آیااوراس کوکہا

نماز پڑھے، تو اگر مصلی آگے بڑھ گیا یا صف میں جگہ خالی تھی اور جب دوسرا مصلی آیا، تو قریب کے صف میں کھڑے ہوئے مصلی نے جگہ دے دی، بس اس صورت میں امتثال امر غیر نہ ہونے پر مصلی ثانی کی نماز فاسد نہ ہوگی، جس کی شرح علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرح منیہ'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد کی ہے کہ یہ امتثال امر غیر نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی ہے، نیز شرح منیہ کبیری میں بھی امتثال امر غیر ہونے پر تصریح کی ہے۔

کہ آگے بڑھ جاتا کہ امام بنادے اور اس کی اقتداء میں

"لو رد المصلي السلام بيده أو برأسه أو طلب منه شيء فأومى برأسه أو عينيه أو حاجبه أي: قال نعم! أو لا فإن صلوته لا تفسد بذلك، شرح منية كبيري، ص: ٤٢١، منية، ص: ٤٤٥، مطبوعه سهيل اكيڈمی.

"وقد يفرق بأنها ليس فيها امتثال أمر" بشرح منيه، ص: ٤٢١ (١).

"المصرح به أن الإجابة بالرأس لا بأس بها، ص: ١٤٠، رساله تنبيه ذوي الأفهام...... (٢).

"لأنه امتثل أمر غير الله تعالى، قلنا: بل امتثل أمر الله تعالى على لسان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الذي لا ينطق عن الهوى ...... أقول: لو قيل بالتفصيل بين كونه امتثال أمر الشارع فلا تفسد وبين كونه امتثال أمر الداخل مراعاة لخاطره من غير نظر لأمر الشارع فتفسد لكان حسناً حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ١/٢٤٧ (٣).

علامہ شامی نے بھی اس جگہ مصنف کا قول ''منیہ'' سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"لو جذبه آخر فتأخر الأصح لا تفسد صلوته" (٤).

(١) (الحلبي الكبير، مفسدات الصلاة، ص: ٤٤٥، ٤٤٦، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٢) (رسائل ابن عابدين، تنبيه ذوي الأفهام على أحكام التبليغ خلف الإمام، ص: ١٤٠، مكتبه عثمانيه كوئٹه)

(٣) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٢٤٦، ٢٤٧، دارالمعرفة بيروت)

(٤) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول: ١/٥٧١، سعيد)

"وصحح في شرح المنية عدم الفساد مطلقاً؛ لأنه لم يتعارف جواباً"

(شامی: ۱/ ۶۲۰، کراچی)(۱)۔

البحر الرائق میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے: "الأصح لا تفسد صلوته"

(البحر الرائق: ۱/ ۳۷٤، : ۲/ ۸)(۲)۔

مذکور الصدر جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امتثال امر غیر کی نیت ہو، تو مفسد صلوۃ ہے، ورنہ نہیں۔ پس مکبر الصوت کی آواز کو غیر آواز امام قرار دیں، تب بھی اس میں امتثال امر غیر یعنی جس کی اقتداء کرتا ہے، اس کے علاوہ کی تابعداری نماز میں لازم نہیں آتی، کیونکہ مکبر الصوت لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نقل وحرکت کر کے رکوع سجدہ کرنا کسی غیر کی فرماں برداری علاوہ امام کے غیر کا امتثال امر نہیں ہے، بلکہ امام کی آواز کا انتظار تھا، جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کے سجدہ اور رکوع میں جانے کی اطلاع ہوئی، رکوع سجدہ کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی ہے، جو لوگ امام کو دیکھ کر یا ایسے مقتدیوں کو دیکھ کر رکوع سجدہ وغیرہ انتقالات کرتے ہیں جو کہ امام کو دیکھ کر کرتے ہیں، ان کی نماز کے فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ مکبر الصوت پر ان کا مدار نہیں، جب یہ معلوم ہوا کہ مکبر الصوت پر پڑھی ہوئی نماز فاسد نہیں ہے، جس میں امتثال حکم غیر کا شبہ تھا، تو خطبہ جمعہ اور عیدین غیر اذان میں تو فساد کا شائبہ بھی نہیں ہے، بلکہ خطبہ میں ایک پہلو وعظ ونصیحت بھی ہے، جس میں مکبر الصوت کی امداد سے آواز دور تک پہنچانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہٰذا خطبہ اور اذان میں بلا کراہت کے مکبر الصوت کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۷/ ۱۱/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیو بند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب المواضع التي لايجب فيها رد السلام: ۱/ ۶۱۸، سعيد)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۷، رشيديه)

الفصل الثاني في القراءة خلف الإمام

(امام کے پیچھے قراءت کرنے کا بیان)

فاتحہ خلف الامام کا حکم

سوال[۱۰۳۷۴]: کیاامام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنا چاہیے، حالانکہ ابوداود شریف:۱/۱۲۶، پر ہے: ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ آپ پر قرآن پڑھنا مشکل ہوگیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو، ہم نے کہا: ہاں یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص اس کو نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی''(۱)۔ یہ فجر کی نماز ہے، امام جہر سے قرأت کرتا ہے، اس وقت بھی سورہ فاتحہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضروری قرار دیتے ہیں، جزأ القرأت، ص:۴، پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث متواتر آئی ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی''۔ غیب الغمام، ص:۱۴۷(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد امام عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام جہری

---

(۱) "وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه، قال: كنا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الفجر، فقرأ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فثقلت عليه القراءة، فلما فرغ قال: "لعلكم تقرء ون خلف إمامكم؟ فقلنا: نعم! هذا يا رسول الله! قال: "لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب، فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها". (سنن أبي داود، باب من ترك القراءة في صلاته: ١/ ١١٩، دار الحديث ملتان)

(٢) "حدثنا محمود، قال حدثنا البخاري، أنبأنا سفيان، قال حدثنا الزهري، عن محمود بن الربيع، عن عبادة بن الصامت، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب".

(جزء القراءة للبخاري رحمه الله تعالى، مترجم، خير الكلام في القراءة خلف الإمام، ص: ٢٣، مكتبه امداديه ملتان)

اور سری دونوں طرح کی نمازوں میں مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے"۔ یہ ان کا آنکھوں دیکھا بیان ہے، کیونکہ انہوں نے دوسو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا تھا۔ رہی وہ حدیث جس کا ترجمہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اس کے امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (۱)، اس حدیث کی بابت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جزء القرأت میں کہتے ہیں کہ ثابت نہیں (۲)۔

دوسرے محدثین قریب قریب ایسا ہی حکم لگاتے ہیں۔ ہدایہ کی تخریج (۳)، حافظ زیلعی، ابن حجر عسقلانی (۴) نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی، نیز اس حدیث "من كان له إمام" الحديث کا ایک راوی موسیٰ

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة". (موطأ الإمام مالک، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۴، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۲) "فقال: إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة. فقيل له هذا خبر لم يثبت عند أهل العلم من أهل الحجاز، وأهل العراق، وغيرهم لإرساله وانقطاعه، رواه ابن شداد عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

قال البخاري رحمه الله تعالىٰ: وروى الحسن بن صالح، عن جابر، عن أبي الزبير، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولا يدرى أسمع جابر من أبي الزبير". (جزء القراءة مترجم، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم، وأدنى ما يجزأ من القراءة، ص: ۴۶، ۴۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(۳) "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة" قلت: روى من حديث جابر بن عبدالله، ومن حديث ابن عمر، ومن حديث الخدري، ومن حديث أبي هريرة، ومن حديث ابن عباس.

فحديث جابر أخرجه ابن ماجة في سننه عن جابر الجعفي، عن أبي الزبير، عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ...... وجابر الجعفي مجروح ...... ولا يوجد من رواية أحد من الإثبات، انتهى". (نصب الراية لاحاديث الهداية، فصل في القراءة، الحديث السابع والخمسون: ۲/۲ - ۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "واستدل من أسقطها عن المأموم مطلقاً كالحنفية بحديث "من صلى خلف إمام فقراءة الإمام له قراءة" لكنه حديث ضعيف عند الحفاظ، وقد استوعب طرقه، وعلله الدارقطني وغيره". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها الخ: ۲/۳۰۸، قديمي)

بن ابی عائشہ ہے اور وہ پانچویں طبقہ کا ہے اور وہ عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں، جن کا انتقال ۸۰ھ میں ہوا۔

خلاصہ میں لکھا ہے: ''پانچویں طبقہ والوں کی ملاقات ان سے ہرگز نہیں ہے، جو ۸۰ھ میں وفات پائے، اس لئے یہ روایت منقطع ہے، جو کسی بھی حال میں صحیح حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال میں نقل کردہ ابوداؤد کی روایت اگر متواتر ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی صحیح میں لینا کیوں پسند نہیں فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد فراغت دریافت فرمانا خود قرینہ قویہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ معمول نہیں تھا، نیز جس نے پڑھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے پڑھنے کا حکم سن کر نہیں پڑھا، جو چیز حکم سے پڑھی جاتی تھی، اس کے متعلق کبھی استفسار نہیں فرمایا، مثلاً: تشہد، تسبیح، رکوع، سجود، ثناء کے متعلق کبھی نہیں فرمایا کہ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو، نیز اگر پڑھنے کا عام معمول تھا، تو سب کہہ دیتے، جی ہاں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب پڑھتے ہیں۔

امام اصح یحییٰ موطا امام مالک ص: ۲۹(۱) میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقرأة فقال: هل قرأ معي منكم آنفاً؟ فقال رجل: أنا يا رسول الله! قال: فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إني أقول مالي أنازع القران فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيما جهر فيه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالقرأة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ".

(۱) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، باب ترك القراءة خلف الإمام فيما جهر فيه، ص: ۲۸، قديمي)

یہ روایت ابوداود (۱)، ترمذی (۲)، نسائی (۳)، ابن ماجہ (۴)، احمد (۵) نے بھی بیان کی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اگر کبھی کوئی امام کے پیچھے قرأت کر لیتا تھا تو اس ارشاد کے بعد وہ ختم کردیا۔ حنفیہ کی دلیل اولاً آیت قرآنی ہے: ﴿وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ (۶) نیز حدیث "إذا قرأ فأنصتوا" (۷) امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح، ص: ۱۷۴، میں اس کو صحیح کہا ہے۔

امام عطاء ابن ابی رباح کا ارشاد جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اس کے معارض ہیں، جو اوپر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح بحوالۂ مؤطا وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجہ واحمد نقل کیا گیا ہے، جس میں صاف صاف موجود ہے۔ "فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اه".

رہی وہ روایت کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی (۸)، تو یہ امام ومنفرد کے حق میں ہے، مقتدی کے حق میں نہیں، کیونکہ اس روایت کو تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی میں تو اتنا ہی ہے "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" کسی میں اس کے بعد "فصاعداً" بھی ہے، کسی میں "فما زاد" ہے، کسی میں "فمافوقها" ہے، کسی میں "وآية او آيتين" ہے، کسی میں "وشيء من القرآن" ہے، کسی میں "وما سواها" کسی

---

(۱) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من كره القراءة بفاتحة الكتاب: ۱/۱۲۷، ۱۲۸، رحمانيه)

(۲) (جامع الترمذي، أبواب الصلوات، باب ماجاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر بالقراءة: ۱/۱۷، سعيد)

(۳) (سنن النسائي، كتاب الصلاة، كتاب الافتتاح، باب ترك القراءة خلف الإمام فيما جهر به: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۴) (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، أبواب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ص: ۶۱، قديمي)

(۵) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: ۲/۳۰۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۶) (الأعراف: ۲۰۴)

(۷) (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

(۸) "عن عبادة الصامت رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر: ۲/۱۰۴، قديمي)

ہیں "وسورة معها" ہے اور یہ حال امام منفرد کا ہے، مقتدی کا نہیں، اگر سب کے لئے یہ حکم ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو، تو پھر "فصاعداً" اور "فما زاد" کس لئے فرمایا؟ ایہ تو سب فاتحہ کے علاوہ ہے، کس چیز کے پڑھنے سے روکا ہے، حنفیہ کے دلائل بہت ہیں:

۳- "عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه، قال: علمنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قمتم في الصلوة فليؤمكم أحدكم، وإذا قرء الإمام فأنصتوا رواه أحمد ومسلم، وهو حديث صحيح"(۱).

٤- "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرء فأنصتوا، رواه الخمسة إلا الترمذي وهذا حديث صحيح"(۲).

٥- "عن جابر رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من كان له إمام فقرأة الإمام له قراءة". رواه الحافظ أحمد بن منيع في مسنده، محمد بن الحسن في الموطأ والطحاوي وإسناده صحيح"(۳).

٦- "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى الظهر، فجعل رجل يقرأ خلفه سبح اسم ربك الأعلى فلما انصرف قال أيكم قرأ؟ أو أيكم القارئ؟ قال رجل: أنا،

(۱) (مسند الإمام احمد بن حنبل، حديث أبي موسى الاشعري رضي الله تعالىٰ عنه: ۴/۵۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

(۲) (سنن أبي داود، باب الإمام يصلي من قعود: ۱/۸۹، مكتبه دار الحديث، ملتان)

(وسنن النسائي، باب وإذا قرأ القرآن فأنصتوا: ۱/۱۴۶، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ص: ۶۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۳) (الموطأ للإمام محمد، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۴، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في شرح معاني الآثار للطحاوي، باب القراءة خلف الإمام، ص: ۱۲۹، سعيد)

فقال محمد: ظننت أن بعضكم خالجنيها" رواه مسلم(١).

٧- "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، قال إذا صلى أحدكم خلف الإمام فحسبه قرأة الإمام، وإذا صلى وحده فليقرأ، قال: وكان عبدالله لا يقرأ خلف الإمام" رواه مالك رحمه الله تعالى في الموطأ وإسناده صحيح"(٢).

٨- "عن وهب ابن كيسان أنه سمع جابر ابن عبدالله يقول: من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القران فلم يصل إلا وراء الإمام" رواه مالك وإسناده صحيح(٣). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۴۰۱ھ۔

اہلِ حدیث کا چیلنج قرأت فاتحہ کے متعلق

سوال[۱۰۳۷۴]: اہل حدیث نے ایک رسالہ جس کا نام ہے "فصل الخطاب في القرأة فاتحة الكتاب" اس میں ان لوگوں نے دس حدیثیں درج کی ہیں، درج کرنے کے بعد ان لوگوں نے یہ بھی چیلنج دیا ہے کہ "ہم تمام علماء احناف ہند، خراساں، سندھ، پنجاب، عربستان، چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ وغیرہ کو بذریعہ چیلنج واشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان رسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں، نص صریح ہو، صحاح ستہ سے ثابت فرمادیں، تو یہ ان کو ہر آیت وحدیث کے بدلہ میں پچیس روپے انعام دیں گے"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اہل حدیث حضرات کا چیلنج کوئی نیا چیلنج نہیں اور انعام کا وعدہ کوئی نیا وعدہ نہیں اور کتنی کمزور بات ہے کہ حق کی راہ میں خدمت کرنے کا صلہ ان کے نزدیک پچیس روپے انعام ہے!!! اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم حق قبول کرلیں گے تو بات وزنی ہوتی، مسائل مسئولہ کے متعلق رسالے لکھے گئے، مناظرے کئے گئے، ہر چیز کی دلیل پیش

---

(١) (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب نهي المأموم عن جهره بالقراءة خلف إمامه: ١/١٧٢، قديمي)

(٢) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، باب ترك القراءة خلف الإمام فيما جهر فيه، ص: ٦٨، قديمي)

(٣) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء في أم القرآن، ص: ٦٦، قديمي)

کردی گئی، مگر یہ لوگ ان مسائل کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا ان پر کبھی کلام ہی نہیں ہوا، آج کے پیدا شدہ مسائل ہیں، کارڈ میں اتنی تفصیل نہیں آسکتی، جو آپ نے دریافت کی ہے، تاہم جو کارڈ میں آسکتا ہے عرض ہے۔ صحیح مسلم، ص:۱۷۴ پر ہے: "إذا قرأ فأنصتوا" امام مسلم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز میں ''پاس انفاس'' کا حکم

سوال[۱۰۳۷۵]: میں نے ہر سانس میں سے لا إله إلا الله کے نکلنے کی عادت ڈال لی ہے، اگر میں جماعت سے نماز ادا کر رہا ہوں اور امام کی قرأت سنتے وقت یہ کلمہ نماز ادا کرتے وقت، ہر سانس سے نکلے تو میری نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز کی حالت میں اس سے پرہیز چاہیے، قرأت امام کی طرف متوجہ رہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۶ھ۔

---

(۱) "وإذا قرأ فأنصتوا فقال: هو عندي صحيح فقال: لم لم تضعه هاهنا؟ قال: ليس كل شيء عندي صحيح وضعته هاهنا، إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

قال الله تعالى: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الأعراف: ۲۰۴)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا". (سنن أبي داود، باب الإمام من قعود: ۱/۸۹، مكتبه دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، باب وإذا قرئ القرآن فأنصتوا: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ (الأعراف: ۲۰۴)

"عن جابر قال: صلى ابن مسعود فسمع ناساً يقرؤون مع الإمام، فلما انصرف قال: أما آن لكم أن تفهموا، أما آن لكم أن تعقلوا ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا .....﴾ كما أمركم الله". (تفسير ابن كثير، الأعراف: ۲۰۴: ۲/۳۷۲، دار السلام)

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا ..... وإذا قرأ فأنصتوا ..... الخ". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

الفصل الثالث في القراءة المسنونة في الصلاة

(نماز میں قراءت کی مسنون مقدار کا بیان)

امام کا مسنون قرأت کے علاوہ پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال[۱۰۳۷۶]: قرآن پاک پڑھنے میں اکثر لکھا ہوا دیکھا، پارہ چھبیس، سورہ حجرات سے والطارق تک فجر میں اور والسماء والطارق سے سورہ زلزال تک عشاء میں پڑھنا چاہیے، لیکن آج کل امام دیکھے گئے کہ پچاس فیصد سورہ بقرہ سے، تیس فیصد سورہ یوسف سے اور بیس فیصد باقی قرآن سے پڑھتے ہیں۔ اب ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سورہ حجرات سے اخیر تک کی ترتیب کی رعایت رکھنا اعلیٰ ثواب کی بات ہے، جو امام اس کی رعایت رکھتا ہے، وہ ثواب کا مستحق ہے(۱)، جو رعایت نہیں کرتا، نماز اس کی بھی فاسد نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۱/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "(ويسن في الحضر) لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي، والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر و) منها إلى آخر -لم يكن- (أو ساطه في العصر والعشاء .... الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۰، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، قديمی)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۹۳، ۵۹۴، رشيديه)

(۲) "وقال ابن عابدين: (قوله: واختار في البدائع عدم التقدير) .... والظاهر: أن المراد عدم التقدير بمقدار، بل تارة يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت، أو نحوه من الأعذار: "لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه" وتارة يقرأ أكثر ما ورد إذا لم يمل القوم". (ردالمحتار، كتاب =

فجر کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھی جائیں؟

سوال [۱۰۳۷۷]: امام صاحب نماز فجر پڑھا رہے ہیں، وقت مکروہ ہونے میں دیر ہے، قرأت میں سورۂ نباء، بروج یا اسی کی مقدار میں دوسری سورۃ قرأت فرماتے ہیں، تسبیحات پانچ بار ادا کرتے ہیں، لیکن کچھ مقتدی کہتے ہیں کہ نماز میں دیر ہوجاتی ہے، کھڑے کھڑے پیر درد کرنے لگتے ہیں، آپ اپنی نماز پڑھیں، جب دیر تک کھڑے رہو، حالانکہ مقتدی تندرست ہیں، کوئی کمزور نہیں ہے، محض نفس کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں، جب کہ کچھ مقتدی کہتے ہیں دیر نہیں ہوتی۔

اب یہ تحریر فرمایئے کہ مقتدی کی رعایت کرکے نماز مختصر پڑھائی جاوے یا نماز میں خشوع وخضوع لایا جاوے، کیونکہ شریعت نے مقتدی کی رعایت کرنا بھی ضرورت بتایا ہے اور نماز میں خشوع خضوع لانے کے لئے تسبیحات، قیام، قعود کو لمبا کرنے کا حکم آیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عام مقتدیوں کی رعایت کے تحت ہی فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مستحب ہے۔ پس سورہ نبأ اور سورہ بروج کا پڑھنا خلاف رعایت اور خلاف مستحب نہیں، خاص کر جب کہ مقتدی تندرست اور قوی ہوں۔ (کذا في الطحطاوي)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۱۵۴، سعيد)

"وهذا كله ليس بتقدير لازم، بل يختلف باختلاف الوقت والزمان، وحال الإمام والقوم".

(بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سنن الصلاة: ۱/۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۴، قديمي)

(۱) "ويسن أن تكون السورة المضمومة للفاتحة من طوال المفصل .... وهذا في صلاة الفجر والظهر.

(قوله: وهذا في صلاة الفجر الخ) .... واختلف الآثار في قدر ما يقرأ في كل صلاة، وفي الجامع الصغير: أنه يقرأ في الفجر في الركعتين جميعاً أربعين أو خمسين أو ستين آية سوى الفاتحة، وروى الحسن: ما بين ستين إلى مائة، فالمائة أكثر ما يقرأ فيهما، والأربعون أقل فيوزع الأربعين مثلاً على الركعتين بأن يقرأ في الأولى خمساً وعشرين مثلاً، وفي الثانية ما بقي إلى تمام الأربعين فيعمل بالجميع بقدر الإمكان". (حاشية =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننه، ص: ۲۶۳، قديمی)

"(و) يسن (في الحضر) لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي، والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات إلى اخر البروج (في الفجر والظهر)". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القرأة: ۱/ ۵۴۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۹۳، ۵۹۴، رشيديه)

الفصل الرابع في تكرار السورة والآية وتعددها وترتيبها

(رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعداد اور ترتیب کا بیان)

خلافِ ترتیب پڑھنا

سوال[۱۰۳۷۸]: امام نے نماز میں خلافِ ترتیب قرأت کی اور سلام پھیرنے تک اس کو یاد نہیں تھا، بعد سلام مقتدیوں نے بتلایا، تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بھولے سے خلافِ ترتیب سورۃ نماز میں پڑھی گئی، تو اس سے سجدہ لازم نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۲۲ھ۔

نماز میں خلافِ ترتیب پڑھنا

سوال[۱۰۳۷۹]: قرآن کریم نماز میں ترتیب کے خلاف اگر دھوکے سے پڑھ لیا، تو کیا سجدہ سہو واجب ہے؟ مثلاً: پہلی رکعت میں "الم تر کیف" اور دوسری رکعت میں "ویل لکل" پڑھ لیا، تو ترتیب فوت

(۱) "ويجب (سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب)

قوله: (لترك واجب) أي: من واجبات الصلاة الأصلية، فخرج واجب ترتيب الصلاة".
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۰، قديمي)

"لو قرأ سورة ثم قرأ في الثانية سورة قبلها ساهياً لايجب عليه السجود؛ لأن مراعاة ترتيب السور من واجبات نظم القرآن، لا من واجبات الصلاة فتركها لا يوجب سجود السهو". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱۶۷/۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب سجود السهو: ۳۲۳/۱، رشيديه)

ہوگئی، کیا ترتیب واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیب تلاوت واجب ہے، مگر واجبات نماز سے نہیں کہ اس کے سہواً ترک سے سجدہ سہو واجب ہو، بلکہ واجبات تلاوت سے ہے، سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا، طحطاوی میں یہ مسئلہ ایسا ہی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۵/ ۱۴۰۱ھ۔

نماز میں قرأت معکوس

سوال[۱۰۳۸۰]: اگر نماز میں قرأت میں سہواً قرآن کو الٹا پڑھ لیا جائے، تو کیا حکم ہے؟ مثلاً: پہلی رکعت میں سورہ فلق، دوسری میں سورہ اخلاص؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۹/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مغرب کی نماز میں سورہ کافرون وسورہ لہب پڑھنا

سوال[۱۰۳۸۱]: امام نے مغرب کی نماز میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ الخ کو پڑھا اور دوسری میں

---

(۱) "ویجب (سجدتان بتشهد وتسلیم لترک واجب)

قوله: (لترک واجب) أي: من واجبات الصلاة الأصلیة فخرج واجب ترتیب الصلاة".

(حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۰، قدیمی)

"لو قرأ سورة ثم قرأ في الثانیة سورة قبلها ساهیاً لایجب علیه السجود؛ لأن مراعاة ترتیب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلاة، فترکها لا یوجب سجود السهو". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۶۷، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/ ۳۲۳، رشیدیه)

(۲) تقدم تخریجه تحت العنوان السابق

﴿تب یدا﴾ الخ تو کیانماز میں کچھ خرابی ہوگی یا نہیں؟ یا سجدہ سہوکرنا پڑے گا؟ عمداً یا سہواً دونوں صورتیں ذکرفر مائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں عمداً یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے، سجدہ سہوواجب نہیں (۱)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،۹۲/۳/۱۸ھ۔

الجواب صحیح:العبدنظام الدین،۹۲/۳/۱۹ھ۔

سورہ فتح کے ختم ہونے سے پہلے رکوع کرنا

سوال[۱۰۳۸۲]: قرآن کریم کے چھبیسویں پارہ حم کے سورہ فتح کے آخری رکوع میں امام یامنفرد ﴿لقد صدق اللہ﴾ سے ﴿فضلاً من اللہ ورضوانا﴾ تک پہلی رکعت میں پڑھے اوردوسری رکعت میں ﴿سیماھم فی وجوھھم﴾ سے ختم سورہ تک پڑھے،تونماز ہوجائے گی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی نماز ہوجائے گی (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۹۳/۵/۲۷ھ۔

---

(۱) "(ویکره الفصل بسورة قصيرة). (قوله: ويكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث ويلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، قبيل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"(و) يكره (فصله بسورة بين السورتين قرأهما في ركعتين) لما فيه من شبهة التفضيل والهجر وقال بعضهم: لايكره إذا كانت السورة طويلة الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في مكروهات الصلاة، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، مفسدات الصلاة، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وضم أقصر سورة كالكوثر أو ماقام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار، نحو ﴿ثم نظر ثم عبس وبسر ثم أدبر واستكبر﴾ وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل قصاراً ذكره الحلبي. =

چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا

سوال[۱۰۳۸۳]: اگر حالتِ نماز میں سورۂ کوثر چھوڑ دی جائے، پہلے اور بعد کی سورت پڑھ لی جائے، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ادا ہو جائے گی، مگر فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

درمیان سے ایک آیت کا چھوٹ جانا

سوال[۱۰۳۸۴]: زید نے مغرب کی نماز میں سورۂ ہمزہ کی دوسری آیت میں بجائے "ممددۃ" کے "أخلدہ"

= (قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أي: ثم نظر الخ وهي ثلاثون حرفاً، فلو قرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفاً يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات ..... (قوله: ذكره الحلبي) أي: في شرحه الكبير على المنيه، وعبارته: وإن قرأ ثلاث آيات قصاراً أو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث آيات قصار خرج عن حد الكراهة المذكورة يعني كراهة التحريم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۵۸، سعيد)

"وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أومايقوم مقامها من ثلاث آيات قصار، أو آية طويلة في الأوليين بعد الفاتحة. كذا في النهرالفائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۲، رشيديه)

(۱) "ويكره الفصل بسورة قصيرة". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"وهذا إذا كان بين السورتين سورتان أو أكثر، فإن كان بينهما سورة واحدة يكره إلا من ضرورة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، تتمات فيما يكره من القرآن ومالايكره، ص: ۴۹۳، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

پڑھا اور تیسری رکعت چھوڑ کر چوتھی آیت پڑھی، تو اس سے تین آیتوں کا وجوب ترک ہوگیا یا نہیں؟ نماز لوٹانی ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز ہوجائے گی، تین آیتوں کا مسلسل ہونا ضروری نہیں، مجموعہ تین آیات سے بھی نماز درست ہوجاتی ہے(۱)، قرأت ایسی نہ ہونی چاہیے جس سے نماز میں خرابی لازم آئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنا

سوال[۱۰۳۸۵]: اگر پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں قرأت طویل ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے ایسا طویل کردینا کہ طول فاحش ہوجائے مکروہ ہے(۲)۔ جہاں ثابت

---

(۱) "(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ماقام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار، نحو ﴿ثم نظر ثم عبس وبسر ثم أدبر واستكبر﴾ وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً.

(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أي مثل -ثم نظر- الخ وهي ثلاثون حرفاً، فلو قرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفاً يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/ ۴۵۸، سعيد)

"(ثم يضم) إلى الفاتحة (سورة أو ثلث آيات) قصار قدر أقصر سورة، وتقدم أن ذلك واجب كالفاتحة (فإن قرأ) مع الفاتحة (آية) قصيرة (أو آيتين) قصيرتين (لم يخرج عن حد الكراهة) أي: كراهة التحريم لإخلاله بالواجب (وإن قرأ ثلث آيات قصار) أو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلث آيات قصار خرج عن حد الكراهة المذكورة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، صفة الصلاة، ص: ۳۰۹، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في تقريرات الرافعي المسمى بالتحرير المختار لردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/ ۴۵۷، سعيد)

(۲) "وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيها إجماعاً، إن بثلاث آيات، وإن بأقل لايكره؛ لأنه عليه الصلاة =

ہے وہاں مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۹/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= والسلام صلی بالمعوذتین". (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۳، ۵۴۴، سعيد)

"ويكره تطويل الركعة الثانية على الركعة الأولى بثلاث آيات فأكثر.

(قوله: بثلاث آيات) إنما قيد بهما؛ لأنه لاكراهة فيما دونها لما ورد أنه صلى الله تعالى عليه وسلم صلى الفجر بالمعوذتين والثانية أطول من الأولى بآية، وكراهة الإطالة بالثلاث فأكثر في غير ما وردت به السنة تنزيهية". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات الصلاة، ص: ۳۵۱، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۹۷، رشيديه)

(۱) "عن نعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: كان يقرأ في العيدين ويوم الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى وهل أتاك حديث الغاشية، قال: وربما اجتمعا في يوم واحد فقرأ بهما". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب مايقرأ في الجمعة: ۱/ ۱۶۷، رحمانيه لاهور)

"وقد يجاب بأن هذه الكراهة في غير ماوردت به السنة، وأما ماورد عنه عليه الصلاة والسلام في شيء من الصلوات فلا". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۹۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۳، سعيد)

باب في مسائل زلة القارئ

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

نماز میں ''وسیق الذین کفروا'' کے بعد ''فتحت أبوابها'' پڑھنا

سوال[۱۰۳۸۲]: جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿وسیق الذین کفروا إلی جهنم زمرا حتی إذا جاء وها﴾(۱) اب اس سے آگے یہ گڑبڑ یعنی غلطی ہوتی ہے، پڑھنا چاہیے تھا ﴿فتحت أبوابها وقال لهم خزنتها ألم يأتكم رسل منكم﴾(۲) اور پڑھ گئے، جنت والی آیت، یعنی آگے یہ پڑھا ﴿وفتحت أبوابها وقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها خلدين﴾(۳) آگے جو آیت سورہ ختم تک باقی تھی، وہ بالکل ٹھیک پڑھی، جواتنی آیت ہے، اگر صرف یہی آتیں پڑھی جائیں، جو غلطی کے بعد پڑھی گئیں، تو نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہوگئی یا نہیں؟ یعنی نماز لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پڑھنے سے معنی بگڑ گئے نماز فاسد ہوگئی، اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری تھا، اب اس کی جگہ اپنی اپنی ظہر کی نماز پڑھ لیں (۴)، جتنی قرأت پڑھی گئی ہے، وہ سب فرض کے درجہ میں آگئی، اس میں غلطی کرنا فرض

---

(۱) (الزمر: ۷۱)

(۲) (الزمر: ۷۱)

(۳) (الزمر: ۷۳)

(۴) "والقاعدة عند المتقدمين أن ما غير المعنى تغيراً يكون اعتقاده كفراً يفسد في جميع ذلك، سواء كان في القرآن أولا ..... فالأولى الأخذ فيه بقول المتقدمين لانضباط قواعدهم و كون قولهم أحوط". .... =

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في مسائل زلة القارئ: ۱/۶۳۱، سعيد)

ہی میں غلطی کرنا ہے، تین آیات سے پہلے ہو یا بعد میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

آیت کا کچھ حصہ حذف کردینے سے نماز کا حکم

سوال [۱۰۳۸۷]: سورہ حشر کا آخری رکوع ﴿لایستوی﴾ سے شروع کیا اور ﴿وھو العزیز الحکیم﴾ تک پڑھا، لیکن لفظ ﴿متصدعاً﴾ بھول گئے، بعد ختم نماز ایک مولوی صاحب نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھائی جائے، امام صاحب نے کہا کہ نماز ہوگئی، اس لئے کہ چھوٹی یا بڑی تین آیت کے مطابق پڑھ چکا ہوں، لیکن چندلوگوں نے نہیں مانا، امام صاحب کا انکار اور چندلوگوں کا بزور جماعت دوبارہ پڑھوانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاشبہ نماز درست ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

ایک آیت کے چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال [۱۰۳۸۸]: ایک امام نے جمعہ کی فرض نماز میں ﴿عم یتسالون﴾ کے رکوع سے یعنی ﴿إن

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، تكميل: زلة القارئ من أهم مسائل، ص: ۳۴۰، قديمي)

(۱) "وإن لم يكن (الحذف) على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لايغير المعنى، لا تفسد صلاته". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/۳۸۶، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة خطأً: ۱/۱۵۱، رشيديه)

﴿للمتقین مفازا﴾ سے قرأت شروع کی اور سورت ختم کرکے رکعت پوری کی، مگر سہواً اور درمیان قرأت ﴿لا یملکون منه﴾ چھوٹ گیا، ایسی صورت میں کوئی خرابی پیدا ہوئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس "لا یملکون منه" کے چھوٹ جانے سے معنی ایسے نہیں بگڑے کہ نماز فاسد ہوجائے (۱)، بلکہ تاویل ممکن ہے جو کہ نماز کو فساد سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

"واؤ" چھوٹ جانے کی صورت میں نماز کا حکم

سوال [۱۰۳۸۹]: یہاں پر ایک شخص کا کہنا ہے کہ ﴿لله ما فی السموت وما فی الأرض وإن تبدوا ما فی أنفسکم﴾ (۲) میں "و" چھوٹ گیا ہے، اس کے بارے میں کیا نقص آتا ہے، معلوم کریں، اس بات پر حاجی عبد الرحمٰن صاحب نے بہت بڑا فتنہ کھڑا کردیا ہے اور اس وجہ سے وہ امام کو مردود، شیطان اور وہابڑہ کہتے ہیں اور نماز بھی جماعت سے نہیں پڑھتے ہیں، اس کے لئے کیا حکم آتا ہے؟ تاکہ جماعت کو بھی معلوم ہوجائے کہ صحیح کون ہے؟ وہ بدعتی ہیں، حتیٰ کہ مکہ سے اونٹ پر بیٹھ کر دونوں میاں بیوی فوٹو کھینچ کرلائے ہیں اور دعائے ثانی اور کونڈے وغیرہ پر زور دیتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت ﴿وإن تبدوا ما فی أنفسکم﴾ کے شروع میں واؤ ہے، اگر وہ نماز میں پڑھتے ہوئے بھول

---

(۱) "لو ذکر آیة مکان آیة، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة لا تفسد.... أما إذا لم یقف ووصل، إن لم یغیر المعنی نحو أن یقرأ: ﴿إن الذین آمنوا وعملو الصالحات، فلهم جزاء الحسنی﴾ مکان قوله: ﴿کانت لهم جنات الفردوس نزلا﴾ لا تفسد". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاری، ومنها ذکر آیة مکان آیة: ۱/۸۰، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، فصل في القراءة خطأً: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، کتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاری: ۱/۱۱۷، رشیدیه)

(۲) (البقرة: ۲۸۴)

سے چھوٹ گیا، تو نماز فاسد نہیں ہوئی، نہ سجدہ سہو واجب ہوا (۱)۔ اس پر امام صاحب کو مردود اور شیطان وغیرہ کہنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے (۲)۔ جس نے ایسا کہا ہے اس کے ذمہ امام صاحب سے معافی مانگنا واجب ہے، ورنہ قیامت کو مؤاخذہ ہوگا۔

بلا مجبوری محض شوقیہ فوٹو اتروانا جائز نہیں، معصیت ہے (۳)۔ کونڈے کرنا رجب کی مخصوص تاریخ میں

---

(۱) "وإن لم يكن (الحذف) على وجه الإيجاز والترخيم فإن كان لايغير المعنى لاتفسد صلاته نحو أن يقرأ: ولقد جاء هم رسلنا بالبينات بترك التاء من جاء ت". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/ ۷۹، رشيدية)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في القراء ة خطأً: ۱/ ۱۵۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/ ۴۸۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنو لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم﴾ (الحجرات: ۱۱)

"وقال القرطبي: "السخرية الاستحقار، والاستهانة، والتنبيه على العيوب، والنقائص بوجه يضحك منه. وقد تكون بالمحاكاة بالفعل والقول، أو الإشارة، أو الإيماء، أو الضحك على كلام المسخور منه ... وجوز أن يكون المعنى: لايحتقر بعض بعضاً عسى أن يصير المحتقر (بصيغة المجهول) عزيزاً ويصير المحتقر ذليلاً فينتقم منه". (روح المعاني: ۲۶/ ۱۵۲، الحجرات: ۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲/ ۲۷۰، رشيديه)

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: أشد الناس عذاباً عندالله المصورون".

"عن عبدالرحمن بن القاسم، عن أبيه أنه سمع عائشة رضي الله تعالىٰ عنها تقول: دخل علي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلما رآه هتكه، وتلون وجهه =

روافض کا طریقہ ہے، جوکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں اور نام دیتے ہیں حضرت زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی فاتحہ کا، اس رسم کوترک کرنا ضروری ہے، مروجہ دعائے ثانی کا التزام بھی ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/ ۷/ ۹۶ھ۔

= وقال: يا عائشة! أشد الناس عذاباً عندالله يوم القيامة الذين يضاهئون بخلق الله تعالى، قالت عائشة: قطعناه فجعلنا منه وسادة أو وسادتين". (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۲/۲۰۲، قديمي)

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم، الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: سواء صنعه لما يمتهن، أو لغيره فصنعته حرام بكل حال: لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۴۸، رشيديه)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/۳۷۱، قديمي)

"بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيماً فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

"ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند، حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم "اللهم انت السلام ومنك السلام الخ، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب . . . ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفية سنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن كراچی)

زیر، زبر، پیش کی غلطیاں کرنا

سوال[۱۰۳۹۰]: یہاں جامع مسجد کے امام صاحب اکثر زبر کی جگہ پیش اور پیش کی جگہ زبر اور زبر کی جگہ زیر پڑھتے رہتے ہیں، مثلاً: سورہ حشر میں ﴿لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته﴾ میں ''ت'' کے زبر کی جگہ پیش پڑھتے ہیں، جیسا کہ سورۂ زلزال میں ﴿أشتاتاً ليروا أعمالهم﴾ میں "أعمالهم" کے اندر لام کے زبر کی جگہ پیش پڑھتے ہیں، سورہ مزمل میں ﴿یوم ترجف الأرض﴾ کے اندر جیم کے پیش کی جگہ زبر پڑھتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جو نمازیں اس صریح غلطی کے ساتھ پڑھی گئی ہیں، ان کا کیا حکم ہوگا؟ اگر نمازیں فاسد یا باطل ہوگئیں تو ان کو قضاء پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کس انداز سے قضاء پڑھی جائیں، علاوہ ازیں چونکہ یہ زبر زیر پیش کی غلطیاں بچپن میں پکی ہوچکی ہیں، اس لئے ان کی زبان سے ہوتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ خطبہ میں یہ غلطیاں ہوتی ہیں، نیز ایسا شخص امامت کا مستحق ہوا یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان چاروں غلطیوں کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ نہیں (۱)، ان کی توجیہ ہوسکتی ہے، نماز کو فساد سے بچانے کے لئے دور کی تاویل وتوجیہ ہی کی جاتی ہے، لیکن ان غلطیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب ایسی ہی غلطیاں کرتے ہوں گے جن کی توجیہ نہ ہوسکے، اس لئے ان کو چاہیے کہ کم ازکم دو چار سورتیں صحیح کرکے کسی واقف کو سنادیں، پھر نماز میں وہی سورتیں پڑھا کریں (۲)۔ اور خطبہ بھی بہت مختصر صحیح یاد کرلیں یا پھر جو شخص صحیح پڑھتا

---

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ: لا ترفعوا أصواتكم" برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً الخ: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجب على كل مسلم) ويكره نقص شيء من الواجب". =

ہواوراس میں دوسری صفات امامت کی موجود ہوں، اس کوامام بنالیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

آیات پر وصل اور بغیر آیات کے فصل کرنا

سوال[۱۰۳۹۱]: کیاامام کے لئے جائز ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں وصل اور فصل اپنے اختیار سے کرے، یعنی جہاں آیات ہیں، وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں آیات نہیں وہاں ٹھہرے؟ اور یہ بات ان کی عادت میں داخل ہواور اگران کو سمجھایا جائے تو وہ کہہ دیں کہ قرآن پڑھنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، کیا یہ جائز ہے؟ اوراس طرح کہنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بے موقع سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے اگر فصل کردے تو معذوری ہے، قصداً ایسا نہیں کرنا

= (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة: ۱/۵۳۸، سعيد)

"اعلم أن حفظ قدر ماتجوز الصلاة به من القرآن فرض عين على المسلمين، لقوله تعالىٰ: ﴿فاقرؤا ماتيسر من القرآن﴾ وحفظ جميع القرآن فرض كفاية، وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجبة على كل مسلم". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۲، رشيديه)

(۱) "عن اسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله، وأقدمهم قراءة، فإن كانت قراء تهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة فليؤمهم أكبرهم سنا، ولا تؤمن الرجل في أهله ولا في سلطانه، ولا تجلس على تكرمته في بيته إلا أن يأذن أو بإذنه". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمی)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

چندآیات موقوفہ پروقف ووصل کا حکم

سوال[۱۰۳۹۲]: سورۂ جمعہ میں ﴿وذروا البیع﴾ کوساکن پڑھنا چاہیے یااس پر زبر پڑھنی چاہیے؟اسی طرح سورہ والسماء والطارق میں "لقادر" پڑھنا چاہیے یا"لقادرٌ یوم"؟ نیز والعادیات میں "لکنود" پڑھنا چاہیے یا"لکنودٌو" وغیرہ دونوں طرح پڑھنے سے کچھ فرق تونہیں آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورہ جمعہ میں آیت کرنا اور "البیع "یعنی عین کوساکن پڑھنا بہتر ہے،سورہ والطارق میں بھی "لقادر "، یعنی"را" کوساکن کرنا بہتر ہے،اسی طرح سورہ والعادیات میں"لکنود" کی دال کوساکن کرنا بہتر ہے،ان جگہوں میں اگر ساکن نہ کیا جائے بلکہ بغیر آیت کے ملاکر پڑھ دیا،تب بھی معنی نہیں بگڑے گا،نماز درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ في غير موضع الابتداء، إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، ووقف ثم ابتدأ بقوله أولئک هم خير البرية لا تفسد بالإجماع بين علمائنا ..... وكذا إن وصل في غير موضع الوصل كما لو لم يقف عند قوله أصحاب النار بل وصل بقوله الذين يحملون العرش لا تفسد لكنه قبيح". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الثامن في الوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القارئ: ۴/۴۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في زلة القارئ، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۵۷، ۳۵۸، قديمی)

(۲) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ في غير موضع الابتداء، إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: إن الذين آمنو وعملوا الصالحات، ووقف ثم ابتدأ بقوله أولئک هم خير البرية لا تفسد =

"غیر المغضوب علیهم" کے بجائے "ضیر المغضوب" پڑھنا

سوال[۱۰۳۹۳]: سورۂ فاتحہ میں اگر "غیر المغضوب" کے بجائے امام غلطی سے "ضیر المغضوب" پڑھ جائے، بجائے (غ) کے (ض) پڑھے اور یہ امام صاحب عادی ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں "غ" کو "ض" پڑھتے ہیں، تو کیا نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ دوسری جگہوں میں "غ" کو "غ" ہی پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصداً ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس سے نماز فاسد ہوجائے گی (۱)، لیکن امید ہے کہ سننے والے اس کو "ض" سمجھتے ہوں گے، وہ تو اس کو "غ" ہی پڑھتے ہوں گے، ورنہ قرآن پاک میں "غ" موجود ہوئے اس کو قصداً "ض" پڑھنے کی جرأت کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

= بالإجماع بين علمائنا هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۴/۴۷، رشيديه)

(۱) "فإن لم يكن مثله في القرآن والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشاً يفسد أيضاً، كهذا الغبار مكان هذا الغراب، وكذا إذا لم يكن مثله في القرآن ولا معنى له كالسرائل باللام مكان السرائر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب مسائل زلة القارئ: ۱/۶۳۲، سعيد)

"ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل ... وإن لم تكن تلك الكلمة في القرآن، ولا تتقاربان في المعنى تفسد الصلاة بلا خلاف، إذا لم تكن تلك الكلمة تسبيحاً، ولا تحميداً، ولا ذكراً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، تكميل: زلة القارئ من أهم مسائل، ص: ۳۴۰، قديمي)

نماز میں "واللہ خیر الرازقین" کی جگہ "خیر الظالمین" پڑھنا

سوال[۱۰۳۹۴]: نمازِ عشاء کی قرأت میں امام نے "واللہ خیر الرازقین" کی جگہ "واللہ خیر الظالمین" پڑھا، میں نے کہا کفریہ معنی ہوگئے، نماز دہرائی جائے، ممبران میں ایک صاحب بغیر واڑھی والے نے کہا کہ نماز ہوگئی، ان صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟ نیز امامت کے لئے انہوں نے کہنے سننے سے کچھ ڈاڑھی رکھ لی ہے، کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے اور نمازِ عشاء جو دہرائی نہیں گئی، اس کا کیا حکم ہے؟ میں نے اپنی نماز دہرائی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھ دینے سے اگر معنی بگڑ جائے، تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری (۱)، قاضی خان (۲)، طحطاوی (۳)، شامی (۴) البحر الرائق سب میں اس کی

---

(۱) "ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل ..... وإن كان في القرآن ولكن لا تتقاربان في المعنى نحو: أن قرأ وعداً علينا إنا كنا غافلين مكان فاعلين، ونحوه مما لو اعتقده يكفر تفسد عند عامة مشايخنا، وهو الصحيح من مذهب أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ هكذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) "وإن أخطأ بذكر كلمة مكان كلمة ..... وإن كانت الكلمة الثانية في القرآن فهو على وجهين: أما إن كانت موافقة للأولى في المعنى أو مخالفة ..... وإن كانت مخالفة كما لو قرأ وعدا علينا إنا كنا غافلين مكان فاعلين، أو قرأ الشيطان على العرش استوى، أوما أشبه ذلك، أو ختم آية الرحمة بآية العذاب، أو على العكس قال عامة المشايخ: تفسد صلاته وهو قول أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالىٰ". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً: ۱/۱۵۲، رشيديه)

(۳) "المسألة الثالثة وضع حرف موضع حرف آخر، فإن كانت الكلمة لاتخرج عن لفظ القرآن، ولم يتغير به المعنى المراد لا تفسد ..... وإن خرجت به عن لفظ القرآن ولم يتغير به المعنى لا تفسد عندهما خلافاً لأبي يوسف ..... وإن لم تخرج به عن لفظ القرآن، وتغير به المعنى فالخلاف بالعكس كما لو قرأ، وأنتم حامدون مكان سامدون". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، تكميل: زلة القارئ من أم المسائل، ص: ۳۴۰، قديمى)

(۴) "(قوله كما بدل الخ) هذا على أربعة أوجه؛ لأن الكلمة التي أتى بها، إما أن تغير المعنى أولا، وعلى =

تصریح موجود ہے۔ خداوند تعالی کو ظالم یا خیر الظالمین کہنا اور اعتقاد کرنا بالکل اسلامی عقائد کے خلاف ہے(۱)، غلطی سے اس طرح پڑھ دینے کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر نماز کا اعادہ ضروری ہوگا (۲)۔

آپ نے نماز کا اعادہ کرلیا، اچھا کیا، دوسرے نمازیوں کو تحقیق ہوجائے کہ نماز نہیں ہوئی تھی، اس نماز کا اعادہ کرلیں، اس کے بعد جو نماز پڑھی گئیں، اس کا اعادہ لازم نہیں۔

ڈاڑھی کی مقدار ایک قبضہ (ایک مٹھی) قرار دی گئی ہے(۳)، ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، درمختار، فتح القدیر وغیرہ میں ایسے شخص کے لئے بہت سخت الفاظ لکھے ہیں (۴)۔

= كل فإما أن تكون في القرآن أولا، فإن غيرت أفسدت لكن اتفاقاً في نحو فلعنة الله على الموحدين، وعلى الصحيح في مثال الشارح لوجوده في القرآن". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القارئ: ۱/۶۳۳، ۶۳۴، سعيد)

(۱) "من نسب الله تعالى إلى الجور، فقد كفر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ومنها مايتعلق بذات الله تعالىٰ وصفاته: ۲/۲۵۹، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر فيما يضاف إلى الله تعالى: ۵/۵۵۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يضاف إلى الله تعالىٰ: ۵/۴۶۶، إدارة القرآن كراچی)

(۲) تقدم تخريجه في ابتداء هذه المسئلة

(۳) "وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة.

(قوله: والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكره محمد في كتاب الآثار عن الإمام قال: وبه نأخذ، محيط السرخسي". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۲۰۳، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في كتاب الآثار، كتاب الحظر والإباحة، باب حف الشعر من الوجه، ص: ۲۰۳، مكتبه إمداديه ملتان)

(۴) "وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ=

ڈاڑھی ایک مشت شرعی حکم تصور کرتے ہوئے رکھنا موجب اجر وثواب ہے اور اس لئے رکھنا کہ امامت کا سرٹیفکیٹ مل جائے اور مصلیٰ پر آنے سے کوئی نہیں روکے گا، یہ تو گویا مصلی کی فیس ہے، اللہ پاک قلوب اور نیات کو دیکھتے ہیں، نیت کے صحیح کر لینے کا وقت ہر وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد، مطلب في الأخذ من اللحية: ۲/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة: ۲/۳۵۲، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹: ۲/۸۴، رشيديه)

باب الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

بلا جماعت فرض پڑھنے کی صورت میں جماعتِ وتر میں شریک ہونا

سوال[۱۰۳۹۵]: ۱...... اگر کسی نے فرض جماعت سے نہیں پڑھی، وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

کچھ تراویح باقی ہونے کی صورت میں جماعتِ وتر میں شریک ہونا

سوال[۱۰۳۹۶]: ۲...... اور اگر فرض جماعت سے پڑھی، مگر تراویح کی چند رکعت چھوٹ گئی، تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲...... جب مسجد میں جماعت عشاء ختم ہوچکی اور کوئی شخص بعد میں پہونچا، تو اس کو چاہیے کہ اول عشاء کے فرض ادا کرے، پھر سنت، پھر تراویح میں شریک ہو، پھر وتر کی جماعت میں شرکت کرے، اس کے بعد بقیہ تراویح پڑھے۔

"الذي يظهر أن جماعة الوتر تبع لجماعة التراويح اهـ" شامي: ۱/ ٤٧٦(۱)۔

"صلى العشاء وحده فله أن يصلي التراويح مع الإمام، ولو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهم أن يصلوا التراويح بجماعة، وإذا صلى معه شيئاً

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/ ۴۸، سعيد)

من التراويح، أو لم يدرك شيئاً منها، أو صلاها مع غيره له أن يصلي الوتر معه هو الصحيح اھ" عالمگیری: ۱/۱۱۷(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہونے والے کے لئے قنوت کا حکم

سوال[۱۰۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، وتر کی نماز با جماعت ہو رہی تھی، ایک آدمی آیا اور آخری رکعت میں جب کہ امام نے رکوع کر دیا تھا، شامل ہو گیا۔ اب وہ آدمی اپنی نماز کیسے پوری کرے؟ یعنی اس کو آخری رکعت میں قنوت پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ہم سے کہا گیا ہے کہ اس کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس نے آخری رکعت پالی، قنوت پڑھنے کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے، جو لوگ قنوت کو واجب مانتے ہیں، ان کے نزدیک بھی اس صورت میں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی، کیونکہ وہ مسبوق ہے، لیکن فتویٰ اسلامیہ امینیہ میں پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ نہ پڑھنے کی صورت میں کیا دلیل ہے اور پڑھنے کی صورت میں کہاں سے استدلال کرتے ہیں اور دونوں میں مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قنوت وتر کی تیسری رکعت میں پڑھنا واجب ہے(۲)۔ رمضان المبارک میں جب کہ امام تیسری

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

"إن فاتته مع الإمام ترويحة أو ترويحتان أو أكثر، هل يقضيها قبل الوتر، أو يوتر ثم يقضيها؟ ذكره في الذخيرة فقال: اختلف مشايخ زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي مافاته من التراويح، وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر". (الحلبي الكبير، ومن السنن المؤكدة التراويح، ص: ۴۰۴، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاه، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۲) "قوله: (وقنوت الوتر) أي: وقراءة القنوت في الوتر واجبة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب =

رکعت میں قنوت پڑھ کر رکوع میں گیا، اس وقت کوئی مسبوق آ کر رکوع میں شامل ہوگیا، تو اس کو تیسری رکعت مل گئی، اب سلام امام کے بعد یہ شخص دو رکعت پڑھے گا، قنوت نہیں پڑھے گا، کیونکہ قنوت نہ پہلی رکعت میں پڑھی جاتی ہے نہ دوسری میں، بلکہ وہ تیسری میں پڑھی جاتی ہے، جو اس کو امام کے ساتھ مل گئی۔

"ولو أدرك الإمام في ركوع الثالثة من الوتر كان مدركاً للقنوت حكماً (فلا يأتي به فيما سبق) كما لو قنت المسبوق معه في الثالثة أجمعوا أنه لا يقنت مرة أخرى فيما يقضيه؛ لأنه غير مشروع اهـ" (مراقي الفلاح)(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۰/۲/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= صفة الصلاة: ۱/۶۲۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۶۸، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۹۹، ۲۰۰، رشيديه)

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، قديمى)

"وأما المسبوق فيقنت مع إمامه فقط، ويصير مدركاً بإدراك ركوع الثالثة.

(قوله: فيقنت مع إمامه فقط) ولا يأتي به ثانياً؛ لأنه مأمور بأن يقنت مع الإمام فصار ذلك موضعاً له، فلو أتى بالثاني كان ذلك تكراراً للقنوت اهـ (قوله: ويصير مدركاً الخ) فلا يأتي به فيما يقضي؛ لأنه يقضي أول صلاته في الأقوال فلو أداه فيهما أي: الركعتين لكان مؤدياً له في غير موضعه". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۸۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۲، رشيديه)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول في السنن المؤكدة

(سنن مؤکدہ کا بیان)

جماعتِ فجر کے وقت سنت پڑھنا

سوال[۱۰۳۹۸]: صبح کی سنتوں کے پڑھنے میں بہت اختلاف ہے، بعض یوں کہتے ہیں:

الف...... جس جگہ جماعت ہورہی ہے، اس جگہ قطعاً نہ پڑھو، بلکہ آڑ میں جہاں امام نماز پڑھارہا ہے تو دوسرے حلقہ میں وہ سنت پڑھے۔

ب...... بعض یوں کہتے ہیں کہ جہاں امام دکھائی نہ دیتا ہو، اس جگہ سنت صبح پڑھنی چاہیے۔

ج...... بعض یوں کہتے ہیں کہ امام کی آواز جہاں نہ آوے، اس جگہ سنت صبح پڑھے۔

د...... نیز ایک مسجد میں خارج مسجد جو دوتین صف ہیں، اگر باہر فرش پر نماز صبح ادا کریں اور خارج مسجد جو کئی صفوں کے بعد مسجد کے فرش سے ہے اور خارج مسجد بھی کئی صف جگہ ہے اس پر سنت ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ہ...... دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز باہر فرش پر ہوتی ہے یا اندر ہی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صبح کی سنتوں کے لئے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مکان پر ہی پڑھ کر جائے، اگر اس کا موقع نہیں ملا اور مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہوچکی ہے اور اس کو امید ہے کہ سنتیں پڑھ کر بھی جماعت میں شریک ہوسکے گا، تو مسجد سے علیحدہ وضوخانہ، سہ دری، حجرہ وغیرہ میں پڑھ لے، اندرون مسجد جماعت ہورہی ہو تو باہر صحن میں ایک طرف کو پڑھ لے، صحن میں جماعت ہورہی ہو اور اندر جانے کا دوسرا راستہ ہو کہ نمازیوں کے سامنے کو نہ گزرے تو

اندر جاکر پڑھ لے(۱)، اگر ایسی جگہ نہ ہو یا اتنا وقت نہ ہو کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو سکے تو جماعت میں شریک ہوجائے، صفوف سے متصل سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ ہے(۲)، پھر طلوعِ آفتاب کے کچھ بعد پڑھے(۳)، یہ

(۱) "وعن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضي الله تعالى عنها، عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تطوعه فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً ..... وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين، ثم يخرج فيصلي بالناس صلاة الفجر". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱/۱۷۶، رحمانيه لاهور)

"والحاصل: أن السنة في سنة الفجر أن يأتي بها في بيته، وإلا فإن كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه، وإلا صلاها في الشتوي أو الصيفي إن كان للمسجد موضعان، وإلا فخلف الصفوف عند سارية، لكن فيما إذا كان للمسجد موضعان والإمام في أحدهما". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش: ۲/۵۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، فروع، ص: ۳۹۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل وإلا بأن رجا إدراك ركعة ..... لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة.

(قوله: عند باب المسجد) ..... فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل اهـ (قوله وإلا تركها) وعلى هذا أي: على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لايصلي فيه إذا لم يكن عند بابه مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة ..... وأشد مايكون كراهة أن يصليها مخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهلة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، مطلب هل للإساءة دون الكراهة أو أفحش: ۲/۵۶، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، فروع، ص: ۳۹۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۷۵، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۳) "وقال محمد: تقضى إذا ارتفعت الشمس قبل الزوال". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في قضاء السنن: ۲/۲۴۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"قال محمد: أحب إلي أن أقضيها إذا فاتت وحدها بعد طلوع الشمس قبل الزوال". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، فروع، ص: ۳۹۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

طریقہ غلط ہے کہ جماعت ہوتی رہی اور اسی جگہ دوسری تیسری صف میں آکر سنتیں پڑھتے رہیں۔ یہ قید نہیں کہ اتنی دور پڑھے کہ امام کی آواز سنائی نہ دے یا امام یا کوئی مقتدی نظر نہ آئے۔ دار العلوم دیوبند میں گرمی، سردی، برسات عموماً امام اندر ہی کھڑا ہوتا ہے، الا نادراً کہ گرمی میں بجلی موجود نہ ہو یا سردی میں ظہر کے وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۴/۵ھ۔

فریضۂ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنا

سوال[۱۰۳۹۹]: فریضۂ ظہر سے پہلے چار سنتیں ہیں، کیا دو بھی پڑھی جاسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فریضۂ ظہر سے پہلے دو نہیں، بلکہ چار سنت مؤکدہ ہیں۔

"لحديث عائشة رضي الله تعالى عنها أنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي قبل الظهر أربعاً، وبعده ركعتين، وبعد المغرب ثنتين، وبعد العشاء ركعتين، وقبل الفجر ركعتين" رواه مسلم وأبوداود. (تبيين الحقائق: ۱-۲/۱۷۱)(۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جمعہ کے بعد کتنی رکعت ہیں؟

سوال[۱۰۴۰۰]: جمعہ کے دن بعد جمعہ ۶/ رکعت مسنون ہیں یا چار رکعت؟ بعض محقق عالم صرف

---

(۱) (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً وفعل بعض الركعة قائماً بعضها قاعداً: ۱/۲۵۲، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱/۱۸۲، رحمانيه لاهور)

"(وسن) مؤكداً (أربع قبل الظهر و) أربع قبل (الجمعة) وأربع (بعدها بتسليمة)".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

چار رکعت پڑھتے ہیں، مفتی بہ قول سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

احادیث قولیہ وفعلیہ سے بکثرت جمعہ کے بعد چار رکعت کا ثبوت ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی نقل کیا گیا ہے، لیکن بعض روایات میں دو کا ذکر ہے، اس لئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بعض اکابر دونوں روایتوں پر عمل کرنے کے لئے چھ رکعت کو فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اسی قول پر عمل کرنے میں زیادہ اجر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۸۶ھ۔

---

(۱) "وأما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في الأصل: وأربع قبل الجمعة، وأربع بعدها وكذا ذكر الكرخي. وذكر الطحاوي عن أبي يوسف أنه قال: يصلي بعدها ستاً، وقيل: هو مذهب علي رضي الله تعالى عنه، وما ذكرنا أنه كان يصلي أربعاً مذهب ابن مسعود ...... أما الأربع قبل الجمعة؛ فلما روي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يتطوع قبل الجمعة بأربع ركعات؛ ولأن الجمعة نظير الظهر ثم التطوع قبل الظهر أربع ركعات، كذا قبلها، وأما بعد الجمعة: فوجه قول أبي يوسف أن فيما قلنا جمعاً بين قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبين فعله؛ فإنه روي: أنه أمر بالأربع بعد الجمعة، وروي أنه صلى ركعتين بعد الجمعة؛ فجمعنا بين قوله وفعله. قال أبو يوسف: ينبغي أن يصلي أربعاً، ثم ركعتين؛ ...... ونحن لا نمنع من يصلي بعد ها كم شاء، غير أنا نقول: السنة بعدها أربع ركعات لاغير لما روينا". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في الصلاة المسنونة: ۲/۲۶۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"والدليل على استنان الأربع قبل الجمعة مارواه مسلم مرفوعاً "من كان مصلياً قبل الجمعة فليصل أربعاً" مع ما رواه ابن ماجة عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يركع من قبل الجمعة أربعاً لا يفصل في شيء منهن، وعلى استنان الأربع بعدها ما في صحيح مسلم عن أبي هريرة مرفوعاً: "إذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعاً" وفي رواية: "إذا صليتم بعد الجمعة فصلوا أربعاً" وذكر في البدائع: أنه ظاهر الرواية، وعن أبي يوسف أنه ينبغي أن يصلي أربعاً ثم ركعتين، وذكر محمد في كتاب الاعتكاف: أن المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدار مايصلي أربعاً أو ستاً ...... وفي منية المصلي: والأفضل عندنا أن يصلي أربعاً ثم ركعتين". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۷، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

الفصل الثاني في النوافل

(نوافل کا بیان)

جمعہ کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے نوافل پڑھنا

سوال [۱۰۴۰۱]: ظہر یا جمعہ کی چار سنت مؤکدہ پڑھ کر فرائض سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مناسب نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مغرب کی اذان کے بعد نفل نماز پڑھنا

سوال [۱۰۴۰۲]: مغرب کی اذان ہوگئی ہے، لوگ نفل پڑھتے ہیں، میں جناب امام ابوحنیفہ کا قائل ہوں، کیا فرض کی نماز سے پہلے میں بھی دو نفل وضو کرکے پڑھ لوں؟ اگر پڑھ لوں تو اس نماز میں فرض پہلے کیوں دیئے گئے؟ اور مغرب کا تقریباً کتنا وقت ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"(وكره نفل) ...... (بعد صلاة فجر) ...... و(عصر) ...... (وقبل) صلاة

---

(۱) "(إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام).

(قوله: فلا صلاة) شمل السنة وتحية المسجد، بحر. قال محشيه الرملي: فلا صلاة جائزة، وتقدم في شرح قوله: ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة الخ، أن صلاة النفل صحيحة مكروهة حتى يجب قضاؤه إذ قطعه الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجمعة: ۲/۱۵۸، سعید)

"(قوله: فلا صلاة) سواء كانت قضاء فائتة، أو صلاة جنازة، أو سجدة تلاوة أو منذورة أو نفلاً إلا إذا تذكر فائتة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۵۱۸، قديمی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۷۰، ۲۷۱، رشيديه)

(مغرب) لكراهة تأخيره إلا يسيرا. اهـ" درمختار مختصر: ۱/۲۵(۱).

"(قوله: إلا يسيراً) أفاد أنه مادون صلاة ركعتين بقدر جلسة، وقدمنا أن الزائد عليه مكروه تنزيهاً مالم تشتبك النجوم، وأفاد في الفتح وأقره في الحلية والبحر: أن صلاة ركعتين إذا تجوز فيها لا تزيد على اليسير فيباح فعلهما، وقد أطال في تحقيق ذلك في الفتح في باب الوتر والنوافل" (ردالمحتار نعمانيه: ۱/۲۵۲)(۲).

"قوله قبل صلوة مغرب، عليه أكثر أهل العلم، منهم أصحابنا ومالك، وأحد الوجهين عن الشافعي، لما ثبت في الصحيحين وغيرهما مما يفيد أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يواظب على صلاة المغرب بأصحابه عقب الغروب، ولقول ابن عمر رضي الله تعالى عنهما "ما رأيت أحداً على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصليهما". رواه أبوداود وسكت عنه والمنذري في مختصره وإسناده حسن. وروى محمد عن أبي حنيفة عن حماد أنه سئل إبراهيم النخعي عن الصلوة قبل المغرب قال: فنهى عنها، وقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبابكر وعمر لم يكونوا يصلونها. وقال القاضي أبوبكر بن العربي: اختلف الصحابة في ذلك ولم يفعله أحد بعدهم، فهذا يعارض ماروي من فعل الصحابة ومن أمره صلى الله تعالى عليه وسلم بصلاتهما؛ لأنه إذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المرفوع لايجوز العمل به؛ لأنه دليل ضعفه على ما عرف في موضعه اهـ" (ردالمحتار: ۱/۲۵۲)(۳).

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۰، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۶۹، سعيد)

عباراتِ منقولہ بالا میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اور بعد کے اکابر ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل ومسلک بیان ہوگیا۔ آپ کے لئے راہِ عمل یہ ہے کہ خود اس سے پرہیز کریں دوسروں کو اس عمل سے نہ روکیں، کسی سے بحث نہ کریں، اگر آپ کبھی پڑھ لیں گے تب بھی گنہگار نہیں ہوں گے، مغرب کا وقت یہاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

اشراق کی دو رکعات میں ''عباداتِ متعددہ'' کی نیت کرنا

سوال[۱۰۴۰۳]: حدیث پاک میں اشراق کی دو رکعت پر حج وعمرہ جیسا ثواب اور تمام اعضاء کی طرف سے دو رکعت پر صدقہ ہوجاتا ہے اور دو رکعت کے پڑھنے پر دن بھر کی ضرورتوں کی کفالت، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کے لئے الگ الگ دو رکعت پڑھنی پڑے گی یا صرف دو رکعت کافی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اشراق میں نیت کرلیں، تو یہی دو رکعت ان سب مقاصد کے لئے ان شاء اللہ کافی ہوں گی (۱)۔

لکل امرءٍ ما نوی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۵ھ۔

اشراق اور تہجد کی رکعات کی تعداد

سوال[۱۰۴۰۴]: چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے؟ زیادہ سے زیادہ کتنی اور کم سے کم کتنی؟ نیز تہجد کی کتنی رکعت ہیں؟ تحریر فرماویں۔

= (وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۹، رشيديه)

(۱) "ثم إنه إن جمع بين عبادات والوسائل في النية صح كما لو اغتسل لجنابة وعيد وجمعة اجتمعت، ونال ثواب الكل ..... وكذا يصح لو نوى نافلتين، أو أكثر كما لو نوى تحية مسجد، وسنة وضوء، وضحى، وكسوف". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۶، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اشراق کی چار یا آٹھ رکعات ہیں (۱)، تہجد میں کثرت سے آٹھ کا ذکر ہے، کم زیادہ میں بھی مضائقہ نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن ام هانئ بنت أبي طالب رضي الله تعالى عنهما تقول: ذهبت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة بنته تستره قالت: فسلمت عليه فقال: من هذه؟ فقلت: أنا أم هانيء بنت أبي طالب فقال: مرحباً بأم هانئ فلما فرغ من غسله، قام فصلى ثمان ركعات ملتحفا في ثوب واحد فلما انصرف ... قالت أم هانئ: وذاك ضحى". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد ملتحفاً به: ۱/۵۲، قديمي)

"عن معاذة، أنها سألت عائشة رضي الله تعالى عنها كم كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي صلاة الضحي؟ قالت: أربع ركعات ويزيد ماشاء". (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى الخ: ۱/۲۴۹، قديمي)

"(وندب أربع فصاعداً في الضحى) على الصحيح من بعد الطلوع إلى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار، وفي المنية: أقلها ركعتان وأكثرها اثنى عشر، وأوسطها ثمان، وهو أفضلها كما في الذخائر الأشرفية". (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل، مطلب سنة الضحى: ۲/۲۲، ۲۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۳۹۵، ۳۹۶، قديمي)

(۲) "ومن المندوبات ركعتا السفر ... وصلاة الليل وأقلها على ما في الجوهرة ثمان.

(قوله: وأقلها على ما في الجوهرة ثمان) قيد بقوله على ما في الجوهرة: لأنه في الحاوي القدسي قال: يصلي ما سهل عليه ولو ركعتين، والسنة فيها ثمان ركعات بأربع تسليمات ... وهذا بناء على أن أقل تهجده صلى الله تعالى عليه وسلم كان ركعتين، وأن منتهاه كان ثماني ركعات اخذاً مما في مبسوط السرخسي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الليل: ۲/۲۴، ۲۵، سعيد)

"(وندب صلاة الليل) خصوصاً آخره كما ذكرناه، وأقل ما ينبغي أن يتنفل بالليل ثمان ركعات

كذا في الجوهرة. ....

اشراق پڑھنے سے حج وعمرہ کا ثواب کب ملتا ہے؟

سوال[۱۰۴۰۵]: نمازاشراق کاوقت طلوع آفتاب کے بعد سے کم از کم کتنی دیر بعد میں شروع ہوجاتا ہے؟ نیز حدیث شریف میں یہ ارشادفرمایا گیا ہے کہ جو شخص نماز فجر کے بعد اسی جگہ پر بیٹھا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد اشراق پڑھے، تو اس کوایک حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، تو جو شخص نہ بیٹھے اور ٹہل کر وظیفہ پڑھتا رہے یا سیر وتفریح کو چلا جائے، پھر آکر اشراق پڑھ لے، تو بھی حدیث کے مطابق اسے ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد فجر ٹہلتے اور ذکر کرتے رہنے کے بعد اشراق پڑھنے سے بھی بہت ثواب ملتا ہے، مگر باجماعت نماز پڑھ کر اسی جگہ سے اسی ہیئت پر بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہ کر آفتاب کچھ بلند ہوکر اشراق پڑھنے کی جوفضیلت ہے، وہ اپنی قیود سے حاصل ہوگی (۱)۔ طلوع شمس سے تقریباً پندرہ منٹ گزرنے پر شعاع شمس صاف ہوجاتی ہے کہ

=

قوله: (وأقل ماينبغي أن يتنفل بالليل ثمان ركعات) الذي في الحاوي القدسي أن أقله ركعتان وأكثره ثمان لما روى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي خمس ركعات منها الوتر ثلاث، وروى سبع، وروى تسع، وروي إحدى عشرة، وثلاثة عشر ركعة، والوتر من الجميع". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي. ص: ۳۹۶، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، ومن المندوبات صلاة الضحى: ۱/ ۱۱۲، رشيديه)

(۱) "عن معاذ بن انس رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من قعد في مصلاه حين ينصرف من صلاة الصبح حتى يسبح ركعتي الضحى لايقول إلا خيراً غفر له خطاياه، وإن كانت أكثر من زبد البحر". (رواه أبوداود، باب صلاة الضحى: ۲/ ۳۱، رقم الحديث: ۱۲۸۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صلى الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تامة تامة تامة". (رواه الترمذي، باب ماذكر بما يستحب من الجلوس: ۱/ ۴۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

=

اس پر نظر نہ ٹھہر سکے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوابین کی رکعات کی تعداد

سوال[۱۰۴۰۶]: اوابین کی چار رکعت ہیں یا اس سے زیادہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مغرب کے بعد ۶/ نوافل ہیں، ۲/ بھی وارد ہیں، ترمذی شریف میں روایت موجود ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۲/ ۸۵ھ۔

= "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن الله عزوجل يقول: ابن آدم لا تعجزن من أربع ركعات من أول النهار أكفك آخره. وفي بذل المجهود تحت (لا تعجزن من أربع ركعات) قيل المراد صلاة الإشراق". (بذل المجهود، باب صلاة الضحى: ۲/ ۲۷۳، إمداديه)

(۱) "وقت صلاة الإشراق وقت طلوع الشمس وفي العرف عن السيوطي، وعلي المتقي: أن صلاة الضحى غير صلاة الإشراق، قال القاري في شرح الشمائل: والتحقيق أن أول وقت الضحى إذا خرج وقت الكراهة وآخره قبيل الزوال وأن ما وقع في أوائله يسمى صلاة الإشراق أيضاً، وما وقع آخره يسمى صلاة الزوال أيضاً وما بينهما، يختص بصلاة الضحى اهـ". (أوجز المسالك، كتاب الصلاة، باب صلاة الضحى: ۲/ ۸۷، إمداديه ملتان)

"أي: أوقات المكروهة أولها (عند طلوع الشمس إلى أن ترفع) وتبيض قدر رمح أو رمحين". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في أوقات المكروهة، ص: ۱۸۶، قديمي)

(وكذا في جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب صلاة الضحى: ۲/ ۱۰۲، إدارة تاليفات اشرفيه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتي عشرة سنة". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۱/ ۹۸، سعيد)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: "صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ركعتين بعد المغرب في بيته". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الركعتين بعد المغرب والقراءة =

صلوۃ الحاجت میں استغفار کی نیت کرنا

سوال[۱۰۴۰۷]: کیا صلوۃ حاجت میں بھی نوافل کی طرح حاجت کے ساتھ استغفار وغیرہ کی نیت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

فجر کی سنت پڑھ کر جماعت سے پہلے لیٹنا

سوال[۱۰۴۰۸]: میں کبھی کبھی کھانا کھا کر اور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہے، بوجہ کمزوری لیٹ جاتا ہوں، مسجد میں اعتکاف کی نیت سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کے انتظار میں سنتیں پڑھ کر یا پہلے مسجد میں جب کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشوار ہو، کچھ دیر کے لئے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں، خاص کر اعتکاف کی نیت کر کے(۲)۔

= فیهما: ۱/۹۸، سعید)

"(و) ندب (ست) ركعات (بعد المغرب لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "من صلى بعد المغرب ست ركعات كتب من الأوابين" وتلا قوله تعالىٰ: إنه كان للأوابين غفوراً". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۰، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۹، رشيديه)

(۱) "ثم إنه إن جمع بين عبادات الوسائل في النية صح كما لو اغتسل لجنابة، وعيد وجمعة اجتمعت، ونال ثواب الكل ..... وكذا يصح لو نوى نافلتين، أو أكثر كما لو نوى تحية مسجد، وسنة وضوء، وضحى، وكسوف". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۶، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا صلى ركعتي الفجر اضطجع على شقه الأيمن". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب الضجعة على الشق الأيمن بعد =

مگر اس طرح ہو کہ نیند نہ آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆
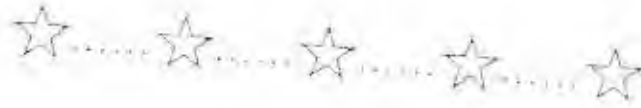
= رکعتي الفجر: ۱/۱۵۵، قدیمی)

"وحملوا الأمر الوارد بذلک في حدیث أبي هریرة عند أبي داؤد وغیره علی الاستحباب

وفائدة ذلک الراحة والنشاط لصلاة الصبح". (فتح الباري، کتاب التهجد، باب من تحدث بعد

الرکعتین ولم یضطجع: ۳/۵۵، ۵۲، قدیمی)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الاضطجاع بعد رکعتي الفجر: ۱/۹۲، سعید)

الفصل الثالث في التهجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

رات کے اندھیرے میں نفل نماز پڑھنا

سوال[۱۰۴۰۹]: کیا نفل نماز اندھیرے میں پڑھنی درست ہے؟ مثلاً: تہجد کی نماز مسجد میں یا گھر میں اندھیرے میں پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رات کو دیکھا کہ بستر خالی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما نہیں ہیں تو تلاش کرتی ہوئی گئیں، اندھیرے میں مسجد میں آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ حدیث ابوداؤد شریف کتب صحاح میں مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: فقدت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليلة من الفراش فالتمسته فوقعت يدي على بطن قدمه وهو في المسجد وهما منصوبتان وهو يقول: "اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك من عقوبتك، وأعوذ بك منك لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود: ۱/۱۹۲، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع والسجود: ۱/۱۳۲، رحمانيه)

(وجامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد، باب منه: ۱/۱۸۷، سعيد)

الفصل الرابع في صلاة النفل بالجماعة

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جماعت کے ساتھ تہجد پڑھنا اور حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس کو بدعت کہنا

سوال[۱۰۲۱۰]: ۱...... شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ، رمضان شریف میں تہجد کو جم غفیر کے ساتھ باجماعت ادا کرتے تھے۔ (اکابر کا رمضان)(۱)۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ تہجد کی جماعت کو بدعت کہہ کر سخت الفاظ سے اس کی تردید کرتے تھے۔ شاندار ماضی (۲)۔ مکتوبات ربانی (۳)۔

---

(۱) ''ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں تہجد کے لئے تشریف لے جاتے جو لوگ تہجد کی شرکت کے لئے دور دور سے آتے وہ سب حضرت نورہ اللہ مرقدہ کے پہنچنے سے پہلے، ورنہ پہلی رکعت میں ضرور شریک ہوجاتے، تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا۔ ایک حضرت نور اللہ مرقدہ پڑھتے دوسرا مولانا محمد جلیل صاحب۔ حضرت تہجد کے لئے تشریف لے جاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو اور کسی کی آنکھ نہ کھلے، مگر لوگ فرطِ شوق میں جاگ ہی جاتے''۔ (اکابر کا رمضان، معمولات حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۵۴، مکتبۃ الشیخ)

(۲) (علمائے ہند کا شاندار ماضی، حصہ اول، ص: ۸۶،۸۵، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ، چند بدعتوں کی اصلاح قابل توجہ علمائے دورِ حاضر، ناشر الجمعیت پبلیکشنز سرگودھا)

(۳) ''بدانکہ ادائے نوافل بجماعت در بعضی روایات فقہیہ مطلقاً مکروہ است، و در بعضے دیگر کراہت مشروط بتداعی وتجمع است، پس اگر بے تداعی کہ دو کس در ناحیہ مسجد نفل را بجماعت گزارند روا باشد بے کراہت، و در سہ کس اختلاف مشائخ است، و در چہار کس باتفاق مکروہ است، در بعضی روایات و در بعضی دیگر اصح آنست کہ مکروہ است ..... ومکروہ را مستحسن دانستن از اعظم جنایاتست، چہ حرام را مباح دانستن منجر بکفرست، ومکروہ را حسن پنداشتن یکمرتبہ ازان پایان است، شناعت این فعل را نیک ملاحظہ باید نمود''۔ (مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص: ۳۷،۴۷، باہتمام محترم لالہ اسرار محمد خان صاحب، گارڈن کراچی)

تہجد کی جماعت کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال[۱۱۰۴۱] : ۲...... علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں رمضان شریف میں بھی صلوۃ تہجد کو بڑی جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ فرمایا ہے (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے اپنی حدیث، فقہ میں گہری بصیرت کی بناء پر اگر تفرد اختیار فرمایا ہے تو اس کی وجہ سے ہمیں ان پر اعتراض کا حق نہیں، لیکن ان کے تفرد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب نہیں بدلے گا، سلف میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں کہ کسی دلیل سے انہوں نے کسی عمل کی گنجائش سمجھی۔

۲...... یہی مذہب ہے (۲) اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اوپر تحریر کردیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۰ھ۔

اوابین وتہجد کی نماز جماعت سے ادا کرنا

سوال[۱۱۰۴۲] : نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان شریف میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے، رمضان المبارک میں تراویح کی جماعت کا ذکر تو ہے، کسی اور نفل (بعد مغرب یا اخیر شب) کو کراہت سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۵ھ۔

---

(۱) ''جماعت نوافل کی، سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں، مکروہ تحریمہ ہے۔ فقہ میں لکھا ہے، اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے، پس جماعت صلوۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہیں''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، باب امامت اور جماعت کا بیان، نوافل کی جماعت کا مسئلہ، ص: ۲۶۷، سعید)

(۲) سيأتي تخريجه تحت عنوان: ''اوابین وتہجد کی نماز جماعت سے ادا کرنا''

(۳) ''والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة، فالاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان، وعن =

تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا

سوال[۱۰۴۱۳]: شریعت میں نمازِ تہجد کی اصل نوعیت کس پر ہے رمضان یا غیر رمضان میں؟ علی الاعلان یا بغیر اعلان تہجد کی جاوے؟ بہرحال سنت طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہجد کی نماز سنت ہے، ادائیگی اس کی بہ نیت نفل کی جاوے(۱)، نفل نماز، رمضان غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، علی الاعلان ہو یا بغیر اعلان کے(۲)، البتہ فقہاء نے اس کی تصریح

= شمس الأئمة: هذا فيما كان على سبيل التداعي، أما لو اقتدى واحد أو اثنان بواحد لايكره، وإذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه، وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقاً". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمي)

"ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي: يكره ذلك على سبيل التداعي، بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر.

(قوله: على سبيل التداعي) هو أن يدعو بعضهم بعضاً كما في المغرب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "ومن المندوبات ركعتا السفر، والقدوم منه، وصلاة الليل". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۴، سعيد)

"ومنها: قيام الليل، والأخبار فيه أكثر من أن تحصى". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۲، رشيديه)

(۲) "ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي: يكره ذلك على سبيل التداعي، بأن يقتدى أربعة بواحد كما في الدرر.

(قوله: على سبيل التداعي) هو أن يدعو بعضهم بعضاً كما في المغرب". (الدرالمختار مع =

کی ہے، کہ رمضان میں اگر بغیر تراویح کے دوتین آدمی مل کر تہجد باجماعت پڑھیں تو اجازت ہے، ورنہ جماعت مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نوافل کی نماز باجماعت پڑھنا

سوال[۱۰۴۱۴]: صلوۃ کسوف تراویح اور استسقاء کے علاوہ دیگر نوافل کو بتداعی باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، بتداعی سے مراد چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے، جیسا کہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے(۲)، یہ حکم رمضان اور غیر رمضان دونوں کے لئے ہے یا فقط غیر رمضان کے لئے؟ خصوصاً رمضان شریف میں تہجد واوابین کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اس تقدیر پر بدون اذان واقامت کے تہجد وغیرہ نوافل کی جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں؟

= ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۴۸/۲، ۴۹، سعيد)

"الجماعة في النفل في غير التراويح ومكروهة فالاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان، وعن شمس الأئمة: أن هذا فيما كان على سبيل التداعي، أما لو اقتدى واحد أو اثنان بواحد لايكره، وإذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه، وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقاً". (مراقي الفلاح، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۴/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۴/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۶۷۰/۱، إدارة القرآن كراچى)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) "وتطوع على سبيل التداعي مكروهة. (قوله: على سبيل التداعي) بأن يقتدى أربعة فأكثر بواحد". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۲/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۴۰/۱، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کی جماعت بدستور مکروہ ہے(۱)، مسجد میں جماعت ثانی کو علی سبیل التداعی مکروہ لکھا ہے، اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اذان واقامت کے ساتھ ہو(۲)، چنانچہ بعض کتب فقہ میں علی ہیئۃ الاولیٰ کا لفظ ہے(۳)، اس پر بعض حضرات نے تفریع کی ہے کہ بلا اذان واقامت کے اور محراب سے الگ ہوکر زاویۂ مسجد میں دوتین آدمی جماعت کرلیں تو اجازت ہے، تاکہ فضیلت جماعت سے محروم نہ ہوجائیں(۴)، فرض نماز کے لئے

---

(۱) "ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي: يكره ذلك على سبيل التداعي، بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد)

"واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۰۴، رشيديه)

(۲) "ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق، أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلاة، تاسعاً، تكرار الجماعة في المسجد: ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۳) "وعن أبي يوسف: إذا لم تكن على الهيئة الأولى لاتكره وإلا تكره وهو الصحيح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل: مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المساجد، ص: ۶۱۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر في الإمامة والاقتداء، نوع فيما يكره وما لايكره: ۴/۵۲، رشيديه)

(۴) "أما إذا صلوا بجماعة بغير أذان وإقامة في ناحية المسجد لايكره". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

= "وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية. وفي التتارخانية عن الولوالجية: وبه

جماعت بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے، بعض کے نزدیک واجب ہے، بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے(۱)۔ اور اہل اصول کے نزدیک بلا جماعت ادائے ناقص ہے(۲)۔ نوافل میں اصل اخفاء وانفراد ہے، رمضان المبارک میں تراویح کے لئے (۳) مطلقاً اور بقیہ نوافل کے لئے بغیر تداعی (۴) کے جماعت کی گنجائش دی گئی

= نأخذ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(۱) "قال الله تعالى: ﴿واركعوا مع الراكعين﴾ أي: وكونوا مع المؤمنين في أحسن أعمالهم، ومن أخص ذلك وأكمله الصلاة، وقد استدل كثير من العلماء بهذه الآية على وجوب الجماعة". (تفسير ابن كثير، البقرة: ۴۳: ۱/۱۲۴، دار السلام رياض)

"وأما المسألة الأولى: فإن العلماء اختلفوا فيها: فذهب الجمهور إلى أنها سنة، أو فرض على الكفاية، وذهب الظاهرية: إلى أن صلاة الجماعة فرض متعين على كل مكلف". (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، الفصل الأول في معرفة حكم صلاة الجماعة، المسألة الأولى في حكم صلاة الجماعة: ۲/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(الجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي: أرادوا بالتاكيد الوجوب". (الدر المختار).

"(قوله: قال الزاهدي ..... توفيق بين القول بالسنية والقول بالوجوب الاتي، وبيان أن المراد بهما واحد الخ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۲) "والمحض ما يؤديه الإنسان بوصفه على ما شرع مثل الصلاة بالجماعة فأما فعل الفرد فأداء فيه قصور". (كشف الأسرار على أصول البزدوي، باب يلقب ببيان صفة حكم الأمر: ۱/۳۲۶، ۳۲۷، قديمي)

"ثم الأداء نوعان أداء وقاصر: فالكامل مثل اداء الصلاة في وقتها بالجماعة". (أصول الشاشي، فصل الواجب بحكم الأمر، ص: ۱۴، قديمي)

(وكذا في نور الأنوار، مبحث الأمر، بحث كون الأداء كاملا وقاصراً، ص: ۳۶، سعيد)

(۳) "(والجماعة فيها سنة على الكفاية) في الأصح، فلو تركها أهل مسجد أثموا إلا لو ترك بعضهم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، فصل في صلاة الوتر، ص: ۴۱۲، قديمي)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۲۰۲

ہے، دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گنجائش کو گنجائش ہی کی حد تک رکھا جاتا ہے، اس کے اصل کو درجہ تک پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب صلاۃ التراویح

(تراویح کی نماز کا بیان)

الفصل الأول في ختم القرآن في التراویح

(تراویح میں قرآن ختم کرنے کا بیان)

معوذتین کو وتر میں پڑھنے سے قرآن پاک تراویح میں ختم ہوگا یا نہیں؟

سوال[۱۰۴۱۵]: تراویح کی بیس رکعت کو سہواً اٹھارہ خیال کرتے ہوئے ختم قرآن میں اگر معوذتین چھوٹ جائے، تو ان کا نماز وتر اول دو رکعت میں ادا کرنا اور تیسری رکعت کے لئے "پارہ الم" کا کچھ شروع بنیت مزید کلام اللہ ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح قرآن کریم تو پورا ہوجائے گا، مگر تراویح میں پورا نہ ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وإذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه، ويعيد القراءة ليحصل له الختم في الصلاة الجائزة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح، نوع آخر بيان القراءة في التراويح: ۱/۶۶۰، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الثاني في الترويحة وتسبيحها

(ترویحہ اور اس کی تسبیح کا بیان)

ترویحہ سے متعلق ایک موضوع دعا

سوال[۱۰۴۱۶]: بعض ثقہ اور مشہور اشتہاروں میں تراویح کے ترویحہ کی مسنون دعا کے عنوان سے منتخب از احادیث صحیحہ یہ دعا لکھی ہے:

''سبحان الملك القدوس، سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحي الذي لاينام ولا يموت، سبوح قدوس ربنا ورب الملئكة والروح، لا إله إلا أنت أستغفرك، وأسئلك الجنة، وأعوذبك من النار، أللهم أجرني من النار يامجير يامجير يامجير!''

اور بعض اشتہاروں میں بڑی لمبی قدرے لایعنی دعا درج ہے، خلفائے اربعہ کے نام اور ان کے القاب کلمات جن سے دعا دعا نہیں رہتی، لکھتے ہیں۔ ترویحہ میں بعض جگہ تو سب مل کر پڑھتے ہیں اور بعض جگہ موذن کے ذمہ ہے کہ وہ تنہا یا دو چار آدمیوں کو شریک کر کے بڑے زور کی آواز سے یہ لمبی دعا پڑھے، وہ عبارت یہ ہے:

''تراویح میں پڑھنے کی تسبیحات، تراویح سے پہلے پکار کر موذن کے ذمہ ہے کہ یوں پکارے: ''الصلوۃ سنت التراويح رحمكم الله''. پھر لکھا ہے کہ پہلے دوگانہ ترویحہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں: ''فضل من الله ونعمة ومغفرة ورحمة وعافية وسلامة، لا إله إلا الله والله أكبر، ولله الحمد، خواجه عالم صلوة'' کے بعد پہلی ترویحہ کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں، کلمہ شہادت پڑھیں، دعا مانگنے کے بعد یوں کہیں: ''العباد محمد مصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم لا إله إلا الله والله أكبر، خواجه عالم صلوة''.

۲- دوسری ترویحہ کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں:

"اللهم صل على محمد، وعلى جميع الأنبياء والمرسلين والملئكة المقربين، وعلى كل ملك برحمتك يا أرحم الراحمين".

دعا مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھیں:

"خليفة رسول الله، خير البشر بعد الأنبياء بالتصديق والتحقيق، أمير المؤمنين حضرت أبوبكر الصديق رضي الله تعالى عنه، لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم".

غرض اس طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات کے نام سے مروج ہیں، تراویح کے ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو بتلایا ہے، پھر خاتمہ پر ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار یہ پڑھنے کو بتلایا:

"أسد الله الغالب، مظهر العجائب والغرائب، إمام المشارق والمغارب، علي ابن أبي طالب لا إله الله والله أكبر" وغیرہ۔

شرعاً اس کے بارے میں جواب مرحمت فرمائیں کہ اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور کیا یہ ثابت ہے؟

محمد عمر، امام مسجد لال گھنٹہ مدراس، ۶۰۰۰۲۱

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے، مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار تراویح کے بعد جداگانہ چار چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے (۱)۔

---

(۱) "ويجلس ندباً بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر، ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى.

(قوله: وصلاة فرادى) ..... وأهل مكة يطوفون وأهل المدينة يصلون أربعاً اهـ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۶، سعيد)

"وقد قالوا: إنهم مخيرون في حالة الجلوس، إن شاؤا سبحوا، وإن شاؤا قرؤا القرآن، وإن =

کلمات ذیل شامی میں منقول ہیں:

"قال القهستاني: فيقال: ثلاث مرات "سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحي الذي لايموت، سبوح قدوس رب الملئكة والروح، لا إله إلا الله نستغفر الله، نسألك الجنة ونعوذبك من النار" كما في منهج العباد اه"

شامی: ۱/٤٧٤(۱)۔

جوطریقہ ہر تراویح کے بعد مسئولہ کلمات اور اجتماعی دعا کا سوال میں تحریر ہے، وہ کتب شرعیہ مستندہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں نے غالباً روافض وغیرہ کی تردید ومخالفت کے لئے ایجاد کیا ہے اور اس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دے دی، اس کو ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۴ھ۔

تراویح میں ہر چار رکعت پر دعا

سوال[۱۰۴۱۷]: تراویح نماز میں چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= شاؤا صلوا أربع ركعات فرادى، وإن شاؤا قعدوا ساكتين، وأهل مكة يطوفون أسبوعاً ويصلون ركعتين، وأهل المدينة يصلون أربع ركعات فرادى". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۴۴۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوفل، مبحث صلاة التراويح: ۲/ ۴۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۲۹۶، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح =

ہر ترویحہ کے بعد دعا

سوال[۱۰۴۱۸]: ہمارے یہاں بیس رکعت کی تراویح نماز میں پانچ دفعہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر مناجات ہوتی ہے، یعنی چار رکعت نماز کے بعد ایک دفعہ دعا ہوتی ہے، اس کے بعد پھر ہاتھ اٹھا کر دعا ہوتی ہے، مگر ساری یوپی میں صرف بیس رکعت پر دعا ہوتی ہے، اگر ہمارے وہاں بیس رکعت کے بعد دعا کے لئے کہا جاتا ہے تو لڑنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، اگر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ چار پر ضروری سمجھ کر دعا مانگنا بدعت ہے، کیونکہ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے تو وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ بیس رکعت پر بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، وہ بھی بدعت ہونی چاہیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر چار پر بدعت ہے، تو فرض کے بعد بدعت ہونی چاہیے، کیونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر ساری دنیا پر یہ دعا ہوتی ہے، اگرچہ ضروری نہیں سمجھتے ہیں، مگر ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر ضروری نہیں سمجھتے تو کبھی کبھی ترک دعا ہونی چاہیے، مگر کبھی ایسا نہیں کرتے ہیں تو تراویح کی بیس رکعت نماز میں پانچ دفعہ دعا مانگنا بدعت کیوں ہوگی؟ یہ بدعتی کے قول ہے، لہٰذا مع دلائل عقلی ونقلی سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ سے نہیں ہے، چہ جائیکہ اس پر اصرار اور اس کا التزام(۱)؟! اور بیس رکعت تراویح چونکہ پوری ایک نماز ہے، جو دس سلام اور پانچ ترویحوں

= البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

"من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۲، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

"من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۲، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

"من أصر على أمر وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، =

سے ادا کی جاتی ہے، اس لئے اس کے اختتام پر دعا کے ثبوت کے لئے ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت کافی ہے۔

باقی رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ فرض نمازوں کے بعد بھی دعا کا ثبوت نہیں ہے، یہ قول جہالت اور کتب حدیث وفقہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً موجود ہے۔

"عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا انصرف من صلوته استغفر ثلاثاً، وقال: اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام" رواه مسلم، مشكوة، ص: ٨٨(١).

"ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالأدعية المأثورة الجامعة، لقول أبي إمامة رضي الله تعالى عنه قيل يارسول الله! أي الدعاء أسمع؟ قال جوف الليل الاخر ودبر الصلوة المكتوبة، ولقوله صلى الله تعالى عليه وسلم إني لأحبك أوصيك يا معاذ! لا تدعن دبر كل صلوة أن تقول: اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك" (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي، ص: ١٧٣، ٢٥٧، مطبوعه مصر (٢). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= فكيف من أصر على بدعة أو منكر" (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ٢/٢٦٣، سهيل اكيدمي لاهور)

(١) (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ١/٢١٨، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث ثوبان رضي الله تعالى عنه: ٥/٤٢٥، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ٣١٦، ٣١٧، قديمي)

باب قضاء الفوائت

(قضاء نمازوں کا بیان)

اگر نماز قضاء ہوگئی تو قضا واجب ہے یا کفارہ؟

سوال [۱۰۴۱۹]: تکلیف کی وجہ سے ظہر وعصر کی نماز اور رمضان شریف کے چھ روزے قضا ہوگئے، شرعاً ان دونوں کی قضا کا کیا کفارہ ہونا چاہیے؟

سائل: عبداللہ انصاری

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ واجب نہیں، صرف قضا ضروری ہے۔

"من فاتته صلوة قضاها إذا ذكرها"، هدايه: ۱/۱۳٤(۱)، مطبوعه رشيديه دهلي.

"ومن كان مريضاً في رمضان فخاف إن صام ازداد مرضه أفطر وقضى" هدايه: ۱/۲۰۱، مطبوعه كتب خانه رشيديه دهلي(۲).

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲٦/۱۱/۵۱ھ۔

---

(۱) (الهداية، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۴، شركت علميه ملتان)

"(ومن فاتته الصلاة) يعني عن غفلة أو نوم أو نسيان (قضاها إذا ذكرها) وكذا إذا تركها عمداً". (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۱/۹٦، قديمي)

"كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضاؤها سواء ترك عمداً أو سهواً أو بسبب نوم، وسواء كانت الفوائت كثيرة أو قليلة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيديه)

(۲) (الهداية، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة: ۱/۲۲۱، شركت علميه) =

اگر نماز فوت ہوگئی، تو قضا ہے کفارہ نہیں۔

عبداللطیف، ۲۸/ ذیقعدہ ۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

کیا قضائے عمری میں وقت کی رعایت ضروری ہے؟

سوال [۱۰۴۲۰]: نماز قضائے عمری میں اوقات کی رعایت ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رعایت ضروری نہیں، ایک وقت میں بھی ایک دن ایک رات کی جس قدر ہو سکے، قضا پڑھ لینا درست ہے (۱)، مگر قضا نمازیں اس طرح پڑھی جائیں کہ دوسرے کو علم نہ ہو کہ یہ قضا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

= "المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا، وعليه القضاء إذا أفطر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الأفطار: ۱/ ۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصوم: ۱/ ۱۵۸، ۱۵۹، قديمي)

(۱) "وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاثة المنهية".

(قوله: وقت للقضاء) أي: لصحته فيها وإن كان القضاء على الفور إلا لعذر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۱/ ۳۰۴، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "وينبغي أن لايطلع غيره على قضائه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۷، سعيد)

"ينبغي أن يقضيها في بيته ولا يقضيها في المسجد". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشيديه)

اشراق اور تہجد میں قضائے عمری کی نیت کرنا

سوال[۱۰۴۲۱]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ تہجد کے وقت تہجد کی نماز کے بجائے قضائے عمری پڑھیں تو قضائے عمری کے ساتھ تہجد کی نماز کا بھی ثواب ملے گا، اسی طرح اشراق کی نماز کے بجائے قضائے عمری پڑھیں تو قضائے عمری کے ساتھ اشراق کی نماز کا بھی ثواب ملے گا اور اسی طرح شب برات، شب قدر میں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قضا شدہ فرض نمازوں کا پڑھنا تہجد اشراق وغیرہ سے زیادہ قابل اہتمام ہے، امید ہے کہ ایسا کرنے سے تہجد واشراق کا بھی ثواب ملے گا(۱)، شب برأت میں عبادت کا ثواب دوبالا ہوگا (۲)۔ فقط

(۱) "الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا سنن المفروضة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۲) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها، فإن الله تعالى ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفر فأغفرله، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا، حتى يطلع الفجر". (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، ماجاء في قيام شهر رمضان، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قديمي)

"ويستحب إحياء ليلة النصف من شعبان؛ لأنها تكفر ذنوب السنة، ...

وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: سمعت رسول الله يقول: "يسح الله الخير في أربع ليال سحاً" فذكر منها ليلة النصف من شعبان، ولأنها ليلة الإجابة لما روي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: "خمس ليال لايرد فيهن الدعاء: ليلة الجمعة، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان، وليلة العيد ..... الخ". (إمداد الفتاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "ومن المندوبات ركعتا السفر ... وإحياء ليلتي العيدين والنصف من شعبان.
(قوله: والنصف من شعبان) عطف على ليلتي بتقدير مضاف أي: وإحياء ليلة النصف من شعبان لفضيلتها". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۸۷، دار المعرفة بيروت)

فصل في فدية الفوائت

(قضاء نمازوں کے فدیہ کا بیان)

مرض الوفات میں حواس باقی نہ رہنے سے فدیہ کا حکم

سوال[۱۰۴۲۲]: مرض الموت میں ہوش وحواس نہ رکھنے کی وجہ سے جو نمازیں ادا نہ ہوسکیں، ان کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چھ نمازوں کے بقدر ہوش وحواس نہ رہے، تو ان کا فدیہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ

سوال[۱۰۴۲۳]: دن رات میں کتنی نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا؟ اور کس حساب سے؟

---

(۱) "عن نافس قال: أغمي على عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما يوماً وليلةً، فأفاق، فلم يقض ما فاته واستقبل" كذا في نصب الراية". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه: ۷/ ۱۹۱، إدارة القرآن كراچی)

"قال العلامة الحصكفي: (ومن جن أو أغمي عليه) ولو بفزع من سبع أو آدمي (يوماً وليلةً، قضى الخمس، وإن زاد وقت صلاة) سادسة (لا) للحرج ولو أفاق في المدة". (الدرالمختار، باب صلاة المريض: ۲/ ۱۰۲، سعيد)

"(قوله: وعليه صلوات فائتة) أي: بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه وإن قلت". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر فدیہ واجب ہوتو دن رات کی چھ نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا (وتر مستقل نماز ہے)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة (وكذا حكم الوتر)

(قوله: وكذا حكم الوتر): لأنه فرض عملي عنده خلافاً لهما". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ۲/ ۷۲، ۷۳، سعيد)

"إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة، وأوصى بأن يعطى كفارة صلاته، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر، وللوتر نصف صاع". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشيديه)

باب سجود السہو

(سجدہ سہو کا بیان)

کیا سجدہ سہو کے لئے دوسجدوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۰۴۲۴]: امام صاحب سے غلطی ہوئی، سجدہ سہو واجب ہوگیا، مثلاً: چار رکعت والی نماز میں امام صاحب نے غلطی سے دو رکعت پر ایک طرف سلام پھیر دیا، تو مقتدیوں نے لقمہ دیا اور پھر امام صاحب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے، قعدہ اخیرہ میں سجدہ سہو کر کے دوسجدوں میں سے ایک سجدہ کر کے التحیات اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب! سجدہ سہو میں دوسجدے ہوتے ہیں، آپ نے صرف ایک سجدہ کیا، جواب میں امام صاحب نے سجدہ تلاوت کا عذر پیش کیا، کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہیے، ترک واجب کی وجہ سے جب سجدہ سہو واجب ہو تو اس میں دوسجدے ہیں، ایک سجدہ کافی نہیں۔

"یجب بعد السلام سجدتان بتشهد وتسليم بترك واجب الخ" في سنن أبي داود.

"أنه عليه السلام قال: لكل سهو سجدتان بعد السلام" البحر الرائق: ۹۲/۲(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱۶۲/۲، ۱۶۳، رشيديه)

"إذا سها المصلي بزيادة أو نقصان سجد للسهو سجدتين بعد التسليمتين". (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲۱۹/۱، مكتبه غفاريه كوئته) .... =

سورۂ فاتحہ میں ایک دولفظ چھوٹنے سے سجدہ سہو کا حکم

سوال [۱۰۴۲۵]: امام سے نماز فرض پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ میں ایک لفظ چھوٹ گیا، تو سجدۂ سہو کرلیا، نماز ہوگئی یا نہیں؟ شروع کی تین آیت صحیح پڑھ لی، "إياك" چھوٹ گیا یا "صراط المستقيم" ایک چھوٹ گیا، لقمہ دینے سے نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ یا سورۂ فاتحہ نماز کی پہلی دو رکعت میں فرض ہے یا واجب ہے؟ سجدۂ سہو سے یا لقمہ دینے سے اور امام کا لقمہ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر سورۂ فاتحہ میں پہلی یا دوسری رکعت میں امام سے ایک دولفظ چھوٹ گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کو پڑھ دیا یا لقمہ نہیں دیا، امام نے سجدہ سہو کرلیا، تو نماز ہوگئی (۱)۔ پہلی اور دوسری رکعت فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۱۴۰۱ھ۔

= (وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۷۷، ۸۰، سعيد)

(۱) "ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد.

(قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض: وقيل لا تفسد وبه يفتى. وفي البحر عن الظهيرية قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لا تفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قبيل باب الاستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ۴۶۵، ۴۶۶، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(وهي) على ما ذكره أربعة عشر (قراءة فاتحة الكتاب) فيسجد للسهو بترك أكثرها لا أقلها".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قديمی)

صرف ایک رکعت میں سورۃ پڑھنے کا حکم

سوال[۱۰۴۲۶]: مغرب کی دوسنتوں کے اندر میں نے پہلے رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی اور ضم سورہ بھول کر رکوع کرلیا، لیکن دوسری رکعت میں الحمد للہ، سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں تلاوت کی اور اس کے بعد سجدہ سہو کرکے نماز ختم کیا۔ اب بتلایئے میری نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۹/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

قرأت میں کوئی لفظ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۱۰۴۲۷]: امام فرض نماز پڑھ رہا ہے، کوئی لفظ چھوٹ گیا، مقتدی نے لقمہ دیا، امام صحیح پڑھنے لگا، کوئی لفظ چھوٹا نہیں، ایسی حالت میں امام کو سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "قال الإمام الكاساني رحمه الله تعالى: منها قراءة الفاتحة والسورة في صلاة ذات ركعتين، وفي الأوليين من ذوات الأربع والثلاث، حتى لو تركها أو أحدها، فإن كان عامداً كان سيئاً، وإن كان ساهياً يلزمه سجود السهو". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان الواجبات الأصلية في الصلاة: ۶۸۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"فلو لم يقرأ شيئاً مع الفاتحة أو قرأ آية قصيرة لزمه السجود". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱۶۶/۱، رشيديه)

"ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو، وكذا لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۶/۱، رشيديه)

(۲) "ولا يجب السهو إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تكراره، أو تغير واجب بأن يجهر =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۶ھ۔

تیسری چوتھی رکعت میں صرف بسم اللہ پڑھنا

سوال[۱۰۴۲۸]: اگر فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں صرف بسم اللہ یا پوری تسمیہ پڑھ لی، پھر یاد آیا کہ رکوع کرنا ہے اور بغیر کوئی سورت پڑھے رکوع کیا، تو سجدہ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض تیسری یا چوتھی رکعت میں ختم سورہ فاتحہ پر رکوع سے پہلے، اگر بسم اللہ پڑھ لی ہے، تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بھول کر رکوع میں جانا اور پھر کھڑے ہو کر قنوت پڑھنا اور رکوع کرنا

سوال[۱۰۴۲۹]: جب کہ امام رمضان میں وتر پڑھا رہا ہے اور تیسری رکعت میں دعائے قنوت بھول گیا اور رکوع کے اندر چلا گیا، یعنی خوب جھک گیا اور بہت مقتدیوں نے اللہ اکبر کا لقمہ دیا اور اب امام لقمہ

= فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترك الواجب كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ۴۵۵، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمى)

(۱) "ولا يجب السهو إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تكراره، أو تغير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترك الواجب كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ۴۵۵، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمى)

لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور تکبیر کہی اور دعائے قنوت پڑھی اور پھر کورع میں چلا گیا، وہ وتر ہو گئے ہیں یا نہیں؟ شرعاً جواب دیجئے اور کتاب کا حوالہ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے قنوت بھول کر جب امام رکوع میں چلا گیا تھا، تو اس کو لوٹنا نہیں چاہیے تھا، تاہم جب دوبارہ لوٹا اور دعائے قنوت پڑھی، پھر دوبارہ رکوع کی ضرورت نہیں تھی، اگر رکوع دوبارہ کرلیا تب بھی نماز صحیح ہو گئی، بشرطیکہ سجدہ سہو کرلیا ہو، اگر سجدہ سہو نہیں کیا، تو اعادہ واجب ہے۔

"لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لا يعود ولا يقنت فيه لفوات محله، ولو عاد وقنت لم يرتفض ركوعه؛ لأن القنوت لا يقع فرضاً فلا يرتفض به الفرض، ويسجد للسهو على كل حال اهـ" طحطاوي، ص: ۲۵۰(۱). فقط والله تعالى اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دعائے قنوت کا بھول جانا

سوال[۱۰۴۳۰]: کیا وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا بھول جانے پر رکوع میں یاد آجائے، تو پڑھ کر سجدہ سہو کر سکتے ہیں یا بغیر دعائے قنوت پڑھے ہی سجدہ سہو کر لینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں بغیر دعائے قنوت پڑھے ہی سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۱۰، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹، ۱۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۵، رشيديه)

(۲) "لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعود، ولا يقنت فيه لفوات محله ..... ويسجد للسهو على كل =

قعدہ اولیٰ ترک ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۴۳۱]: عشاء کی نماز میں امام نے قعدہ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور اکثر مقتدیوں نے تشہد بیٹھ کر پڑھی، جب امام رکوع میں گیا، تو کچھ رکوع میں بھی گئے، بہر حال بعد میں امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کردی، تو اس صورت میں امام کی نماز ہوگی یا نہیں؟ امام کہتا ہے کہ میرا اس پر یقین ہے کہ قعدۂ اولیٰ سہواً فوت ہوگیا ہے اور اس لئے میں نے سجدہ سہو کیا ہے اور نماز پوری پڑھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب کی نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۷/ ۸۵ھ۔

مقتدی کا قعدۂ اولیٰ سہواً ترک کرنا

سوال [۱۰۴۳۲]: جماعت میں قعدۂ اولیٰ کے وقت ایک آدمی سہواً سجدہ سے کھڑا ہوگیا، جب تک

= حال، لترک الواجب أو تاخیره". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

"ومنها القنوت فإذا تركه يجب عليه سجود السهو، وتركه يتحقق برفع رأسه من الركوع".

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) "عن عبدالله بن بحينة رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قام من اثنتين من الظهر ولم يجلس بينهما، فلما قضى صلاته، سجد سجدتين، ثم سلم بعد ذلك". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ماجاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة: ۱/ ۱۶۳، قديمي)

"(سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره، عاد إليه) وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح (مالم يستقم قائماً) في ظاهر المذهب وهو الأصح (وإلا) أي: وإن استقام قائماً (لا، وسجد للسهو).

(قوله: في ظاهر المذهب ... الخ) مقابله في الهداية: إن كان إلى القعود أقرب، عاد ولا سهو عليه في الأصح، ولو إلى القيام أقرب فلا، وعليه السهو، وهو مروي عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، واختاره مشايخ بخارى وأصحاب المتون". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۳، ۸۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۸، رشيديه)

امام نے قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھی، یہ شخص کھڑا رہا، پھر امام کے کھڑے ہونے پر رکوع بھی امام کے ساتھ کیا، گویا قعدہ اولیٰ نہیں کیا، تو اس مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نماز درست ہوگی۔ قعدۂ اولیٰ ترک ہوا، مقتدی کے سہواً ترک واجب سے سجدہ سہو لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۷/ ۸۵ھ۔

دورکعت والی نماز میں بجائے قعود کے قیام کرنا

سوال[۱۰۴۳۳]: نماز تراویح یا کوئی نماز جو دورکعت والی ہو، اس میں اگر کوئی بجائے قعود کے کھڑا ہوجائے، پھر اس کو لوٹایا جائے، یا وہ خود لوٹ جائے، تراویح یا دیگر دورکعت والی نماز میں یہ صورت پائی گئی ہو، اس صورت میں سہو لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر لازم ہے اور نہیں کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب دورکعت والی نماز میں دورکعت پوری ہونے پر قعدہ نہیں کیا، بلکہ بھول کر کھڑا ہوگیا، پھر از خود یاد آگیا یا کسی مقتدی کے لقمہ دینے سے یاد آیا اور بیٹھ گیا تو سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے، ورنہ اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔

"ولو سهى عن القعود الأخير عاد مالم يقيدها بسجدة، وسجد للسهو لتأخير القعود اهـ" درمختار۔

"قوله عن القعود الأخير أراد به القعود المفروض، أو ما كان آخر

---

(۱) "وإنما لم يلزم المأموم سهو نفسه؛ لأنه لو سجد وحده كان مخالفاً لإمامه، إن سجد قبل الإمام، وإن أخره إلى مابعد سلام الإمام يخرج من الصلاة بسلام الإمام؛ لأنه سلام عمد ممن لا سهو عليه".

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب سجود السهو: ۱/ ۳۱۲، دارالمعرفة بيروت)

الصلاة. فيشمل نحو الفجر أفاده في البحر اهـ" شامي: ۱/۵۰۱(۱).

"ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمد، والسهو إن لم يسجد له وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً اهـ" درمختار: ۳۰۶(۲).

ردالمحتار، ص: ۳۰۶.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۹ھ۔

سجدہ سہو واجب نہ ہونے کی صورت میں سجدہ سہو کرنا

سوال [۱۰۴۳۴] : ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، قرأت میں بھول گیا، لقمہ دینے پر صحیح کرلیا، مگر آخر میں سجدہ سہو بھی کیا، جب کہ سجدہ سہو واجب ہی نہیں تھا، ایسی شکل میں یہ ایک فعل زائد ہوا، تو نماز درست ہوئی یا اعادہ کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز درست ہوگئی۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد)

"وإن لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام إلى الخامس إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة عاد إلى القعدة هكذا في المحيط، وفي الخلاصة: ويتشهد ويسلم ويسجد للسهو كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، فصل سهو الإمام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود: ۱/۱۲۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

"وحكم الواجب استحقاق العقاب بتركه عمداً وعدم إكفار جاحده والثواب بفعله، ولزوم سجود السهو لنقص الصلاة بتركه سهواً، أو إعادتها بتركه عمداً وسقوط الفرض ناقصاً إن لم يسجد ولم يعد". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد وفي الفيض: وقيل لا تفسد وبه يفتى، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبوالليث: في زماننا لا تفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب".

الدر المختار مع هامش الشامي، ص: ٤٠٢ (١) قبل الاستخلاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۱/۸ھ۔

غلطی سے سجدہ سہو کرنے کی صورت میں نماز کا حکم

سوال[۱۰۴۳۵]: نماز میں ایسی غلطی ہوئی جس سے سجدۂ واجب نہیں ہوتا، اگر لاعلمی میں سہو سمجھ کر سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز نہیں ہوئی، نماز لوٹائی جائے، اس لئے اعادہ کیا گیا، اگر موصوف کے کہنے کے مطابق نماز نہیں ہوئی اور یہ بات کچھ روز کے بعد معلوم ہوئی، تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی، اب کسی مکافات کی ضرورت نہیں۔

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد اهـ". درمختار. وفي الفيض: وقيل: لا تفسد وبه يفتى، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب اهـ" شامي: ١/٤٠٢ (٢). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

---

(١) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٩٩، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ٤٦٥، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو نوع آخر في المتفرقات: ١/٧٤٣، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٩٩، سعيد) =

سجدۂ سہو بھول سے رہ گیا

سوال[۱۰۴۳۶]: اگر سجدہ سہو بھولے سے رہ جائے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا تو نماز کو لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اعادہ ضروری ہے، تو تمام نمازوں میں یا خاص ظہر وعشا کی نمازوں میں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر سجدہ بھولے سے رہ جائے اور کوئی کام نماز کے خلاف نہ کیا، پھر یاد آئے، تو سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے، ورنہ دوبارہ پڑھے، خواہ کوئی سی نماز ہو، سجدہ سہو کے لئے اس مسئلہ میں ظہر وعشاء کی تخصیص نہیں، فجر، عصر، مغرب کا بھی یہی حکم ہے۔ کتب فقہ، درمختار وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

بغیر سلام پھیرے نماز کو ختم کرنا

سوال[۱۰۴۳۷]: اگر امام کسی فرض نماز میں آخری قعدہ میں بغیر کسی طرف سلام پھیرے ہوئے دعا

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "سلام من عليه سجود سهو يخرجه من الصلاة خروجاً موقوفاً إن سجد عاد إليها وإلا لا ... ولو نسي السهو أو سجدة صلبية أو تلاوية يلزمه ذلك مادام في المسجد.

(قوله: إن سجد عاد الخ) أفاد أن معنى التوقف أنه يخرجه منها من كل وجه على احتمال أن يعود إلى حرمتها بالسجود بعد خروجه منها، ولهم فيه تفسير آخر وهو أنه قبل السجود يتوقف على ظهور عاقبته، إن سجد تبين أنه لم يخرجه، وإن لم يسجد تبين أنه أخرجه من وقت وجوده".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۹-۹۱، سعيد)

"وإن سلم بنية القطع من وجب عليه السهو فهو في الصلاة، إن سجد للسهو وإلا لا عندهما وهو الأصح وعند محمد وزفر رحمه الله تعالىٰ هو فيها وإن لم يسجد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، فصل، سهو الإمام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود: ۱/۱۲۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۹۰، ۱۹۲، رشيديه)

مانگنا شروع کردے اور دعا کے ختم پر مصلی سے اٹھ جائے، مقتدیوں نے جب امام سے پوچھا کہ آپ نے بغیر کسی طرف سلام پھیرے دعا کیسے مانگی، کیا نماز ہوئی؟ امام صاحب نے جواب دیا نماز ہوگئی۔ امام صاحب ایک عالم ہیں، اس لئے براہِ کرم واضح حوالہ کے ساتھ جواب ارسال کریں، کیا واقعہ نماز بغیر سلام پھیرے ہوئے ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز کے ختم پر سلام واجب ہے، جیسا کہ کتب فقہ در مختار، بحر وغیرہ میں مذکور ہے (۱)، ترک واجب اگر سہوا ہوا ہو سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، اگر سجدہ سہو نہیں کیا، یا واجب کو عمداً ترک کیا تو اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے (۲)۔

تنبیہ: اگر ختم نماز پر سلام زبان سے تو کہا اور منہ نہیں پھیرا تو نہ سجدہ سہو واجب ہوا، نہ اعادۂ نماز واجب ہوا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "(ولفظ السلام) مرتين، فالثاني واجب على الأصح، برهان، دون عليكم

"(قوله: ولفظ السلام) فيه إشارة إلى أن لفظاً آخر لا يقوم مقامه ولو كان بمعناه حيث كان قادراً عليه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۶۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۳۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "ولها واجبات لا تفسد بتركها، وتعاد وجوبا في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقا آثماً" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

"فلا تفسد الصلاة بتركها عامداً أو ساهياً بل يجب عليه سجود السهو في السهو جبراً للنقصان الحاصل بتركها سهواً، والإعادة في العمد والسهو إذا لم يسجد لتكون مؤداة على وجه لا نقص فيه، فإذا لم يعدها كانت مؤداة أداء مكروهاً كراهة تحريم، وهذا هو الحكم في كل واجب تركه عامداً أو ساهياً". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قديمی)

(۳) "وفي قوله لفظ السلام إشارة إلى أن الالتفات به يميناً ويساراً ليس بواجب وإنما هو سنة على ماسيأتي". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۳۳، مكتبه غفاريه كوئٹه) ...... =

سجدہ سہو کے بعد امام کے ساتھ شریک ہونا

سوال[۱۰۴۲۸]: ایک آدمی سجدۂ سہو کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو گیا تو اس کی یہ اقتداء امام کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ یا دوبارہ نماز شروع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ اقتداء صحیح ہے، سلام امام کے بعد دوبارہ شروع کردینے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۸۵ھ۔

نماز میں غلطی پر متنبہ کرنا

سوال[۱۰۴۲۹]: نماز پڑھنے کی حالت میں اپنے برابر یا قریب کے کسی دوسرے نمازی کا سہو معلوم ہو جائے، جو خود اس کو معلوم نہ ہوا ہو، مثلاً چار کے بجائے پانچ رکعتیں پڑھ لیں، تو اس کو آگاہ کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۶ھ۔

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۹۹، رشيديه)

(۱) "والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده، ثم يقضي ما فاته.

(قوله: والمسبوق يسجد مع إمامه) قيد بالسجود، لأنه لا يتابعه في السلام، بل يسجد معه ويتشهد فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء .... (قوله: سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده) بيان للإطلاق، وشمل أيضاً ما إذا سجد الإمام واحدة ثم اقتدى به. قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقضي قضاء الأولى كما لا يقضيها لو اقتدى به بعد ما سجدهما" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۲، ۸۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۵۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۴۷۰، دار الكتب العلمية بيروت)

باب سجود التلاوة

(سجدہ تلاوت کے احکام کا بیان)

نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ بھول جانے کا حکم

سوال[۱۰۴۴۰]: امام نے فرض نماز کی جماعت میں بحالت قرأت سجدہ تلاوت والی آیت پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا اور نہ سجدۂ سہو کیا، تو اس صورت میں نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ بالفرض ایسا اتفاق ہو جائے تو سجدہ کس طرح امام کو ادا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آیت سجدہ جب نماز میں پڑھی تو نماز ہی میں سجدہ تلاوت کرنا چاہیے(۱)، اگر بھول گیا تو نماز ختم کرنے سے پہلے پہلے یاد ہونے پر سجدہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے(۲)، ورنہ پھر اس سجدہ کی قضا کرنے کا وقت نہیں

---

(۱) "قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي رحمه الله تعالى: وصفتها الوجوب على الفور في الصلاة وعلى التراخي إن كانت غير صلاتية.

قال الشيخ السيد أحمد الطحطاوي رحمه الله تعالى: (تحت قوله على الفور) أي فور التلاوة وظاهره أنه لو أخر إلى ركعة ثانية أثم الخ". (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۷۹، قديمي)

"وأما ما وجب أداؤها في الصلاة فوقتها فور الصلاة، لمامر أن وجوبها في الصلاة على الفور، وهو أن لاتطول المدة بين التلاوة وبين سجدة، فأما إذا طالت فقد دخلت في حيز القضاء، وصار اثما بالتفويت عن الوقت". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سجدة التلاوة، فصل في بيان وقت أدائها: ۷۵۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲۱۱/۲، رشيديه)

(۲) "المصلي إذا نسي سجدة التلاوة في موضعها، ثم ذكرها في الركوع أو السجود أو في القعود، فإنه =

رہے گا، استغفار لازم ہوگا (۱)۔ اور ایسی نماز کا بھی اعادہ کیا جائے تا کہ نماز کامل ہوجائے، نقصان باقی نہ رہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۲/۱۸ھ۔

ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھنا

سوال [۱۰۴۴۱]: اس بارے میں حکم شرعی سے مطلع فرمادیں:

الف...... کہ معلم طالب علم کو سجدہ کی آیت پڑھاتے ہیں، آیت کو خود بھی پڑھتا ہے اور طالب علم سے سنتا بھی ہے، تو کیا معلم وطالب علم ہر دو کو دو دو سجدے کرنا ہوں گے، ایک پڑھنے کا، دوسرا سننے کا، یا صرف ایک ایک۔

ب...... مدرسہ میں کسی طالب علم کو سجدہ کی آیت بار بار پڑھائی، پھر دوسری تعلیمات میں مشغولی ہوئی، پھر اس طالب علم کو دو آیت یاد کرائی، اسی طرح متعدد وقفوں کے بعد متعدد اوقات میں آیت سجدہ کی تعلیم جاری

= يخرلها ساجداً، ثم يعود إلى ما كان ويعيده استحساناً، وإن لم يعد جازت صلاته". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/۱۳۴، رشيديه)

"وإذا أخر سجدة التلاوة عن موضعها أو السجدة الصلوتية كان عليه السهو". (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر في السهو في الصلاة: ۱/۱۷۵، امجد اكيدمى لاهور)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۲۷، رشيديه)

(۱) "وفي البدائع: وإذا لم يسجد أثم فتلزمه التوبة.

"(قوله: وإذا لم يسجد أثم الخ) أفاد أنه لا يقضيها، قال في شرح المنية: وكل سجدة وجبت في الصلاة ولم تؤدها فيها، سقطت، أي: لم يبق السجود لها مشروعاً لفوات محله". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، سعيد)

"(قوله: أثم) لأنه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاؤها، وفيه يتقرر الإثم على المكلف والمخرج له عنه التوبة كسائر الذنوب اهـ بحر". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱/۳۲۵، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص: ۵۰۱، سهيل اكيدمى لاهور)

رہی، ایسی حالت میں کیا وقفوں کی تعداد کے برابر سجدے کرنا ہوں گے؟

ج...... مسلسل ایک ہی آیت، آیت سجدہ کی تعلیم یا تلاوت اگر بلا وقفہ کے ہو، تو کتنے وقت تک کے لئے ایک ہی سجدہ (یا بصورت تعلیم اگر دو ہوں) تو دو کا وجوب ثابت ہوگا، مثلاً: بعد فجر سے تا ظہر سلسلہ بلا وقفہ رہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

الف، ب، ج......اگر ایک ہی مجلس میں بیٹھے یہ سب کیا، یعنی پڑھا، پڑھایا، سنا، سنایا ہے، تو ایک ایک آیت کے تکرار سے ایک ہی سجدہ تلاوت واجب ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "(ولو كررها في مجلسين تكررت، وفي مجلس) واحد (لا) تتكرر بل كفته واحدة ... والأصل أن مبناها على التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد المجلس". (الدر المختار).

"(قوله: بل كفته واحدة) ولا يندب تكرارها بخلاف الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما يأتي ... (قوله: دفعاً للحرج)؛ لأن في إيجاب السجدة لكل تلاوة حرجاً خصوصاً للمعلمين والمتعلمين وهو منفي بالنص، بحر. (قوله: بشرط اتحاد الأية والمجلس) أي: بأن يكون المكرر اية واحدة في مجلس واحد، فلو تلا ايتين في مجلس واحد أو اية واحدة في مجلسين فلا تداخل ولم يشترط اتحاد السماع؛ لأنه إنما يكون باتحاد المسموع فيغني عنه اشتراط اتحاد الأية، وأشار إلى أنه متى اتحدت الاية والمجلس لا يتكرر الوجوب، وإن اجتمع التلاوة والسماع ولو من جماعة، ففي البدائع: لا يتكرر، ولو اجتمع سببا الوجوب وهما التلاوة والسماع، بأن تلاها ثم سمعها أو بالعكس أو تكرر احدهما اهـ وفي البزازية: سمعها من اخر ومن اخر أيضاً وقرأها كفته سجدة واحدة في الأصح لاتحاد الأية والمكان ونحوه في الخانية، فعلى هذا لو قرأها جماعة وسمعها بعض من بعض كفتهم واحدة".
(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۴، ۱۱۵، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالا يكره ... وفي سجدة التلاوة، ص: ۵۰۲، ۵۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ص: ۴۹۴، قديمي)

آیت سجدہ پڑھ کر کیا ناواقف کو بتانا چاہیے؟

سوال[۱۰۴۴۲]: سجدوں کی آیات سننے والوں میں اکثر ناواقف بھی ہوتے ہیں، کیا ان کو بتانا ضروری ہے کہ تم نے سجدہ کی آیت سنی ہے، لہذا سجدہ کر لینا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناواقف کو تو بتانا ہی چاہیے(۱)، ورنہ آیت سجدہ آہستہ پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفر لہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۸۹ھ۔

سجدہ تلاوت کے لئے رکوع میں نیت کرنا

سوال[۱۰۴۴۳]: امام نے نماز میں جو سورت پڑھی، اس میں سجدہ تھا اور امام نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا، جب امام سے معلوم کیا کہ آپ نے سجدہ تلاوت نہیں کیا، تو کہا میں نے رکوع میں نیت کر لی تھی اور مقتدیوں کو پہلے سے اطلاع ضروری نہیں، اس لئے کوئی اطلاع نہیں دی۔

اب دریافت طلب امر یہ کہ اگر امام صاحب نے رکوع میں نیت کر لی اور مقتدیوں نے نہیں کی، تو سجدۂ تلاوت امام اور مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو گیا یا نہیں؟ اور اگر ادا نہیں ہوا تو اب ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

مولانا محمود گل صاحب، ناظم شعبہ تنظیم وترقی دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلياً:

امام صاحب اگر رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو اس کا سجدہ ہو جاتا ہے، جس مقتدی نے نیت نہ کی ہو، اس کو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن وقت نماز ختم ہو جانے سے وجوب اعادہ ساقط ہو جاتا ہے۔

---

(۱) "ولو تليت بالعربية تجب على كل من سمعها ولم يفهمها من العجم إذا أخبر بها إجماعاً، ولو تليت بالفارسية تلزم من سمعها ولم يفهمها إذا أخبر بها عند أبي حنيفة خلافاً لهما". (الحلبي الكبير تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره ... وفي سجدة التلاوة، ص: ۵۰۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

(کذا في الدر المختار مع رد المحتار)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۵/۱۰/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) قال العلامة الحصكفي: "وتؤدى بركوع وسجود في الصلاة لها، وبركوع صلاة على الفور من قراءة آية إن نواه، وبسجودها كذلك وإن لم ينو بالإجماع، ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم، لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام، ويعيد القعدة، ولو تركها، فسدت صلاته كذا في القنية". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجود التلاوة، نوع آخر: ۱/۷۸۲، إدارة القرآن كراچی)

باب صلاۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۱۰۴۴۴]: جس کا آپریشن کیا گیا ہو اور وہ بیڈ پر لیٹا ہو اور ڈاکٹر نے ہلنے سے منع کیا ہو تو ایسا شخص کس طرح نماز پڑھے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کے اشارے سے نماز پڑھ لے کہ بدن کا کوئی حصہ حرکت نہ کرے، صرف رکوع سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يصلي المريض قائماً، فإن نالته مشقة صلى جالساً، فإن نالته مشقة صلى بإيماء يؤمي برأسه، فإن نالته مشقة سبح". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب المريض: ۱۷۴/۷، إدارة القرآن كراچی)

"وإن لم يستطع القعود، استلقى على ظهره وجعل رجليه إلى القبلة، وأومأ بالركوع والسجود، لقوله عليه الصلاة والسلام: يصلي المريض قائماً، فإن لم يستطع فقاعداً، فإن لم يستطع فعلى قفاه يؤمي إيماءً، فإن لم يستطع فالله تعالى أحق بقبول العذر منه". (الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱۶۱/۱، مكتبه شركت علميه)

"وإن تعذر القعود أومأ بالركوع والسجود مستلقياً على ظهره، وجعل رجليه إلى القبلة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱۳۶/۱، رشيديه)

ایضاً

سوال[۱۰۴۴۵]: اگر مریض کوگلوکوز دیاجاتاہو،تواس میں وہ نماز کیسے پڑھ سکتا ہے؟ یانماز قضاء کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں نماز پڑھے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قیام پر قدرت نہ رکھنے والے حافظِ قرآن کا بیٹھ کر تراویح اور تہجد پڑھنا

سوال[۱۰۴۴۶]: اگر کسی کو کچھ قرآن حفظ ہو،مگر اس قدر تراویح میں بحالت قیام پڑھنا گراں ہو، تو ایسا کمزور شخص بیٹھ کر تراویح اور تہجد پڑھے یا کھڑے ہوکر صرف الم ترکیف سے اور چھوٹی چھوٹی سورتوں سے تراویح اور تہجد ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک کھڑا ہوکر پڑھ سکے کھڑا ہوکر پڑھے، بقیہ طویل قرأت دورکعت میں یا زیادہ میں بیٹھ کر پوری کرلے۔تراویح اور تہجد دونوں میں ایسا ہی کرے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) یعنی سر کے اشارے سے نماز پڑھے،جیسا کہ گزشتہ فتویٰ "اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ" میں مذکور ہے۔

(۲) "(وإن قدر على بعض القيام) ولو متكأ على عصا أو حائط (قام) لزوماً بقدر مايقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب؛ لأن البعض معتبر بالكل". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۹۷/۲، سعيد)

"قال الهندواني: إذا قدر على بعض القيام يقوم ذلك ولو قدر آية أو تكبيرة، ثم يقعد وإن لم يفعل ذلك خفت أن تفسد صلاته". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱۹۸/۲، رشيديه)

"ولو كان قادراً على بعض القيام دون تمامه يؤمر بأن يقوم قدر ما يقدر، حتى إذا كان قادراً على أن يكبر قائماً ولا يقدر على القيام للقراءة، أو كان قادراً لبعض القراءة دون تمامها يؤمر بأن يكبر=

برسات میں جب زمین خشک نہ ملے تو نماز کس طرح پڑھے؟

سوال [۱۰۴۴۷]: ہمارے علاقہ میں زمین برسات کے موقع پر ڈوب جاتی ہے اور کاشتکار آدمی جب کام پر جاتا ہے تو صرف پانی ہی پانی ملتا ہے، ایسی صورت میں وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب زمین خشک نہ ملے پانی ہی پانی ہو، سجدہ نہ کر سکے، تو اشارہ سے نماز پڑھ لے، یعنی سجدہ کے لئے پانی کے کچھ قریب تک سر جھکا کر اشارہ کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= قائماً ويقرأ قدر ما يقدر عليه قائماً ثم يقعد إذا عجز، قال شمس الأئمة الحلواني رحمه الله تعالى: هو المذهب الصحيح ولو ترك هذا خفت أن لا تجوز صلاته هكذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(۱) "والذي لا دابة له يصلي قائما في الطين بالإيماء، كما في التجنيس والمزيد، إمداد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۵۹۳، رشيديه)

باب صلاۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

ہمیشہ مسافر رہنے والے کی نماز

سوال[۱۰۴۴۸]: بہت سے سرکاری ملازمین ایسے ہیں، جنہیں روزانہ اپنے آفس جانے کے لئے پچاس میل طے کرنا پڑتا ہے، کیا یہ مسافر ہو جائے گا اور نماز قصر کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو گویا وہ تامدت ملازمت مسافر ہی رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ اپنے مکان سے ملازمت کے دفتر جائے گا تو راستہ میں قصر کرے گا اور جب تک جائے ملازمت پر کم از کم پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، خواہ اسی روز واپسی کا ارادہ ہو یا ایک دو روز بعد جب بھی قصر کرے گا، اگرچہ اسی حالت میں ساری عمر گزر جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتاد، صلى الفرض الرباعي ركعتين حتى يدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲۲۶/۲، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۱، ۴۲۲، قديمي)

باب صلاة الجمعة

الفصل الأول في خطبة الجمعة

(جمعہ کے خطبہ کا بیان)

منبر پر آکر سلام کرنا اور "إن اللّٰه وملئکته" پڑھنا

سوال[۱۰۴۴۹]: ایک شخص جب بھی کھڑا ہوتا ہے تو پہلے مجمع کے لوگوں کو سلام کرتا ہے۔(السلام علیکم) پھر "نحمده ونصلي" کے بعد "إن اللّٰه وملئكته يصلون على النبي" پڑھتا ہے، تو یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟ مع حوالہ جواب تحریر فرماکر فقہ کی عبارت لکھتے وقت اعراب صاف طور پر لگائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ التزام حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، اس لئے قابل ترک ہے(۱)، کتب فقہ کی عبارت نقل کرنے کے لئے جب اعراب لگانے کی ضرورت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقل کرنا بلاضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۲۶ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)

"ومنها: (أي من البدعة) التزام الكيفيات والهيئات المعينة، كالذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد ..... الخ". (الاعتصام، باب في تعريف البدع ..... الخ، ص: ۲۵، دار المعرفة بيروت)

"ومن السنة جلوسه في مخدعه عن يمين المنبر، ولبس السواد، وترك السلام من خروجه إلى دخوله في الصلاة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱۵۰/۲، سعيد)

خطبہ میں "قال اللہ تعالیٰ فأعوذ باللہ" پڑھنا

سوال [۱۰۱۵۰]: زید تقریر کرتے وقت خطبۂ مسنونہ کے بعد یوں کہتا ہے:

"أما بعد! قال الله تعالى في القرآن الكريم: فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم. يأيها الذين امنوا الخ"۔

دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ "قال الله تعالى في القرآن الكريم" کے بعد "فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم" پڑھنا بآواز بلند بلا قباحت شرعی درست وصحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح پڑھنا خلاف احتیاط ہے، وہ یہ کہ بظاہر "فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، قال الله تعالى" کا مقولہ بن جاتا ہے، حالانکہ یہ قال اللہ تعالیٰ کا مقولہ نہیں، اس لئے اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے۔ كذا في ردالمحتار: ۱/۷۵۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۲۳ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "تنبيه: جرت العادة إذا قرأ الخطيب الآية أنه يقول: "قال الله تعالى بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم من عمل صالحاً ...... الخ، وفيه إيهام أن أعوذ بالله من مقول الله تعالى". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في قول الخطيب قال الله تعالى الخ: ۱۴۸/۲، سعيد)

الفصل الثاني في احتياط الظهر

(احتیاط الظہر کا بیان)

احتیاط الظہر

سوال[۱۰۴۵۱]: جس جگہ جمعہ جائز نہ ہو، تو امام صاحب کو بدرجۂ مجبوری جمعہ پڑھا کر نماز ظہر پڑھنا خود کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو امام کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امام کے لئے یہ طریقہ جائز نہیں ہے(۱)، مقتدیوں سے صاف صاف کہہ دے کہ میں جمعہ نہیں پڑھاؤں گا، یہاں جمعہ جائز نہیں، اس سے فریضۂ ظہر ادا نہیں ہوتا، چاہے امام رکھو یا نہ رکھو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھنا

سوال[۱۰۴۵۲]: ایک حنفی المذہب امام ہے، جو ہمیشہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھتا ہے اور

---

(۱) "قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات، والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة؛ ألا ترى أن في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم أداء الظهر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱۳۸/۲، سعيد)

"(قوله: شرط أدائها المصر) أي: شرط صحتها أن تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولا مفازة". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲۴۵/۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱۶۸/۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

پڑھاتا ہے بنیت فرض، مگر اس بناء پر کہ حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے صحت جمعہ کا انکار دیہات میں ظاہر ہے، تو اگر امام مذکور ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھا کرتا ہے بہ نیت قضاء، تو اپنے مذہب کی بناء پر قضاء پڑھنے میں گنہگار ہے یا مستحق ثواب؟ البتہ عوام کو قضاء پڑھنے پر رغبت نہیں دیتا ہے محض جھگڑے سے بچنے کے لئے، مگر سوال کرنے پر اپنا خیال ظاہر کر دیتا ہے اور امام مذکور ایسے قریہ میں جمعہ پڑھتا ہے جہاں عدم صحت جمعہ ظاہر ہے، مگر زمانہ قدیم سے جمعہ ہوتا ہے، بند کرنے پر فساد کا اندیشہ ہے، امام کیا کرے؟ امام کے جمعہ پڑھنے اور احتیاط الظہر پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس امام کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانا اور پڑھنا درست نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے والوں کی نماز درست نہیں ہوگی (۱)، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ احتیاط الظہر کو منع کرنے کے لئے مستقلاً چھپا ہوا ہے (۲)، امام کو چاہیے کہ جمعہ پڑھانے سے عذر کر دے، اگر زیادہ فتنہ ہو، تو جمعہ کی نماز نفل کی نیت کر کے شریک ہو جائے اور پھر اپنی ظہر کی نماز ادا کرے (۳)، مگر خود جمعہ نہ پڑھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه أنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع". (إعلاء السنن، أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة في القرى: ۸/۱، إدارة القرآن كراچي)

"لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع أو في مصلى المصر، ولا تجوز في القرى، لقوله عليه الصلاة والسلام: لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع" (الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱/۱۶۸، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۵۰۳، ۵۰۵، قديمي)

(۲) (فتاوی رشیدیہ، باب الجمعۃ والعیدین، احتیاط الظہر کا مسئلہ، ص: ۱۲۷-۱۳۰، سعید)

(۳) "كل موضع وقع الشك في كونه مصراً ينبغي لهم أن يصلوا بعد الجمعة أربعة بنية الظهر احتياطاً الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۵، ۱۴۶، سعيد)

"وإذا اشتبه على الإنسان ذلك، ينبغي أن يصلي أربعاً بعد الجمعة ينوي بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤد ه بعد، فإن لم تصح الجمعة وقعت ظهره، وإن صحت كانت نفلاً". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر) =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

=(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة: ۱/۱۴۵،
رشيديه)

باب صلاة العيدين

الفصل الأول في وجوب صلاة العيد على النساء

(عورتوں کے لئے نمازِ عید کا بیان)

کیا عورتوں پر نمازِ عید واجب ہے؟

سوال[۱۰۲۵۳]: حدیث: "إذا فاته العيد يصلي ركعتين، وكذلك النساء ومن كان في البيوت والقرى لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "هذا عيدنا يا أهل الإسلام" وأمر أنس بن مالك مولاه ابن أبي عتبة بالزاوية فجمع أهله وبنيه وصلى كصلوة أهل المصر وتكبيرهم، وقال عكرمة: أهل السواد يجتمعون في العيد يصلون ركعتين كما يصنع الإمام، وقال عطاء: إذا فاته العيد صلى ركعتين". تفهيم البخاري، باب: ٦٦٢، پاره: ٤، كتاب العيدين، ص: ٩٧(١).

مندرجہ بالا حدیث پر کچھ سوالات ہیں، براہِ کرم تشفی بخش جوابات سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

۱..... کیا اس حدیث کی رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا، نمازِ عید عورتوں پر بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر ہے۔

۲..... خطبہ سنے بغیر عورتیں گھر میں اکیلے دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے نماز نماز پڑھ لیں، تو کیا حرج ہے؟

۳..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتوں پر نمازِ عید واجب نہیں ہے، یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت کیا؟

---

(۱) (الصحيح للإمام البخاري، كتاب العيدين، باب إذا فاته العيد يصلي ركعتين: ١٣٤/١، قديمي)

۴..... کیا احادیث میں فقہ کا درجہ اونچا ہے؟ جب کہ متعدد احادیث اس باب میں ہیں کہ نمازِ عید عورتوں پر بھی واجب ہے، چاہے اکیلے ہی دو رکعت پڑھیں؟

۵..... اکیلے ہی دو رکعت نماز گھر میں پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟ پردہ وغیرہ کا انتظام کرلیا جائے تو عورتوں کو عیدگاہ میں جانے کی اجازت فی زمانہ دی جاسکتی ہے؟ براہ کرم مندرجہ بالا مسائل فقہ حنفی کی رو سے سمجھائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صرف اتنا ہے "هذا عيدنا يا أهل الإسلام" بقیہ کوئی لفظ بھی ارشادِ نبوی نہیں، لہٰذا اس سے عورتوں پر نمازِ عید کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

۲..... اگر حدیث شریف سے ثابت ہو تو کوئی حرج نہیں، مگر ثابت نہیں، غیر ثابت کو ثابت ماننا مستقل حرج ہے۔

۳..... واجب نہ ہونے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں، بلکہ واجب ہونے کے لئے ضرورت ہے، پہلے وہ پیش کریں، تب جواب پوچھیں۔

۴..... وہ متعدد احادیث کہاں ہیں؟ لائیے! بیان کیجئے! کیا یہ حدیث ہے "إذا فاته العيد يصلي ركعتين"؟! کیا یہ حدیث ہے "وكذلك النساء"؟! کیا یہ حدیث ہے "ومن كان في البيوت والقرى"؟! اور کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ عورت پر اکیلے ہی دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے بغیر خطبہ ہی پڑھنا واجب ہے؟ "أمر أنس، قال عكرمة، قال عطاء" کی تصریح کے بعد تو ارشادِ نبوی ہونے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، ورنہ اس کو اس طرح لکھا جاتا: "أمر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم"۔ جو بات رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی، اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کا حق نہیں (۱)۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من تعمد علي كذباً فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح مسلم، مقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۱، قديمي)

۵..... نمبر ۲ میں اس کا جواب آگیا ہے کہ کیا حرج ہے؟ سوال نمبر ۴ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہ آپ کے بیان کے موافق نظر انداز کردینے کے قابل ہے، اگر یہی نظریہ ہے، تو فقہ حنفی کی رو سے جواب طلب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ پہلے اپنا موقف واضح کیجئے کہ فقہ حنفی آپ کے نزدیک قابلِ تسلیم ہے یا براہِ راست حدیث شریف ہر مسئلہ میں اپنے پاس رکھتے ہیں؟ اور جو مسئلہ آپ کو فقہ حنفی کا حدیث شریف کے خلاف نظر آتا ہے، اس کی دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں، پھر تو جواب آپ کے موقف کی رعایت رکھتے ہوئے دینا مفید ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۴ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆
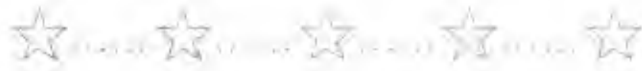
الفصل الثاني في صلاة العيد في المسجد وغيره

(عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا بیان)

عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں؟

سوال[۱۰۴۵۴]: زید بحیثیت متولی کا یہ قول ہے کہ تراویح اور عیدین کی نمازیں مسجد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اللہ کی زمین بہت ہے، کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں، جب کہ شہر کے دوسرے محلوں کی مسجدوں میں عید کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور عیدگاہ وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو، ایسی صورت میں یہ شخص کہاں تک حق بجانب ہے؟ آگاہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کو مسجد ہی میں پڑھنا چاہیے، متولی کو اس سے منع کرنے کا حق نہیں (۱)، عیدین کی نماز کا عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے (۲)، اگر عیدگاہ نہ ہو اور باہر میدان میں نماز عید ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو، تو پھر نمازی

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها﴾ (البقرة: ۱۱۴)

"وأعجب من ذلک أنه إذا غضب على شخص يمنع من دخول المسجد خصوصاً بسبب أمر دنيوي، وهذا كله جهل عظيم، ولا يبعد أن يكون كبيرة، فقد قال الله تعالى: ﴿وأن المساجد لله﴾ فلايجوز لأحد مطلقاً أن يمنع من عبادة يأتي بها في المسجد؛ لأن المساجد مابني إلا لها من صلاة، واعتكاف، وذكر شرعي، الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة: ۲/۶۰، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القول في أحكام المسجد: ۴/۲۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخرج يوم الفطر والأضحى إلى المصلى، فأول شيء يبدأ به الصلاة، ثم ينصرف". (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى الخ: ۱/۱۳۱، قديمى) =

مسجدوں میں نماز عید ادا کریں گے (۱)، متولی کو اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۶ھ۔

الجواب کاف: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۸۶ھ۔

عیدگاہ چھوڑ کر میدان میں نماز عید

سوال [۱۰۴۵۵]: عیدگاہ یا مسجد میں نماز عید ہوتی چلی آرہی ہے، لیکن شریر لوگ ایک کھیل کے میدان میں جو مخصوص میدان ہے، رات میں اس میں لوگ پاخانہ پیشاب کرتے ہیں، اس جگہ عید کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز نہ ہوئی تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ واضح ہو کہ مسجد سے متصل ہی میدان واقع ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نماز عید کے لئے مستقلاً عیدگاہ موجود ہے تو بلا وجہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے میدان میں نماز عید ادا کرنا غلط طریقہ ہے (۲)، اگر وہاں جگہ ناپاک ہوگی تو وہاں نماز بھی درست نہیں ہوگی (۳)، اگر وہاں پڑھنے کی

= "ذلک (أي الخروج إلى الصحراء لصلاة العيد) أفضل من صلاتها في المسجد لمواظبة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على ذلک مع فضل مسجده". (فتح الباري، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى: ۲/۵۷۴، قديمي)

"والخروج إلى الجبانة في صلاة العيد سنة الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع عشر في العيدين: ۱/۱۵۰، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أنه أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة العيدين في المسجد". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب يصلي بالناس العيد في المسجد إذا كان يوم مطر: ۱/۱۷۱، رحمانيه لاهور)

"إذا كان يوم مطر فلا يخرج إلى المصلى فيصلي في المسجد يجوز ذلک". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب يصلي بالناس العيد في المسجد إذا كان يوم مطر: ۲/۲۱۲، قاسميه ملتان)

"وفيه الخروج إلى المصلى في العيد، وإن صلاتها في المسجد لاتكون إلا عن ضرورة". (فتح الباري، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى الخ: ۲/۵۷۴، قديمي)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں"۔

(۳) "هي (أي: شروط الصلاة) ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث .... ومكانه، أي: موضع قدميه أو =

کوئی صحیح جگہ موجود ہے تو اس کو پہلے اس طرح صاف کرادیا جائے کہ نماز کے صحیح ہونے میں کوئی تامل نہ رہے، مگر اس سے وہ جگہ عیدگاہ نہیں بن جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اندیشۂ فساد کے وقت نمازِ عید محلوں کی مساجد میں

سوال[۱۰۴۵۲]: شہر مرادآباد میں ۱۳/ اگست ۱۹۸۰ء کو نمازِ عید الفطر کے موقع پر عین عیدگاہ میں مقامی پولیس اور پی ایس سی کے بے محل، بلاوجہ، بلاضرورت، خلاف قانون، خلاف انسانیت (مقامی انتظامیہ کی موجودگی میں) گولی چلانے سے بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کی بے گنتی اتلاف جان کا جو خونخوار، جانکاہ حادثہ گزرا ہے، اس پورے ملک کے مسلمانوں کے انصاف پسند اور قدرداں انسانیت غیر مسلم افراد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اکثر سچائی پسند اور حق گو افراد نے اس جارحانہ انسانیت سوز، درندانہ خون ریزی جو انتقام کے نام سے کی گئی سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

۱۳/ اگست کے بعد ہی مقامی پولیس اور انتظامیہ نے اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے متعصب اور قوم پرست افراد کے تعاون سے ساڑھے ۳ ہفتہ مسلسل ظلم واستبداد، قتل وغارت گری، آتش زنی، لوٹ مار، خانہ بربادی اور تباہ حالی کے لئے خوب بازار گرم رکھا، اگرچہ اب کرفیو کا سلسلہ نرم صورت میں چل رہا

= إحداهما إن رفع للآخر وموضع سجوده اتفاقاً في الأصح". (الدرالمختار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۲، ۴۰۳، سعيد)

"(يجب) أي: يفترض (على المصلي) أي: من يريد أن يصلي قبل الشروع في الصلاة (أن يزيل النجاسة) المانعة (عن بدنه وثوبه والمكان الذي يصلي فيه) أي: عليه ... أو المراد المكان الذي يقع فعل الصلاة فيه". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الثاني الطهارة، ص: ۱۷۷، سهيل اكيدمي لاهور)

"لا بد لصحة الصلاة من سبعة وعشرين شيئاً ... ومنها طهارة الجسد والثوب والمكان الذي يصلي عليه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط للصلاة وأركانها، ص: ۲۰۷، ۲۰۸، قديمي)

ہے، شانتی (۱) وقیام امن کے لئے اپیلیں کی جارہی ہیں، لیکن قوم پرست طبقہ کے تعصبانہ جذبات ہنوز گرما رہے ہیں، آج بھی مسلمانوں کو چین نصیب ہونا تو درکنار! آنے والے کسی گھنٹہ ومنٹ کے لئے بے لحاظ حفاظت جان ومال، عزت وآبروا پنے کو مامون نہیں سمجھ رہا ہے، عیدالاضحی کے موقع پر عیدگاہ میں نماز عید پڑھ کر واپس آکر مسلمانوں کو تین یوم قربانی کا مذہبی فریضہ ادا کرنا ہوتا ہے، گزشتہ چھ ماہ کے مسلسل ناخوشگوار دل آزار، آبروریزی، افسوس ناک حالات، واقعات اور تجربات کی بناء پر اس موقعہ کے لئے بھی مسلمان اپنے کو غیر محفوظ یقین کر رہا ہے، حالات پر غور فرما کر استفتاء سے متعلق سوالات پر فتوی صادر فرمائیں۔

۱...... جو حالات اوپر مسطور ہیں، ان کے پیش نظر کیا مسلمانِ شہر اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھ سکتے ہیں؟

۲...... یہ بھی اندیشہ ہے کہ حکومت انتظام نگرانی وحفاظت کے نام سے محلوں کی مساجد پر بھی مسلح پولیس اور ملٹری وغیرہ لگادے، مسلمان حکومت کے اس عمل سے بھی خطرہ محسوس کرتے ہیں، تو کیا نماز عیدالاضحی جو واجب ہے، ترک کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ان حالات میں محلوں کی مساجد میں نماز عیدادا کرلی جائے (۲)، یہی انسب ہے، اسی میں فتنوں سے تحفظ ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔

---

(۱) ’’شانتی: امن، سکھ، آرام، تسلی، اطمینان، دل جمعی‘‘۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ’’عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: ’’أنه أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة العيد في المسجد‘‘. (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب يصلي بالناس العيد في المسجد، إذا كان يوم مطر: ۱/۱۷۱، رحمانيه لاهور)

’’إذا كان يوم مطر فلا يخرج إلى المصلى فيصلي في المسجد يجوز ذلك‘‘. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب يصلي بالناس في المسجد إذا كان يوم مطر: ۲/۲۱۲، قاسميه ملتان)

(وسنن ابن ماجة، باب ماجاء في صلاة العيد في المسجد إذا كان مطر، ص: ۹۳، قديمي)

۲...... جان جانے کا خطرہ ہو، تو نماز عید ادا نہ کی جائے، حفاظت جان اہم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

(۱) "وشرط لافتراضها إقامة مصر ..... وعدم حبس وعدم خوف.

(قوله: وعدم خوف) أي: من سلطان أو لص، منح". (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجمعة: ۲/۱۵۳، ۱۵۴، سعيد)

"والمطر الشديد والاختفاء من السلطان الظالم مسقط. فلو قال المصنف: "وشرط وجوبها الإقامة والذكورة ..... وعدم الحبس والخوف والمطر الشديد" لكان أشمل". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۶۲، رشيديه)

"والخامس: الأمن من ظالم فلا تجب على من اختفى من ظالم، ويلحق به المفلس الخائف من الحبس كما جاز له التيمم". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۵۰۵، قديمي)

الفصل الثالث في تکبیرات التشریق

(تکبیراتِ تشریق کا بیان)

نمازِ عید کے لئے جاتے ہوئے اور واپسی پر تکبیرِ تشریق پڑھنے کا حکم

سوال[۱۰۴۵۷]: نمازِ عیدین کے لئے آیا صرف عیدگاہ کو جاتے وقت تکبیر پڑھتا چلے یا واپسی میں بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

واپسی میں بھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) حضرت مفتی صاحب کے اس جواب اور باب العیدین: ۸/۴۵۰ پر مذکور جواب میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ آثارِ صحابہ اور فقہی عبارات سے تکبیراتِ تشریق پڑھنے کا استحباب صرف عیدگاہ جاتے ہوئے عیدگاہ تک ثابت ہے اور ایک قول کے مطابق عیدگاہ میں پڑھنا بھی مستحب ہے جب تک امام نماز شروع نہ کرے، اس کے علاوہ نماز سے فراغت کے بعد واپسی میں مستحب یا مسنون نہیں، البتہ نفسِ ذکر مشروع ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

لہذا آٹھویں جلد میں سائل نے چونکہ ''شرعی حکم'' پوچھا ہے (جو کہ عیدگاہ جاتے ہوئے مسنون ومستحب ہے نہ کہ واپسی میں) اس لئے مفتی صاحب نے جواب میں شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''عیدگاہ جاتے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے اور واپسی میں نہیں پڑھی جاتی''۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واپسی پر پڑھنا جائز نہیں (اس لئے کہ مفتی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ واپسی میں پڑھنا جائز نہیں، بلکہ فرمایا کہ واپسی میں نہیں پڑھی جاتی)۔

اور یہاں سائل نے شرعی حکم کی تصریح نہیں کی، بلکہ یہ پوچھا ہے کہ ''.....عیدگاہ جاتے وقت تکبیر پڑھتا چلے یا واپسی میں بھی؟'' اور ظاہر ہے کہ واپسی میں پڑھنا بھی ذکر مشروع ہونے کی وجہ سے جائز ہے (اگر چہ مستحب یا مسنون نہیں) اس لئے مفتی صاحب نے جواب میں اسی ''نفسِ جواز'' کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''واپسی میں بھی''۔

لہذا اس اعتبار سے دونوں جوابوں میں تعارض نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب صلاة الاستسقاء

(نماز استسقاء کا بیان)

صلوۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں

سوال[۱۰۴۵۸]: موسمی بارش عام طور پر ۱۷/ جون کو شروع ہوتا ہے، لیکن یہاں پر ایک ماہ سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے اور اب تک بارش کا نام ونشان نہیں ہے اور اس وجہ سے پہلی فصل میں محنتیں مشقتیں کی جاتی ہیں، یعنی کھیت میں بیج وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے، وہ ابھی تک نہیں ڈالے گئے، لہذا اسی بناء پر تمام افراد پریشان ہیں اور اس اثناء میں یہ سوالات (۱) پیش آئے ہیں، جن کے جوابات آپ سے مطلوب ہے۔

بارش طلب کرنے کے لئے نماز استسقاء باجماعت پانچ روز متواتر ادا کرتے ہیں، اس میں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس طرح عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور نماز استسقاء تین دن سے زائد ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین روز سے زائد نماز استسقاء منقول وثابت نہیں۔

"ويخرجون ثلثة أيام متتابعات فقط؛ لأنه لم ينقل أكثر منها اه"

(مجمع الأنهر: ١/١٤٠)(٢).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

---

(۱) **نوٹ**: اس سے مراد آخر باب تک کے تمام سوالات ہیں، اس لئے کہ یہ سوالات اسی مستفتی کے ہیں۔

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل في الاستسقاء: ١/٢٠٨، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء: ٢/١٨٥، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع عشر في الاستسقاء: ١/١٥٣، رشيديه)

کیا صلاۃ استسقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہو

سوال[۱۰۴۵۹]: نماز استسقاء کی شرائط کیا کیا ہیں؟ آیا آسمان پر بادل کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بادل ہونے کی صورت میں نماز استسقاء ادا کریں؟ بادل ہو یا نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ لیکن یہاں جو مسئلہ پیش آیا ہے، وہ بادل نہیں کہرا(۱) آسمان پر چھایا ہوا تھا، اس صورت میں نماز ادا کرنے کو شہر سے باہر گئے، آیا اس طرح عمل درست ہوا یا نہیں؟ کیا بادل کا ہونا شرط ہے یا بادل ہو یا نہ ہو؟ اس صورت میں نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بادل ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، بلکہ حاجت پر مدار ہے۔

"وهو مسنون عند الحاجة إليه في موضع لايكون لأهله أودية، وأنهار، وابار يشربون منها، ويسقون مواشيهم، وزروعهم، أوكان لهم ذلك لكن لايكفيهم، فإن كان كافياً لايستسقون اهـ" طحطاوي، ص: ٢٥٠(٢).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۴ھ۔

صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگربتی وغیرہ ساتھ لے جانا

سوال[۱۰۴۶۰]: نماز استسقاء کو جاتے وقت راستہ سے تمام افراد میں چند افراد باآواز بلند مناجات اور نعت اور اگربتیاں سلگا کر ساتھ لے گئے، بہرحال اس طرح سے عمل پیش آرہا ہے۔ کیا یہ عمل شریعت کے

---

(۱) "کہرا: وہ بخارات جو سردی کے موسم میں صبح اور شام کو دھندسی پیدا کر دیتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الاستسقاء، ص: ۵۴۸، قديمي)

"وشرعاً: طلب إنزال المطر بكيفية مخصوصة عند شدة الحاجة بأن يحبس المطر، ولم يكن لهم أودية، وآبار، وأنهار يشربون منها، ويسقون مواشيهم، وزرعهم، أو كان ذلك إلا أنه لايكفي فإذا كان كافياً لايستسقى كما في المحيط". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء: ۱۸۴/۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء: ۳۵۹/۱، دار المعرفة بيروت)

موافق ہے یا نہیں؟ صحیح عمل کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ غلط اختیار کیا گیا، نماز استسقاء کے لئے پرانے کپڑے پیوند لگے ہوئے پہن کر خشوع وخضوع کے ساتھ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی سے نظریں نیچی کر کے جانا چاہیے۔

"ثم یخرجون في ثیاب خلقه أو مرقعة خاشعین ناکسي رؤسهم اه"

سکب الأنهر: ١/١٤٠(١)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

نماز استسقاء کے بعد ترنم سے دعا کرنا

سوال[۱۰۴۶۱]: نماز استسقاء وخطبہ ایک ہی شخص نے پڑھایا ہے اور دوسرے شخص نے نماز وخطبہ ہوجانے کے بعد بیٹھ کر ترنم میں بآواز بلند دعا کی، سامعین کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی گا رہا ہے، بہر حال دعا میں جس طرح آہ وزاری وانکساری ہونی چاہیے، ویسا نہیں ہو رہا تھا، بہر حال اس طرح دعا مانگنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ صحیح صحیح عمل بتائیں کہ کس طرح کیا کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کام بھی غلط ہوا، دعا میں عاجزی چاہیے(۲)، گانا نہیں چاہیے، جو امام نماز پڑھائے وہی

(۱) (الدر المنتقی في شرح الملتقی المعروف بسکب الأنهر، کتاب الصلاة، فصل في الاستسقاء: ١/١٠٨، مکتبه غفاریه کوئٹه)

"(ویخرجون ثلاثة أیام متتابعات مشاة في ثیاب غسیلة أو مرقعة متذللین متواضعین خاشعین لله ناکسین رؤسهم، ویقدمون الصدقة في کل یوم قبل خروجهم، ویجددون التوبة، ویستغفرون للمسلمین، ویستسقون بالضعفة، والشیوخ، والعجائز، والصبیان، ویبعدون الأطفال عن أمهاتهم الخ".

(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الاستسقاء: ٢/١٨٥، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الاستسقاء: ٢/٢٩٤، رشیدیه)

(٢) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعو ربکم تضرعاً وخفیة إنه لایحب المعتدین﴾ (الأعراف: ٥٥) .... =

دعا کرائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

نمازِ استسقاء کو جاتے ہوئے ناجائز اُمور سے نہ روکنا

سوال[۱۰۴۲۲]: نماز استسقاء کو جاتے وقت جو بھی عمل ہو رہا تھا، اس میں ذی علم حضرات بھی موجود تھے، یعنی عالم، حافظ، مفتی بھی موجود تھے، ان حضرات نے ان میں کچھ بھی نہیں کہا، یعنی شرعی مسئلہ نہیں بتایا، تو ان کا خاموش رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان عالم ومفتی ہی سے دریافت کریں، ہوسکتا ہے کہ وہ خود خشوع وخضوع میں غرق ہوں، سر جھکا ہوا آنکھیں نیچی ہوں، کسی چیز کی طرف التفات نہ ہو، یا عوام نے نہ مانا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

= "عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفي ..... عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر الخ: ۶/۹۳، إدارة القرآن كراچی)

"وأما الأدعية والأذكار فالخفية أولى، قلت: ويجتهد في الدعاء والسنة أن يخفي صوته لقوله تعالىٰ: ﴿ادعو ربكم تضرعاً وخفية﴾". (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۲/۵۰۷، سعيد)

(۱) "وإذا فرغ (الإمام) من الخطبة جعل ظهره إلى الناس ووجه إلى القبلة، ويشتغل بدعاء الاستسقاء، والناس قعود مستقبلون بوجوههم إلى القبلة في الخطبة والدعاء". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الاستسقاء: ۲/۲۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ويقوم الإمام مستقبل القبلة) حالة دعائه (رافعاً يديه) لما روى عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أنه رأى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يستسقى عند أحجار الزيت قريباً من الزوراء قائماً رافعاً يديه قبل وجهه لايجاوز بهما رأسه ..... (والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعائه)". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء، ص: ۵۵۱، قديمی) =

نمازِ استسقاء کے بعد کھانا کھلانا

سوال[۱۰۴۶۳]: بارش کے ضمن میں یہ معاملہ پیش آیا کہ چند افراد سے چندہ وصول کرکے گاؤں کے تمام بچوں کو کھانا پکڑ کر کھلوایا اور اس کے بعد دن میں گیارہ بجے بڑے بوڑھوں کو کھلوایا، تو یہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غرباء کو صدقہ کردینا مستحب ہے، وہ بھی جہاں تک ہوسکے، اخفاء کے ساتھ افضل ہے، اس میں اپنی شان وشوکت کا اظہار خدائے پاک کو ناپسند ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع عشر في الاستسقاء: ۱/۱۵۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحداً﴾ (الكهف: ۱۱۰)

"عن عكرمة رضي الله تعالىٰ عنه عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن طعام المتبارئين أن يؤكل". (سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب في طعام المتبارئين: ۲/۵۲۷، مكتبه دار الحديث)

"(أن يؤكل) ..... وإنما كره ذلك لما فيه من المباهاة والرياء، وقد دعي بعض العلماء فلم يجب، فقيل له: إن السلف كانوا يدعون فيجيبون قال: كان ذلك منهم للموافاة والمواساة، وهذا منكم للمكافاة والمباهاة". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني: ۶/۳۷۲، رشيديه)

باب الجنائز

الفصل الأول في تكفين الميت

(میت کے کفن کا بیان)

کفن کا کپڑا کس رنگ کا ہونا چاہیے؟

سوال[۱۰۴۶۴]: پارٹی کے شعار کی وجہ سے مردہ کو لال کپڑے میں رکھنا کیسا؟ لال جھنڈا کس کا شعار ہے؟ ''لال جھنڈے کی جے'' (۱) کہنا کیسا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفن کے لئے سفید کپڑا مستحب و مستحسن ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفن سفید ہی تھا اور آپ نے سفید کفن کی ترغیب وتاکید بھی فرمائی ہے۔

''وكفن صلى الله تعالى عليه وسلم في ثلاثة أثواب بيض سحولية اهـ'' مراقي الفلاح، ص: ٤٧٥.

''قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ألبسو من ثيابكم البياض، فإنها من خير ثيابكم وكفنوا فيها موتاكم اهـ'' طحطاوي، ص: ٤٧٥(٢).

---

(۱) ''جے: فتح، نصرت، جیت، ظفرمندی، ترقی، عروج، اقبال''۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۳۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، أحكام الجنائز، ص: ٥٧٦، ٥٧٧، قديمي)

''ولا بأس في الكفن ببرود وكتان وفي النساء ..... لجوازه بكله مايجوز لبسه حال الحياة، وأحبه البياض''. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ٢/٢٠٥، سعيد)

''وأما صفة الكفن، ''فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض''. (بدائع الصنائع، كتاب =

کسی پارٹی کی خاطر ہدایات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ترک کرنا بہت غلط طریقہ ہے۔ لال جھنڈا بھی کسی خاص پارٹی کا شعار ہے، اگر وہ پارٹی حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو اس میں شامل ہونا بھی خطرناک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الصلاة، صفة الكفن و كيفية التكوين: ۲/ ۳۹، رشيديه)

الفصل الثاني في الصلاة على الميت

(جنازہ کی نماز کا بیان)

خودکشی کرنے والے اور نشہ کی حالت میں مرنے والے کی نمازِ جنازہ

سوال[۱۰۴۶۵]: خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا ہوگی یا نہیں؟ شراب یا اور کسی نشہ کی حالت میں مرنے والے کی نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس مسلمان نے خودکشی کرلی اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی (۱) اور جس مسلمان کا نشہ کی حالت میں انتقال ہوا، اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "من قتل نفسه ولو عمداً، يغسل ويصلى عليه، به يفتى، وإن كان أعظم وزراً من قاتل غيره". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۱۱، سعيد)

"ومن قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى وهو الأصح كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱/۱۶۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۱/۵۹۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب مع كل أمير براً كان أو فاجراً ...... والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الغز ومع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، إمداديه)

"وهي فرض على كل مسلم مات خلابغاة وقطاع الطريق إذا قتلوا في الحرب". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۱۰، سعيد) ......=

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

سوال[۱۰۴۶۶]: دعاء بعد جنازہ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں؟ لاہور سے الفلاح کے پروگرام میں بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ "إذا صلیتم علی المیت فأخلصوا له الدعاء" (أبوداود شریف: ۲/۴۵٦). والی روایت پیش کی، جب کہ ہم نے ہمیشہ اکابرین کا معمول یہ دیکھا کہ بعد جنازہ متصلاً کوئی دعا نہیں مانگی جاتی، براہ کرم اس حدیث کی تشریح بھی فرمائیں اور نوعیت مسئلہ بھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ حنفی کی مستند کتاب خلاصۃ الفتاوی میں بصراحت مذکور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر وہاں دعا کے لئے نہ ٹھہریں، مرقات شرح مشکوۃ میں بھی ایسا ہی ہے، نماز جنازہ درحقیقت دعا ہی ہے، اس کے بعد مستقلاً دعا ثابت نہیں (۱)۔ اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے، جس پر ہندوستان کے بہت سے علماء کی تائیدات ہیں، جن کا نام ہے دلیل الخیرات (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/٦/۱۳ھ۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال[۱۰۴۶۷]: مسجد میں نمازِ جنازہ کے بارے شریعت مطہرہ اور علماء کا کیا فیصلہ ہے؟

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، أحكام في الجنائز، فصل الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمي)

(۱) "ولا يدعوا للميت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها: ۴/۱۷۰، رشيديه)

"ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة". (خلاصة الفتاوى، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز: ۱/۲۲۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الخامس والعشرون في الجنائز: ۴/۸۰، رشيديه)

(۲) (دليل الخيرات في ترك المنكرات، للمفتي محمد كفايت الله رحمه الله تعالى، مكتبه تهانوى كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء له". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد: ۹۸/۲، إمداديه)

"وتكره الصلاة على الجنازة في مسجد عندنا". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، الرابع في الصلاة عليه، ص: ۵۸۸، سهيل اكيدمي لاهور)

"وصلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة عليه: ۱۶۵/۱، رشيديه)

الفصل الثالث فيما يتعلق بالقبر والدفن

(قبر اور دفن کا بیان)

عورت کی میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ

سوال[۱۰۴۶۸]: ہمارے یہاں دستور ہے کہ جب کسی عورت کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر کے چاروں طرف پردہ رسمی کرلیا جاتا ہے (چادروغیرہ کے ذریعہ) حالانکہ لوگ پھر بھی میت کو دیکھ لیتے ہیں، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس پردہ مروجہ کا ثبوت ہے یا نہیں؟ جب کہ میت کفن میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو چارپائی سے اٹھا کر لحد میں رکھتے وقت بعض مرتبہ ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے یا بے احتیاطی کی بناء پر کفن کھل جاتا ہے یا میت کے جسم کی ہیئت ظاہر ہونے لگتی ہے، اس وجہ سے چادر چاروں طرف سے تان لی جاتی ہے تاکہ اجنبی کی نظر اس پر نہ پڑے، یہ مسئلہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاه، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۰، قديمى)

"ويسجى أي يغطى قبرها". (قوله: ويسجى قبرها) أي: بثوب ونحوه استحباباً حال إدخالها القبر حتى يسوى اللبن على اللحد، كذا في شرح المنية والإمداد". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/ ۲۳۶، سعيد)

"ويسجى قبور المرأة بثوب حتى يسوى اللبن؛ لأن مبنى حالهن على الاستتار". (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۲۷۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

الفصل الرابع في البناء على القبور

(قبر پکی کرنے اور اس پر قبہ بنانے کا بیان)

روضۂ اقدس پر گنبد کیوں ہے؟

سوال[۱۰۴۲۹]: زید یہ کہتا ہے کہ علماء دیوبند قبروں پر مرقد اور گنبد بنانے کو منع کرتے ہیں، اگر منع ہے تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد کیوں بنا ہوا ہے اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مثلاً: حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت نظام الدین رحمہم اللہ وغیرہ کی قبروں پر بھی گنبد بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ شہنشاہانِ اسلام کے زمانے میں بنائے گئے ہیں، مفصل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبروں پر تعمیر (روضۂ اقدس پر اور مزارات اولیاء پر گنبد وغیرہ) کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی منع فرمایا ہے۔ اپنے مزار مبارک پر بھی بنانے کا حکم نہیں دیا، جس نے بنایا خلافِ حدیث شریف بنایا، اس کا ذمہ دار وہ ہے۔ حدیث پاک کے خلاف کرنے سے اس کو سراہا نہیں جائے گا اور اس عمل کی وجہ سے حدیث شریف کو ترک نہیں کیا جائے گا (البتہ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی) اتباع کے لئے حدیث شریف ہے نہ کہ عمل۔ اولیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قبور پر گنبد بنانے کے لئے نہیں فرمایا اور فرماتے بھی کیسے؟! جب کہ حدیث پاک میں ممانعت ہے، بعد والوں نے جو کچھ کیا اس کی ذمہ داری اولیاء کرام پر نہیں۔

"عن جابر رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن يجصص القبر، وأن يبنى عليه، أو يقعد عليه". الحديث.

مسلم(١)۔ وأصحاب السنن الخ(٢)۔ جمع الفوائد: ١/٢٠٦، طبع مکہ مکرمہ(٣)۔

☆......☆......☆......☆......☆

(١) (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، فصل في النهي عن تجصيص القبور والقعود والبناء عليها: ٣١٢/١، قديمى)

(٢) (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في البناء على القبر: ١٠٣/٢، إمداديه)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب البناء على القبر: ٢٨٥/١، قديمى)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ماجاء في النهي عن البناء على القبور، ص: ١١٢، قديمى)

(٣) (جمع الفوائد، كتاب الجنائز، تشييع الجنازة وحملها ودفنها، رقم الحديث: ٢٦١٣: ٣٦٥/١، إدارة القرآن كراچي)

الفصل الخامس في إلقاء الرياحين وغيرها

(قبروں پر پھول، چادروغیرہ ڈالنا)

مزار کی اگربتی کی بھسم

سوال [۱۰۴۷۰]: اکثر مزاروں میں اگربتی کی راکھ کو بھسم کہہ کر دیتے ہیں، کیا یہ دینے اور لینے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگربتی قبر پر جلانا منع ہے(۱)، اس کی راکھ کو تبرک سمجھنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه قال: "لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسراج"۔ (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في زيارة النساء: ۱۰۵/۲، إمداديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۷۴۰: ۱۵۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"وإخراج الشموع إلى رأس القبور في الليالي الأولى بدعة"۔ (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور الخ: ۳۵۱/۵، رشيديه)

باب إهداء الثواب للميت

(میت کے لئے ایصالِ ثواب کا بیان)

ایصالِ ثواب کا طریقہ

سوال[۱۰۴۷۱]: میں روزانہ اس طرح فاتحہ پڑھتا ہوں، کیا شریعت میں ایسا عمل جائز ہے، کیا میرے مرحوم کو اس کا فائدہ ہوگا؟ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ قل هو الله أحد اور ایک مرتبہ درود ابراہیم پڑھ کر اس طرح کہتا ہوں، خداوند!! جو کچھ اس وقت پڑھا ہوں، اس کا ثواب جملہ پیغمبروں کو پہنچا کر، یا اللہ! ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا کر اور ان کے جملہ صحابہ کی، اُن کی آل واولاد کی، ان کی ازواج مطہرات کی، جملہ اولیاء اللہ کی ارواح کو پہنچا کر، یا اللہ! مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک جس قدر مرد وعورت وفات پا چکے ہیں، یا اللہ! ان تمام کی روح کو پہنچا کر، میرے ماں باپ اور میرے جملہ رشتہ دار جو وفات پا چکے ہیں، ان تمام کی روح کو اس فاتحہ کا ثواب پہنچا کر، یا اللہ! تمام لوگوں کے گناہوں کو معاف کردے، ان تمام مرحومین کو جنت میں جگہ عطا کردے، میں روزانہ اس طریقہ سے فاتحہ پڑھتا ہوں، شرعاً یہ طریقہ جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح بھی ایصالِ ثواب کرنے سے ثواب پہنچ جاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "صرح علماء نا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها، كذا في الهداية، بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء، وهو مذهب أهل السنة والجماعة".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد) =

ایصالِ ثواب کے لئے مجلس منعقد کرنا

سوال[۱۰۴۷۲]: مرنے پر بغیر تعین امام لوگوں کو جمع کرکے جن میں غرباء کے ساتھ ائمہ، صاحب نصاب، علماء حضرات بھی ہوتے ہیں، ایصالِ ثواب کرایا جاتا ہے، پھر کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے، یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کھانا بظاہر ایصالِ ثواب کی اجرت بن جاتا ہے، جس سے ثواب نہیں ہوتا، نیز ثواب کے کھانے سے احتیاط کی حاجت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۸۷ھ۔

دفن کرنے سے پہلے ایصالِ ثواب کے ایک مخصوص صورت کا حکم

سوال[۱۰۴۷۳]: ماقولكم دام فضلكم في هذه المسئلة: التصدق بأرز وخبز وموز وملح وفلوس على الفقراء والمساكين قبل دفن الميت بنية إيصال الثواب عند وراء المسجد الذي

= "والأصل فيه أن للإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أوحجاً أوعمرة أوغيرذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج: ۱۰۵/۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحج، شرائط الأركان والوقف: ۴۵۴/۲، رشيديه)

(۱) "ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في الموسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء، والقراءة للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص، والحاصل: أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن يكره ...... وهذه الأفعال كلها السمعة والرياء فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالىٰ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل السادس والعشرون في أحكام المسجد: ۸۱/۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الجنائز، ص: ۲۰۹، سهيل اكيدمى لاهور)

يصلي، والحال أن عادة أهل هذه البلد كانوا يحملون هذه الأشياء إلى وراء المسجد المذكور قبل رفع الجنازة ثم يحملونها إلى المصلي، وهذا العمل كان يجري بين يدي سلف أو صالحين الأولياء المعتبرين لاسيما بين يدي أولياء وعلماء نرجو من المحققين المدققين من القرون هل يجوز هذ العمل والتصدق به أم لا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره إلى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك، كذا في الدر المختار مع ردالمحتار من المجلد الثاني، أول باب الحج عن الغير(۱).

"ونقل الأدلة من الروايات إمام الزيلعي(۲) والمحقق الكمال ابن الهمام(۳) وغيرهما من الفقهاء والمحدثين، ولكن يجب الإخلاص وأماالطريقة المسئول عنها، فلم يثبت من السلف المجتهدين ولا يخلو من الرياء والسمعة وأيضا التزموا ذلك التزاما أشد من العبادات الواجبة، والمستحب يصير مكروهاً بالالتزام كما صرح به في سباحة الفكر(٤).

"وذكر ابن الحاج في المدخل في الجزء الثاني: "أن من البدع القبيحة مايحمل أمام الجنازة من الخبز والخرفان ويسمون ذلك عشاء القبر، فإذا وصلوا إليه، ذبحوا ذلك بعد الدفن وخرقوه مع الخبز وذكر مثله المناوي في شرح الأربعين في حديث "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ" مشكاة: ۳۷/۱.

قال: "ويسمون ذلك بالكفارة فإنه بدعة مذمومة اه".

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعيد)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۴۱۹/۲-۴۲۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۳۱/۳، رشيديه)

(۴) (مجموعة الرسائل اللكنوي رحمه الله تعالى، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳۳: ۴۹۰/۳، إدارة القرآن كراچی)

قال ابن امير الحاج: "ولو تصدق بذلك في البيت سرا لكان عملاً صالحاً لو سلم من البدعة، أعني أن يتخذ ذلك سنة أو عادة؛ لأنه لم يكن من فعل من مضى يعني السلف، والخير كله في اتباعهم اهـ"(۱)

علم من العبارة المنقولة أن يجب الاحتراز من الطريقة المسئول عنها.

حرره العبد محمود غفرله، دار العلوم ديوبند، ۸۷/۶/۲۸هـ(۲).

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۰۲، قديمي)

(۲) **ترجمۂ سوال**: ''آپ حضرات اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ''میت کو دفن کرنے سے پہلے ایصال ثواب کی نیت سے اس مسجد کے سامنے جہاں نماز جنازہ پڑھی جائے، چاول، روٹی، کیلا، نمک اور پیسے وغیرہ فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس شہر والوں کی عادت یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کو جنازہ اٹھانے سے پہلے مسجد کے سامنے اٹھا کر لے آتے ہیں، پھر انہیں اٹھا کر جنازہ گاہ لے آتے ہیں، کیا یہ عمل سلف صالحین واولیاء کے سامنے (ان کے زمانے میں) کیا جاتا تھا؟ خاص کر اولیاء علماء کے سامنے؟ ہم محققین علماء سے یہ درخواست کرتے ہیں (کہ وہ تحقیق کرکے بتائیں) کہ کیا یہ عمل اوران چیزوں کا (اس طرح) صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: جو آدمی کسی بھی عبارت کو بجالائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دے، خواہ وہ (عبادت) نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا قراءت قرآن ہو یا طواف ہو یا حج ہو یا عمرہ ہو یا اور کوئی (عبادت) ہو۔

اور فقہاء ومحدثین میں سے امام زیلعیؒ اور محقق کمال ابن الہمام وغیرہ نے (اس کے جواز پر) دلائل وروایات نقل کی ہیں، لیکن اس کے (جواز) کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے، باقی سوال میں جس طریقے کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ تو سلف مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں اور وہ (طریقہ) ریاکاری اور شہرت (کی لالچ) سے بھی خالی نہیں اور پھر اس میں عبادات واجبہ سے بھی زیادہ التزام کیا جاتا ہے، حالانکہ التزام سے تو ایک مستحب چیز بھی مکروہ ہوجاتی ہے (چہ جائیکہ وہ پہلے ہی سے بدعت وناجائز ہو) جیسا کہ (رسالہ) ''سباحۃ الفکر'' میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ابن الحاجؒ نے ''المدخل'' کی جزء ثانی میں ذکر کیا ہے کہ: ''بری بدعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جنازہ کے آگے روٹی اور دنبے اٹھا کر لے جائے جائیں اور وہ اس کو ''قبر کی روٹی'' کہتے ہیں، جب وہ قبر کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو دفن کے بعد اس (دنبہ) کو ذبح کردیتے ہیں اور روٹی کے ساتھ تقسیم کردیتے ہیں، اسی طرح کی بات علامہ مناویؒ نے بھی ''اربعین'' کی شرح میں اس حدیث: ''من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد'' (مشكاة: ۱/۳۷) کے تحت ذکر کی ہے۔ =

ایصالِ ثواب کا طریقہ

سوال [۱۰۴۷۴]: زید کا انتقال ہوگیا اور اس کے اقارب اب محض حسبۃً للہ فقراء و مساکین، علماء وصلحاء ورؤساء کو بہترین کھانا پکا کر کھلاتے ہیں اور صرف ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اور تلاوتِ قرآن بھی ہوتی ہے اور کچھ رقم بھی تقسیم کی جاتی ہے، مگر تعین تاریخ مثلاً: چہارم وچہلم وغیرہ بدعات کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے اور بسا اوقات چہارم وچہلم وغیرہ کا اہتمام بھی ہوتا ہے، اب ہر دونوں صورتوں کا حکم شرعی کیا ہے، شرط جواز کھانے کے مستحق کون لوگ ہیں؟ اور ایصالِ ثواب کا صحیح اور جائز طریقہ کیا ہے؟ مفصل ومدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"وقال أيضاً: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد، وابن ماجة بإسناد صحيح: عن جرير بن عبدالله قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت صنعهم الطعام من النياحة اهـ".

وفي البزازية: "ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول، والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن، وجمع الصلحاء، والقراء للختم، أو لقرأة سورة الأنعام والإخلاص.

والحاصل: أن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره، وفيها: من كتاب الاستحسان، وإن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا اهـ".

"وأطال في ذلك في المعراج وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة

= اور انہوں نے فرمایا کہ: "وہ اس کو "کفارہ" بھی کہتے ہیں، بے شک یہ بہت بری بدعت ہے۔ ابن امیر الحاج نے فرمایا کہ: "اگر اس چیز کو گھر میں چپکے سے صدقہ کر لیتے تو یہ ایک نیک عمل ہوتا، اگر اس بدعت سے محفوظ ہوتا، یعنی اسے سنت اور عادت بنائے جانے سے احتراز کیا جاتا، اس لئے کہ سلف میں سے یہ فعل کسی کا بھی نہیں رہا اور (یقیناً) بھلائی سب کی سب ان (اسلاف) ہی کی اتباع میں ہے"۔

نقل کردہ عبارت سے معلوم ہوا کہ سوال میں ذکر کئے گئے طریقہ سے احتراز کرنا واجب ہے"۔

والرياء فيحترز عنها؛ لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالى اه إلى قوله ولا سيما إذا كان في الورثة صغار، أو غائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذلك غالباً من المنكرات الكثيرة كإيقاد الشموع، والقناديل التي لاتوجد في الأفراح وكدق الطبول، والغناء بالأصوات الحسان، واجتماع النساء، والمردان وأخذ الأجرة على الذكر وقرأة القرآن، وغير ذلك مما هو مشاهد في هذه الأزمان وماكان كذلك فلا شك في حرمته وبطلان الوصية به ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم اه".

"صرح علماء نا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقة أو غيرها، كذا في الهداية، بل في زكوة التتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء اه" إلى قوله ولهذا اختارت الشافعية في الدعاء: "اللهم أوصل مثل ثواب ما قرائته إلى فلان، وأما عندنا فالواصل إليه نفس الثواب. وفي البحر من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع. وفي شرح اللباب: ويقرأ من القرآن ماتيسر له، ثم يقول أللهم أوصل ثواب ماقرأناه إلى فلان أو إليهم اه" شامی، نعمانیه بتغیر باب صلوة الجنازة، ص: ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲(۱).

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۳، سعید)

"ويكره اتخاذ الضيافة ثلاثة أيام وأكلها؛ لأنها مشروعة للسرور ...... ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، والأعياد". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الخامس والعشرون في الجنائز: ۸۱/۱، رشيديه)

"ولا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز: ۱۶۷/۱، رشيديه)

عبارت مذکورہ سے آپ کے سوال کا تفصیلی جواب معلوم ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۷/ ۶۰ھ۔

ماں کے انتقال کے بعد ان کو خوش کرنے کی صورت

سوال [۱۰۴۷۵]: ہماری ماں کا انتقال ہو چکا ہے، جب وہ حیات تھیں تو ہماری شادی کے بعد وہ ہم سے ناراض سی رہنے لگیں، اس کی وجہ ہماری بیوی تھی، شادی کے قبل ہماری ماں ہم سے کبھی ناراض نہ رہا کرتی تھیں اور ہم نے ہمیشہ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کی، لیکن شادی کے بعد وہ ہم سے ناراض رہنے لگیں اور ہم ان کی ناراضگی کو ان کی حیات میں دور نہ کر سکے، یہ سب کچھ ہماری بیوی کی نازیبا حرکت کی وجہ سے ہوا، لیکن ہم نے اس وقت اس پر کوئی دھیان نہ دیا، بلکہ ہماری بیوی سے تنگ آکر انہوں نے مجھے بیوی سے کنارہ کش ہو جانے کی تلقین بھی کی، لیکن ہماری بدنصیبی کہ ہم نے اپنی بیوی کو اس وقت اپنی ماں پر فوقیت دی اور بیوی کے خلاف ہم کچھ بھی کہنے کو تیار نہ ہوئے۔

لیکن اب میں بری طرح افسوس کر رہا ہوں اور پچھتا رہا ہوں، کیا ایسی صورت میں ہماری مغفرت کے لئے کوئی راستہ ہے کہ جس سے ہماری مغفرت بھی ہو جائے اور ہماری ماں کی روح ہم سے خوش اور مطمئن ہو جائے اور ہماری ماں ہماری لغزشوں کو بخش دے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ اپنی مرحومہ والدہ کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچایئے، جس طرح بھی موقع ملے، قرآن کریم کی تلاوت کر کے، نوافل پڑھ کر، صدقہ دے کر، روزہ رکھ کر، غرض ہر نیکی کا ثواب پہنچ جاتا ہے، ان کے لئے دعا مغفرت بھی ہمیشہ کرتے رہیں (۱)۔ انشاء اللہ ان کی روح خوش ہو جائے گی اور اپنی نالائقی کی تلافی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۳/ ۱۴۱۵ھ۔

---

(۱) "عن أبي أسيد الساعدي قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذ جاءه رجل من بني سلمة فقال: يا رسول الله! هل بقي من برّ أبوي شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم! الصلاة عليهما والاستغفار لهما وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما، وإكرام صديقهما" =

کلمہ طیبہ کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردوں کی مغفرت ہوتی ہے؟

سوال[۱۰۴۷۲]: کلمہ طیبہ کی کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردوں کی مغفرت ہوتی ہے؟ ہزار عدد ہے یا زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتابوں میں ستر ہزار کی تعداد لکھی ہے کہ اتنی مرتبہ کسی میت کو ثواب پہنچایا جائے تو اس کی مغفرت ہوجاتی ہے، بعض جگہ سوالاکھ ہے(۱)۔

= رواه أبو داود وابن ماجة". (مشكاة المصابيح، كتاب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۲۰، قديمي)

"أي: الدعاء، ومنه صلاة الجنازة، (والاستغفار) أي: طلب المغفرة لهما ... إلى آخر الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب البر والصلة: ۹/ ۱۵۱، رشيديه)

(وسنن أبي داود، كتاب الآداب، باب في البر بالوالدين: ۲/ ۳۵۳، إمداديه)

(۱) "قال ابن عربي: أوصيک أن تحافظ على أن تشتري نفسک من الله بعتق رقبتک من النار، بأن تقول: لا إله إلا الله سبعين ألف مرة، فإن الله يعتق رقبتک، أو رقبة من تقولها عنه بها، ورد به خبر نبوي وأخبرني أبو العباس القسطلاني بمصر أن العارف أبا الربيع المالقي كان على مائدة، وقد ذكر هذا الذكر عليها صبي صغير من أهل الكشف، فلما مدّ يده للطعام بكى، فقيل: ماشأنک؟ قال: هذه جهنم أراها وأمي فيها، فقال المالقي في نفسه: اللهم إني قد جعلت هذه التهليلة عتق أمه من النار، فضحک الصبي وقال: الحمدلله الذي خرج أمي منها وما أدري سبب خروجها، قال المالقي: فظهرلي صحة الحديث، قال ابن عربي: وقد علمت أنا على ذلک ورأيت بركته". (فيض القدير: ۱۱/ ۵۹۳۳، رقم الحديث: ۸۸۹۵، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

"روي أن من قالها سبعين ألف مرة كانت فداء ه من النار، وقد ذكر الشيخ أبومحمد اليافعي اليمني الشافعي رحمه الله تعالى في كتاب الإرشاد والتطريز في فضل ذكر الله تعالى وتلاوة كتابه العزيز، عن الشيخ الإمام الكبير أبي زيد القرطبي أنه قال: سمعت في بعض الأخبار أن من قال: لا إله إلا الله سبعين ألف مرة كانت فداء ه من النار، فعملت ذلک رجاء بركة الوعد إعمالا ادخرتها لنفسي، وعملت منها لأهلي وكان؛ إذ ذاک شاب يبيت معنا يقال: إنه يكاشف في بعض الأوقات بالجنة والنار، وكان في قلبي منه شيء ... فلما رأيت مابه، قلت في نفسي اليوم أجرب صدق هذا الشاب فألهمني الله =

فرائض وواجبات کا ثواب بخشنا

سوال[۱۰۴۷۷]: سنن ومستحبات کے علاوہ فرائض وواجبات کا ثواب بھی مُردوں کو پہونچایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا سبب ظاہری یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کسی نیکی کا ثواب اگر دوسرے کو بخشا تو بخشنے والے کو اس ثواب سے محرومی رہے گی، لہٰذا فرائض اور واجبات کے عظیم ثوابوں کو اپنے ہی لئے رکھے، بلکہ سنن ومستحبات کے ثوابوں کو بھی بس اتنے اندازہ سے بخشے، جیسے اپنے مال میں سے زکوۃ وصدقات دیا کرتے ہیں، کیونکہ بخش دیا ہو، تو اب اگر پلے نہیں پڑے گا تو اندازہ زکوۃ سے زیادہ بخش دینے والوں کو قیامت کے روز حسرت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک قول یہ بھی ہے کہ فرائض اور واجبات کا ثواب بھی بخش سکتا ہے، مگر احتیاط یہی ہے کہ ان کا ثواب نہ بخشے (۱)، اپنی جس نیکی کا ثواب دوسرے کو بخش دیا اس بخشنے کا ثواب بھی کچھ کم نہیں، بعض اکابر نے تو اپنی تمام حسنات

= تعالى أن أجعل سبعين ألف لا إله إلا الله لأمه، ولم يطلع على ذلك إلا الله تعالى، فقلت في نفسي: اللهم إن كان هذا الأثر حقا والذين رووه لنا صادقون، اللهم إن هذه السبعين ألفا فداء هذه المرأة، أم هذا الشاب من النار فما استتم هذا الخاطر في نفسي إلا أن قال الشاب: يا عمي! هذه أمي أخرجت من النار ببركة ماقلته لها، فحمدت الله تعالى على ذلك". (رسائل ابن عابدين، منة الجليل لبيان إسقاط ما على الذمة من كثير وقليل: ۱/۲۲۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "وظاهر إطلاقهم يقتضي أنه لافرق بين الفرض والنفل، فإذا صلى فريضة، وجعل ثوابها لغيره فإنه يصح لكن لايعود الفرض في ذمته؛ لأن عدم الثواب لايستلزم عدم السقوط عن ذمته، ولم أره منقولاً".

وفي منحة الخالق على البحر الرائق: "(وظاهر إطلاقهم يقتضي أنه لا فرق الخ) لم يرتضه المقدسي في الرمز حيث قال: وأما جعل ثواب فرضه لغيره، فمحتاج إلى النقل اهـ قلت: رأيت في شرح تحفة الملوك قيده بالنافلة حيث قال: يصح أن يجعل الإنسان ثواب عبادته النافلة لغيره صوماً أو صلاة أو قراءة القرآن أو صدقة أو الأذكار أو غيرها من أنواع البر اهـ". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۵۳۵، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

کا ثواب تمام اہل ایمان کو بخش دیا، تاکہ اللہ پاک کے دربار میں خالی ہاتھ حاضر ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب بخشنا

سوال [۱۰۴۷۸]: سلام مصافحہ نصیحت کی باتیں سڑک پر سے ایذا کی چیز ہٹا دینا وغیرہ، بے شمار کام نیکی کے ہیں، بلکہ گناہ سے بچنا بھی نیکی ہے، تو کیا ہر قسم کی نیکی کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سب کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

کیا پرانے کپڑے اور نئے کپڑے کے صدقہ میں فرق ہے؟

سوال [۱۰۴۷۹]: میں پرانے کپڑے غریبوں کو دیتی ہوں تو کیا مجھ کو اس کا ثواب ملتا ہے؟ نئے کپڑے میں اور پرانے کپڑے میں فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پرانے کپڑے اور نئے کپڑے میں جیسا فرق ہے، ایسا ہی دونوں کے ثواب میں فرق ہے، تاہم

---

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره". (الدرالمختار). "(قول: بعبادة ما) أي: سواء كانت صلاة أوصوماً أوصدقة أوقراءة أوذكراً أوطوافاً أوحجاً أوعمرة أوغير ذلك من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع أنواع البر".

(ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۱/۲۵۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

ضرورت مند کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، اس کا بھی ثواب ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) قال الله تعالى: ﴿لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون﴾ (آل عمران: ۹۲)

"لن تنالوا البر الذي هو في أعلى منازل القرب حتى تنفقوا مما تحبون على وجه المبالغة في الترغيب فيه؛ لأن الإنفاق مما يحب يدل على صدق نيته". (أحكام القرآن للجصاص، آل عمران: ۲/۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

فصل في أطعمة الاسبوع والأربعين وغيره
(میت کے سوئم، چہلم وغیرہ کے کھانوں کا حکم)

سوئم وچہلم وغیرہ کا حکم

سوال[۱۰۴۸۰]: "هل يجوز أن يطعم الطعام للفقراء والمساكين مع الأقرباء في اليوم الثالث والأربعين من الموت بختم القرآن أو سورة يس وغيرها بنية إيصال الثواب إليه، وهذا العمل أيضاً كان يجري بين يدي المتقين كما ذكر؟ أجيبوا بدلائل القاطعة!

الجواب حامداً ومصلياً:

قال في البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة ..... لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقرآء للختم أو لقرأة سورة الأنعام أو الإخلاص اهـ. ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور، لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد بن حنبل(۲) وابن ماجة(۳) بإسناد صحيح، عن جرير بن عبدالله رضي الله تعالى عنه قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت، وصنعهم الطعام من النياحة إلى قوله وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها؛ لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالى، هذا كله من ردالمحتار، كتاب الجنائز(۱).

---

(۱) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، سعيد)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما: ۲/۲۱۵، رقم: ۶۸۶۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (سنن ابن ماجة، أبواب الجنائز، باب ماجاء في النهي عن الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام: =

قال الشيخ العارف بالله المحدث الفقيه، قامع البدعات زين الدين محمد بن بير علي محيي الدين البركري في الطريقة المحمدية: الفصل الثالث في أمور مبتدعة باطلة، ركب الناس عليها على ظن أنها قرب مقصودة، وهذه كثيرة، فلنذكر أعظمها، ومنها الوصية باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده بإعطاء دراهم معدودة لمن يتلوا القرآن لروحه أو يسبح له أو يهلل أو بأن يبيت عند قبره رجال أربعين ليلة أو أكثر أو أقل أو بأن يبنى على قبره بناء، وكل هذه بدع منكرات والوقف والوصية باطلان، والماخوذ منها حرام للاخذ وهو عاصي بالتلاوة والذكر لأجل الدنيا اه".

وأما ما ذكره بعض من قال بالجواز من حديث امرأة ميت دعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لما رجع من دفنه وفيه: "وجيء بالطعام" الخ.

فقد أجاب عنه العلامة ابن عابدين(۱) حيث قال بعد ذكره الحديث المذكور: أقول: فيه نظر فإنه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما في حديث جرير المذكور آنفاً على أنه بحث في المنقول في مذهبنا، ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلالاً بحديث جرير المذكور على الكراهية، ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذلك غالباً من المنكرات الكثيرة كإيقاد الشموع والقناديل التي توجد في الأفراح، وكدق الطبول، والغناء بالأصوات الحسان، واجتماع النساء والمردان، وأخذ الأجرة على الذكر وقراءة القرآن، وغير ذلك مما هو مشاهد في هذه الأزمان، وما كان كذلك فلا شك في حرمته وبطلان الوصية به، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى خير خلقه سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين(۲).

= ۱/۱۱۲، قديمى)

(۱) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۱/۱، سعيد)

(۲) **ترجمۂ سوال**: ''کیا سوئم اور چہلم کے موقع پر ختم قرآن یا سورۂ یٰس وغیرہ کے ختم پر ایصال ثواب کی نیت سے عزیز=

= و اقارب کے ساتھ فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا جائز ہے؟ کیا صلحائے امت کے سامنے (اور ان کے دور میں) یہ عمل اس طرح ہوتا تھا، جیسا کہ ذکر کیا گیا؟ مضبوط دلائل کے ذریعہ اس کا جواب دیں''۔

ترجمۂ جواب: ''فتاویٰ بزازیہ'' میں لکھا ہے کہ ''پہلے دن، سوئم کے موقع پر اور ساتویں دن کھانا بنانا اور خاص ایام میں قبر پر کھانا لے جانا اور ختم قرآن پر دعوت کرنا اور ختم قرآن یا سورۃ ''انعام'' یا سورہ ''اخلاص'' کے ختم کے لئے صلحاء اور قاریوں کو جمع کرنا مکروہ ہے اور اہل میت کا بطورِ ضیافت کے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس (دعوت وضیافت) کا حکم شریعت کی طرف سے خوشی کے موقع پر ہے نہ کہ غمی کے موقع پر اور یہ بہت بری بدعت ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابن ماجہؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''ہم میت کے گھر جمع ہونے اور ان (اہل میت) کا کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے۔ اس کے بعد صاحب بزازیہ نے یہ بھی لکھا کہ: یہ تمام افعال ریاکاری اور دکھلاوے کے لئے ہیں، لہٰذا ان سے احتراز کیا جائے، اس لئے کہ ان لوگوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ عارف باللہ، محدث فقیہ، زین الدین محمد بن بیر علی محی الدین البرکری ''الطریقۃ المحمدیۃ'' میں رقمطراز ہیں:

تیسری فصل بدعت اور باطل امور کے بارے میں کہ لوگوں نے یہ گمان کرکے انہیں اختیار کیا ہے کہ یہ بڑی عبادت ہے اور یہ (بدعات) بہت ساری ہیں، ہم سردست ان میں سے بڑی بڑی کا ذکر کرتے ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی موت کے دن یا اس کے بعد (سوئم، چہلم وغیرہ کے موقع پر) جو شخص اس کی روح (کو ایصالِ ثواب کرنے) کے لئے قرآن پڑھے یا تسبیح وتہلیل (یا کسی بھی قسم کا ذکر یا ختم وغیرہ) کرے تو چند روپے دے کر اس کی ضیافت کی جائے، کھانا کھلایا جائے، یا اس بات کی وصیت کرے کہ اس کی قبر پر کچھ لوگ چالیس راتیں یا اس سے کچھ زیادہ یا کچھ کم کاٹیں، یا اس کی وصیت کرے کہ اس کی قبر پر کچھ بنایا جائے (یعنی اسے پختہ کیا جائے)۔ یہ سب بدعات اور بری چیزیں ہیں اور (ان چیزوں پر) وقف کرنا اور وصیت کرنا باطل ہے اور ان میں سے (کسی بھی چیز پر کچھ) لینا، لینے والے کے لئے حرام ہے اور وہ دینا (حاصل) کرنے کے لئے ذکر وتلاوت کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

رہا اس کو جائز قرار دینے والے بعض لوگوں کا (اس کے جواز پر) استدلال، اس حدیث سے جس میں میت کی بیوی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دی تھی، جب آپ علیہ السلام اس میت کے دفن سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے اور اس (حدیث) میں ہے کہ ''اور کھانا لایا گیا...... الخ''۔

سو اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن عابدینؒ نے یہ کہتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے کہ: ''اس حدیث (سے استدلال کرنے) میں اشکال ہے اس لئے کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے اس کے لئے عمومی حکم (پر استدلال کرنا درست نہیں)، =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۶/۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= باوجودیکہ اس میں کسی خاص سبب کا احتمال بھی ہے (یعنی یہ ممکن ہے کہ وہ دعوت کسی اور سبب سے کی گئی ہو، اس لئے کہ اسی سبب سے اس دعوت کے کیے جانے کی تصریح تو اس روایت میں نہیں) برخلاف حدیث جریر رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے، جو ابھی گزری (کہ اس میں صراحت کے ساتھ مذکورہ افعال کی نفی اور مذمت عموم کے ساتھ آئی ہے)۔ حالانکہ ہمارے حنابلہ اور شافعیہ کی معتبر کتابوں میں تحقیق اسی حدیث جریرؓ سے (مذکورہ افعال کے) مکروہ ہونے پر ہے۔ اور اگر ان بہت سی (بدعات اور) برائیوں سے صرف نظر بھی کرلیا جائے جو ایسے موقعوں پر عموماً پائی جاتی ہیں، مثلاً شمعیں جلانا اور چراغ روشن کرنا، جو خوشی کے موقعوں پر کیا جاتا ہے اور طبل (وغیرہ) بجانا اور خوبصورت آوازوں میں گنگنانا اور عورتوں اور بے ریش بچوں کا جمع ہونا اور ذکر وتلاوتِ قرآن (وغیرہ) پر اجرت لینا اور اس کے علاوہ اور بہت سی برائیاں جن کا مشاہدہ اس زمانے میں کیا جا سکتا ہے، تو بھی ورثہ میں نابالغ بچے اور غائب ہوتے ہیں (ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں تصرف کرنا تو کسی طرح جائز نہیں)۔

اور جو کام اس طرح (کی برائیوں اور بدعات پر مشتمل) ہو، اس کے حرام ہونے اور اس کی وصیت کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین"۔

باب أحكام الشهيد

(شہید کے احکام کا بیان)

شہادت کی ایک صورت اور قاتل کی مدد

سوال[۱۰۴۸۱]: زید وعمر دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمر بالغ، عمر نے اپنے باپ خالد کا قرضہ مشترکہ زمین سے ادا کیا زمین کو فروخت کر کے، لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے، اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی اور زید کے حصہ میں نہیں آئی، اس لئے کہ دستخط نہیں ہے، عمر کا دعویٰ یہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو، زید نے انکار کیا، جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے، یہاں تک کہ عمر نے زید کے قتل کی ترکیب کی، پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلاکر قتل کر دیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا، کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوگئی کہ نہیں؟ اور عمر کی قید سے خلاصی کے لئے مدد کی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں(۱)، اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہوکر سچی توبہ کرلی اور اس پر

---

(۱) "عن سعيد بن زيد: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد". (سنن أبي داود، باب في قتال اللصوص: ۲/۳۱۴، رحمانيه)

"إذا قتل الرجل في المعركة أو غيرها وهو يقاتل أهل الحرب، أو قتل مدافعاً عن نفسه أو ماله أو أهله أو واحد من المسلمين أو أهل الذمة فهو شهيد ..... دل عليه قوله عليه الصلاة والسلام: "من قتل دون ماله فهو شهيد". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، من يكون شهيداً ومن لايكون: ۲/۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۸، سعيد)

اعتماد ہوتو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا گاڑی کے حادثہ میں مرنے والا شہید ہے؟

سوال[۱۰۴۸۲]: زید کی موت کا سبب موٹر، ٹرک، ریل گاڑی یا ٹریکٹر کا حادثہ بنا اور حادثہ کے فوراً بعد روح پرواز کرگئی، مرہم پٹی اور علاج معالجہ کی مہلت بھی نہ ملی، اب زید کی غسل وکفن وغیرہ کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو عام سنت کے موافق غسل دے کر کفن پہنایا جائے، وہ احکامِ آخرت کے اعتبار سے شہید ہے، دنیوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولا يأتل أولوا الفضل منكم والسعة أن يؤتوا أولي القربى والمساكين والمهاجرين في سبيل الله وليعفوا وليصفحوا ألا تحبون أن يغفر الله لكم والله غفور رحيم" الآية.

قوله تعالى: ﴿ألا تحبون أن يغفر الله لكم﴾ تمثيل وحجة، أي: كما تحبون عفو الله عن ذنوبكم فكذلك اغفروا لمن دونكم، وينظر إلى هذا المعنى قوله عليه السلام "من لا يرحم لا يرحم". (أحكام القرآن للقرطبي: ۱۲/۱۳۱، ۱۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال ......".

"فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب مانهي عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۹/۲۳۰، ۲۳۱، رشيديه)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والاداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث، بلا عذر شرعي: ۵/۳۵۴، ۳۵۵، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "هو من قتله أهل الحرب والبغي ...... قيد بكونه مقتولاً؛ لأنه لو مات حتف أنفه، أو تردى من موضع، =

شہیدانِ وطن کون ہیں؟

سوال[۱۰۴۸۳]:۱...... شہیدانِ وطن سے کیا مراد ہے اوران پرآیت پاک ﴿لا تقولوا لمن یقتل﴾ الآیة(۱) صادق آئے گی یانہیں؟

شہیدِ وطن کون ہے؟

سوال[۱۰۴۸۴]: ۲...... اگرکوئی مسلمان جو جنگ آزادی میں مارا گیا ہو،اس پرشرعی شہید کا اطلاق ہوگا یانہیں؟اور وہ آیت مذکورکا مصداق ہوسکتا ہے یانہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ لڑائی کفرواسلام کی نہیں تھی، بلکہ دیش اور ملک کوآزاد کرانے کی تھی،اس لئے اسے شرعی شہید نہیں کہا جاسکتا۔اورآیت مذکورہ کا مصداق بھی وہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بکر کہتا ہے کہ اس کوشرعی شہید کہا جائے گا اورآیت مذکورہ کا وہ مصداق ہوسکتا ہے،اب فیصلہ حکم شرعی پرٹھہرا ہے کہ کس کا کہنا صحیح ہے کس کا غلط؟

واقعہ یہ ہے کہ یہاں ایک طالب علم کا انتقال ہوا، جو اپنی زندگی میں سیاسی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے،ان کے متعلق کہا گیا کہ وہ اب شہیدانِ وطن سے مل گئے، یہ کہنا صحیح ہے یا توہین ہے؟ کہ مرنے کے بعد کافروں کے ساتھ ملایا جارہا ہے،اختلاف وانتشار کسی طرح ختم ہو۔تحریرفرمائیں۔بینوا توجروا۔

= أو احترق بالنار، أو مات تحت هدم، أو غرق، لا يكون شهيداً أي: في حكم الدنيا، وإلا فقد شهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للغريق والحريق والمبطون والغريب بأنهم شهداء، فينالون ثواب الشهداء". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيديه)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجُمع شهيد". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۲/۸۷، إمداديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۵۲، سعيد)

(۱) (البقرة: ۱۵۴)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جن لوگوں نے وطن کی حفاظت اور آزادی کے لئے جان دی، قتل ہوئے، ان کو عرفاً شہید وطن کہتے ہیں، اگر احکامِ اسلام کے پیش نظر وہ مظلوم ومقتول ہوئے تو ان پر آیت شریفہ صادق آئے گی اور ان کو شرعی شہید بھی کہا جائے گا (۱)۔

۲...... اگر وہ جنگ احکامِ اسلام کے تحت تھی کہ انگریز کا تسلط ختم کر کے اسلام کو بلند کیا جائے تو اس میں مقتول ہونے والے شرعی شہید ہیں (۲)، غیر شہیدوں کو شہیدوں کے ساتھ نہ ملایا جائے، جب وہ عالم صاحب شہید نہیں، تو کیوں کہا جائے کہ وہ شہیدانِ وطن سے مل گئے۔ اگر شہیدانِ وطن سے مراد غیر مسلم ہیں تو اس میں ان عالم صاحب کے متعلق بہت سخت حکم ہے (۳)۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما، عن النبي صلی الله تعالی علیه وسلم: "من قتل دون مظلمة فهو شهيد". (مسند الإمام أحمد، مسند ابن عباس (رضي الله تعالی عنهما)، رقم الحديث: ۲۷۷۵: ۱/۱۰۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"هو (أي: الشهيد) كل مكلف مسلم طاهر ...... (قتل ظلماً) بغير حق (بجارحة)". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۷، ۲۴۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز: ۱/۱۶۷، ۱۶۸، رشيديه)

(۲) "قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "ما تعدون الشهيد فيكم؟" قالوا: يا رسول الله! من قتل في سبيل الله فهو شهيد، قال: "إن شهداء أمتي إذا لقليل" قالوا: فمن هم؟ يا رسول الله! قال: "من قتل في سبيل الله فهو شهيد، ومن مات في سبيل الله فهو شهيد، ومن مات في الطاعون فهو شهيد، ومن مات في البطن فهو شهيد". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الشهداء، ص: ۸۵۱، دارالسلام)

"قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "من قاتل لتكون كلمة الله أعلی فهو في سبيل الله". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، ص: ۸۵۲، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الأول: ۲/۲۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن أبي ذر رضي الله تعالی عنه، أنه سمع النبي صلی الله تعالی علیه وسلم يقول: "لا يرمي رجل =

اگر مسلم مراد ہیں تو یہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ياكافر: ۱/۵۷، قديمى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان، ص: ۴۱۱، قديمى)

کتاب الزکاۃ

(زکوۃ کا بیان)

منکرِ زکوۃ وتارکِ زکوۃ کا حکم

سوال[۱۰۴۸۵]: الف...... زید نماز تو پڑھتا ہے، لیکن زکوۃ کی فرضیت کا قائل نہیں ہے، بلکہ زکوۃ دینے کو حماقت تصور کرتا ہے۔ اور بکر فرضیت کو مانتا ہے، لیکن نصاب کے مطابق بیسواں، پچیسواں حصہ ادا نہیں کرتا، مسلمانوں کو ایسے افراد کے بارے میں کیا رائے رکھنی چاہیے؟

ب...... ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حدیث شریف میں حقوق مثلاً: جنازہ کی شرکت، بیمار کی عیادت، کیا ایک مسلمان زید وبکر کو مسلمان سمجھ کر یہ حقوق ادا کر سکتا ہے؟

ج...... زید وبکر اپنے بیٹے بیٹیوں کی شادی، دوسری رسمی تقریبات بہت طویل اور کروفر (۱) سے کرتے ہیں اور مسلمانوں سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ شامل ہوکر ان کی کروفر کو بڑھائیں، ایسی صورت میں کیا ان کی امید رکھنا اور ایسی دعوتوں میں شریک ہونا ضروری اور واجب ہے؟

د...... زید اور بکر کے قریبی عزیز (عمرو) عالم دین ہونے کی حیثیت سے یاد دہانی بھی کرتا رہتا ہے، مگر عمرو کی بات سنی ان سنی کردی جاتی ہے، اس لئے ناراضگی کے طور پر ان کی دعوتوں میں وہ کبھی کبھی شامل نہیں ہوتے، تو کیا عمرو کو حق ہے کہ وہ ایسا کریں، یا عمرو گنہگار ہوتا ہے؟

ر...... زید وبکر کے دوسرے عزیز جو زکوۃ کے قائل ہیں، ان کا طرزِ عمل زید وبکر کے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟

---

(۱) "کروفر: شان وشوکت، دھوم دھام، ٹھاٹ باٹ، زور وتوانائی، تزک واحتشام"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۵۹، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف.....اسلام کی بنیاد جن چیزوں پر قرار دی گئی ہے، ان میں زکوۃ بھی ہے(۱)۔اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے(۲)، اس کا انکار نص قطعی کا انکار کرنا ہے، جس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے(۳)، فرضیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو پورا نہ کرنا یہ معصیت کبیرہ ہے(۴)، جیسے نماز کا قائل ہوتے ہوئے بھی اس

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس، شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ....: ۱/۵، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام ....: ۱/۳۲، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ۱۲، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين﴾ (البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوٰة واتوا الزكوة وما تقدموا لأنفسكم من خير تجدوه عندالله إن الله بما تعملون بصير﴾ (البقرة: ۱۱۰)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوة واتوا الزكوة وأقرضوا الله قرضا حسنا﴾ (المزمل: ۲۰)

(۳) "وأما صفتها فهي فريضة محكمة، يكفر جاحدها، ويقتل مانعها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱/۱۷۰، رشيديه)

"وهي فريضة محكمة لايسع تركها، ويكفر جاحدها". (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة: ۱/۲۸۴، المكتبة الغفارية)

"وأجمع المسلمون في جميع الأعصار علی وجوب الزكاة، واتفق الصحابة رضي الله تعالیٰ عنهم علی قتال مانعيها، فمن أنكر فرضيتها كفر وارتد إن كان مسلماً ناشئا ببلاد الإسلام بين أهل العلم ....". (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الرابع، الفصل الأول، المبحث الأول، ثالثاً: فرضية الزكاة: ۳/۱۷۹۲، رشيديه)

(۴) "منها: عد منع الزكاة كبيرة، هو ما أجمعوا عليه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الزكاة، الكبيرة السابعة والثامنة والعشرون بعد المائة، ترك الزكاة وتأخيرها ....: ۱/۲۸۷، دار الفكر بيروت)

"الكبيرة الخامسة: منع الزكاة ....". (الكبائر، ص: ۱۶، قديمي)

کوادا نہ کرنا سخت گناہ ہے، جتنی زکوۃ فرض ہے، اگر وقت پر ادا نہیں کی گئی تو اس کوادا کیا جائے، ورنہ اس کا وبال دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا(۱)۔

ب..... زید اپنے جہل کی وجہ سے زکوۃ کی فرضیت کا انکار کرتا ہے، تاہم وقت ضرورت اس کی عیادت بھی کی جائے اور اس کو نصیحت بھی کی جائے، زکوۃ کی اہمیت بتلائی جائے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے۔

ج..... اگر دعوت میں شرکت سے کلمۂ حق کہنے کا موقع ہے اور اصلاح کی توقع ہو، تو شرکت کر لینا ٹھیک ہے۔

د..... اگر شرکت سے اصلاح کی توقع ہو، تو شرکت کرنا چاہیے، اگر عدم شرکت اور ناراضگی کے اظہار سے اصلاح کی توقع ہو، تو شریک نہ ہونا اور ناراضگی کا اظہار کرنا ٹھیک ہے۔

ر..... وہی جواو پر بیان ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله ..... هذا ما كنزتم لأنفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون﴾ (التوبة: ۳۴)

"عن خالد بن أسلم قال: "خرجنا مع عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال أعرابي: أخبرني عن قول الله تعالى: ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة﴾ قال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: "من كنزها فلم يؤد زكاتها، فويل له إنما كان هذا قبل أن تنزل الزكاة، فلما أنزلت جعلها الله طهرا للأموال". (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة: ۱/۱۸۸، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من آتاه الله مالا، فلم يؤد زكاته، مثل له ماله يوم القيامة شجاعا أقرع، له زبيبتان يطوقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني بشدقيه، ثم يقول: أنا مالك، أنا كنزك ..... الخ". (سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب مانع زكاة ماله: ۱/۳۳۳، قديمي)

"والذي نفسي بيده! ما من رجل يموت ويترك غنما أو إبلا أو بقرا لم يؤد زكاتها إلا جاء ته يوم القيامة أعظم ماتكون، وأسمنه حتى تطؤه بأظلافها، وتنطحه بقرونها حتى يقضي بين الناس، كلما نفدت آخراها عاد عليه أولاها". (جامع الترمذي، كتاب الزكاة، باب ماجاء عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في منع الزكاة من التشديد: ۱/۱۳۴، سعيد)

زکوۃ کوتاوان اور حج کوتجارت سمجھنا

سوال[۱۰۴۸۶]: زکوۃ کوڈنڈ(۱) اور حج کوتجارت کے خیال سے کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرچہ فریضہ اس طرح بھی ادا ہوجائے گا، مگر حق تعالیٰ کے دربار میں مقبول نہیں (۲)، نیز یہ قرب قیامت کی علامت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) ''ڈنڈ: جرمانہ، محصول، ٹیکس، تاوان''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۰۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''وقال العلامة العيني رحمه الله تعالى في شرح البخاري: "الإخلاص في الطاعة ترك الرياء، ومعدنه القلب، وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان، والنية التي هي شرط لصحة الصلاة مثلاً: أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي ...... وقالوا: أيضاً إن من نوى الحج والتجارة لاثواب له''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۵، سعيد)

''لايلزم من صحة العمل قبوله ووجود ثوابه لقوله تعالى: ﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾''. (مرقاة المفاتيح، حديث النية المسمى بطليعة كتب الحديث: ۱/ ۱۰۰، رشيديه)

''قال العلامة ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالى تحت حديث ''إنما الأعمال بالنيات'': قلت: ولا يخفى أن جميع ما صح عن غير عمر رضي الله تعالى عنه فهو إنما يدل على اعتبار النية في ثواب الأعمال وكمالها، لا على توقف صحتها عليها''. (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب أن النية ليست واجبة في الوضوء: ۱/ ۱۰۸، إدارة القرآن كراچی)

(۳) ''وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا اتخذ الفيء دولاً، والأمانة مغنماً، والزكاة مغرماً ...... فارتقبوا عند ذلك ريحاً حمراء، وزلزلة، وخسفاً مسخاً، وقذفاً وآيات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع، رواه الترمذي''. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة: ۲/ ۴۷۰، قديمی)

(وجامع الترمذي، أبواب الفتن، باب ماجاء في أشراط الساعة: ۲/ ۴۴، سعيد)

(وكذا في تحفة الأشراف، رقم الحديث: ۱۲۸۹۵: ۹/ ۳۵۶، دار الغرب الإسلامي)

باب وجوب الزکاۃ

(وجوبِ زکوۃ کا بیان)

وجوب زکوۃ کے لئے قمری سال کا اعتبار ہے یا شمسی؟

سوال[۱۰۴۸۷]: سال ہجری عام عیسوی سے تقریباً دس روز کم ہے، زکوۃ واجبہ کس حساب سے واجب ہے؟ جس شخص کے پاس ۲۱/ اگست کو مال نصاب آیا، اس پر ۲۰/ اگست کو آئندہ سال زکوۃ واجب ہوگی یا دس اگست کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سال قمری پورا ہونے پر زکوۃ لازم ہوگی، ۲۰/ اگست کو جو قمری تاریخ ہو، اس کے اعتبار سے جب قمری سال پورا ہو جائے، وہ حولان حول معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

زکوۃ انگریزی سال سے ادا کرے یا قمری سے؟

سوال[۱۰۴۸۸]: میں اپنی زکوۃ انگریزی مہینوں کے حساب سے مارچ میں ادا کرتا آرہا ہوں، ادائیگی زیادہ تر رمضان المبارک میں ہوتی ہے، جو عموماً پیشگی ادا کی جاتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انگریزی

(۱) "العبرة في الزكاة للحول القمري كذا في القنية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱/۱۷۵، رشيديه)

"وحول الزكاة قمري لاشمسي بالاتفاق كباقي أحكام الإسلام من صوم وحج". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الزكاة: ۳/۱۸۰۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۵۶، رشيديه)

مہینوں سے قمری مہینہ کم ہوتا ہے اور زکوۃ کچھ ایام کی رہ جاتی ہے، میں ۱۹۶۷ء سے مارچ کا حساب کر رہا ہوں، اگر یہ صورت ناپسند ہو اور عندالشرع نامعتبر ہو، تو ایسی صورت بتائی جائے کہ کیسے قمری مہینہ رمضان میں حساب کو لایا جائے، جیسے ابھی مارچ ہے، رمضان المبارک میں حساب کو آگے کیا جائے تو ڈیڑھ سال کی مدت ہو جائے گی، تو ہم کیسے قمری مہینہ کو اپنائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انگریزی مہینوں کا حساب کرنے سے ۳۶/ برس میں ایک سال کا فرق ہو جائے گا، یعنی ایک سال کی زکوۃ ذمہ میں باقی رہ جائے گی، اس لئے قمری حساب سے سال کا اعتبار کرکے زکوۃ ادا کی جائے، جب کہ آپ ماہ مارچ میں حساب کرتے رہیں اور زکوۃ رمضان المبارک میں (کئی ماہ پیشتر) ادا کرتے ہیں، تو رمضان ہی سے حساب کریں، اگر کاروباری لائن سے مارچ میں پورا حساب کرنا ضروری ہو، تو اس کا اختیار ہے، لیکن زکوۃ کے لئے رمضان المبارک ہی سے حساب رکھیں، یعنی دیکھ لیں کہ کس قدر مال ہے اور اس پر کتنی زکوۃ لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۹۶ھ۔

مشتبہ مال کی زکوۃ کا حکم

سوال[۱۰۴۸۹]: مشتبہ مال پر زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ کیا زکوۃ دینے سے مال حرام بھی پاک ہو جاتا ہے؟

---

(۱) "ومنها حولان الحول على المال، العبرة في الزكاة للحول القمري كذا في القنية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱/۱۷۵، رشيديه)

"شروط الزكاة ..... منها: مضي عام أوحولان حول قمري على ملك النصاب: لقوله عليه الصلاة والسلام "لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول" ولإجماع التابعين والفقهاء، وحول الزكاة قمري لا شمسي بالاتفاق كباقي أحكام الإسلام من صوم وحج". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الزكاة: ۱۸۰۳/۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۳۵۶/۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال مشتبہ ہو، اس کی حرمت پر دلیل نہ ہو(۱)، اس پر بھی زکوۃ لازم ہوگی (۲)، حرام مال پر جب کہ ملک ہی ثابت نہ ہو، تو اس پر زکوۃ بھی لازم نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۹۵ھ۔

زکوۃ کی فرضیت سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا

سوال [۱۰۴۹۰]: ایک شخص کے پاس دس تولہ سونا ہے اور ہر رمضان کو زکوۃ ادا کرتا ہے، اب حیلہ یہ کرتا ہے کہ رمضان آنے سے پہلے دس تولہ سونا اپنی بی بی کو دیتا ہے، یعنی مالک بنا دیتا ہے یا اپنے کسی رشتہ دار کو مالک بنا دیتا ہے، پھر اسی طرح بی بی صاحبہ دوسرے رمضان آنے سے پہلے پہلے اس سونے کا مالک شوہر کو بنا دیتی ہے، اب اس صورت میں شوہر اور بی بی کے ذمہ سے زکوۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر ساقط ہوگئی، تو شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "الیقین لایزول بالشک ..... أن الأمر المتیقن ثبوته لا یرتفع إلا بدلیل قاطع، ولا یحکم بزواله بمجرد الشک". (شرح المجلة، المقالة الثانیة، المادة: ۴: ۱/ ۱۸، رشیدیه)

(وکذا في شرح الحموي، الفن الأول، النوع الأول: ۱/ ۱۸۳، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في قواعد الفقه، قاعدة: ۱۴۲۱، ص: ۱۴۳، الصدف پبلشرز)

(۲) "(وسببه) أي: سبب افتراضها (ملک نصاب حولي) نسبة للحول لحولانه علیه (تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد". (الدرالمختار، کتاب الزکاة: ۲/ ۲۵۹، ۲۶۰، سعید)

"والزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملک نصاباً ملکاً تاماً، وحال علیه الحول". (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الزکاة: ۲/ ۲۴۱، قدیمی)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الزکاة: ۲/ ۳۵۳، ۳۵۴، سعید)

(۳) "في القنیة: لو کان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکاة؛ لأن الکل واجب التصدق علیه، فلا یفید إیجاب التصدق ببعضه، ومثله في البزازیة". (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم: ۲/ ۲۹۱، سعید)

(وکذا في البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکاة، الفصل الثاني في المصرف: ۴/ ۸۶، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیه، کتاب الزکاة، الفصل العاشر: ۲/ ۲۱۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض زکوۃ سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے(۱)، اگرچہ ایسا کرنے سے زکوۃ لازم نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

یاقوت وغیرہ پتھر پرزکوۃ

سوال[۱۰۴۹۱]: نیم قیمتی پتھر یعنی فیروزہ، یاقوت وغیرہ اگر زیور میں جڑے ہوں، تو ان کی زکوۃ

---

(۱) "وإذا فعله حيلة لدفع الوجوب، كإن استبدل نصاب السائمة بآخر، أو أخرجه عن ملكه، ثم أدخله فيه، قال أبويوسف: لا يكره؛ لأنه امتناع عن الوجوب لا إبطال حق الغير، وفي المحيط: أنه الأصح، وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: "يكره، واختاره الشيخ حميد الدين الضرير؛ لأن فيه إضرارا بالفقراء وإبطال حقهم مآلا، وكذا الخلاف في حيلة دفع الشفعة قبل وجوبها، وقيل الفتوى في الشفعة على قول أبي يوسف، وفي الزكاة على قول محمد، وهذا تفصيل حسن شرح درر البحار.

قلت: وعلى هذا التفصيل مشى المصنف في كتاب الشفعة وعزاه الشارح هناك إلى الجوهرة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة لغنم: ۲/۲۸۴، سعيد)

"وفي المعراج: ولو باع السوائم قبل تمام الحول بيوم فراراً عن الوجوب قال محمد: يكره، وقال أبويوسف: لايكره، وهو الأصح ولو احتال لإسقاط الواجب يكره بالإجماع، ولو فرمن الوجوب بخلالا تأثما يكره بالإجماع، والله سبحانه وتعالىٰ أعلم". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، قبيل باب المصرف، ص: ۷۱۸، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۲/۳۸۴، رشيديه)

(۲) "ثم اعلم أنه لو وهب النصاب في خلال الحول ثم تم الحول عند الموهوب له ثم رجع الواهب بقضاء أوغيره فلا زكاة على واحد منها كما في الخانية". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۲/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة: ۱/۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، قبيل باب المصرف، ص: ۷۱۸، قديمى)

کس اصول کے تحت ادا کرنا چاہیے؟ اور کیا اس پر زکوۃ واجب ہوتی بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے پتھروں پر زکوۃ واجب نہیں (۱)، ان کے وزن کو محسوب کر کے سونے چاندی کے زیور کی زکوۃ ادا کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۴/۲۳ھ۔

بیوی کے زیور کی زکوۃ کس پر ہے؟

سوال [۱۰۴۹۲]: شوہر مالک نصاب نہیں، البتہ بیوی بوجہ زیور کے مالک نصاب ہے، جو عموماً ہمارے دیہاتوں کا دستور ہے، ایسی صورت میں اگر شوہر ادا نہ کرے، بلکہ محض بیوی ہی ادا کردے، تو کیا شوہر پر واجب باقی رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مالک نصاب ہوتا ہے، اس پر ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، جب عورت زیورات کی مالک ہے،

---

(۱) "(قوله كمعادن الأحجار) كالجص والنورة والجواهر، كاليواقيت والفيروزج والزمرد، فلا شيء فيها". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب الركاز: ۲/۳۱۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب الركاز: ۲/۴۱۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الزكاة، باب الركاز: ۱/۴۵۲، رشيديه)

(۲) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أولا". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۹۷، سعيد)

"الزكاة واجبة في الذهب والفضة، مضروبة كانت أوغير مضروبة، نوى التجارة أولا، إذا بلغت الفضة مائتي درهم، والذهب عشرين مثقالاً". (المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل الثالث في بيان مال الزكاة: ۲/۳۸۳، رشيديه)

"لازكاة في اللآلي والجواهر وإن ساوت ألفاً اتفاقاً، إلا أن تكون للتجارة والأصل: أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۷۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ۱/۱۸۷، رشيديه)

تو صرف عورت ہی پر زکوۃ کا ادا کرنا واجب ہے، شوہر کے ذمہ نہیں، شرح تنویر الأبصار میں ہے:

"وسببه أي: سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام" (ردالمحتار، نعمانیه: ۲/ ٤)(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/ ۸۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۲/ ۲۵۹-۲۶۰، سعید)

"والزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً، وحال عليه الحول". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۱۴، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/ ۳۵۳-۳۵۴، رشيديه)

باب الزكاة في الذهب والفضة والفلوس الرائجة

(سونا، چاندی اور نوٹ پر زکوۃ کا بیان)

جہیز کے زیور پر زکوۃ

سوال[۱۰۴۹۳]: زکوۃ اگر کسی عورت کو جہیز میں مختلف قسم کے سونے کے زیورات ملے ہوں اور وہ بھی کبھی ان کو استعمال میں لاتی ہوں اور نصاب ساڑھے سات تولہ سونے سے زائد کے ہوں، تو کیا زکوۃ پورے سونے پر نکالنی ہوگی، یا ۲/۱ تولہ سونا چھوڑ کر باقی سونے پر ہوگی اور کیا شادی کے پورے ایک سال بعد ہوگی اور یہ زکوۃ کی رقم بیوی ہی دے یا شوہر بھی ادا کر سکتا ہے؟ اگر روپیہ شوہر نہ دے اور بیوی کے پاس بھی رقم نہ ہو، تو کیا وہ اپنے زیورات میں سے فروخت کر کے ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کم از کم ساڑھے سات تولہ سونا ہے، تو زکوۃ واجب ہے(۱) اور تمام سونے کی زکوۃ ادا کرے، خواہ کبھی استعمال کرے یا نہ کرے، زیور اگر عورت کی ملک ہے، تو خود عورت پر زکوۃ لازم ہے، خواہ زیور دے یا مقدار زکوۃ کی قیمت دے(۲)، اگر اس کی اجازت سے شوہر دے دے گا، تب بھی ادا ہو جائے گی(۳)، زکوۃ میں

---

(۱) "نصاب الذهب عشرون مثقالاً ...... والمثقال مائة شعيرة". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۹۵، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الزكاة، الفصل الخامس في زكاة المال: ۱/۲۳۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ۱/۱۷۸، رشيديه)

(۱) "(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) نسبة للحول لحولانه عليه (تام فارغ عن دين له المطالب من جهة العباد)". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۹-۲۶۰، سعيد)

"والزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً، وحال عليه ="

۴۰/ادینالازم ہوتا ہے(۱)۔

"واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرا أو حليا مطلقاً مباح الاستعمال أولا" اھ(۲)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۹/ ۹۱ھ۔

جہیز کی گھریلو چیزوں پر زکوۃ

سوال[۱۰۴۹۴]: اگر عورت کو اس کے جہیز میں مختلف سامان زائد تعداد میں ملے ہوں، جیسے

= الحول" (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۴۱، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/ ۳۵۳، ۳۵۴، رشيديه)

(۳) "ومن أدى زكوة مال غيره من مال نفسه بأمر من عليه الزكاة جاز، بخلاف ما إذا أدى بغير أمره، ثم أجازه". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ۲/ ۲۱۴، قديمى)

"ولو أدى زكاة غيره بغير أمره، فبلغه فأجاز لم يجز؛ لأنها وجدت نفاذاً على المتصدق؛ لأنها ملكه ولم يصر نائباً عن غيره، فنفذت عليه، ولو تصدق عنه بأمره جاز". (البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/ ۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني: ۱/ ۱۸۱، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۱) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرا أو حليا مطلقاً أو في عرض تجارة قيمته نصاب مقوماً بأحدهما ربع عشر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۲۹۷-۲۹۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/ ۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل الثالث: ۲/ ۳۸۹، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۲۹۷، ۲۹۸، سعيد)

"لا يعتبر في نصاب الذهب أيضاً صفة زائدة على كونه ذهباً: فتجب الزكاة في المضروب والتبر والمصوغ والحلي". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/ ۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ۱/ ۱۷۸، رشيديه)

کپڑے، ساڑیاں، بلاؤز، پردے اور قالین وغیرہ، ظروف چینی وچائے کا سیٹ، ڈنرسیٹ، رکابیاں وغیرہ، ظروف مراد آبادی (مثلاً ہاٹ جگ، توشہ دان، تھرمس، اگلدان، گلاس، لوٹا وغیرہ، برقی سامان، بیڈ لیمپ، استری، رینگ، ریفریجریٹر وغیرہ) چاندی کا سامان، پاندان، صابن دان، عطر دان، سرمہ دانی وغیرہ اس کے علاوہ دیگر روزمرہ کی چیزیں زائد تعداد میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کبھی کبھی استعمال میں آتی ہیں، کیونکہ کچھ سامان پہلے ہی سے گھر میں موجود ہے، تو کیا مندرجہ بالا چیزوں میں کن چیزوں پر زکوۃ دینا واجب ہوگا اور اس کے ادا کرنے کے طریقے سے آگاہ فرمایئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان میں سے جو جو چیزیں چاندی یا سونے کی ہوں، ان کا حساب کرے، ان میں زکوۃ لازم ہے، بقیہ چیزوں میں نہیں ہوگی (۱)۔

تنبیہ: چاندی سونے کے ظروف پاندان وغیرہ کا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں سب کو ناجائز ہے۔

"فتجب الزكوة فيها (أي في الفضة) سواء كانت دراهم مضروبة أو نقرة، أو تبراء أو حليا مصوعاً، أو حلية سيف، أو منطقة، أو لجام، أو سراج، أو الكواكب في المصاحف، أو الأواني وغيرها" (۲)۔

---

(۱) "(ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية، فليس في دور السكنى، وثياب البدن، وأثاث المنزل، ودواب الركوب، وعبيد الخدمة، وسلاح الاستعمال زكاة. وكذا طعام أهله، وما يتجمل به من الأواني، اذا لم يكن من الذهب والفضة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۲، رشيديه)

"(قوله: وفارغ عن حاجته الأصلية) وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى ... وليس في دور السكنى، وثياب البدن، وأثاث المنزل، ودواب الركوب، وعبيد الخدمة، وسلاح الاستعمال زكاة؛ لأنها مشغولة بحاجته الاصلية، وليست نامية ايضاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۶۱، رشيديه)

(۲) (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/۱۰۱، رشيديه)

"يجب في مائتي درهم وعشرين ديناراً ربع العشر ولو تبراً أوحلياً أوآنية". (البحرالرائق، =

"یکره الأکل والشرب والادهان والتطیب في آنیة الذهب والفضة للرجال والصبیان والنساء کذا في السراجیة" اه(۱)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۹۱ھ۔

دو دینار سرخ کا وزن

سوال[۱۰۲۹۵]: دو دینار سرخ کتنے وزن کے ہوتے تھے، یہ ضروری بات آپ لکھ کر بھیج دیں، دو دینار سرخ ۵۰۰ ٹکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل ہمارے یہاں اطراف میں ٹکوں کا رواج ہے، نہ دینار سرخ کا، پہلے دینار سرخ ساڑھے تین ماشے کا تھا، ممکن ہے اس کے علاوہ بھی رہا ہو، ٹکہ دو پیسہ کا ہوتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: ۲/۲۹۳، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث: ۱/۱۷۸، رشیدیه)

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب العاشر: ۵/۳۳۴، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الکراهیة، باب الأکل والشرب: ۸/۳۳۵-۳۳۱، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۱، سعید)

باب زکاۃ العروض

(سامانِ تجارت پرزکوۃ واجب ہونے کا بیان)

ضرورت سے زائد اشیاء پرزکوۃ کا حکم

سوال[۱۰۴۹۱]: ایک شخص کے پاس نقد روپیہ نہیں ہے اور نہ زیورات ہیں کہ صاحب نصاب کہلائے، البتہ اس کے پاس کاشت کی زمین ہے، رہنے سے فاضل مکانات ہیں، کھانے پینے کے ظروف کے علاوہ ظروف ہیں، کھانے سے بچا ہوا غلہ کا ذخیرہ ہے، سودے سے بھر پور دکان ہے، ان چیزوں کی وجہ سے صاحب نصاب کہلائے گا یا نہیں؟ اس پر وجوب صدقہ وقربانی عائد ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کے پاس دو یا ایک ایکڑ زمین ہے، جس کی مالیت اتنی ہے کہ اس سے وہ صاحب نصاب ہو جاتا ہے، بلکہ فریضۂ حج پر قادر جائیداد فروخت کرنے پر ہو جائے گا، اس کے پاس اس کے علاوہ جائیداد نہیں، اسی سے گزران کرتا ہے، سال بھر کھیت کی آمدنی کھاپی کر برابر کر لیتا ہے، ایسے شخص پر صدقۂ فطر، وجوب قربانی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاضل مکان، فاضل ظروف، فاضل مویشی، فاضل آلات، فاضل غلہ اگر بقدر نصاب ہے تو اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے(۱)۔ جس زمین کی آمدنی پر اس کا گزران موقوف ہے اس کی وجہ سے حج فرض

---

(۱) "صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم، إذا كان مالكاً لمقدار النصاب، فاضلاً عن مسكنه وثيابه وأثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده.

"ويتعلق بهذا النصاب حرمان الصدقة، ووجوب الأضحية والفطرة". (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۲۸۵، ۲۸۸، عثمانيه)

"وأما شرائط الوجوب: منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر .... والموسر في ظاهر الرواية: من له مائتا درهم، أو عشرين ديناراً، أو شيء يبلغ ذلك سوى مسكنه، ومتاع مسكنه، =

نہیں، اگرچہ اس کی قیمت اخراجات حج کے لئے کافی ہوسکے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۸۷ھ۔

کمپنی کے حصص پر زکوۃ

سوال [۱۰۴۹۷]: مذکورہ بالا (مائننگ اور ٹریم ٹرانسپورٹ ریلوے کمپنیوں کے حصص) شیئر پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے، تو اصل اور نفع دونوں پر واجب ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سال بھر پورا ہونے پر شرعاً زکوۃ واجب ہوتی ہے (۲)، اصل کے ساتھ نفع بھی ملا کر زکوۃ ادا

= ومركوبه، وخادمه في حاجته التي لايستغنى عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۲۹۲/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الأضحية، الفصل الثاني: ۳۰۹/۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً﴾ (آل عمران: ۹۷)

"وعن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من ملك زاداً وراحلةً تبلغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً الخ". (مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الثاني: ۲۲۲/۱، قديمي)

"وأما شرائط فريضته فنوعان: ومنها ملك الزاد والراحلة في حق النائي عن مكة ... وأما تفسير الزاد والراحلة فهو أن يملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً، راكباً لا ماشياً بنفقة وسط، لا إسراف فيها ولا تقتير، فاضلاً عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم، وقضاء ديونه". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل شرائط فرضيته: ۲۹۳/۲-۲۹۷، رشيديه)

(۲) "ومنها حولان الحول على المال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱۷۵/۱، رشيديه)

"شروط الزكاة ... منها مضي عام أو حولان حول قمري على ملك النصاب لقوله عليه الصلاة والسلام "لازكاة في مال حتى يحول عليه الحول". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الزكاة: ۱۸۰۳/۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۳۵۶/۲، رشيديه)

کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

ایک لاری کی آمدنی سے تین لاریاں خریدنے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال[۱۰۴۹۸]: زید کے پاس ایک موٹر لاری ہے، جو کرایہ پر چلتی ہے، اس لاری کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں تین لاریاں خریدیں، آخر سال میں اس کے پاس اپنی کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہیں رہی، آیا ان تمام لاریوں پر سال کے اخیر میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ لاریاں کرایہ پر چلانے کے لئے ہیں تجارت کے لئے نہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کرایہ پر لگے ٹرک کی زکوٰۃ کا حکم

سوال[۱۰۴۹۹]: ا...... اگر کسی شخص کے پاس دو یا تین ٹرک ہوں اور وہ صرف اس ٹرک پر ہی کام

---

(۱) "ویضم مستفاد من جنس نصاب إلی النصاب في حوله وحکمه أي: حکم المستفاد أو الحول، وحکم الحول وجوب الزکاة أیضاً، فمن ملک مائتي درهم، وحال الحول، وقد حصلت في أثنائه أو وسطه مأة درهم یضمها إلیه ویزکي عن الکل". (مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب زکاة الذهب والفضة: ۱/۲۰۷، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب صدقة الغنم: ۲/۴۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقة الغنم: ۱/۱۷۵، رشیدیه)

(۲) "رجل اشتری جوالقا بعشرة آلاف درهم لیؤجرها من الناس، فحال علیه الحول، لا زکاة علیه فیها، لأنه اشتراها للغلة لا للمبایعة، فلا تجب الزکاة ... وکذلک الجواب في الإبل الحمالین، والحمر المکاریین لما قلنا". (الفتاوی الولوالجیة، کتاب الزکاة، الفصل الثاني: ۱/۱۸۶، مکتبه فاروقیه پشاور)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، کتاب الزکاة، الفصل السادس: ۱/۲۴۰، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الزکاة، الفصل الثالث: ۲/۱۸۳، قدیمی)

کرتا ہے، یعنی مثلاً: مرادآباد تا دہلی یا کہیں اور مال ڈھونے (۱) پر ہی رہتا ہے، تو آیا اس ٹرک کی آمدنی پر زکوۃ واجب ہوگی یا بذاتِ خود کل ٹرک کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی؟

۲ کیا کرایہ مکان اور ٹرک کا ایک ہی حساب ہوگا یا کچھ فرق ہوگا؟

۳ تجارت کے مال کا کیا حساب ہے؟ اور کس طرح سے حساب لگا کر زکوۃ نکالی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ وہ ٹرک فروخت کرنے کے لئے نہیں ہے، اس پر زکوۃ نہیں (۲)، اس کی آمدنی اگر بقدر نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر) حاجت اصلیہ سے زائد سال بھر رہے، تو اس پر زکوۃ لازم ہوگی (۳)۔

---

(۱) ''ڈھونا: بوجھ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، لادنا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۸۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''رجل اشترى جوالقا بعشرة آلاف درهم ليؤجرها من الناس، فحال عليه الحول، لا زكاة عليه فيها؛ لأنه اشتراها للغلة لا للمبايعة فلا تجب الزكاة وكذلك الجواب في الإبل الحمالين، والحمر المكاريين لما قلنا''. (الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني: ١/١٨٦، مكتبه فاروقيه پشاور)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الزكاة، الفصل السادس: ١/٢٤٠، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث: ٢/١٨٤، قديمى)

(۳) ''والزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصابا ملكاً تاماً، وحال عليه الحول''. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة: ٢/١٩٣، قديمى)

''إذا آجر داره أو عبده بمائتي درهم لاتجب الزكاة مالم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى . فإن كانت الدار، والعبد للتجارة، وقبض أربعين درهماً بعد الحول كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض؛ لأن أجرة دار التجارة بمنزلة عن مال التجارة في الصحيح من الرواية''. (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة: ١/٢٥٣، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ١/١٨١، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة: ٢/٢٥٩، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الزكاة: ٢/٣٥٣-٣٥٤، رشيديه)

۲..... دونوں کا حال ایک ہی ہے، جو کہ نمبر ا میں مذکور ہوا۔

۳..... سال بھر پورا ہونے پر کل مال اور نقد کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں ادا کیا جائے، یعنی ڈھائی روپیہ کی مقدار سو روپیہ میں سے دی جائے (۱)، اگر کچھ قرض ہو تو اتنی مقدار کو قرض میں محسوب کر دی جائے، باقی کی زکوۃ دی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۹ھ۔

شیئرز کی زکوۃ

سوال [۱۰۵۰۰]: کچھ ایسے تجارتی ادارے ہیں، جو شیئر مین سمجھتے ہیں، شیئر مین کو عام زبان میں ساجھا کہا جا سکتا ہے، اس ادارہ میں جو رقم لگائی جاتی ہے، اس پر منافع ملتا ہے، اس ساجھے داری کی حیثیت بدلتی رہتی ہے، مان لیجئے میرے پاس ایک سو روپیہ کے شیئر مین ہیں، ادارہ کی مقبولیت کی وجہ سے یہ شیئر مین ایک سو پچیس روپیہ میں بازار میں بیچے جا سکتے ہیں، تو کیا اس شیئر مین کی رقم پر بھی زکوۃ دی جائے گی؟ اگر ہاں، تو کس رقم پر جس پر میں نے خریدے یا مجھے جو بازار میں مل سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بھی تجارت کی ایک شکل ہے، جس وقت سے آپ حصہ دار ہوئے، سال گزرنے پر اس کی جو قیمت

---

(۱) "قال: يجب في مائتي درهم وعشرين ديناراً ربع العشر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۸/۲، سعيد)

"وفي كل أربعين درهماً درهم، وفي كل أربعة مثاقيل قيراط، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ۱۷۹/۲، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۱۰۵/۲، رشيديه)

(۲) "ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً" (الهداية، كتاب الزكاة: ۱۸۶/۱، شركت علميه ملتان)

"فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۳/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱۷۲/۱-۱۷۳، رشيديه)

بازار میں ہے، اس پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مالِ تجارت کی زکوۃ

سوال [۱۰۵۰۱]: مال تجارت یعنی ایک دکان میں بیس ہزار روپے کا سامان ہے، مگر بعض بیع ہو چکا اور بعض موجود ہے، اب زکوۃ کس حساب سے دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنا مال موجود ہے، اس کا چالیسواں حصہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، جتنا روپیہ ہے، اس کا چالیسواں حصہ دے دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---
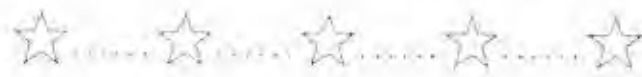
(۱) "وذكر في كتاب الزكاة: أنه يقومها يوم حال الحول إن شاء بالدراهم وإن شاء بالدنانير". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/ ۱۰۱، رشيديه)

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء. وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/ ۲۸۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل الثالث في بيان مال الزكاة: ۳/ ۱۹۴، رشيديه)

(۲) "وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) يعني في عروض التجارة، يجب ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصاباً". (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/ ۷۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الزكاة، الفصل الخامس في زكاة المال: ۱/ ۲۳۷، امجد اكيدمى لاهور)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الزكاة: ۱/ ۴۳۹، امداديه)

باب العشر والخراج

(عشراور خراج کا بیان)

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

سوال[۱۰۵۰۲]: کسان لوگ جو ہر فصل میں چالیسواں حصہ نکالتے ہیں، کیا اس رقم سے مسجد کی نالی پر برآمدہ ڈال سکتے ہیں؟ جب کہ نالی مسجد سے علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قانون زمین داری ختم ہونے کے بعد زمین کی پیداوار میں زکوۃ واجب نہیں رہی (۱)۔ صدقہ نافلہ کے طور پر جو کچھ بھی خدا کی راہ میں دے دیا، باعث خیر وبرکت ہے (۲)، اس کو ہر نیک کام میں خرچ کرنا شرعاً

---

(۱) عشر اس لئے واجب نہیں کہ خاتمہ زمینداری کے بعد جب سرکار نے لوگوں کو زمینیں دیں (چاہے بالعوض یا بلاعوض) تو وہ تقسیم سے قبل احتیاطاً سے سرکار کی ملک ہوگئی تھیں، لہذا عشر نہ رہا۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں:

(اسلام کا نظام اراضی، ص:۱۷۹، دار الاشاعت)

(امداد الفتاوی، فصل في العشر والخراج: ۲/ ۲۰، مكتبه دار العلوم كراچي)

(تالیفات اشرفیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، عشر وخراج کے احکام کا بیان، ص ۳۲۷، ادارہ اسلامیات)

(۲) "عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب، وتدفع ميتة السوء" (رواه الترمذي)". (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول: ۱/ ۱۶۸، قديمی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما نقصت صدقة من مال، قال صاحب المرقاة: أي: ما نقصت صدقة مالاً أو بعض مال، أو شيئاً من مال بل تزيد أضعاف مايعطى منه، بأن ينجبر بالبركة الخفية، أو بالعطية الجليلة، أو بالمثوبة العلية" (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة: ۴/ ۳۹۲، رشيديه)

درست ہے۔ مسجد کا برآمدہ وتالی وغیرہ بھی اس سے بنوانا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۵ھ۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ... ثم يربيها لصاحبها، كما يربي أحدكم فلوه، حتى تكون مثل الجبل".

وفي مرقاة المفاتيح: "حتى تكون مثل الجبل" أي: الصدقة، أو ثوابها، أو تلك التمرة".

(مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول: ۳۱۹/۴، رشيديه)

"والزكاة تزيد في البركة، وتطفئ الغضب بجلبها فيضاً من الرحمة، وتدفع عذاب الآخرة المترتب على الشح، وتعطف دعوة الملأ الأعلى المصلحين في الأرض على هذا العبد والله أعلم".

(حجة الله البالغة، باب أسرار الزكاة: ۲۱۹/۱، قديمى)

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسنا بعد موته: ... أو مسجداً بناه، أو بيتاً لابن السبيل بناه، أو نهراً أجراه، أو صدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته تلحقه من بعد موته، رواه ابن ماجة، والبيهقي في شعب الإيمان".

"وفي رواية: "سبع يجري للعبد أجرهن بعد موته، وهو في قبره: من علم علماً، أو أجرى نهراً، أو حفر بئراً، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجداً ... الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۴۱۵/۱، رشيديه)

(وكذا في شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور، باب ماينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۲، دارالمعرفة بيروت)

(وابن ماجة، مقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ص: ۲۱، ۲۲، قديمى)

فصل في أراضي الهند

(ہندوستان کی زمینوں میں عشر کا بیان)

اراضی ہندوستان میں عشر کا حکم

سوال[۱۰۵۰۳]: چالیسواں، بیسواں کن کاشت کاروں اور کتنی پیداوار پر واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین داری ختم ہونے کے بعد اراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آگئی، لہذا عشر واجب نہیں ہے(۱)، البتہ اگر خیر وبرکت کے لئے دے، تو موجب اجر ہے اور بلایا کے دور ہونے کا سبب ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ:

"إن الصدقة لتطفئ غضب الرب، وتدفع ميتة السوء" (رواه الترمذي

مشكاة: ۱/۱٦۸)(۲).

(۱) عشر اس لئے واجب نہیں کہ خاتمۂ زمینداری کے بعد جب سرکار نے لوگوں کو زمینیں دیں (چاہے بالعوض یا بلاعوض) تو وہ تقسیم سے قبل استیلاء سے سرکار کی ملک ہوگئی تھیں، لہذا عشر نہ ہا۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں

(اسلام کا نظام اراضی، ص: ۱۷۹، دار الاشاعت)

(إمداد الفتاوی، فصل في العشر والخراج: ۲/۶۰، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(تالیفات اشرفیہ مع فتاوی رشیدیہ، عشر وخراج کے احکام کا بیان، ص: ۳۷۷، ادارہ اسلامیات)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول: ۱/۱٦۸، قديمي)

"قال صاحب المرقاة في تشريح هذا الحديث: "ما نقصت صدقة من مال" أي: ما نقصت صدقة مالاً أو بعض مال، أو شيئا من مال بل تزيد أضعاف مايعطى منه، بأن ينجبر بالبركة الخفية، أو بالعطية الجلية، أو بالمثوبة العلية". (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول: ۴/۳۹۲، رشيديه)

=

اگر زمین بارانی ہے، تو دسواں حصہ پیداوار کا احتیاطاً نکال دیا جائے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۷ھ۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ...... ثم يربيها لصاحبها، كما يربي أحدكم فلوه، حتى تكون مثل الجبل". (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول: ۱/۱۶۸، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ (الأنعام: ۱۴۱)

"وأما السنة: فما روينا وهو قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما سقته السماء ففيه العشر، وما سقي بغرب، أو دالية ففيه نصف العشر". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، سبب الفرضية وشرائطها: ۲/۱۷۱، رشيديه)

"وتجب (العشر) في مسقى سماء أي: مطر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب العشر: ۲/۳۲۶، سعيد)

باب أداء الزکاۃ

(زکوۃ کی ادائیگی کا بیان)

زکوۃ ادا کرنے کے لئے نائب بنانا

سوال[۱۰۵۰۴]: اگر والدین کو کہا کہ زکوۃ تم دے دینا، اب اگر والدین نہ دیں، تو اس کا گناہ لڑکے پر بھی آتا ہے یا صرف والدین پر آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر والدین کے متعلق معلوم ہو کہ وہ زکوۃ ادا نہیں کریں گے، تو ان کو زکوۃ ادا کرنے کا ذمہ دار نہ بنائے، بلکہ کسی دوست کو بنا دے اور والدین کو اطلاع کردے کہ فلاں شخص کو اتنا روپیہ دے دیں یا براہ راست دوست کے پاس بھیج دے کہ وہ زکوۃ ادا کردے، اگر والدین کے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ زکوۃ ادا کردیں گے تو ان کو کہہ دے کہ وہ زکوۃ ادا کردیں، پھر اگر وہ ادا نہیں کریں گے، تو وہی مجرم ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) سوال میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ زکوۃ کس پر واجب ہے، بہر حال اگر زکوۃ والد پر واجب ہو، تو زکوۃ ادا نہ کرنے کا گناہ صرف والد پر ہوگا اور اگر زکوۃ بیٹے پر واجب تھی اور اس نے زکوۃ کی رقم والد کو دی اور کہا کہ تم ادا کردینا اور اس نے ادا نہیں کی تو گناہ والد پر ہوگا اور ضمان بھی اسی پر لازم ہے اور اگر زکوۃ کی رقم ادا کئے بغیر اس کو وکیل بنایا تو پھر وہی حکم ہے، جو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے، البتہ ادا نہ کرنے کی صورت میں زکوۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے بیٹا بھی گناہ گار ہوگا۔

وفي الفتاوى: إذا دفع رجلان إلى رجل كل واحد منهما دراهم يتصدق بها عن زكاة ماله، فخلط الداهم قبل الدفع، ثم دفع، فهو ضامن". (المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ٢/٢٢٥، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث: ١/١٩٦، مكتبه فاروقيه پشاور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ٢/٢١٦، قديمي)

بذریعۂ غیر مسلم زکوۃ ادا کرنا

سوال[۱۰۵۰۵]: زکوۃ کی ادائیگی مسلم غیر مسلم کے ذریعہ پہونچانے کے متعلق زید کہتا ہے کہ کسی پہونچانے والے نے ذمہ لے لیا ہے کہ یہ میں زکوۃ مستحق کو پہونچا دوں گا اور زکوۃ دینے والے نے زکوۃ دینے کی نیت سے رقم دے دی، تو دینے والے کی زکوۃ ادا ہوگئی، پہونچانے والا پہونچائے یا نہ پہونچائے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ جب کہ بکر کہتا ہے کہ جس طرح زکوۃ ادا کرنا واجب وفرض ہے، اسی طرح اس کی تحقیق اور مستحق کو برابر پہونچنے کی تحقیق بھی واجب وفرض ہے، اگر مستحق تک رقم نہیں پہونچی، تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ جس کے ذریعہ پہونچائی جائے وہ شخص عالم دین یا کوئی صاحب دین ہو، جس پر پورا بھروسہ ہو کہ صاحب مستحق تک پہونچائیں گے، تو پھر ان کے ذریعہ پہونچانا درست ہے، لیکن غیر مسلم کے ذریعہ زکوۃ مصیبت زدوں، آفت زدہ علاقہ کے لوگوں کو پہونچانا بالکل پسند نہیں کرتا، کیونکہ ایک تو غیر مسلم ہے، پھر پتہ نہیں کس نیت سے ان کا مشن امداد کرتا ہے اور اپنا نام کرتا ہے، بلکہ ایمان میں گڑبڑی پیدا کرتا ہے اور یہ کہ وہ زکوۃ کو کیا جانیں، لہذا زکوۃ اپنے ہاتھ سے یا کسی ذریعہ سے جو صاحب دین ہونے کے علاوہ زکوۃ کے مسائل سے واقف ہو، خاموشی سے ادا کرنا بہتر ہوگا۔

نجم الحسن تھانوی محلہ مفتی سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادائے زکوۃ کے لئے قابل اعتماد غیر مسلم کو بھی وکیل بنادینا درست ہے(۱)، مگر صرف وکیل کے حوالہ کردینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، جب تک وہ مصرف کو نہ پہونچادے(۲)، ادائے فرض میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

---

(۱) "ولو دفع الوكيل بلانية، أو دفعها الذمي ليدفعها للفقراء جاز؛ لأن المعتبر نية الآمر، در". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۱۵، قديمي)

"(قوله: أو دفعها للذمي) خصه بالذكر وإن دخل في عموم الوكيل لدفع توهم أنه لايجوز توكيله فيها". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الزكاة: ۱/۳۹۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۹، سعيد)

(۲) "ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۷۰، سعيد) =

"وشرط صحة أدائها نية مقارنة لأدائها للفقير، أو وكيله" (مراقي الفلاح، ص: ۵۸۸)(۱).

"وكيل المزكي فيصح، ولو دفع الوكيل بلا نية، أو دفعها الذمي ليدفعها للفقراء جاز؛ لأن المعتبر نية الآمر" (كذا في الدرالمختار مع هامش الشامي نعمانيه، ومراقي الفلاح والطحطاوي، ص: ۵۸۸).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۸ھ۔

تملیک کا حکم اور طریقہ

سوال[۱۰۵۰۶]: تملیک کس کو کہتے ہیں اور اس کے لئے شرط کیا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ تملیک کے بعد اگر جس کو تملیک کی گئی ہے، نہ دینے پر راضی ہو، تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تملیک کسی مال کا کسی شخص کو مالک وقابض ودخیل اور حقیقۃً مالک بنادیا جائے (۲)، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اپنی ضرورت میں صرف کرے، تو دینے والے کو گراں نہ گزرے (۳) اور بہتر ہے کہ کسی غریب

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۱/۳۹۵، دارالمعرفة بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۱۵، قديمي)

(۲) سيأتي تخريجه تحت عنوان: حیلۂ تملیک، متعین رقم غریب کو دینا

(۳) "التمليك: هو جعل الرجل مالكاً". (قواعد الفقه، حرف التاء، ص: ۲۳۷، الصدف پبلشرز)

"الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم: ۴/۵۰۲، سعيد)

"كل يتصرف في ملكه كيف شاء .... لا يمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً إلا إذا أضر بغيره". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲، ۱۱۹۷: ۱/۶۵۴-۶۵۷، دارالكتب العلمية بيروت)

مسکین سے کہا جائے کہ تم کہیں سے قرض لے کر اس قدر روپیہ مدرسہ کے اندر چندہ میں دے دو، ہم تمہارا قرض ادا کردیں گے، پھر اس کو لاکر دینے پر زکوۃ وصدقات کا مال اس کو دے کر اس کا قرض اس سے ادا کرادیا جائے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات ''کمالات اشرفیہ'' (۱) میں تملیک زکوۃ کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ ''کسی غریب آدمی سے کہے کہ مفت کا ثواب لینا چاہو، تو تم کسی سے روپے قرض لے کر فلاں نیک کام میں چندہ میں دے دو، ہم تمہارا قرض ادا کرادیں گے، جب وہ قرض لے کر روپیہ چندہ میں دے دے، تو پھر تم اس کو اپنی زکوۃ یا قربانی کی کھال کا روپیہ دے دو، کہ اسی سے قرض ادا کرو''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/ ۸۹ھ۔

حیلہ تملیک، متعین رقم غریب کو دینا

سوال [۱۰۵۰۸]: گزشتہ ۱/۱/ ۷۵ء کو ہمارے ایم پی مرحوم نے معین الحق چودھری صاحب کو ہمارے یہاں بلوا کر ان سے دو پنکھے اور ایک گھڑی کی درخواست کرنے پر موصوف نے مذکورہ اشیاء کی تخمیناً ایک ہزار روپے لگائے اور وہ روپے زکوۃ کے روپے سے دینے کا وعدہ فرمایا، نیز یہ بھی فرمایا کہ زکوۃ کا روپیہ مسجد میں نہیں لگا سکتے، اس لئے کسی زکوۃ کھانے والے غریب کے نام پر ایک ہزار روپے ارسال کریں اور وہ روپیہ غریب کو دستیاب ہونے پر غریب کو ۲۵/ روپے دے کر اس سے ۹۷۵/ روپے لے کر مسجد میں لگائیں، چنانچہ اس مشورہ کے تحت ایک غریب آدمی کا نام ان کو دیا گیا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مذکورہ روپیہ ارسال کرنے سے قبل موصوف کا انتقال ہوگیا، میں نے موصوف کی اہلیہ کے پاس خط لکھا کہ موصوف نے جو وعدہ کیا تھا، اس وعدے کے روپے ارسال فرمائیں، مگر ان کی اہلیہ نے مذکورہ زکوۃ کی رقم اس غریب کے نام پر ارسال کرنے کے بجائے میرے سیکرٹری مسجد کے نام پر ارسال کیا اور موصوفہ نے یہ بھی لکھا کہ یہ زکوۃ کا روپیہ ہے، اس لئے جیسا مناسب سمجھیں خرچ کریں۔ میں نے مرحوم کے مشورہ کے مطابق یہاں کے چند علماء سے مشورہ کر کے ان میں سے ۲۵/

---

(۱) (کمالات اشرفیہ، ملفوظ نمبر ۴۶۸، ۴۶۹، ص: ۱۰۱، ۱۰۲، مکتبہ تھانوی کراچی)

روپے اس غریب کو دے کر بقیہ روپے سے دو پنکھے اور مصلی وغیرہ خرید لیا، فی الحال یہاں کے چند علماء ''مذکورہ روپے سے مسجد کے پنکھے خریدنا جائز ہے'' کا فتویٰ دیتے ہیں۔

مذکورہ روپے میرے نام پر آنے کے بعد اس غریب کو میں نے بلایا اور اس سے کہا کہ تمہارے ساتھ جس روپے کے بارے میں بات چیت ہوئی تھی، وہ روپیہ میرے نام پر آیا ہے، اب تم اس میں سے ۲۵/ روپے لے لو اور بقیہ ۹۷۵ روپے اللہ کے واسطے مسجد میں دے دو، ۵۰۰/ روپے پوسٹ آفس میں تھا، اس لئے صرف پانچ سو روپے ان کے حوالہ کرکے میں نے کہا کہ گن لو یہ ۵۰۰/ روپے ہیں اور پانچ سو روپے پوسٹ آفس میں ہے، تو اس غریب نے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا کہ گننے کی کیا ضرورت ہے، ۲۵/ روپے میں رکھ کر بقیہ سب روپے مسجد کے لئے عطیہ کرتا ہوں۔ حیلہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانچ سو روپے تو ڈاک خانہ میں جمع رہے، ان کی تو تملیک بھی نہیں ہوئی، ان پر اس غریب کی ملک ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا ان کو مسجد کے پنکھوں کے لئے استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے(۱)، بقیہ پانچ سو روپے غریب کو دیئے گئے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ ۲۵/ روپے رکھ کر ۴۷۵/ روپے مسجد میں دے دے، اس زور دباؤ سے اس نے دے دیئے، تو یہ تملیک بھی برائے نام ہوئی (۲)، واقعی تملیک اس وقت ہوتی جب اس

---

(۱) ''ویشترط أن یکون الصرف (تملیکاً) لا إباحۃ کما مر (لا) یصرف (إلی بناء) نحو (مسجد و) لا إلی (کفن میت وقضاء دینہ)''. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعید)

''ولا یجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجد ...... وکل ما لا تملیک فیہ''. (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع: ۱/۱۸۸، رشیدیہ)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۲/۴۲۴، رشیدیہ)

(۲) ''أن الحیلۃ أن یتصدق علی الفقیر، ثم یأمرہ بفعل ہذہ الأشیاء الخ.

(قولہ ثم یأمرہ الخ) ...... وفي التعبیر بثم إشارۃ إلی أنہ لو أمرہ أولاً، لا یجزیء؛ لأنہ یکون وکیلا عنہ في ذلک، وفیہ نظر لأن المعتبر نیۃ الدافع.

وقال الرافعي رحمہ اللہ تعالی: (قولہ وفیہ نظر) بل الظاہر عدم الإجزاء بمجرد نیۃ المزکي بعد الأمر؛ لأن المدفوع إلیہ، لم یوجد منہ التملک، بل أخذ المال علی أنہ للآمر فلم یوجد رکنہا وہو =

غریب کو پورا اختیار رہتا اور وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیتا (۱)، اس لئے معطی کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی (۲)، اب چندہ کرکے معطی کی زکوۃ اس کی اہلیہ سے اجازت لے کر برمحل صرف کی جائے (۳)، جب مسجد میں ان پنکھوں

= التملیک والتملک". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۳۴۵/۲، سعید)

"یترتب علی اشتراط تملیک الزکاۃ للفقراء ونحوهم أن المسامحة بالدین لا تجزئ عند الحنفیة، وإنما یجب إعطاء الزکاۃ للفقیر، ویمکن استیفاء الدین منه بعد ذلک مالم یکن حیلة أي بأن شرط علیه أن یردها علیه من دینه". (الفقه الإسلامي وأدلته، کتاب الزکاۃ: ۱۹۸/۳، رشیدیه)

"والحیلة في هذا أن یتصدق علی الفقیر، ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء، وهل له أن یخالف أمره؟ مقتضی صحة تملیکه أن له ذلک". (النهر الفائق، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۴۶۲/۱، رشیدیه)

(۱) "کل یتصرف في ملکه کیف شاء". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۶۵۴/۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع: ۵۰۲/۳، سعید)

(وکذا في فتح القدیر، کتاب البیوع: ۳۵۶/۵، رشیدیه)

(۲) "هي تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر هاشمي ولا مولاه لله تعالی". (الدر المختار، کتاب الزکاۃ: ۲۵۷/۲-۲۵۸، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الزکاۃ: ۳۵۲/۲، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق، کتاب الزکاۃ: ۴۱۱/۱، رشیدیه)

(۳) وکیل نے چونکہ اپنی رائے سے زکوۃ کو غیر مصرف میں استعمال کیا ہے، اس لئے ضمان اسی پر واجب ہے اور ممکن ہے کہ وکیل غریب ہو، اس کی غربت کو دیکھ کر مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی معاونت کے لئے چندے کا کہا ہو، نہ کہ مسجد کے نام چندہ کرنے کا۔

"لما في التاتارخانیة: سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلی الآخر مالاً فقال له: "هذا زکاۃ مالي فادفعها إلی فلان" فدفعها الوکیل إلی آخر هل یضمن؟ قال: نعم، وله التعیین". (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الزکاۃ، الفصل التاسع: ۲۱۳/۲، قدیمي)

(وکذا في رد المحتار، کتاب الزکاۃ: ۲۶۹/۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الزکاۃ: ۳۷۱/۲، رشیدیه)

کا استعمال درست ہوگا اور زکوۃ کا فریضہ صحیح طور پر ادا ہوگا، اس قسم کے حیلوں سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۲ھ۔

گزشتہ سالوں کی زکوۃ کا حکم

سوال[۱۰۵۰۹]: میرے پاس قریب بیس سال سے چالیس تولہ سونا اور اچھی کافی کئی سیر چاندی ہے، لہٰذا اتنا سونا و چاندی ہونے کی غرض سے اس کے اوپر جب سے ہی زکوۃ واجب ہے، لیکن سترہ سال سے یہ معلوم تھا کہ جو زیور استعمال کیا جائے، اس کی زکوۃ دی جاتی ہے، باقی کی نہیں، اب معلوم ہوا کہ زکوۃ سارے زیور کی دینی چاہیے، اس لئے تین سال سے سارے زیور کی زکوۃ دیتی ہوں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان پچھلے سترہ سالوں کی زکوۃ اب ادا کریں یا جب سے فرض ہوئی ہے؟ میرے میاں ماشاء اللہ مالدار ہیں، وہ سترہ سال کی زکوۃ ادا کر سکتے ہیں، آپ جیسا حکم کریں ویسا ہی تعمیل کریں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی سونا خواہ زیور کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں اور زیور خواہ استعمال میں ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں زکوۃ لازم آتی ہے (۲)، جب سے ملکیت میں آکر سال بھر پورا ہو جائے، ہر سال زکوۃ دینا

---

(۱) ان حیلوں سے مراد وہ حیلے ہیں، جن میں فقیر کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہو کہ اس رقم کو واپس جمع کرے، ورنہ جس صورت میں فقیر اپنی مرضی اور رغبت کے ساتھ خرچ کرے، وہ تمام فقہائے کرام کے ہاں جائز اور درست ہے۔

"وكذلك من عليه الزكاة لو أراد صرفها إلى بناء المسجد، أو القنطرة لايجوز، فإن أراد الحيلة فالحيلة: أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلك كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر: ۲/۴۷۳، رشيديه)

"وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد، وتمامه في حيل الأشباه". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۴، رشيديه)

(۲) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أولا". =

ضروری ہے(۱)، چاہے زکوۃ کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو، لہٰذا گزشتہ سال کی زکوۃ لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۹ھ۔

قرض پر زکوۃ اور اس کی ادائیگی کا طریقہ

سوال[۱۰۵۱۰]: میں نے زید کو دو ہزار روپیہ دیا تھا تاکہ وہ میرے لئے زمین خرید کردیں، وہ زمین خرید کر نہیں دے سکے، اب بارہ سال کے بعد مذکورہ دو ہزار روپیہ زید مجھ کو واپس دے رہا ہے، دریافت

= (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۹۷، ۲۹۸، سعيد)

"لا يعتبر في نصاب الذهب أيضاً صفة زائدة على كونه ذهباً، فتجب الزكاة في المضروب والتبر والمصوغ والحلي". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث: ۱/۱۷۸، رشيديه)

(۱) "(وسببه) أي: سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) نسبة للحول لحولانه عليه تام فارغ عن دين له المطالب من جهة العباد". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۹-۲۶۰، سعيد)

"والزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة: ۲/۱۶۴، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۵۳، ۳۵۴، رشيديه)

(۲) "أنه إذا كان لرجل مائتا درهم أو عشرون مثقال ذهب، فلم يؤد زكاته سنتين يزكي السنة الأولى، وليس عليه للسنة الثانية شيء ...... وكانت عشراً وحال عليها حولان يجب للسنة الأولى شاتان وللثانية شاة، ولو كانت الإبل خمساً وعشرين يجب السنة الأولى بنت مخاض، وللسنة الثانية أربع شياه". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/۸۶، رشيديه)

"وسببه أي: افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكاة". (الدر المختار). "(قوله: كزكاة) فلو كان له نصاب حال عليه حولان ولم يزكه فيهما لا زكاة عليه في الحول الثاني". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۹-۲۶۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الزكاة، باب لا زكوة في المال الضمار: ۹/۱۳، إدارة القرآن كراچي)

طلب یہ ہے کہ اس روپیہ کی زکوۃ بارہ سال بعد مجھ پر واجب ہے یا نہیں؟ زکوۃ کس طرح واجب ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حسب قواعد شرعیہ اس واپس شدہ روپیہ کی زکوۃ واجب ہے(۱)، چالیسواں حصہ پہلے سال کا (۵۰/ روپیہ) ادا کریں، پھر ۱۹۵۰/ روپیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں، اسی طرح ہر سال کا واجب شدہ روپیہ محسوب کرکے بقیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۷ھ۔

توبہ سے واجب شدہ زکوۃ ساقط نہیں ہوتی

سوال [۱۱۰۵۱]: توبہ کی صورتوں میں کیا سابقہ سالوں کی زکوۃ بھی دینی پڑتی ہے؟ اگر طاقت ہو؟

---

(۱) "واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة: قوي، ومتوسط، وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول، لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني عشر: ۲/۲۹۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۳۶۳، رشيدية)

(۲) "فلو كان له دين عند آخر يبلغ ثلاثمائة درهم مثلاً، ثم حال عليها ثلاثة أحوال، فقبض منها مائتين، وجب عليه أن يخرج زكاة السنة الأولى عنها خمسة دراهم، فيبقى منها مائة وخمسة وتسعون تحتوي على الأربعين، أربع مرات، وذلك يساوي مائة وستين درهماً، فيخرج عنها أربعة دراهم، وهي زكاة السنة الثانية فيخرج زكاة السنة الثالثة أربع دراهم". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين: ۱/۵۷۰، دار الفكر بيروت)

"وذكر في المنتقى: رجل له ثلثمائة درهم دين حال عليها ثلاثة أحوال فقبض مائتين، فعند أبي حنيفة يزكي للسنة الأولى خمسة، وللثانية والثالثة أربعة أربعة من مائة وستين". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني: ۱/۱۸۵، مكتبه فاروقيه پشاور)

اور اگر طاقت نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ سے گزشتہ واجب شدہ زکوۃ ساقط نہیں ہوتی، حسب استطاعت اس کو ادا کرنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۹۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "الثانية في الأشياء التي يتاب منها وكيف التوبة منها، قال العلماء: الذنب الذي تكون منه التوبة لايخلو، إما أن يكون حقاً لله أو للآدميين، فإن كان حقاً لله كترك صلاة فإن التوبة لاتصح منه حتى ينضم إلى الندم قضاء مافات منها، وهكذا إن كان ترك صوم أو تفريطاً في الزكاة". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، التحريم: ۸، ۱۸/ ۱۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقال عياض: أجمع أهل السنة، أن الكبائر لايكفرها إلا التوبة، ولا قائل بسقوط الدين ولو حقاً لله تعالى كدين صلاة وزكاة، نعم! إثم المطل وتأخير الصلاة ونحوها يسقط". (الدرالمختار، كتاب الحج، باب الهدي: ۲/ ۶۲۳، سعيد)

"أن التوبة تكفر الذنوب بالاتفاق، ولا يلزم من ذلك سقوط الواجبات المترتبة على تلك الذنوب على أن التوبة من ذنب يترتب عليه واجب لا تتم إلا بفعل ذلك الواجب". (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۵۹۳، رشيديه)

باب مصارف الزکاۃ

(زکوۃ کے مصارف کا بیان)

زکوۃ کا مستحق کون ہے؟

سوال[۱۰۵۱۲]: فریضہ اداء زکوۃ سے تو سب ہی لوگ غافل ہیں، زید کی بہن ہندہ بیوہ ہوگئی، ہندہ کو زید اپنے گھر لے آیا، ہندہ کے ساتھ تین لڑکے ہیں، زید لکھ پتی آدمی ہے، تقریباً سو بیگھہ (۱) زمین ہے، جس میں باغ پرورش ہوگیا اور پیسوں کی تجارت ایسی بڑھی کہ یورپ تک ٹرک جاتے ہیں، مگر یہ شخص زکوۃ نہیں نکالتا اور جب کہا جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں: ''ہم تو اپنی بہن ہندہ کا خرچہ اٹھاتے ہیں اور دیتے ہیں''۔ یہ مصدقہ امر ہے کہ ہندہ کو کبھی بالحساب زکوۃ نہیں دی گئی اور ہندہ ایسی ہے کہ روپیہ دے کر کسی دوسرے شخص سے تجارت بھی کرالیتی ہے بھینس کی، کیا زید کا یہ کہنا درست ہے اور زکوۃ ادا ہوجاتی ہے، جب کہ ہندہ کا زید پر باپ کی میراث میں شروع سے حصہ ہے اور ایسی صورت میں ہندہ زکوۃ کی مستحق بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی مقدار ہندہ کو بہ نیت زکوۃ دی جائے اور وہ نہ تو خدمت کا معاوضہ ہو، نہ اس کے حق پدری کے معاوضہ میں ہو، نہ اس کے دباؤ میں ہو (کہ وہ میراث کا مطالبہ نہ کر بیٹھے) اور ہندہ مستحق زکوۃ بھی ہو کہ وہ ساڑھے باون تولہ چاندی، ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے روپے نوٹ وغیرہ کی مالک نہ ہو، تو اتنی مقدار زکوۃ ادا ہوجائے گی، باقی زکوۃ ذمہ میں باقی رہے گی (۲)، جو کھانا ہندہ ساتھ کھاتی ہے، اس کو زکوۃ میں محسوب کرنا درست

---

(۱) ''بیگھہ: زمین کا ایک ناپ، چار کنال یا ۸۰ مرلے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۷۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) "الزكاة هي تمليك المال بغير عوض من فقير مسلم الخ". (كنز الدقائق، كتاب الزكاة، ص: ۵۵، مكتبه حقانيه ملتان) =

نہیں، اگر وہ مالک نصاب ہو تو اس کو زکوۃ دینا درست نہیں، جو کچھ معاوضہ خدمت میں دیا جائے یا حصہ پدری کے ذیل میں دیا جائے، اس کو زکوۃ میں شمار نہیں کیا جاسکتا (۱)، میراث میں جب اس کا حصہ ہے تو وہ اس کی حق دار ہے، اس کے حق کو روکنا اور نہ دینا ظلم اور غصب ہے، اس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں (۲)۔

قرآن پاک میں نماز اور زکوۃ کو ایک ہی طرز پر بیان فرمایا گیا ہے: ﴿واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ﴾ (۳)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کیا، جنہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا تھا (۴)۔ جس

= "هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه، مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۶-۲۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱/۱۷۰، رشيديه)

(۱) "(الزكاة هي تمليك مال مخصوص الخ) وأخرج بالتمليك الإباحة فلا تكفي فيها، فلو أطعم يتيماً ناوياً به الزكاة لا تجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۱۴، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۶-۲۵۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الزكاة: ۲/۲۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً، أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من ظلم قيد شبر من أرض، أي: قدره، طوقه من سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۱/۴۳۴، دار الفكر بيروت)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". (متفق عليه). (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

(۳) (النور: ۵۶)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: "لما توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واستخلف =

مال کی زکوۃ نہ دی جائے، وہ مال نہایت زہریلے سانپ کی شکل میں بنا کر صاحب مال پر مسلط کردیا جائے گا، جو اس کو برابر ڈستا رہے گا اور کہے گا: "أنا مالك أنا كنزك" (مشکوۃ شریف، ص: ۱۵۵)(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۷ھ۔

زکوۃ، فطرہ کی رقم غیر مصرف میں خرچ کر ڈالنا

سوال [۱۰۵۱۳]: روپے پیسے کے اندر تعیین ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید نے زکوۃ اور فطرہ کا پیسہ غیر مصرف میں خرچ کیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم بعد میں کہیں سے اتنا پیسہ جمع کردیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زکوۃ وفطرہ دینے والوں نے اس کی اجازت دی ہو تو زید ایسا کرسکتا ہے، ورنہ جائز نہیں (۲)، اس

= أبوبكر بعده، وكفر من كفر من العرب ... فقال أبوبكر: "والله لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة، فإن الزكاة حق المال والله لو منعوني عقالاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لقاتلتهم على منعه"

فقال عمر بن الخطاب: فو الله ما هو إلا أن رأيت الله (عزوجل) قد شرح صدر أبي بكر للقتال، قال: فعرفت أنه الحق". (سنن أبي داود، كتاب الزكاة: ۱/۲۲۳، مكتبه إمداديه ملتان)

(وصحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة: ۱/۱۸۷، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب الأمر بقتال الناس ... الخ: ۱/۳۷، قديمي)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، الفصل الأول: ۱/۱۵۵، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة: ۱/۱۸۸، قديمي)

(۲) "وفي الفتاوى: إذا دفع رجلان إلى رجل كل واحد منهما دراهم ليتصدق بها عن زكاة ماله، فخلط الدراهم قبل الدفع، ثم دفع، فهو ضامن ... والحاصل: أن الخلط سبب الضمان؛ لأنه استهلاك، إلا في موضع جرت العادة والعرف ظاهراً بالإذن بالخلط". (المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ۳/۲۳۵، رشيديه)

"إذا دفع الرجلان إلى رجل كل واحد منهما دراهم ليتصدق بها عن زكاة ماله فخلط الدراهم قبل الدفع، ثم دفع فهو ضامن. وفي "الحجة": إلا إذا جدد الإذن، أو أجاز المالكان فحينئذ يجوز، وفي "السراجية": أو وجدت دلالة الإذن بالخلط، وفي "اليتيمة" كما جرت العادة بالإذن من أرباب الحنطة بخلط ثمن الغلات". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ۲/۲۱۹، قديمي)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث: ۱/۱۹۲، مكتبه فاروقيه پشاور)

صورت میں زکوۃ وفطرہ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۱/۲۵ھ۔

غنی کا زکوۃ استعمال کرنا

سوال[۱۰۵۱۴]: زکوۃ میں اگر کوئی چیز کسی مسکین کو دی گئی تو عبارات فقہاء اور حدیث بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہوتا ہے کہ غنی کے لئے استعمال جائز نہیں، تو کیا ایسی صورت میں مسکین پر یہ لازم ہوگا کہ وہ غنی دوست کو یہ بتلادے کہ یہ زکوۃ میں ملی ہوئی چیز ہے، آپ اس کو استعمال نہ کریں، اگر بتانا ضروری ہے تو کیا یہ زکوۃ دینے والے پر بھی ضروری ہوگا کہ وہ مسکین کو بتلادے کہ یہ مد زکوۃ سے ہے، تاکہ وہ غنی کو عاریۃً دینے میں احتیاط کرے، یا زکوۃ دہندہ نے مسکین کو نہیں بتلایا تھا، مگر اس کے سامنے کوئی غنی اس چیز کو استعمال کرنے لگا تو کیا اس پر لازم ہوگا کہ غنی کو بتلادے یا سکوت کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غنی کی زکوۃ ادا ہونے کے لئے تو یہ شرط نہیں کہ فقیر ومسکین کو علم ہو کہ یہ زکوۃ ہے۔

"ولا یشترط علم الفقیر أنها زکوة علی الأصح اه". (مراقي الفلاح، ص: ۵۸۹)(۱)۔

لیکن جب مسکین کو معلوم ہو کہ یہ زکوۃ ہے اور پھر کوئی غنی اس کو بطور اباحت استعمال کرنا چاہے، تو مسکین کو چاہیے کہ بتلادے کہ یہ زکوۃ ہے، جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے (۲)،

---

(۱) (مراقي الفلاح، کتاب الزکاة، ص: ۷۱۵، قدیمی)

"ومن أعطی مسکینا دراهم وسماها هبة أو قرضاً، نوی الزکاة فإنها تجزیه، وهو الأصح. هكذا في البحر الرائق ناقلاً عن المبتغی والقنیة". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکاة، الباب الأول: ۱/۱۷۱، رشیدیه)

"ولم یشترط المصنف رحمه الله تعالی علم الآخذ بما یأخذه أنه زکاة، للإشارة إلی أنه لیس بشرط". (البحر الرائق، کتاب الزکاة: ۲/۳۷۰، رشیدیه)

"ولا یشترط علم المدفوع إلیه بأنه زکاة". (النهر الفائق، کتاب الزکاة: ۱/۴۱۸، رشیدیه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالی عنها قالت: کان في بریرة ثلاث سنن ..... ودخل رسول الله صلی الله =

اگرغنی نے مسکین کونہیں بتلایااوراس کے سامنے اس مسکین کی چیز کوکوئی غنی استعمال کرنا چاہتا ہے،توان کو بتلا دینا چاہیے تاکہ وہ غلط استعمال سے بچ جائے،سکوت کرنے سے وہ غلط استعمال میں مبتلا ہو جائے گا،اگر چہ عدم علم کی بناء پر گنہگار نہ ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ غنی،مسکین کی ملکیت میں ہوتے ہوئے اس کو بطورِ اباحت کے استعمال کرے،لیکن اگر وہ مسکین کسی غنی کو ہدیہ کردے اوروہ غنی اس کو قبول کرکے مالک ہو جائے ، پھر اس کو اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۹/۴/ ۸۹ھ۔

زکوۃ سے تنخواہ دینا

سوال[۱۰۵۱۵]: ایک صاحب نے ۱۳۵/ روپیہ کا زکوۃ دیا ہے،وہ غازی آباد کے ہیں،انہوں نے اس لئے بھجوایا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب کے تنخواہ کولوگ دیتے نہیں ہیں،لہذا اس سے کام چلاؤ،تو کیا اس روپے کو میں تنخواہ میں لےسکتا ہوں یا اس روپے کو الگ کرمکتب بنادوں؟ جوبھی صورت ہے، بہت ہی جلد جواب مرحمت فرمادیں۔فقط۔

= تعالى عليه وسلم والبرمة تفور بلحم، فقرب إليه خبزٌ وأدم من أدم البيت، فقال: "ألم أر برمة فيها لحم؟ قالوا: بلى، ولكن ذلك لحم تصدق به على بريرة، وأنت لا تأكل الصدقة". (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لاتحل له الصدقة: ۱/۱٦۱، قديمى)

(وصحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة على موالي أزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۲، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إباحة الهدية للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۳۴۵، قديمى)

(۱) "قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: إذا تصدق على المحتاج بشيء ملكه، فله أن يهدي به إلى غيره، وهو معنى قول ابن الملك: فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لاتحل له الصدقة، الفصل الأول: ۴/۳۳۸، رشيديه)

"وحاصله: أنها إذا قبضها المتصدق زال عنها وصف الصدقة وحكمها، فيجوز للغني شراها للفقير وللهاشمي أكله منها". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب إذا تحولت الصدقة: ۹/۱۳۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الزكاة، باب إذا تحولت الصدقة: ۳/۴۵۵، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ کے روپیہ کو براہِ راست (بغیر تملیک) تنخواہ یا تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں (۱)، اس روپیہ کا مصرف وہی ہے، جو نمبرا میں تحریر کیا گیا، یعنی مستحق زکوۃ بچوں کو بطور وظیفہ دے دیا کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۹ھ۔

زکوۃ کا روپیہ مقدمہ میں لگانا

سوال[۱۰۵۱۶]: زکوۃ کے روپیہ مسجد مدرسہ کے مقدمہ میں لگانا یا کسی غریب آدمی کے مقدمہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ کا پیسہ غریب شخص کو دیا جائے، پھر وہ اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں یا کسی اور کام کے لئے دے دے، تو درست ہے، براہِ راست وہ پیسہ مسجد یا مدرسہ یا کسی غریب کے مقدمہ وغیرہ میں صرف کرنا یا تعمیر میں لگانا، تنخواہ میں دینا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۸۸ھ۔

---

(۱) "ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل له لولم يعطه صح، وإلالا". (الدرالمختار). "أي: لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۶/۲، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع: ۱۹۰/۱، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن: ۲۷۸/۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "فالحيلة: أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلک، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر: ۴۷۳/۲، رشيديه)

"أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمره بفعل هذه الأشياء". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۵/۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۴۲۴/۲، رشيديه)

(۳) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن =

سوداورزکوۃ کے پیسے سے نل لگوانا

سوال[۱۰۵۱۱]: ایک شخص کو بینک سے سود ملتا ہےاورزکوۃ کا کچھ روپیہ بھی غریبوں کو دیتا ہے، اب وہ شخص چاہتا ہے کہ سود یازکوۃ کے پیسے سے اپنے گاؤں میں عوام کے لئے کنواں نل بنوادیں کیا ایسا کرنا جائز ہے یانہیں؟ اگرجائز ہےتو ایسے کنوئیں اورنل سے پانی پینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی اجازت نہیں (۱)، جتنا روپیہ اس کنواں نل بنانے میں خرچ کیا ہے، اتنی مقدار مستحقین کو دے

= میت، وقضاء دینه ...... أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمر بفعل هذه الأشياء". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، ۳۴۵، سعيد)

"ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد، وكذا القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات وكري الأنهار وكل مالا تمليك فيه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب التاسع: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۴، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱/۴۶۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين ...... ﴾ الخ (التوبة: ۶۰)

"ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لايصرف إلى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن ميت، وقضاء دينه"

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تمليك فيه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعيد)

"سئلت: فيمن يملك نصاباً من حرام هل تجب عليه فيه الزكاة.

الجواب: لا تجب عليه فيه الزكاة، بل يلزمه التصدق بجميعه على الفقراء لا بنية الثواب إن لم يكن صاحب المال موجودا". (الفتاوى الكاملية، كتاب الزكاة، ص: ۱۵، مكتبه القدس)

"في القنية: لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه ومثله في البزازية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم ۲/۲۹۱، سعيد)

دے، اس کنواں اور نل سے پانی پینا اس کو بھی جائز ہے، دوسروں کو بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زکوۃ کا لحاف طلبہ کو دے کر واپس لینا

سوال[۱۰۵۱۸]: ایک مدرسہ کے لئے زکوۃ کے مال سے رقم آئی، مہتمم صاحب نے طلباء کے لئے لحاف، بستر وغیرہ بنائے، اب مدرسہ کا سالانہ امتحان ہوگیا ہے، وہ لحاف وبستر جو طلباء کو مہتمم صاحب نے دیئے تھے، مدرسہ کے صدر مدرس صاحب نے طلباء سے واپس فرمالئے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ طلباء گھر سے اس مدرسہ میں واپس نہ آئیں، جو طلباء آئندہ سال آئیں گے، وہ ان کے کام آئیں گے، واپس لئے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ زکوۃ کے روپیہ سے لحاف تھے، جو اہلِ خیر حضرات نے مدرسہ کے لئے دیئے تھے، صدر مدرس نے ایسا کرلیا کہ لحاف طلباء سے جاتے وقت واپس لے لئے، تو کیا صدر مدرس صاحب ڈاکو یا خائن یا گنہگار ہے؟ واپس لینے کی اجازت ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زکوۃ ادا ہونے کے لئے مالک بنادینا ضروری ہے، محض مستعار دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی (۱)، اگر کوئی مدرسہ کا ذمہ دار مال زکوۃ کو عاریۃً دے کر واپس لے لیتا ہے، ان کو مالک نہیں بناتا تو ایسے ذمہ دار کو ہرگز زکوۃ نہ دی جائے، بلکہ خود طلباء کو یا جس کو مستحق سمجھیں، لوگ زکوۃ دے دیا کریں، اب تک جس قدر لحاف وغیرہ اسی طرح طلباء کو دے کر واپس لے لئے، ان کی ذمہ داری صدر مدرس صاحب پر ہے، مہتمم مدرسہ صاحب کو چاہیے کہ صدر مدرس صاحب کو اس طرزِ عمل سے حکماً روک دیں، مہتمم صاحب نے جو لحاف طلبہ کو تملیکاً دے دیئے تھے، طلباء ان کے مالک ہوگئے تھے اور زکوۃ ادا ہوگئی تھی، پھر صدر مدرس نے طلباء سے جبراً اگر لحاف واپس لے

---

(۱) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/۳۴۴، سعيد)

"ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد ... وكل مالا تمليك فيه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، باب المصرف: ۲/۴۲۴، رشيديه)

لئے ،تو یہ طلباء پر زیادتی ہوئی ،اس کی مکافات لازم ہے،وہ لحاف ان کو واپس کریں (۱) اور ان سے معافی مانگیں، تب ان کا یہ گناہ معاف ہوگا اور ان کوڈاکو یا خائن کہنے کی اجازت نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمودغفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

بھائی کوزکوۃ دینا

سوال [۱۰۵۱۹]: ایک شخص مالدار ہے اور اس کا ایک حقیقی بھائی غریب ہے دونوں ایک ساتھ نہیں رہتے جدا جدا رہتے ہیں، مالدار بھائی اپنے غریب بھائی کوزکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایک ساتھ دو چار ہزار روپیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غریب بھائی کوزکوۃ دینا درست ہے، بلکہ غیروں کے مقابلہ میں بھائی کو دینا افضل ہے (۳)، کتب فقہ،

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، ص: ۲۵۵، قديمي)

"لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۵/۶۸، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان﴾ (الحجرات: ۱۱)

"فمن فعل ما نهى الله عنه من السخرية، والهمز، والنبز فذلك فسوق، وذلك لايجوز".

(الجامع لأحكام القرآن، الحجرات: ۱۱، الجزء ۱۶/ ۲۱۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وقيد بأصله وفرعه؛ لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو أولى؛ لما فيه من الصلة مع الصدقة، كالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۴۲۵، رشيديه)

"والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات، ثم إلى أولادهم، ثم =

بحر(۱) عالمگیری(۲)، شامی(۳) وغیرہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے، کسی مستحق زکوۃ کو اتنی مقدار زکوۃ دے دینا مکروہ ہے، جس سے وہ خود صاحبِ نصاب ہوجائے(۴)۔ مراقی الفلاح(۵) ودرمختار(۶) میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وکیل کا اپنی ماں کو زکوۃ دینا

سوال[۱۰۵۲۰]: ہندہ کے پاس بقدرِ نصاب زیور ہے، ہندہ کے پاس پیسے نہیں ہے، لیکن اپنے خاوند سے کہہ رکھا ہے کہ میرے زیور کی زکوۃ تم ادا کرو اور جہاں چاہو دے دینا، ہندہ کے خاوند نے منظور کرلیا،

= إلى الأعمام والعمات ..... كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع: ۱/۱۹۰، رشيديه)

"قال في النهر: والأولى صرفها إلى إخوته الفقراء، ثم أولادهم، ثم أعمامه الفقراء، ثم أخواله، ثم ذوي الأرحام، ثم جيرانه، ثم أهل سكنه، ثم أهل ربضه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، باب المصرف، ص: ۷۲۲، قديمى)

(۱) (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۳۵، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع: ۱/۱۹۰، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۹، سعيد)

(۴) "وكره الإغناء". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۲۱، قديمى)

"وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۳، سعيد)

"كره أن يدفع إلى فقير ما يصير به غنياً وندب الإغناء عن سؤال الناس". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۳۵، رشيديه)

(۵) "وكره الإغناء". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۲۱، قديمى)

(۶) "وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۳، سعيد)

ہندہ کے خاوند نے بھی اپنی بیوی ہندہ کے زیور کی زکوۃ لے کر روپے اپنی والدہ کو جو کہ زکوۃ کی مستحق ہے، اس کو دے دیئے، اب فرماویں زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں زکوۃ ادا ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱/۴/۸۹ھ۔

جس بچہ کی ماں سید ہو، اس کو زکوۃ دینا

سوال [۱۰۵۲۱]: میرے ایک تایازاد بھائی تھے، ان کا انتقال ہو گیا، وہ خود سید نہیں تھے، لیکن بیوی جو انہوں نے چھوڑی، وہ سیدہ ہے، ان کے تین چار نابالغ بچے بھی ہیں، کیا شرعاً ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا شرعی حیلہ سے دی جاسکتی ہے؟ ان لوگوں کی حالت بہت قابل رحم ہے، نہ بچوں کو ٹھیک سے روٹی مل سکتی ہے، نہ کپڑا، فی زمانہ یہ ممکن نہیں کہ زکوۃ کے علاوہ بھی کسی کی مالی امداد کی جاسکے۔ امید ہے کہ اس امر پر خصوصی توجہ دے کر ان کے لئے کوئی راستہ سجھائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان بچوں کو زکوۃ دینا درست ہے (۲)، نسب باپ سے چلتا ہے، ان بچوں کا باپ سید

---

(۱) "وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه، إلا إذا قال ربها "ضعها حيث شئت"". (ردالمحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۹، سعيد)

"وفي "الجامع الأصغر" سئل أبو حفص عمن دفع زكاة ماله إلى رجل وامرأة أن يتصدقا بها، فأعطى ولد نفسه الكبير أو الصغير أو امرأته وهم محاويج، جاز". (المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل التاسع: ۲/۴۴۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/۲۹۹، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمسكين ......﴾ (التوبة: ۶۰)

"ويؤخذ من هذا أن من كانت أمها علوية مثلاً، وأبوها عجمي يكون العجمي كفؤاً لها، وإن كان=

نہیں تھا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

علمائے ربانی کی تکفیر کرنے والے کوزکوۃ دینا

سوال[۱۰۵۲۲]: زمانہ کے مسلمانوں کا ایک گروپ علمائے ربانی وحقانی کو کافر ومرتد قرار دیتا ہے اور اس مہینہ رمضان میں خصوصی طور سے زکوۃ، عطیات، فطرہ کی رقم کی وصولی کے لئے بھی تشریف لائے ہیں، تو ایسے حضرات کو جو علمائے حق کو کافر ومرتد کہتے پھرتے ہیں، تو ایسے شخص کو زکوۃ عطیات فطرہ کی رقم دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو، تو یہ کلمہ (کفر) اس

= لها شرف ما؛ لأن النسب للآباء، ولهذا جاز دفع الزكاة إليها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۷/۲، سعيد)

"(وقوله: وبني هاشم) اعلم أن عبد مناف وهو الأب الرابع للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعقب أربعة وهم: هاشم، والمطلب، ونوفل وعبد شمس، ثم هاشم أعقب أربعة، انقطع نسل الكل إلا عبد المطلب، فإنه أعقب اثني عشر، تصرف الزكاة إلى أولاد كل إذا كانوا مسلمين فقراء إلا أولاد عباس وحارث وأولاد أبي طالب من علي وجعفر وعقيل، قهستاني". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۰/۲، سعيد)

(۱) "أما أصل النسب فمخصوص بالآباء ..... فإن العلماء ذكروا أن من خصاصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه ينسب إليه أولاد بناته، فالخصوصية للطبقة العليا، فأولاد فاطمة الأربعة ..... فينسبون إليه صلى الله تعالى عليه وسلم ، وأولاد زينب وأم كلثوم ينسبون إلى فاطمة ولا إلى أبيها صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأنهم أولاد بنت بنته لا أولاد بنته، فيجرى فيهم الأمر على قاعدة الشرع الشريف في أن الولد يتبع أباه في النسب لا أمه". (ردالمحتار، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب ..... : ۶۸۵/۲، سعيد)

"أن الحسب والنسب يختصان بالأب دون الأم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب السادس: ۱۱۷/۶، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الوصايا: ۳۴۲/۶، رشيديه)

کہنے والے ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے(۱)، اس لئے جب تک غیر مشتبہ دلائل سے کسی کا کفر ثابت نہ ہوجائے، تو اس کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے، جس کی وجہ سے اس کہنے والے کا ایمان متذبذب ہوجاتا ہے(۲)، جن لوگوں نے علمائے حق کو کافر کہنا ہی اپنا شعار اور مشغلہ زندگی بنا رکھا ہے، ان کو اپنی زکوۃ دینا زکوۃ کو خطرے میں ڈالنا ہے، وہ اس زکوۃ سے وہی کام انجام دیں گے، جو ان کا مشغلہ ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں زکوۃ دینا؟

سوال[۱۰۵۲۲]: بمبئی میں رواج ہورہا ہے کہ بریلوی حضرات اپنی رقم زکوۃ کو دیوبندی مدرسہ میں دینا ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں اور ہمارے فقراء کو زکوۃ کی رقم نہیں دیتے ہیں، تو کیا ان کے فقراء کو زکوۃ کی رقم دیں

---

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ياكافر: ۵۷/۱، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الاداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۴۱۱/۲، قديمي)

(۲) "وذلك أن المعاصي كما قالوا "بريد الكفر" ويخاف على المكثر منها أن يكون عاقبة شؤمها المصير إلى الكفر". (شرح النووي، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ياكافر: ۵۷/۱، قديمي)

"وفي الخلاصة: من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۳، قديمي)

"ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع: ۲۷۰/۲، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قال رب بما أنعمت علي فلن أكون ظهيراً للمجرمين﴾ (القصص: ۱۷)

"ولا يجوز صرفها ... لأهل البدع". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۴/۲، سعيد)

اورزکوۃ ادا ہوجائے گی یا ہم بھی ان کے مدرسہ والوں کوزکوۃ کی رقم نہ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ متقی دیندارکودی جائے ،جیسا کہ کتب فقہ میں ہے(۱)،جوشخص جماعت یا مدرسہ حق اوراہل حق کی مخالفت وتکفیر کرے،اس کے لئے کوشش میں مصروف رہے،اس کوزکوۃ نہ دی جائے ،اس کوزکوۃ دینا مخالفت حق کی اعانت کرنا ہے۔

﴿تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

شیعہ کوزکوۃ وفطرہ دینا

سوال[۱۰۵۲۴]: روافض جوصحابہ کرام اوررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہنے والے اور عقائدخلاف شریعت ثابت ہوتے ہوں،ان کوزکوۃ اورفطرہ دینا جائز ہے یانہیں؟ اگر دے دیا،تواس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) "أن يطلب الأتقياء المعرضين عن الدنيا المتجردين لتجارة الآخرة، قال صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تأكل إلا طعام تقي ولا يأكل طعامك إلا تقي" وهذا لأن التقي يستعين به على التقوىٰ فتكون شريكاً له في طاعته بإعانتك إياه، وقال عليه السلام: "أطعموا طعامكم الأتقياء، وأولوا معروفكم المؤمنين". (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، الفصل الثاني، الوظيفة الثامنة: ۱/۲۸۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وكره نقلها، إلا إلى قرابة، أو أحوج، أو أصلح، أو أورع، أو أنفع للمسلمين ... وفي المعراج: التصدق على العالم الفقير أفضل" (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، باب المصرف، ص: ۷۲۲، قديمى)

(۲) (المائدة: ۲)

قال الله تعالى: ﴿قال رب بما أنعمت على فلن أكون ظهيراً للمجرمين﴾ (القصص: ۱۷)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے عقائد نصوص قطعیہ کے خلاف ہوں، اس کو زکوۃ وفطرہ دینا درست نہیں (۱)، اگر دے دیا ہو تو دوبارہ دیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "قوله (ولا يصح دفعها لكافر) قال في التنوير وشرحه: ولا تدفع لذمي، وجاز دفع غيرها، وغير العشر والخراج إليه، ولو واجباً كنذر وكفارة فطرة خلافاً للثاني وبه يفتي". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، ص: ۷۲۰، قديمي)

"ثم الذين لايجوز صرف الزكاة إليهم سبعة عشر نفراً: ومنها الكافر". (خزانة الفقه، كتاب الزكاة، من لا تصرف إليهم الزكاة، ص: ۷۳، مكتبه إسلاميه كوئته)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۸، سعيد)

(۲) "دفع بتحر لمن يظنه مصرفاً فبان أنه عبده، أو مكاتبه، أو حربي، ولو مستأمناً أعادها". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۲، سعيد)

"قال في مشكلات جواهر زاده: قوله "ثم ظهر أنه غني أو هاشمي أو كافر" أي: ذمي؛ لأن الإجماع منعقد أنه لو كان مستأمنا أو حربيا فإنه تجب الإعادة". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۲۴۳، رشيديه)

"وفي "التحفة": أجمعوا أنه لو ظهر أنه حربي، أو مستأمن لايجوز كذا في "غاية البيان"". (النهر الفائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱/۴۶۸، رشيديه)

"ومن ذلك قول الأئمة الأربعة وغيرهم: إنه لايجوز دفع الزكاة إلى الكافر". (كتاب الميزان، كتاب الزكاة، باب قسم الصدقات: ۲/۲۶۵، عالم الكتب بيروت)

فصل في صرف الزكاة في المدارس

(مدارس میں زکوۃ دینے کا بیان)

زکوۃ وعشر وغیرہ مدرسہ میں دینا

سوال[۱۰۵۲۵]: ایک اسلامیہ اسکول ہے، جس کے اندر زکوۃ کے مدکی تمام رقوم وصول کی جاتی ہیں، مثلاً: چرم قربانی، عشر وغیرہ اور مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دوسری ضروریات بھی اسی سے پوری کی جاتی ہے اور اس کے لئے دوسرے ذرائع بھی ہیں، مثلاً: بورڈ کی امداد، مدرسہ کا چیک وغیرہ، اس مدرسہ کی نوعیت یہ ہے کہ اسلامی وغیر اسلامی تہوار کی چھٹیاں اور انگریزی حیثیت کی تعطیلات باقاعدہ ہوتی ہیں اور ہندو طلباء بھی اس کے اندر تعلیم پاتے ہیں، لہذا کون سی ترکیب ہے کہ چرم قربانی وغیرہ دینا اس کے اندر جائز ہوگا؟ اور ان کے لئے کوئی شرط ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کنز الدقائق میں ہے:

"الزكوة هي تمليك المال بغير عوض من فقير مسلم" الخ، ص: ۵۵(۱)۔

درمختار شامی میں ہے:

"لايصرف إلى بناء نحو مسجد، كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تمليك فيه" (درمختار

---

(۱) (كتاب الزكاة، ص: ۵۵، مكتبه حقانيه ملتان)

"هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير الخ". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۵۶-۲۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول: ۱/۱۷۰، رشيديه)

مع الشامی: ۲/ ۳٤٤، طبع کراچی(۱)۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویھب منھا أي: من الأضحیة ماشاء للغني، والفقیر، والمسلم، والذمي" (عالمگیری: ۵/ ۳۰)(۲)۔

مجالس الأبرار میں ہے:

"وإن اقتسموا اللحم وزناً، وتصدقوا بالجلد علی فقیر، أو وھبوا للغني یجوز" (ص: ۲۲۸)(۳)۔

ہدایہ میں ہے:

"ولو باع الجلد، واللحم بالدراھم أو بما لا ینتفع به، إلا بعد استھلاکه تصدق بثمنه؛ لأن القربة انتقلت إلی بدله" (ھدایه: ٤/ ٤۵۰، کتاب الأضحیة في ضمن قوله ویتصدق بجلدھا، طبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)(٤)۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زکوۃ وعشر کل مال مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی عمارت میں نہیں صرف کرسکتے، ہاں! طلبہ مسلمان عاقل بالغ نادار کو دے سکتے ہیں اور یہ لوگ چاہیں اپنے مصرف میں لائیں یا دوسرے

---

(۱) (کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۲/ ۳٤٤، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب المصرف: ۲/ ٤۲٤، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکاۃ، الباب السابع: ۱/ ۱۸۸، رشیدیه)

(۲) (کتاب الأضحیة، قبیل الباب السادس: ۵/ ۳۰۰، رشیدیه)

(۳) (مجالس الابرار (اردو) مجلس: ۳۵ قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کا طریقہ ص: ۲۸۰، دارالاشاعت کراچی)

"ویھب مایشاء فقیراً أو غنیاً مسلماً أو ذمیاً ماشاء". (مجمع الرموز، کتاب الأضحیة ۲/ ۳۱۳، سعید)

(٤) (الھدایة: ٤/ ٤۵۰، شرکت علمیه)

(وکذا في الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۶/ ۳۲۸، سعید)

(وکذا في مجمع الأنھر، کتاب الأضحیة: ٤/ ۱٧۳، مکتبه غفاریه کوئٹه)

کارِ خیر میں صرف کریں اور چرمِ قربانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ جب تک قربانی کرنے والا چمڑے فروخت نہ کرے، ہر شخص کو ہبہ کرسکتا ہے، خواہ جس کی ملک کرے غریب ہو یا صاحبِ نصاب ہو یا ناظم مدرسہ ہو یا غیر ناظم اور اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کردیا، تو اس کی قیمت کا غرباء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن جس کو چرمِ قربانی یا اس کی قیمت کا مالک بنایا جائے، اس کو اختیار ہے کہ اپنے مصرف میں لائے یا مدرس کی تنخواہ میں صرف کرے یا تعمیرِ مدرسہ میں لگائے، پس اگر چرمِ قربانی کسی کو تملیکاً دے دی جائے یا اس کی قیمت غریب آدمی کو دی جائے اور یہ لوگ مدرس کی تنخواہ یا مدرسہ کے دوسرے کام میں صرف کریں تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۹ھ۔

فصل سے نکالا ہوا غلہ مسجد میں لگانا

سوال[۱۰۵۲۶]: ایک مسجد ہے، مدرسہ کے متعلق مسجد کے اکثر کام مدرسہ ہی کی جانب سے انجام دیئے جاتے ہیں، مسجد کا حساب مدرسہ سے علیحدہ ہے، مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہے، مدرسہ علمِ دین کی مستحکم خدمت انجام دیتا ہے، بیرونی طلباء بھی کثیر تعداد میں تعلیم پاتے ہیں، اس صورت میں فصل کا غلہ جو کہ بمد چالیسواں نکالا جاتا ہے، مسجد میں لگانا گویا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواز کی صورت میں بہتر کس کے لئے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ غلہ صدقہ واجبہ نہیں(۲) دینے والے مسجد کے لئے دیں، تو مسجد کے مصارف میں صرف کرنا بھی

---

(۱) "الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم: ۵۰۲/۴، سعيد)

"كل يتصرف في ملكه كيف شاء ...... لا يمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً، إلا إذا أضر بغيره". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲، ۱۱۹۷: ۱/۶۵۴، ۶۵۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) صدقہ واجبہ اس لئے نہیں ہے، خاتمہ زمینداری کے بعد جب سرکار نے لوگوں کو زمینیں دیں (چاہے بالعوض یا بلاعوض) تو وہ تقسیم سے قبل استیلاء سے سرکار کی ملک ہوگئی تھیں، لہذا عشر نہ رہا، تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں: =

درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/ ۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (اسلام کا نظام اراضی ص: ۱۷۹، دارالاشاعت)

(امداد الفتاوی، فصل في العشر والخراج: ۲/ ۲۰، مكتبه دار العلوم كراچى)

(تالیفات اشرفیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، عشر وخراج کے احکام کا بیان، ص: ۳۶۶، ادارہ اسلامیات)

(۱) "على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة" (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصا: ۴/ ۴۴۵، سعيد)

"والواقف لو عين إنساناً للصرف، تعين حتى لو صرف الناظر لغيره كان ضامناً" (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۸۱، رشيديه)

"فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية" (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف: ۴/ ۳۴۳، سعيد)

باب صدقة الفطر ومصارفها

(صدقۂ فطراوراس کے مصارف کابیان)

صاع کی مقدار

سوال[۱۰۵۲۷]: صدقۃ الفطر ہرشخص پرکتنا واجب ہے؟ کتابوں میں جونصف صاع لکھتے ہیں، اسی تولہ سیر کے حساب سے اس کا صحیح وزن کیا ہے؟ "کریم اللغات" ص:۱۲۹، پردرج، صاع وزن ہے دوسو چونتیس تولہ کا، اس لغت کے اعتبار سے نصف صاع ایک سیر ساڑھے سات چھٹا نک ہوتے ہیں، بریں بناہم تو ڈیڑھ سیر کے حساب سے دیتے ہیں، فی الحال ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ صدقۃ الفطر ہرشخص پر پونے دوسیر یا اس سے کچھ زائد ہے، احتیاطاً دوسیر دینا بہتر ہے، اب دریافت کرنا ہے کہ صدقۃ الفطر کس حساب سے اور کتنا ادا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۳۶۲ میں صدقۃ الفطر سہارنپور کی تول کے ڈیڑھ سیر پختہ گندم لکھا ہے(۱)، احتیاطاً دوسیر بتایا جاتا ہے(۲)۔ جوشخص پورا دوسیر دے دے، وہ مزید ثواب کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاوی رشیدیہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر، "صاع اورمد ہندوستانی وزن سے کتنے کے ہیں"، ص: ۴۴۲، سعید)

(۲) "لما في مبسوط السرخسي: من أن الأخذ بالاحتياط في باب العبادات واجب". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، مطلب في مقدار الفطر بالمد الشامي: ۲/۳۶۶، سعيد)

"أن الأخذ بالاحتياط عند الاشتباه واجب". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، باب نواقض الوضوء: ۱/۱۴۳، رشيديه) .... =

صاع وغیرہ کے اوزان

سوال[۱۰۵۲۸]: صاع کے مسئلہ پر ایک فتویٰ۔

استفتاء: انگریزی دورِ حکومت میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مختلف طرح کے وزن رائج تھے، کہیں ۶۴/ تولہ کا سیر تھا، کہیں ۸۰/ تولہ کا سیر اور تول میں بھی فرق تھا، اس زمانہ میں صدقۃ الفطر کی مقدار متعین کرنے میں بڑا اختلاف تھا، کوئی پونے دو سیر بتاتا تھا، کوئی دو سیر، کوئی دو سیر آدھ پاؤ اور کوئی سوا دو سیر اور بعض علماء نے ڈیڑھ سیر تک بیان کیا ہے، اس لئے ہر جگہ کے لوگ اپنے اپنے علماء کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے صدقۃ الفطر ادا کرتے آئے ہیں۔

اب سیر کا وزن متروک ہو چکا ہے اور اس کی جگہ تمام ہندوستان میں کلوگرام نے لے لی ہے اور اس کا رواج ہو گیا ہے، اس لئے بہتر ہو کہ علماء کرام ایک تحقیق پر متفق ہو کر وزن مقرر کریں، تا کہ صدقۂ فطر صحیح طریقہ سے ادا ہو سکے، نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ صدقۂ فطر کے لئے صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ اس مسئلہ پر تحقیق انیق فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

المستفتی: ڈاکٹر محمد عمر احاطہ منشی وارانسی

الجواب حامداً ومصلياً:

صاع ایک عربی پیمانہ ہے، جس سے غلہ ناپ کر دیا جاتا ہے(۱) اور آج بھی عرب میں ناپ ہی کر غلہ فروخت کرتے ہیں اور صدقۂ فطر ادا کرنے کا دستور ہے، صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے حدیث میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں:

= "وأبو حنيفة رحمه الله تعالى يقول: الأخذ بالاحتياط في العبادات أصل". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۲۳۵، حبيبيه)

(۱) "الصاع كيل يسع فيه ثمانية أرطال". (شرح الوقاية، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۱/۳۰۰، إمداديه)

"لأن النص جاء بالصاع وهو اسم للمكيال". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۴۴۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۶۵، سعيد)

۱- گیہوں یا اس کا آٹا نصف صاع، ۲- چھوہارا، ۳- منقی، ۴- جو یا اس کا آٹا۔

ان تینوں چیزوں میں سے ایک صاع دینے کا حکم ہے (۱)، ان میں موجودہ گرانی کے زمانہ میں آسان اور افضل گیہوں نصف صاع ہے، صاع کی تحقیق میں علماء محققین کو ہر زمانہ میں اختلاف رہا ہے، حنفیہ کے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے، جس پر تمام صحابہ کرام نے اتفاق کیا ہے (البحر الرائق) (۲)۔

اس مسئلہ پر غالباً سب سے پہلے ملا ''نبیھی لکھنوی'' اور ان کے فرزند ''ملا معین'' نے فارسی میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں صاع کا جدید وزن مقرر کیا اور اس کے اتباع میں ''مولانا عبدالحی فرنگی محلی'' نے ''عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ'' میں اسی جدید وزن کو قبول کیا (۳)۔ اور اس پر مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی اور دیگر علماء کان پور بہار وحیدر آباد نے اعتماد کر کے ''دو سیر ایک پاؤ نو تولہ سات ماشہ'' بیان کیا ہے اور مولانا کرامت علی جونپوری نے ''مفتاح الجنۃ'' میں جونپوری سیر سے ''تین سیر بارہ تولہ نو ماشہ دو رتی دو جو'' اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ساڑھے تین سیر'' بیان کیا ہے (۴)۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، قال: كنا نخرج زكاة الفطر صاعاً من طعام، أو صاعاً من شعير، أو صاعاً من تمر، أو صاعاً من أقط، أو صاعاً من زبيب، متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۱/۱۶۰، قديمي)

"عن عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كان الناس يخرجون صدقة الفطر على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صاعاً من شعير، أو تمر، أو سلت، أو زبيب ... نصف صاع حنطة مكان صاع من تلك الأشياء". (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب كم يؤدى في صدقة الفطر: ۱/۲۳۸، رحمانيه)

"عن عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: فرض زكوة الفطر من رمضان على الناس صاعاً من تمر، أو صاعاً من شعير الخ". (مؤطا الإمام مالك، كتاب الزكاة، باب مكيلة زكوة الفطر: ۱/۳۲۴، مير محمد كتب خانه كراچى)

"فهو الصاع الذي يكال به الشعير والتمر". (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/۲۰۵، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۴۴۳، ۴۴۴، رشيديه)

(۳) (عمدة الرعاية حاشيه شرح الوقاية، كتاب الزكاة، باب صدقة النافلة، رقم الحاشية: ۳: ۱/۳۰۰، مكتبه إمداديه ملتان)

(۴) (كفايت المفتى، كتاب الزكاة: ۴/۳۱۱، دار الاشاعت)

یہ تمام تحقیقات اپنے اپنے شہروں کے اوزان کے اعتبار سے ہوئیں اور حساب لگانے کے بعد بھی فرق پڑتا ہے، ان تمام تحقیقات پر اعلیٰ حضرت بریلوی کی تحقیق ''تین سو اکیاون بھر'' کی ہے، جو ساڑھے چار سیر کے قریب ہے اور حساب لگانے سے یہی حساب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک صاع ایک ہزار چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم کے چودہ قیراط اور قیراط کا وزن ۵ جو غیر نقش اور دم بریدہ ہو، اس لئے ایک درہم کے ۱۴×۵=۷۰ جو ہوئے (۱)۔ اس وزن کو تمام فقہاء نے تسلیم کیا ہے اور موجودہ گرام کے وزن سے ایک درہم برابر ۷۰ جو یا ۴ گرام ہے، اس لئے ۱۰۴۰ درہم ×۴=۴۱۶۰ گرام یا ۴ کلو ایک سو ساٹھ گرام کے اور نصف صاع دو کلو ۸۰ گرام کے برابر ہوا، جو سوا دو سیر کے برابر ہے، اس طرح فاضل بریلوی کا پرانا وزن اس لئے حساب سے بالکل مطابق ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، جس طرح زکوۃ کے نصاب میں ہندوستان کے تمام علماء نے فاضل بریلوی کے نصاب کو تسلیم کیا ہے، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا اس کا مذکورہ بالا حساب کے مطابق قریب قریب ۸۰۰ گرام چاندی اور سو گرام سے کچھ کم سونا کا جدید نصاب ہوتا ہے، خاکسار کو اس وزن کا حساب لگانے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور جو کو تول کر ہر طرح اطمینان کرلیا گیا ہے، اس وزن کے صحیح ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ۱۳۲۹ھ میں خاکسار کے والد ماجد مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب جب زیارت حرمین شریفین سے واپس تشریف لائے، تو اپنے ساتھ مُدِّ نبوی کی بھی نقل بنوا کر لائے، جس کی سند اور اجازت حضرت شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ سے والد صاحب کو حاصل ہوئی، یہ مُد ان کے پاس تھا، اس مُد سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۲/ مُد کا ایک صاع کے برابر ہوتا ہے اور باقی ۳/ اماموں کے نزدیک درست کیا ہے، تحقیقات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ نصف صاع کا جدید وزن دو کلو ۸۰/ گرام اور قدیم وزن سوا دو سیر ہے اور صدقۂ فطر صرف صاحب نصاب پر

---

(۱) ''ثم اعلم أن الدرهم الشرعي أربعة عشر قيراطاً ...... فإذا كان الصاع ألفاً وأربعين درهماً شرعياً''.

''وقال الرافعي رحمه الله تعالى: ''(قوله: فإذا كان الصاع الخ) تقدم للمحشي أن قيراط الدرهم الشرعي خمس حبات ...... فعلى هذا يكون حبات الشرعي سبعين''. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، مطلب في تحرير الصاع والمد ......: ۲/۳۶۵، سعيد)

(وكذا في عمدة الرعاية شرح الوقاية، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۱/۳۰۰، رقم الحاشية: ۳، إمداديه)

واجب ہے، جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا نصاب رکھتا ہو(۱)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: عبدالسلام نعمانی المجددی (مفتی خطیب جامع مسجد عالمگیری بنارس)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عربی پیمانہ کو جب ہندی وزن میں منتقل کیا گیا، تو اس وقت سے اختلاف چلا آرہا ہے، یہ اختلاف صدقۃ الفطر کی مقدار اور سونے چاندی کے نصاب سب ہی میں ہے، اگر اوزان کو جَو سے وزن کیا جاتا ہے، مگر جَو بھی مختلف کھیتوں اور علاقوں کے سب یکساں نہیں ہوتے، ان میں بھی فرق ہوتا ہے، سرخ سے وزن کیا جائے، اس میں بھی فرق ہے، اس فرق اور اختلاف سے بچنے کی کوئی صورت نہیں، احتیاط پر عمل کرنا دوسری بات ہے۔ اور سب کو ایک چیز پر مجبور و پابند کرنا الگ چیز ہے، قدرت کی طرف سے پیدا شدہ چیزوں میں جب اختلاف ہے اور ان کے اختلاف سے وزن متعین کرتے ہیں، تو اختلاف پیدا ہوتا ہے، تو اس اختلاف کو ختم کرکے اتحاد کی سعی بے محل ہے، اس اختلاف کی بناء پر باہم دست و گریباں ہونا غلط ہے، ہر ایک کو اپنے معتقد علیہ پر اعتقاد ہوتا ہے، خود ہر شخص حساب کرکے وزن متعین نہیں کرسکتا، ہم کو اپنے اکابر پر اعتماد ہے کہ انہوں نے جو حساب لگا کر وزن متعین کردیا وہ صحیح ہے۔ خواہ دوسروں کے حساب سے بھی موافق ہوجائے، جیسا کہ سونے چاندی کے نصاب میں ایک ہی وزن سب کے حساب میں یا دوسروں کے حساب سے مختلف ہوجائے، جیسا کہ صاع کے حساب میں ہوا۔ سیر، چھٹانک، تولہ، ماشہ کو کلوگرام میں منتقل کرنا کچھ دشوار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نصف صاع کی مقدار موجودہ وزن سے

سوال[۱۰۵۲۹]: صدقۂ فطر کے متعلق یہاں کے مقامی اخبار 'سیاست' مورخہ یکم شوال ۱۴۰۰ھ

---

(۱) "تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته، وإن لم يحل عليه الحول عند الطلوع الفجر يوم الفطر، ولم يكن للتجارة، فارغ عن الدين، وحاجته الأصلية وحوائج عياله". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/ ۳۶۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثامن: ۱/ ۱۹۱، رشيديه)

میں محمد رضی الدین معظم صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، انہوں نے صاع کا وزن اور اس کے حساب سے کس قدر فطرہ دینا چاہیے تحریر فرمایا ہے، صاع کا وزن ڈھائی (۲ کلو ۷۳۳ گرام) اور ساڑھے تین سیر (۳ کلو ۲۶۵ گرام) مقرر ہے، اس لحاظ سے نصف صاع کا وزن علی الترتیب سوا سیر یعنی (ایک کلو ۱۶۶ گرام) یا ۱، ۳/۴ سیر یعنی (ایک کلو ۶۳۲ گرام) ہے، یہ اختلاف دراصل اس وجہ سے ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ طیبہ میں کئی اقسام کے مقدار کے صاع رائج تھے، لہذا بعد کے علماء نے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صاع کو تسلیم کیا اور ان کی مقدار ڈھائی سیر یا پونے تین سیر بتلائی۔

اب اپنے سمجھ بوجھ کی بات ہے کہ قانون کی آڑ لے کر کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ دیں، یہاں پر جو اوقات سحر وافطار کے متعلق پرچے شائع ہوتے ہیں، اس میں صدقۂ فطر کے متعلق ڈیڑھ کلو ہے، کہیں دو کلو ۳۰ گرام ہے، عام لوگ جس میں بندہ ناچیز بھی شامل ہے، ان کے لئے مشکل کا سامنا ہے، لہذا براہ کرم مطلع فرمائیے کہ صدقۂ فطر کے لئے کم از کم کتنا گیہوں یا جو دینا چاہیے یا زیادہ سے زیادہ کتنا دیا جائے۔ صدقۂ فطر ایک ہی غریب کو دے سکتے ہیں یا مختلف لوگوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع گندم اور ایک صاع جو ہے (۱)، صاع بھی عرب میں مختلف تھے اور سیر بھی مختلف تھے، نیز جو، رتی، میں اختلاف تھا، ان سب کو دیکھتے ہوئے جو حساب لگایا گیا، تو اسّی کے سیر سے یعنی اسّی تولہ کا سیر مانا جائے، تو نصف صاع ڈیڑھ سیر کا ہوا، پھر احتیاط کے طور پر پونے دو سیر فطرہ تجویز کیا گیا، ایک صاع کا وزن اس سے دو گنا ہے، سیر بعض مقامات پر نوے کا، بعض جگہ سو کا، بعض جگہ زائد کا ہوتا ہے، انگریز کے

---

(۱) ''عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما، قال: في آخر رمضان أخرجوا صدقة صومكم، فرض رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هذه الصدقة صاعاً من تمر أو شعیر، أو نصف صاع من قمح''. (مشكاة المصابیح، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ۱/ ۱۶۰، قدیمی)

''یجب نصف صاع من بر أو دقیقه أو سویقه، أو زبیب، أو صاع تمر، أو شعیر''. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/ ۳۶۴، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/ ۴۴۱-۴۴۳، رشیدیه)

دور میں سیر ۸۰ کا بنایا گیا۔

فتاوی رشیدیہ میں صاع کا وزن کا طریقہ مذکور ہے(۱)، اب موجودہ وقت میں کلو رائج ہے، اس کے اعتبار سے نصف صاع کا وزن ایک کلو ۶۳۴ گرام ہے، اتنی مقدار دینے سے واجب ادا ہو جائے گا، کچھ زائد دے دیا جائے تو بہتر ہی بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کریں؟

سوال[۱۰۵۳۰]: کنٹرول قیمت پر فطرہ جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں کنٹرول کا حال یہ ہے کہ سوائے خاص علاقہ کے ہر جگہ کنٹرول قیمت سے اشیاء دستیاب نہیں، اب عام طور سے جواز یا عدم جواز کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نرخ سے اپنے اہل وعیال کا غلہ خرید اجاتا ہے، اس نرخ سے فطرہ ادا کریں۔

"ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ: ﴿من أوسط ما تطعمون أهليكم﴾" (۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدقۃ الفطر ادا کرنے کے بعد عید کے روز قیمت بڑھ گئی، تو کیا کرے؟

سوال[۱۰۵۳۱]: صدقۂ فطر پہلے ادا کر دیا تھا، جب عید کا دن آیا تو قیمت بڑھ گئی، تو اب بڑھی ہوئی

---

(۱) (فتاوی رشیدیہ، باب صدقۃ الفطر، "صاع اور مد ہندوستانی وزن سے کتنے کے ہیں"، ص:۴۴۶، سعید)

(واحسن الفتاوی، بسط الباع لتحقيق الصاع: ۳۸۵/۴، سعید)

(۲) (المائدہ: ۸۹)

"ويقوم في البلد الذي المال فيه". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲۸۶/۲، سعيد)

"ويقوم العرض بالمصر الذي هو فيه". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۴۰۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني: ۱۸۰/۱، رشيديه)

قیمت ادا کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیمت میں جتنا اضافہ ہوا، وہ اور دےدے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۹۲ھ۔

صدقہ فطر عید کی صبح ادا کرنا اولیٰ ہے یا رمضان میں؟

سوال[۱۰۵۳۲]: صدقۂ فطر رمضان شریف میں ادا کرنا اولیٰ اور ستر گنا ثواب رکھتا ہے، یا عید کی صبح کو دینا اولیٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عید کی صبح کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غرباء کی حوائج پوری ہوسکیں، اگر عید کی تاریخ شروع ہونے سے پہلے رمضان ہی میں ادا کردیا جائے، تو اس مقصد میں زیادہ معین ہے(۲) اور رمضان کا خصوصی ثواب

---

(۱) "جاز دفع القيمة في زكاة، وعشر، وخراج، وفطرة، ونذر، وكفارة غير الإعتاق. وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۵، سعيد)

"وإن أدى قيمتها فعنده تعتبر القيمة يوم الوجوب في الزيادة والنقصان". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۲/۳۸۶، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۱/۴۳۱، رشيديه)

(۲) "فإن أراد به الشرط فوجهه: أن وجوبها لإغناء الفقير في يوم الفطر، ويوم المقصود يحصل بالتعجيل بيوم أو يومين؛ لأن الظاهر أن المعجل يبقى إلى يوم الفطر فيحصل الإغناء يوم الفطر". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم: ۲/۲۰۷، رشيديه)

"وكان عليه الصلاة والسلام يخطب قبل الفطر بيومين يأمر بإخراجها ذكره الشمني". (الدر المختار).

"وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ بعد ثلاثة صفحات: والأولى الاستدلال بحديث البخاري وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين، وهذا مما لايخفى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بل لا بد =

مستقل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔

ضرورت سے زائد زمین کی ملکیت پر قربانی اور صدقۃ الفطر کا حکم

سوال[۱۰۵۳۳]: میں نفس زمین کا مالک رہا ہوں ایک مرحلہ تک، یعنی ذات ارض میری مملوکہ رہی ہے، جس کی مقدار اتنی تھی کہ اس کی آمدنی اور پیداوار سے میں اکثر سالوں میں ایسی زندگی بسر کرتا ہوں، یعنی اس کی آمدنی سے نہ جمع کرنے کے لئے بچتا تھا اور نہ معاش واخراجات میں کمی آتی تھی کہ دوسروں سے قرض لیا جائے، یہ تو اکثر کی حالت تھی یعنی زمین بقدر ضرورت تھی، مگر بعض سالوں میں ایسا بھی ہوتا کہ پیداوار زیادہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کے خرچ نکالنے کے بعد کچھ جمع بھی کیا جاسکتا تھا اور بعض سالوں میں پیداوار کم ہونے

= من كونه بإذن سابق، فإن الإسقاط قبل الوجوب مما لايعقل، فلم يكونوا يقدمون عليه إلا بسمع". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۵۸-۳۶۷، سعيد)

"(قال) مالک، عن نافع، عن عبدالله بن عمر: أنه كان يبعث بزكاة الفطر إلى الذي يجمع عنده قبل الفطر بيومين أو ثلثة". (مؤطا الإمام مالک، كتاب الزكاة، وقت إرسال الزكاة الفطر، ص: ۳۲۷، مير محمد كتب خانه كراچی)

"ولأن المقصود منها الإغناء عن الطواف والطلب في هذا اليوم". (كشف المغطأ عن وجه المؤطا على هامش موطأ الإمام مالک، كتاب الزكاة، ص: ۳۲۷، رقم الحاشية: ۲، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۱) "عن سلمان الفارسي رضي الله تعالىٰ عنه، قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في آخر يوم من شعبان فقال: يا أيها الناس ...... من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه، ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه الخ". (مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الثالث: ۱/ ۱۷۳، قديمی)

(وكذا في الترغيب والترهيب، كتاب الصوم، الترغيب في صيام رمضان احتساباً ...: ۲/ ۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كنز العمال، كتاب الصوم، الباب الأول، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۳۷۰۹: ۸/ ۲۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

کی وجہ سے سال بھر کے خرچ میں کمی بھی آجاتی تھی، لہٰذا دوسروں سے قرض بھی کچھ لینا پڑتا تھا۔ زمین کی مقدار تو یہ تھی، باقی میں نے اس زمین کی آمدنی سے کچھ بھی نہیں لیا ہے، دورانِ تعلیم میں بلکہ ہمیشہ ہمشیرہ مرحومہ کو زمین کی آمدنی تبرعاً دیتا رہا ہوں، الا یہ کہ ایک مرتبہ پچاس روپے آمد و رفت وطن کا کرایہ اور جب مکان پر ٹھہرتا تھا، تو میرا کھانا پینا اپنے مکان پر ہوتا تھا اور مرحومہ کے اصرار پر تین عدد لوئیاں یعنی کمبل لئے ہیں۔ اب معلوم کرنا ہے کہ مجھ پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوتا رہا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ یہ زمین آپ کی حوائج اصلیہ سے زائد ہے، کہ آپ نے اس کی پیداوار سے کچھ بھی نہیں لیا، بجز ۵۰ روپے اور تین کمبلوں کے، بلکہ تبرعاً ہمیشہ ہمشیرہ کو پیداوار دیتے رہے، تو آپ پر قربانی بھی واجب ہوئی اور صدقۂ الفطر بھی۔ "وهذا ظاهر لا يخفى"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۸۷ھ۔

صدقۂ فطر سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دینا

سوال[۱۰۵۳۴]: صدقۂ فطر کے پیسہ سے کیا دینی کتب خریدنا جائز ہے؟ جو ایک جماعت کے لئے خریدی جائے کہ وہ ان کو پڑھ کر دین کی طرف راغب ہوں گے، وہ کتاب فقہ، احادیث یا نماز روزہ وغیرہ کے سلسلہ میں ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقۂ فطر کے روپیہ سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو استفادہ کے لئے دے دینے سے صدقۂ فطر ادا

---

(۱) "تجب على حر مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية كدينه، وحوائج عياله، وإن لم ينم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۶۰، سعيد)

"تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب، أو قيمته، وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع الفجر يوم الفطر، ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين، وحاجته الأصلية وحوائج عياله، والمعتبر فيها الكفاية لا التقدير، وهي مسكنه، وأثاثه، وثيابه، وفرسه، وسلاحه، وعبيده للخدمة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثامن: ۱/۱۹۱، رشيديه)

نہیں ہوتا، بلکہ اس کے مستحق فقراء ومساکین ہیں (۱)، ان کو دے دیئے جائیں، اگر وہ اپنے مرضی سے بغیر کسی قسم کے دباؤ کے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دے دیں، تو جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۷ھ۔

(۱) "مصرف الزكاة والعشر هو فقير، وهو من له أدنى شيء ومسكين من لا شيء له". (الدرالمختار).

"قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر، والكفارة، والنذر، وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

"وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف". (البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۴۴۲، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الزكاة، المبحث الخامس مصرفها أو من يأخذها: ۳/۲۰۳۸، رشيديه)

(۲) "الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك: ۲/۵۰۳، سعيد)

"كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/۶۵۴، دارالكتب العلمية بيروت)

باب الصدقات النافلة

(صدقاتِ نافلہ کا بیان)

صدقہ جاریہ

سوال [۱۰۵۳۵]: ہماری موضع کی مسجد کا دروازہ بوسیدہ ہوگیا ہے، جس کے بنوانے میں اندازاً چار سو روپے کا خرچہ ہے، اگر اس دروازہ کو میں اپنے والد بزرگوار کے نام پر صدقہ جاریہ تعمیر کرادوں تو کیا میرے والد کے نام صدقۂ جاریہ ہوجائے گا؟ اگر ہوجائے تو بہتر ہے، ورنہ مجھے کوئی کام ایسا بتلایا جائے کہ جس کے کرنے سے مرحوم بزرگوار کے نام صدقۂ جاریہ ہوجائے، انتقال کے وقت انہوں نے مجھے کچھ کہا تو نہیں تھا، لیکن آپ ایسے کام کے لئے فتویٰ دیجئے، کہ جس کے کرنے سے مرحوم بزرگوار کے نام صدقہ جاریہ ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

والد بزرگوار کے ایصالِ ثواب کے لئے مسجد کا دروازہ بنوادینا، ضرورت کی جگہ کنواں بنوادینا، دینی کتب خرید کر مدارس میں وقف کردینا وغیرہ، سب کچھ صدقہ جاریہ ہے(۱)۔ اللہ پاک ان کو ثواب پہنچا کر بلند درجہ دے اور آپ کو اجرِ عظیم دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۴/۹/۱۳ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته: علماً علمه ونشره، وولداً صالحاً تركه، أو مصحفاً ورثه، أو مسجداً بناه أو بيتاً لابن السبيل بناه، أو نهراً أجراه، أو صدقةً أخرجها من ماله ..... رواه ابن ماجة والبيهقي". (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۱/۳۶، قديمى)

"وفي رواية: "سبع يجرى للعبد أجرهن بعد موته وهو في قبره، من علم علماً، أو أجرى نهراً، أو حفر بئراً، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجداً الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۱/۵۱۴، رشيديه)

(وسنن ابن ماجة، مقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ص: ۲۱، قديمى)

کتاب الصوم

بقرعید کی نماز عید تک کچھ نہ کھانے پینے کا نام روزہ رکھنا

سوال[۱۰۵۳۶]: عیدالاضحیٰ میں عرف عام میں جو روزہ بولا جاتا ہے، اس کے متعلق زید کہتا ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں، روزہ موزہ کیسا؟ روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے، بکر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اور سنت رہی کہ بروز عیدالفطر آپ نماز عید ادا کرنے سے پہلے کوئی میٹھی چیز تناول فرمالیا کرتے تھے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ آج روزہ نہیں اور بروز عیدالاضحیٰ آپ صبح صادق سے لے کر جب تک نماز عید ادا نہ فرمالیتے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے، جس کو عرف عام میں روزہ کہہ دیا جاتا تھا، لوگ یہ سنت اپنانے کی سعی کریں، اس لئے لوگوں میں دوران بیان ترغیب دے دینا چاہیے کہ کسی کو شوق ہوجائے۔

محمد ابراہیم معرفت نجم الحسن تھانوی محلہ مفتی سہارن پور

الجواب حامداً ومصلياً:

بکر نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ بیان کیا، وہ صحیح ہے(۱)، بعض شراح حدیث

---

(۱) "عن عبدالله بن بريدة، عن ابيه، قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لايخرج يوم الفطر، حتى يطعم، ولا يطعم يوم الأضحىٰ حتى يصلي. وفي الباب عن علي وأنس.

قال ابوعيسىٰ: ...... وقد استحب قوم من أهل العلم أن لايخرج يوم الفطر حتى يطعم شيئاً، ويستحب له أن يفطر على تمر ولا يطعم يوم الأضحى حتى يرجع". (جامع الترمذي، كتاب الصوم، باب في الأكل يوم الفطر قبل الخروج: ۱/۱۲۰، سعيد)

"(وندب) أي: استحب لمصلي العيد (في) يوم (الفطر ثلاثة عشر شيئاً: أن يأكل بعد الفجر قبل ذهابه للمصلى شيئاً حلوا كالسكر ..... لما روى البخاري عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل ..... وأحكام عيد الأضحىٰ كالفطر لكنه في الأضحى =

نے بھی ۱۰/ ذی الحجہ کو نماز عید تک نہ کھانے کا نام صوم رکھا ہے، جس کا اظہار قربانی سے ہوتا ہے، اس نا تمام صوم کو بھی یوم کامل کے صوم کے حکم میں قرار دیا ہے۔

"باب في صوم العشر أي: في عشر ذي الحجة، والمراد بعشر تسعة أيام كما في الباب: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصوم تسع ذي الحجة أي: من أول ذي الحجة إلى التاسع منها، فإن العاشر يوم العيد أو المراد عشر؛ لأن في يوم العيد يكون الإمساك إلى الأضحية، فيكون في حكم صوم يوم الكامل (أنوار المحمود: ۲/ ۹۱)(۱).

"ثم ظاهر الحديث أن استحباب الإمساك لكل رجل يضحي أولا، وهذا الإمساك أسميه بالصوم؛ لأن الحديث يسمي صوم عشرة، والحال أن صوم العاشر مكروه فالصوم في اليوم العاشر هو الصوم إلى الصلوة اه" (العرف الشذي، باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج، ص: ۲۴۲)(۲).

اس کو روزہ کہنے نہ کہنے میں نزاع بیکار ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۲/ ۹۵ھ۔

= يؤخر الأكل عن الصلاة ...... لأنه عليه السلام كان لا يطعم في يوم الأضحى حيث يرجع فيأكل منه أضحيته". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام العيدين، ص: ۵۲۸-۵۳۱، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل مايستحب يوم العيد: ۱/ ۶۲۴، رشيديه)

(۱) لم أجد هذا الكتاب

(۲) (العرف الشذي على هامش جامع الترمذي، كتاب الصوم، باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج: ۱/ ۱۱۹، سعيد)

"وعن حفصة، قالت: أربع لم يكن يدعهن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: صيام عاشورا والعشر ...... الخ.

قال الملا علي القارئ رحمه الله تعالى: "أي صيام عشر ذي الحجة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع: ۴/ ۵۹۵، رشيديه)

(وكذا في فقه السنة، الصيام، صوم عشر ذي الحجة ......: ۱/ ۴۵۰، دار الكتاب العربي)

طویل دن میں روزہ کس طرح رکھے؟

سوال[۱۰۵۳۷]: گرمیوں میں دن لمبا ہوتا ہے، کینیڈا جب کہ اس سے اوپر تو بیس بائیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہے، تو ان لوگوں کے لئے روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ پوری مدت امساک ہوگا یا اندازہ کرکے، جیسے کہ وہاں بعض عرب لوگ کہتے ہیں کہ قریب کے علاقہ میں جو مدت امساک ہے، اس وقت تک روزہ ہے، پھر کھول دیا جائے، یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سردیوں میں وہاں دن چھوٹا ہوتا ہوگا (دوچار گھنٹہ کا)، تو اس وقت بھی اتنے ہی وقت کا روزہ رکھتے ہیں یا قریب کے علاقہ کا حساب لگاتے ہیں، نیز پانچ نمازوں کا کیا حساب کرتے ہیں، جو معمول ہو اس کو لکھئے، انشاء اللہ تعالیٰ جواب مکمل آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

باب رؤية الهلال

(رمضان کا چاند دیکھنے اور اختلافِ مطالع کا بیان)

اختلاف مطالع

سوال[۱۰۵۳۸]: حضرات احناف کا خاص طور پر ہمارے اکابر دیوبند کا اختلاف مطالع کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فتویٰ عزیز الفتاویٰ میں ہے کہ معتبر، راجح اور ظاہر الروایات، ومفتی بہ، عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے، عزیز الفتاویٰ ۴۹/۴۴۔ اور الفرقان شمارہ نمبر ۵۷ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع تمام مذاہب میں معتبر ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر معتبر نہیں تو کیا بلاد مغرب کی رویت بطریق موجب اگر اہل مشرق کو پہونچ جائے خواہ کئی دن میں پہونچ جائے، تو جو آج کل کے دور میں بالکل دشوار نہیں کہ ہوائی جہاز پر بیٹھے اور آکر شہادت دے تو کیا ان پر افطار اسی حساب سے واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه أكثر المشائخ، وعليه الفتوى. فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب، وقال "الزيلعي": الأشبه أنه يعتبر، لكن قال: "الكمال": الأخذ بظاهر الرواية أحوط. (درمختار مع هامش الشامي: ۲/۹۶-۹۷)(۱).

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصوم: ۲/۳۹۳-۳۹۴، سعيد) =

فقہاء نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے، یوم الشک ۲۹/ تاریخ کومطلع صاف نہ ہواور بطریق موجب رویت ثابت ہوجائے تو قابل قبول ہے، یہی ظاہر مذہب ہے۔ ۲۸/ تاریخ کورویت کا ثبوت پہونچے تو وہ ناقابل التفات ہے(۱)۔ آپ کوجوخلجان ہووہ لکھیں، تو جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رؤیت ہلال میں اہلِ توقیت کا قول

سوال[۱۰۵۳۹]: زید کہتا ہے کہ عرب ستاروں کی چال کے حساب سے واقف نہ تھے، اس لئے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ رؤیت ہلال سے مہینوں کی ابتداء مانی جائے، چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہے:

"إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا، يعني مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين" (بخاری شریف، كتاب الصوم: ۲۵٦/۱)(۲).

لیکن اب اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ اس امت میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ جوستاروں کی چال کے حساب سے خوب واقف ہیں، اس لئے اس زمانہ میں ازروئے حساب جس دن پہلا رمضان ہو، اس دن روزہ رکھنا اور جس دن پہلی شوال اور دسویں ذی الحجہ ہو، اس دن عید کرنا لازم ہے، خواہ رویت ہلال ہو یا نہ ہو،

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم: ۴۷۱/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۱۹۸/۱-۱۹۹، رشيديه)

(۱) "يوم الشک هو ما إذا لم ير علامة ليلة الثلاثين، والسماء متغيمة، أو شهد واحد فردت شهادته ...... فأما إذا كانت السماء مصحية، ولم ير الهلال أحد، فليس بيوم الشک". (البحر الرائق، كتاب الصوم: ۴٦۱/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۲۰۰/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصوم: ۴۴۴/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب: ۲۵٦/۱، قديمي)

اب اس زمانہ میں مہینوں کی ابتدا کو رویت ہلال پر جو لوگ موقوف مانتے ہیں، وہ دراصل رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام انشاء اور غایت وغرض سے بے خبر اور ناواقف ہیں، لہٰذا آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب تحریر فرمائیں۔ زید کا قول مذکور آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اور صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

ستاروں کی رفتار سے ثبوت حکم

سوال [۱۰۵۴۰]: ۲...... بقول زید اگلے زمانہ کے عرب ستاروں کی چال کے حساب سے واقف نہ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حساب اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر ان کو کیوں نہیں تعلیم فرمایا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ کے عرب کوتاہ عقل تھے، تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہادی مسائل سب ناقابل اعتماد ہو جائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... "ولا عبرة بقول المؤقتين، ولو عدولاً على المذهب" (الدر المختار مع هامش الشامي: ۹۳/۲).

أي: في وجوب الصوم على الناس بل في "المعراج" لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفي "النهر": فلا يلزم بقول المؤقتين أنه أي: الهلال، يكون في السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولاً في الصحيح كما في "الإيضاح" الخ (شامي، نعمانيه: ۹۲/۳)(۱).

احکام وارکان اسلام کو ایسے سادہ طریقہ پر قائم کیا گیا ہے، جس کا سمجھنا بلا تکلف آسان ہو، ہیئت وحساب یا دیگر دقیق علوم پر قائم نہیں کیا گیا، جن کے سمجھنے کے لئے بڑے آلات وتکلیفات کی ضرورت پیش آئے، اگر ایسے علوم پر قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کی وحی آتی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم: ۳۸۷/۲، سعيد)

"ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثاني: ۲۷۰/۲، قديمي)

"وللإجماع على عدم الاعتداد بقول المنجمين، ولو اتفقوا على أنه يرى". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال، الفصل الأول: ۲۶۳/۴، رشيديه)

علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کوان کی بھی تعلیم دیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی تبلیغ واشاعت فرماتے، علامہ سبکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل توقیت کے قول کو معتبر مانا ہے، مگر خود شوافع میں سے علامہ ابن حجر، ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے بھی ان کی تردید کی ہے اور علامہ ابن عابدین نے ''معراج'' سے اجماع نقل کیا ہے کہ اہل توقیت کا قول معتبر نہیں (۱)۔

۲- اس کا جواب نمبر ا میں آ گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/ ۸۹ھ۔

ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند کی جستجو کرنا

سوال[۱۰۵۴۱]: برطانیہ میں امسال رمضان کے آغاز کے سلسلہ میں کافی اختلاف رہا، اسلامک کلچر سینٹر نے حجاز مقدس کی خبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیر ۲۹/ نومبر ۶۹ء کو پہلے روزے کا اعلان کیا، ایسٹ لندن مسجد (مرکز تبلیغ جماعت) نے جنوبی افریقہ کی خبر کے تحت منگل کے روز اور برطانیہ کے علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر اس بات کا فیصلہ کیا کہ بیرونی ممالک کے خبروں کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے اور اگر برطانیہ میں چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس روز مکمل کر کے اور اسی طرح قابل وثوق برطانیہ ہی کی خبر نہ ملنے کی صورت میں رمضان کے بھی تیس روزے مکمل کئے جائیں اور اس طرح انہوں نے بدھ کے روز پہلا روزہ رکھا۔

برطانیہ کا موسم اس قابل نہیں کہ چاند آسانی سے دیکھا جا سکے، اس صورت میں کوئی اسلامی مہینہ علماء حضرات کی رائے کے تحت تیس روز سے کم نہیں ہوگا الا ماشاء اللہ، ایک جماعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رصدگاہ کی اطلاعات کے مطابق ہلال افق میں موجود ہوتا ہے، لیکن بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آتا، اس وجہ سے اگر بادلوں سے اوپر پرواز کی جائے، تو چاند نظر آنے کے امکانات قوی تر ہیں، اس جماعت کا یہ خیال ہے کہ چند قابل ثقہ

---

(۱) "لاعبرة بقول المؤقتين ...... وبل في المعراج: لا يعتبر قولهم بالإجماع ...... وللإمام السبكي الشافعي رحمه الله تعالى تأليف مال فيه إلى اعتماد قولهم؛ لأن الحساب قطعي ...... قلت: ماقاله السبكي: رده متأخروا أهل مذهبه: منهم ابن حجر والرملي في شرح المنهاج". (ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب: لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم: ۲/۳۸۷، سعيد)

حضرات کو لے کر غروب آفتاب کے فوراً بعد بذریعہ ہوائی جہاز بادلوں سے اوپر سفر کیا جائے اور چاند کو دیکھا جائے اور اس طرح مسلمانوں کے اس اختلاف کو دور کیا جائے، جس نے اس سال بہت شدت اختیار کر لی ہے اور جس کی وجہ سے باطل طاقتیں اسلام کے خلاف اپنی تحریکوں کو مضبوط کر رہی ہیں، احادیث میں رویت ہلال کے ضمن میں کسی اونچے مقام پر جانے کا مضمون وارد ہوا ہے، کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے ہوائی جہاز کے اس سفر کے جواز کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

برطانیہ میں اگر بادل کی وجہ سے ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے، تو آس پاس جہاں نظر آئے، وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز دیکھنے والوں کو طلب کر کے ان سے تحقیق کر لی جائے، اگر وہ معتبر اور ثقہ ہوں تو ان کے قول کو تسلیم کر کے ثبوت رمضان کا حکم کر دیا جائے (۱)، اگر مہینہ ۲۸/ یا ۳۱/ کا نہ بن جاتا ہو، تو دوسرے مقامات کی شہادت معتبر ہوگی (۲)۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ بادلوں سے بلندی پر جا کر دیکھنے کو شرعاً ضروری قرار نہیں دیا جائے گا، اس سے اقرب یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے ہوائی جہاز سے آکر گواہی دیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "إن كان بالسماء علة، فشهادة الواحد على هلال رمضان مقبولة، إذا كان عدلاً مسلماً عاقلاً بالغاً، حراً كان أو عبداً، ذكراً أو أنثى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۱/۱۹۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصوم: ۱/۲۱۵، شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الفصل الأول: ۱/۱۹۷، رشيديه)

(۲) "لأن الشهر قد يكون ثلاثين يوماً، وقد يكون تسعة وعشرين يوماً؛ لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "الشهر هكذا وهكذا" وأشار إلى جميع أصابع يديه، ثم قال: الشهر هكذا وهكذا" ثلاثاً، وحبس إبهامه في المرة الثالثة، فثبت أن الشهر قد يكون ثلاثين يوماً، وقد يكون تسعة وعشرين". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، فصل في شرائطها: ۲/۵۷۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصوم: ۲/۱۵۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/۴۲۱، رشيديه)

(۳) "عہد رسالت میں مانا کہ ہوائی جہاز نہ تھے، مگر مدینہ میں "سلع" پہاڑ سامنے کھڑا ہے، اس کے اوپر چڑھ آبادی بھی ہے، جبل =

ریڈیو کے اعلان کی حیثیت

سوال[۱۰۵۴۴]: بعض شہروں میں مثلاً بمبئی، دہلی وغیرہ میں رؤیت ہلال کمیٹی قائم ہے، ان کی فیصلوں کی پیروی کتنے میل کے فاصلہ تک جائز ہے اور کن پر نہیں؟ جب کہ ان کے اعلانات اور فیصلے محض ریڈیو کے ذریعہ پہنچتے ہوں اور محض خبر پر اعتماد کر لینا کیا حکم ہے؟ جب کہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب کے مرنے یا منتخب ہونے یا حادثہ کی خبر کیوں مانتے ہو؟ عینی گواہ شرعاً کیسا ہو اور کن خوبیوں کا حامل ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رؤیت ہلال کمیٹی اہل علم اور دیانت حضرات پر مشتمل ہو اور باقاعدہ ثبوت رؤیت فراہم ہونے پر وہ ریڈیو سے اعلان کرے، تو وہ اعلان رؤیت ہے، شہادت نہیں (۱)، جس طرح توپ اور نقارہ کے ذریعہ اعلان معتبر ہے، اسی طرح یہ اعلان بھی معتبر ہے (۲) اور جہاں تک اس اعلان کو تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸/ کا نہ رہ جائے

= پہاڑ بھی ساتھ لگا ہوا ہے، مکہ معظمہ تو سب طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور جبل ابی قیس بالکل شہر سے لگے ہوئے ہیں، لیکن عہد رسالت میں پھر خلافت راشدہ اور قرون خیر میں کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ نے اتنا اہتمام فرمایا ہو کہ لوگوں کو ان پہاڑوں کے کسی اونچے مقام پر چڑھ کر چاند دیکھنے کے لئے بھیجا ہو...

عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ اور قرون خیر کے اس تعامل کی بناء پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے"۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ہوائی رؤیت ہلال، ص:۱۷۳، ۱۷۴، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "والشهادة لغة: إخبار قاطع، وفي عرف أهل الشرع: إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء.

(قوله في مجلس الحكم بلفظ الشهادة يخرج الأخبار الصادقة غير الشهادات)". (فتح القدير، كتاب الشهادات: ۷/ ۳۳۹، عثمانيه كوئٹه)

"هي شرعاً: إخبار لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القاضي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/ ۴۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الفصل الأول: ۳/ ۴۵۰، رشيديه)

(۲) "والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع، أو رؤية القناويل من المصر؛ لأنه علامة =

اور ۳۱/ کا نہ ہوجائے، وہاں تک یہ اعلان معتبر ہوگا، بشرطیکہ ۲۹/ کی رؤیت کے متعلق ہو(۱) اور مطلع صاف نہ ہو اور اعلان کے الفاظ بھی ذمہ دارانہ ہوں، ثبوتِ ہلالِ عید کے لئے خبرِ محض کافی نہیں، بلکہ شہادت شرط ہے(۲)، لہٰذا اس کو دوسری چیزوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اگر حکومت مسلمہ کی طرف سے ریڈیو پر اعلان ہو، تو اس کی حیثیت سرکاری اعلان کی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= ظاھرۃ تفید غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به". (ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۸۶، سعید)

"تتمة: لم يذكروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر، كضرب المدافع في زماننا، والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ..... فصرح ابن حجر في التحفة: أنه يثبت بالأمارة الظاهرة الدالة التي لاتختلف عادة كرؤية القناويل المعلقة بالمنائر". (البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/ ۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ہلال کے معاملہ میں آلاتِ جدیدہ کی خبروں کا درجہ، ص: ۱۹۰، إدارة المعارف كراچی)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، (امداد المفتيين)، كتاب الصوم، رؤیتِ ہلال کی خبر ریڈیو پر کن شرائط کے ساتھ معتبر ہے: ۲/ ۴۰۲، دارالاشاعت)

(۱) "لأن الشهر قد يكون ثلاثين يوماً، وقد يكون تسعة وعشرين يوماً؛ لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "الشهر هكذا وهكذا" وأشار إلى جميع أصابع يديه، ثم قال: الشهر هكذا وهكذا" ثلاثاً، وحبس إبهامه في المرة الثالثة، فثبت أن الشهر قد يكون ثلاثين يوماً، وقد يكون تسعة وعشرين". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، فصل في شرائطها: ۲/ ۵۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصوم: ۲/ ۱۵۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/ ۴۶۱، رشيديه)

(۲) "وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة، ولفظ "أشهد"". (ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۸۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/ ۴۶۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۱/ ۱۹۸، رشيديه)

ریڈیو کی خبر کا حکم

سوال[۱۰۵۴۳]: یہاں موضع بھاول پور ضلع جلگاؤں میں عیدالفطر کا انتیسواں چاند نظر نہیں آیا اور نہ کوئی عینی شاہد ملا، صرف ریڈیو پر بمبئی سے اطلاع ملی کہ وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی نے عید کا اعلان کردیا ہے، یہاں پر کچھ لوگوں نے اس پر اعتماد کر کے تیسواں روزہ نہیں رکھا اور عید منائی اور لوگوں کا روزہ بھی تڑوایا کہ یہ آج کا روزہ حرام ہے اور کچھ لوگوں نے ۳۰ پورے روزے رکھے، تو اب ریڈیو کی خبر اور شہادت پر روزہ رکھنا یا توڑنا کیسا ہے؟ ریڈیو کی خبر، خبر ہے یا شہادت اور ایسا کرنے والوں پر شرعاً کیا حکم ہے؟ اور جن لوگوں نے روزہ تڑوایا، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے، غائب کی شہادت اگر چہ وہ یہ کہے کہ "میں شہادت دیتا ہوں، شرعی شہادت نہیں"(۱)، اس لئے کہ ریڈیو کی خبر خبر ہی ہے، خبر اگر مستفیض ہو، تو اس پر بھی حکم کرنا درست ہے(۲)۔ ایک دو ریڈیو کی خبر کافی نہیں، بلکہ ۲۹/ کو اگر مطلع صاف ہو، تو ایک دو کی شہادت بھی کافی نہیں۔

---

(۱) "(هي) شرعاً (إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القاضي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/ ۴۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الفصل الأول: ۳/ ۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادات: ۷/ ۳۳۹، عثمانيه)

(۲) "لو استفاض الخبر في البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح من المذهب، مجتبى وغيره". (الدرالمختار). "قال الرحمتي رحمه الله تعالى: معنى الاستفاضة: أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۹۰، سعيد)

"(قوله: لزم سائر الناس) في سائر أقطار الدنيا إذا ثبتت عندهم الرؤية بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة، أو يشهدا على حكم القاضي، أو يستفيض الخبر بخلاف ما إذا أخبر أن أهل بلدة كذا رأوه؛ لأنه حكاية". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، ص: ۶۵۶، قديمى)

"إنما تقبل شهادة رجلين على هلال شوال إذا أخبر أنهما رأياه في غير البلد، وإن كانت =

"وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة، ولفظ أشهد اه" درمختار.

"قوله مع العلة أي: غيم وغبار ودخان اه ...... وقبل بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي بخبرهم اه" الدرالمختار مع هامش الشامي: ٢/٩٣(١).

"نعم! لو استفاض الخبر في البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح من المذهب اه" درمختار.

"قال الرحمتي معنى الاستفاضة: أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة اه" شامي نعمانيه: ٢/٩٤(٢).

خبرِ عادل اور اصولِ ہیئت میں تعارض ہونا

سوال[١٠٥٣٣]: إذا تعارض المحاق بحسب علم الهندسية، وخبر العادل برؤية الهلال لأيهما الترجيح، وقد وقع الاختلاف في هذا الأمر بين علماء؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قال العلامة الحصكفي: "ولا عبرة بقول المؤقتين، ولو عدولاً على المذهب اه". (قوله: ولا عبرة بقول المؤقتين) أي: في وجوب الصوم على الناس، بل في "المعراج": لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن

= شهادتهما أنهما رأياه في البلد والبلد كثير الأهل، لايقبل فيها قول الواحد والاثنين، وإنما يقبل قول جماعة لايتصور اجتماعهم على الكذب". (فتاوی قاضي خان على هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصوم، الفصل الأول: ١/١٩٧، رشيديه)

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ٣/٣٨٦-٣٨٨، سعيد)

(٢) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ٣/٣٩٠، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم: ٢/٤٧٢، رشيديه)

(وكذا في الفتاوی العالمكيريه، كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال: ١/١٩٨، رشيديه)

يعمل بحساب نفسه اهـ" درمختار نعمانی: ۲/۹۲(۱).

"ظهر من العبارة المنقولة أن علم الهندسة ليس بحجة في رؤية الهلال لوجوب الصوم، بل الحجة خبر العادل كما هو مصرح في كتب المذهب، وقيل: للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل الخ" (الدر المختار)(۲). والله سبحانه وتعالى أعلم.

حرره العبد محمود غفر له، دار العلوم ديوبند، ۲۵/۱/۹۶هـ(۳).

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۸۷، سعيد)

"لايجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثاني: ۲/۲۷۰، قديمى)

"وللإجماع على عدم الاعتداد بقول المنجمين، ولو اتفقوا على أنه يرى". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال، الفصل الأول: ۴/۲۲۴، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۸۵، سعيد)

"وقبل بعلة خبر عدل، ولو قناً، أو أنثى لرمضان، وحرين، أو حر وحرتين للفطر، وإلا فجمع عظيم". (البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/۴۶۴-۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۱/۱۹۸، رشيديه)

(۳) **ترجمۂ سوال**: رؤیت ہلال کے سلسلے میں ماہرین فلکیات کے اصول ہیئت اور خبر عادل میں تعارض ہو جائے تو کس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے۔

ترجمۂ جواب: علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راجح مذہب کے مطابق اہل توقیت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں، اگر چہ وہ عادل ہوں۔ یعنی روزوں کے واجب ہونے کے سلسلے میں (ان کا قول غیر معتبر ہے)، بلکہ "معراج" میں ہے کہ (اہل توقیت کے قول کے عدم اعتبار پر اجماع ہے اور (اس صورت میں) ستاروں کی چال جاننے والے کے لئے اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

عبارت منقولہ سے ظاہر ہوا کہ رؤیت ہلال کے سلسلے میں وجوب صوم کے لئے ماہرین فلکیات کا حساب حجت نہیں، بلکہ اس بارے میں خبر عادل حجت ہے، جیسا کہ کتب مذہب میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر آسمان پر بادل ہو یا فضا غبار آلود ہو تو ایسی صورت میں وجوب صوم کے لئے ایک عادل آدمی کی خبر بھی کافی ہے۔

باب مایفسد الصوم ومالایفسد

(مفسدات صوم کا بیان)

کچی ڈکار آنا

سوال[۱۰۵۴۵]: عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ کچی ڈکار آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ کبھی کبھی تو کم سے کم کھانے پر بھی آرام نہ ملنے کی وجہ سے اس طرح کی ڈکار آہی جاتی ہے یا کا جلنے ہی لگتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کچی ڈکار سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۹/۱۳۹۹ھ۔

بحالتِ روزہ ڈکار میں کھانے کا ذائقہ محسوس ہونا

سوال[۱۰۵۴۶]: زید روزہ رکھتا ہے، لیکن اس کو ڈکار (ریاحی) آتی ہے، اگر وہ روکتا ہے، تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے، تکلیف ہونے لگتی ہے، لیکن اگر ڈکار لیتا ہے، تو جو کچھ اس نے کھایا ہے، اس کا ذائقہ اندر

---

(۱) "وإن ذرعه القيء ..... فإن عاد بلا صنعه ولو ملء الفم مع تذكره للصوم لا تفسد، أي: عند محمد وهو الصحيح؛ لعدم وجود الصنع، ولعدم وجود صورة الفطر، وهو الابتلاع". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم .....: ۲/۴۱۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم .....: ۲/۴۷۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ..... الخ: ۱/۴۵۹، دار المعرفة بيروت)

سے باہر آتا ہے، اس کا روزہ اگر وہ ڈکار لیتا ہے، ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈکار آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ ذائقہ بھی اس کے ساتھ آجائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۱۳۹۹ھ۔

کیا جلق کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے؟

سوال [۱۰۵۴۷]: عادت جلق مذہبی اعتبار سے غلط ہے یا نہیں؟ اس سے غسل اور وضو تو خیر واجب ہی ہوجاتا ہے، مگر روزہ کی حالت میں روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اور کیا اس کا کرنے والا زانی شخص کے برابر گنہگار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذہبی اعتبار سے غلط ہے، ناجائز ہے، گناہ ہے (۲)۔ اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا (۳)، ایسا کرنے

---

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان: "بچی ڈکار آنا"۔

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فمن ابتغی وراء ذلک فأولئک هم العدون﴾ (المؤمنون: ۷)

"وكذا اختلف في استمناء الرجل بيده، يسمى الخضخضة وجلد عميرة، فجمهور الأئمة على تحريمه، وهو عندهم داخل في ماوراء ذلك .... ومن الناس من استدل على تحريمه بشيء آخر نحو ما ذكره المشائخ من قوله عليه الصلاة والسلام: "ناكح اليد ملعون" وعن سعيد بن جبير: عذب الله تعالى أمة كانوا يعبثون بمذاكيرهم، وعن عطاء: سمعت قوماً يحشرون، وأيديهم حبالى، وأظن أنهم الذين يستمنون بأيديهم والله تعالى أعلم .... ولا يخفى أن كل ما يدخل في العموم تفيد الآية حرمة فعله على أبلغ وجه". (روح المعاني، المؤمنون: ۱۸/۱۰، ۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وعامة العلماء على تحريمه (الاستمناء) وقال بعض العلماء: إنه كالفاعل بنفسه، وهي معصية أحدثها الشيطان، وأجراها بين الناس حتى صارت قيلة". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، المؤمنون: ۱۲/۷۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "(قوله: الاستمناء بالكف) أي: كونه لا يفسد، لكن هذا إذا لم ينزل، أما إذا أنزل فعليه القضاء كما سيصرح به، وهو المختار". (ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف: ۲/۳۹۹، سعيد)

"قالوا: الصائم إذ عالج ذكره حتى أمنى يجب عليه القضاء، وهو المختار، كذا في التجنيس =

والا زنا کی سزا کا مستحق نہیں، اس پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۲/۹۵ھ۔

= والـلـؤلـؤالـمجية، وبـه قـال عـامة الـمشايخ كذا في النهاية". (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده: ۲/۴۷۵، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصوم، فصل: فساد الصوم: ۲/۲۶۳، رشيديه)

(۱) "من الناس من يعتقد في كل وطء حرام أنه زنى، ولأن الشرع سمى الفعل فيما دون الفرج زنى، قال: "العينان تزنيان وزناهما النظر واليدان تزنيان وزناهما البطش ... الخ". والحد لايجب إلا بالجماع في الفرج ألا ترى أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم استفسر ماعزاً حتى فسّر كالميل في المكحلة، والرشا في البئر؟ وقال له مع ذلك: لعلك قبلتها، لعلك مسستها حتى إذا ذكر الكاف، والنون قبل إقراره. والزنى لغة مأخوذ من الزنى وهو الضيق، ولايكون ذلك إلا بالجماع في الفرج، فلهذا سألهم عن ماهية الزنى، وكيفيته". (المبسوط للسرخسي، كتاب الحدود: ۵/۳۱، ۳۲، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(وكذا في الفقه الحنفي وأدلته، كتاب الحدود، حد الزنى، الأسئلة الموجهة إلى الشهود: ۲/۲۹۱، إدارة القرآن كراچی)

باب قضاء الصوم و کفارته و فدیته

(روزے کی قضاء، اس کے کفارہ اور فدیہ کا بیان)

اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

سوال [۱۰۵۴۸]: چونکہ بکریاں چرانا بہت مشکل کام ہے، ایک شخص کی عمر ۴۵/ سال ہے، اس کام میں دوڑ دھوپ زیادہ کرنی پڑتی ہے، کیا وہ بکریاں چرانے میں رمضان المبارک کے روزے فوت کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر روزہ برداشت نہیں کرسکتا، تو جن ایام میں برداشت کرسکے، ان ایام میں غیر رمضان قضاء رکھے، برداشت نہ کرسکنے کا مطلب یہ ہے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے ہلاک ہونے یا بدحواس ہوجانے کا ظنِ غالب ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۸ھ۔

---

(۱) "**سئلت**: عن حصاد لم يقدر على حصاد زرعه مع الصوم، وإذا أخره يهلك هل، يجوز له الإفطار حينئذٍ.

فالجواب: نعم! يجوز له ذلك حينئذٍ، فقد نقل المحقق ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ في حواشيه على الدر عن الخير الرملي مانصه: وعلى هذا الحصاد إذا لم يقدر عليه مع الصوم، ويهلك الزرع بالتأخير، لاشك في جواز الفطر والقضاء والله تعالىٰ أعلم". (الفتاوى الكاملية، كتاب الصوم، ص: ۱۲۱، ۱۷، مكتبه القدس)

"وفي القهستاني عن الخزانة مانصه: إن الحر الخادم أو العبد أو الذاهب لسد النهر أو كريه إذا اشتد الحر وخاف الهلاك فله الإفطار، كحرةٍ أو أمة ضعفت للطبع أو غسل الثوب". (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصوم: ۲/۲۵۲، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۳۵۶، عثمانيه)

جواب صحیح ہے، لیکن جب بکریاں چرانا ہی اس کا ذریعہ معاش ہے، تو ایسا انتظام کرنا بھی ضروری ہے کہ ٹھنڈے وقتوں میں بکریاں چرا کر بقیہ دن سکون سے رہ کر روزے پورے کرلیا کرے (۱)۔

بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔

نذر و قضاء روزوں میں کون سے پہلے رکھے؟

سوال [۱۰۵۲۹]: ایک شخص جس کے رمضان کے روزے کسی عذر کی وجہ سے قضا ہوگئے، اس کے بعد اس شخص نے نذر کے روزے مانے، مسئلہ یہ ہے کہ وہ شخص اگر رمضان کے قضاء روزے رکھنے سے پہلے نذر کے روزے رکھتا ہے، تو نذر کے روزے رکھنا جائز ہوگا یا رمضان کے روزوں کی قضاء کے بعد وہ نذر کے روزے رکھے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قضاء اور نذرِ مطلق روزوں کے لئے شریعت نے وقت متعین نہیں کیا (۲)، پس اگر نذر کے روزے پہلے رکھے، پھر قضاء کے روزے رکھے، تب بھی بری الذمہ ہو جائے گا۔

لقوله تعالى: ﴿فعدة من أيام أخر﴾ (۳). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "لايجوز أن يعمل عملاً يصل به إلى الضعف فيخبز نصف النهار ويستريح الباقي". (الدرالمختار، كتاب الصوم، قبيل فصل في العوارض: ۲/۴۲۰، سعيد)

"وفيها: سألت أباحامد عن خباز يخبز في شهر رمضان، ويضعف في آخر النهار، هل يجوز له أن يعمل هذا العمل؟ فقال: لا يجوز ... ولكن يخبز نصف النهار ويستريح في النصف الباقي". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل السابع: ۲/۴۹۳، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۳، رشيديه)

(۲) "وأما القسم الثاني: وهو ما يشترط له تعيين النية وتبييتها، فهو قضاء رمضان ... والنذر المطلق لأنها ليس لها وقت معين". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، ص: ۶۳۵، قديمي)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم: ۲/۲۱۹، عثمانيه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصوم: ۲/۳۸۰، سعيد)

(۳) (البقرة: ۱۸۵)

کفارہ صوم میں بیماری کی وجہ سے اگر تسلسل نہ ہو سکے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۵۵۰]: رمضان المبارک کے روزے رکھ کر عمداً توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے، اس کفارہ میں ایک تخفیف تو معلوم ہو چکی ہے، کہ ایک رمضان المبارک کے متعدد روزے رکھ کر توڑے ہوں یا متعدد رمضانوں کے رکھ کر توڑے ہوں، تو کفارہ میں تداخل ہو کر ایک کفارہ کافی ہوگا، بشرطیکہ سب روزوں کے توڑنے کے بعد کفارہ ادا کر دیا جائے، یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی دوسری تخفیف بھی اس باب میں ہے، مثلاً: تتابع صیام اگر کسی عذر کی وجہ سے باقی نہ رہ سکیں، مثلاً: تیس روزے رکھنے کے بعد بیماری کی وجہ سے ایک دو روزے چھوٹ گئے، پھر تیس روزے رکھ کر ساٹھ پورے کر دے، تو کفارہ ادا ہوگا یا از سر نو روزے رکھ کر ساٹھ پورے کرے گا، نیز کفارہ کے بعد قضاء صیام بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ صوم میں بہ نسبت کفارہ ظہار کے ایک تخفیف اور بھی ہے، وہ یہ ہے کہ صیام شہرین متتابعین کے لئے کفارہ ظہار میں قبل المس کی قید بھی ہے اور کفارہ صوم میں یہ قید نہیں ہے (۱)، تتابع بہر حال ضروری ہے، صرف ایام حیض کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ایام نفاس کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، مرد کے لئے کوئی عذر معتبر نہیں، جس طرح بھی تتابع میں فرق آجائے گا، استیناف لازم ہوگا۔

"ککفارة المظاهر أي: مثلها في الترتيب فيعتق أولاً، فإن لم يجد صيام شهرين متتابعين، فإن لم يستطع أطعم ستين مسكيناً، فلو أفطر ولو لعذر استانف إلا لعذر الحيض" (شامي نعمانية: ۱۰۹/۲) (۲).

"وأما النفاس فيقطع التتابع في صوم كل كفارة اه" (شامي

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا﴾ (المجادلة: ۴)

"في التشبيه إشارة إلى أنه لا يلزم كونها مثلها من كل وجه فإن المسيس في أثنائها يقطع التتابع في كفارة الظهار مطلقاً عمداً أو نسياناً، ليلاً أو نهاراً للآية بخلاف كفارة الصوم والقتل؛ فإنه لا يقطعه فيها". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب في الكفارة: ۴۱۲/۲، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة: ۳۴۲/۲، عثمانيه)

نعمانیة: ۲/۵۰۸)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۸۹ھ۔

کفارۂ صوم میں ایک مسکین کو دو ماہ کھانا کھلانا

سوال[۱۰۵۵۱]: میرے ذمہ قصداً روزہ توڑنے کی وجہ سے دو ماہ کا کفارہ لازم ہے، اب مجھ میں غلام کے آزاد کرنے کی اور مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی دشواری ہے، اگر میں ساٹھ مسکینوں کی جگہ ایک طالب علم یا غریب کو دو ماہ مسلسل کھلا دوں، دونوں وقت کا کھانا ایک طالب علم یا غریب کو مقرر کردوں، تو یہ میرا کفارہ ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک طالب علم کو مقرر کردیں کہ وہ روزانہ دونوں وقت آپ کے مکان پر آکر کھانا کھالیا کرے، جتنی مقدار وہ کھائے اور سیر ہوجایا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔

"ولو أطعم فقيراً ستين يوماً أجزأه؛ لأنه يتجدد الحاجة بكل يوم يصير بمنزلة فقير آخر، والشرط إذا أباح الطعام أن يشبعهم اه" (مراقي الفلاح ما يفسد به الصوم، :ص ۲ ۵ ۵)(۲).

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب في الكفارة: ۲/۴۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم: ۲/۴۸۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الفصل الخامس: ۱/۲۰۷، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكفارة: ۳/۴۷۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة: ۴/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في عمدة الرعاية على شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۲/۱۳۳، رقم الحاشية: ۲، إمداديه)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب مايفسد به الصوم، ص: ۶۷۰، قديمی) =

جب ساٹھ دن پورے ہوجائیں گے کفارہ ادا ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۶ھ۔

متعدد روزوں میں زنا کرنے سے کفارہ ایک ہوگا یا زیادہ؟

سوال[۱۰۵۵۲]: زید نے ہندہ کے ساتھ رمضان شریف میں روزہ رکھتے ہوئے زنا کیا اور وہ اس ماہ کے اندر پانچ یا چھ مرتبہ کیا اور زید نے زنا کرنے کے بعد فوراً غسل کیا اور یہ جب نماز پڑھنے کے لئے مسجد گیا تو مقتدیوں نے زید کو امام بنادیا اور زید نے حیض کی حالت میں بھی زنا کیا ہے ایک یا دو مرتبہ اسی ماہ کے اندر، اب زید کو کتنے روزے رکھنے چاہیے، آیا متواتر روزہ رکھنا چاہیے یا جدا جدا یا صدقہ وغیرہ؟ ان مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ یا پھر نماز کو لوٹانا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید وہندہ نے اپنے فعل شنیع سے جتنے روزے فاسد کیے ہیں، ان سب کی قضاء لازم ہے اور جب کہ روزہ توڑ کر کفارہ ادا کرنے سے پہلے پہلے دوسرا روزہ توڑ دیا تو کفارہ میں تداخل ہوجائے گا، یعنی قضاء تو ہر روزہ کی لازم ہوگی، مگر کفارہ ایک ہی کافی ہوگا، جو ساٹھ روزہ ہے۔

"لو تکرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة، ولو في رمضانين عند محمد رحمه الله تعالى وعليه الاعتماد" بزازيه ومجتبى وغيرهما. (درمختار: ۲/۱۱۰).

اس میں دوسرا قول بھی ہے وہ یہ کہ ہر روزہ کا کفارہ جداگانہ ادا کرنا ہوگا(۱)، زید وہندہ کا باہمی تعلق کا

= "ولو أطعم مسكيناً واحداً ستين يوماً كل يوم أكلتين مشبعتين جاز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الظهار، الباب العاشر: ۱/۵۱۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۳/۱۲۶، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) "لو تكرر فطره ...... واختار بعضهم للفتوى أن الفطر بغير الجماع تداخل وإلا لا". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب في الكفارة: ۲/۴۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد: ۲/۴۸۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصوم، مايفسد الصوم مع كفارته: ۲/۲۵۹، رشيديه)

منقطع کرانا ضروری ہے، دونوں کی علیحدہ علیحدہ شادی کرادی جائے، جن لوگوں نے زید کے پیچھے نماز پڑھی وہ ادا ہوگئی، جب تک زید پکی توبہ نہ کرے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فدیہ کتنے مال سے دیا جائے؟

سوال[۱۰۵۵۳]: فدیہ متروکہ مال کی کس مقدار سے دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک تہائی ترکہ سے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اگر قلت مال سے فدیہ پورا نہ ہوسکے تو......

سوال[۱۰۵۵۴]: اگر مقدار سے ادا نہ ہوسکے تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے زائد ورثاء کے ذمہ واجب نہیں، اگر بالغ ورثاء اپنا اپنا کل حصہ میراث فدیہ میں دے دیں تو

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار) "قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإذا أوصى بذلك يعتبر من الثلث". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم: ۲/۲۶۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، ص: ۶۸۲، قديمي)

تبرع ہوگا، نابالغ کا نہ دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرضِ وفات کے روزوں کا فدیہ

سوال [۱۰۵۵۵]: مرض الوفات کے روزہ کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرض الوفات کے روزوں کا فدیہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رمضان کے متعدد روزوں کی قضاء کا طریقہ

سوال [۱۰۵۵۶]: زید نے قضائے عمری کے روزوں کی نیت اس طرح پر کی کہ "میرا جو روزہ قضاء ہوا ہے، وہ رکھ رہا ہوں" اسی طرح نیت کر کے سب کے سب روزے رکھ لئے، یہ درست ہوئے یا نہیں؟ جب کہ مسئلہ شاید یوں ہے کہ نیت یوں کرے کہ پہلے سال کے رمضان کی قضاء، دوسرے تیسرے کی قضاء رکھ رہا ہوں علی الترتیب۔

---

(۱) "فلو زادت الفدية على الثلث لا يجب الزائد الا باجازة الوارث" (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/ ۴۲۴، سعيد)

"ولا يجوز بما زاد على الثلث الا ان يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/ ۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

(۲) "(فإن ماتوا فيه) أي: في ذلك العذر (فلا تجب) عليهم الوصية بالفدية، لعدم إدراكهم عدة من أيام أخر". (الدرالمختار، كتاب الصوم: ۲/ ۴۲۳، ۴۲۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/ ۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل السابع: ۲/ ۳۹۶، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعیین کرلیتا،تو بلا اختلاف یہ قضاء درست ہوجاتی ہے(۱)،اب بلاتعیین روزے پورے کرلئے،تب بھی ایک قول پر درست ہوگئے،بحوالہ خلاصہ مراقی الفلاح میں اس قول کو بھی صحیح لکھا ہے،دوبارہ قضاء رکھنے کی ضرورت نہیں(۲)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۰/۱/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وأما القسم الثاني: وهو ما يشترط له ... تعين النية وتبييتها فهو قضاء رمضان، وقضاء ما أفسده من نفل، وصوم الكفارات بأنواعها، والنذر المطلق". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، ص: ۳۲۵، قديمی)

"ولو وجب عليه قضاء يومين من رمضان واحد، الأولى أن ينوي أول يوم وجب عليّ قضاءه من هذا الرمضان". (فتح القدير، كتاب الصوم: ۲/۳۱۲، عثمانيه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۸۰، سعيد)

(۲) "وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة، فإذا أراد تسهيل الأمر عليه نوى أول ظهر عليه أو آخره، وكذا الصوم من رمضانين على أحد تصحيحين مختلفين صحح الزيلعي: لزوم التعيين وصحح في الخلاصة: عدم لزوم التعيين". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، ص: ۴۴۶، قديمی)

"ولو وجب عليه قضاء يومين من رمضان واحد، الأولى أن ينوي أول يوم وجب عليّ قضاءه من هذا الرمضان، وإن لم يعين الأول جاز، وكذا لو كانا من رمضانين على المختار، حتى لو نوى القضاء لا غير جاز". (فتح القدير، كتاب الصوم: ۲/۳۱۱، عثمانيه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصوم، الفصل الثاني: ۱/۲۵۲، رشيديه)

فصل في التسحر والإفطار

(سحری اور افطار کا بیان)

افطار کے بعد اذان دینا

سوال[۱۰۵۵۷]: رمضان میں اذان مغرب افطار سے قبل دی جائے یا افطار کے بعد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افطار کرکے اذان دی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۵ھ۔

افطار، غروب پر یا اذان پر؟

سوال[۱۰۵۵۸]: رمضان یا اس کے علاوہ روزوں میں افطار غروب آفتاب پر موقوف ہے یا اذان مغرب پر بعض لوگ باوجود غروب ہونے کے افطار نہیں کرتے اور اس کے لئے اذان کو شرط جانتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غروب متحقق ہوجانے پر افطار کا وقت ہوجاتا ہے، اذان پر موقوف نہیں (۲)، لیکن عموماً لوگ غروب کا

(۱) "عن سهل رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب الفصل الأول: ۱/۱۷۵، قديمى)

"ويستحب له ثلاثة أشياء: ... لقوله عليه السلام: "ثلاث من أخلاق المرسلين: تعجيل الإفطار وتأخير السحور ...". (مراقي الفلاح، كتاب الصوم، قبيل فصل في العوارض، ص: ۶۸۳، قديمى)

"وتعجيل الإفطار أفضل فيستحب أن يفطر قبل الصلاة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث: ۱/۲۰۰، رشيديه)

(۲) "وعن عمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أقبل الليل من =

اندازہ نہیں کرتے یا اذان غروب پر ہی ہوتی ہے، اس لئے اذان پر افطار کی عادی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۵ھ۔

ایضاً

سوال[۱۰۵۵۹]: کیا روزہ افطار کرنے کے لئے غروب آفتاب شرط ہے یا اذان؟ جب کہ پچاس فٹ اونچے بانس پر لال بتی کا انتظام کیا گیا ہے، جس کو دیکھ کر روزہ افطار کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

روزہ افطار کرنے کے لئے دن کا ختم ہونا اور رات کا شروع ہوجانا ضروری ہے اور یہ چیز آفتاب غروب ہونے سے ہوتی ہے (۱) ﴿ثم أتموا الصيام إلى الليل﴾ (۲) اور اذان غروب آفتاب سے پہلے درست نہیں (۳)، بعض جگہ غروب سے کچھ وقفہ کے بعد ہوتی ہے، بعض مقامات پر سرخ بتی بھی غروب پر روشن کی جاتی ہے، لیکن اگر غروب متحقق ہوجائے اور سرخ بتی روشن نہ ہو، تو اس کی وجہ سے افطار کو مؤخر کرنے

= ههنا، وأدبر النهار من ههنا، وغربت الشمس، فقد أفطر الصائم متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب الفصل الأول: ۱/ ۱۷۵، قديمي)

"إذا وجدت الظلمة حساً من جهة المشرق، فقد ظهر وقت الفطر، أوصار مفطراً في الحكم، لأن الليل ليس ظرفا لصوم". (رد المحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۷۱، سعيد)

"ولا يفطر مالم يغلب على ظنه غروب الشمس، وإن أذن المؤذن". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/ ۵۱۲، رشيديه)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: افطار غروب پر کیا جائے یا اذان پر۔

(۲) (البقرة: ۱۸۷)

(۳) "وأما بيان وقت الأذان والإقامة، فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لايجزيه، ويعيده في الصلوات كلها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة: ۱/ ۳۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۴۵۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۲۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۱۳۹۹ھ۔

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ توڑنا

سوال[۱۰۵۲۰]: تیسواں چاند اگر وقتِ افطار سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل نظر آجائے، تو روزہ توڑ دینا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگوں نے یہ کہہ کر روزہ توڑ دیا ہے، ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چاند اگر غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل نظر آجائے، تب بھی غروب تک روزہ پورا کرنا لازم ہے، غروب سے پہلے روزہ توڑنا اور دوسروں کا روزہ تڑوانا حرام ہے۔

"رؤيته بالنهار لليلة الآتية اه" بط (الدرالمختار مع هامش الشامي: ۲/۳۹۵، نعمانية(۱) تحفة: ۲/۱۳۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ دینا

سوال[۱۰۵۲۱]: جن لوگوں نے ۳۰ روزے پورے کئے، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ثبوتِ رؤیت نہ ہونے کی بناء پر جنہوں نے یہ عمل کیا، صحیح کیا۔

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصوم: ۲/۳۹۲، سعيد)

"نعم، لو روي التاسع والعشرين بعد الزوال كان كرؤيته ليلة الثلاثين اتفاقاً" (البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/۴۶۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثاني: ۲/۳۶۸، قديمي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم: ۱/۱۹۸، رشيديه)

"كما مر من الدر المختار: "شرط للفطر" الخ(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

افطاری کے بعد کلی کرنا

سوال[۱۰۵۲۲]: کیا افطاری کے بعد نماز میں شرکت کے لئے کلی کرنا ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایسی چیز کھائی ہے کہ اس کے اجزاء منہ میں باقی ہیں، تو کلی کر لی جائے، ورنہ اگر عین نماز کی حالت میں وہ اجزاء اندر چلے گئے، تو فسادِ نماز کا خطرہ ہے(۲)، اگر ایسی چیز نہیں کھائی، تو یہ خطرہ نہیں، تاہم کلی کر لینا اعلیٰ

---

(۱) "وشرط للفطر مع العلة، والعدالة نصاب الشهادة ولفظ أشهد ..... وقبل بلاعلة جمع عظيم يقع العلم الشرعي بخبرهم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۸۶-۳۸۸، سعيد)

"(قوله لزم سائر الناس) في سائر أقطار الدنيا إذا ثبتت عندهم الروية بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة، أو يشهدا على حكم القاضي، أو يستفيض الخبر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، ص: ۲۵۶، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثاني: ۱/۱۹۸، رشيديه)

(۲) "ويفسدها أكل ما بين أسنانه إن كان كثيراً، وهو قدر الحمصة، ولو بعمل قليل لإمكان الاحتراز عنه بخلاف القليل بعمل قليل؛ لأنه تبع لريقه". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ص: ۳۲۴، قديمي)

"إذا كان بين أسنانه شيء من الطعام فابتلعه إن كان قليلاً دون الحمصة لم تفسد صلاته، إلا أنه يكره، وإن كان مقدار الحمصة فسدت. كذا في المعراج الوهاج ناقلا عن الفتاوى ..... ولو أكل شيئاً من الحلاوة، وابتلع عينها فدخل في الصلاة، فوجد حلاوتها في فيه، فابتلعها لا تفسد صلاته". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع: ۱/۱۰۳، رشيديه)

"وأكله وشربه مطلقاً إلا إذا كان بين أسنانه مأكول دون الحمصة كما في الصوم هو الصحيح =

بات ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۵ھ۔

رمضان میں غروب کی کتنی دیر بعد جماعت کھڑی ہو، اکابر کے معمولات

سوال[۱۰۵۶۳]: رمضان میں غروب کے بعد نماز جماعت میں کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی منٹ تاخیر کی گنجائش ہے، یعنی افطار کے لئے کتنے منٹ نکالے جائیں، یہاں برطانیہ میں افطار کے بعد نماز کے بارے میں اکثر جگہوں میں اختلاف ہوتا رہتا ہے، بعض کہتے ہیں: مختصر افطاری کر کے نماز کھڑی کردی جائے، بعض کہتے ہیں: حسبِ خواہش افطاری کرنی چاہیے، لہٰذا اس سلسلے میں اپنے اکابر خصوصاً حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے معمولات تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے معمولات میں ہے: ''رمضان میں روزانہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں اور اذان، اول وقت، ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کے ساتھ افطار کر کے ہاتھ دھو کر کلی کر کے بطمانینت وسکون نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کرے اور تکبیرِ اولیٰ نہ جائے، اہلِ محلّہ اپنے گھروں میں افطار کر کے بخوبی تکبیرِ اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں''۔ اھ (معمولاتِ اشرفیہ، اکابر کا رمضان، ص: ۳۰)(۲)۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے معمولات میں ہے: ''۸-۱۰ منٹ اس افطار میں لگ جاتے ہیں۔ اھ'' (اکابر کا رمضان، ص: ۴۲)(۳)۔

= قاله الباقاني". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۶۲۲، سعيد)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده. رواه الترمذي وابوداود". (مشكاة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الثاني: ۲/ ۳۶۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب غسل اليد قبل الطعام: ۲/ ۱۷۲، رحمانيه)

(شمائل الترمذي، باب ماجاء في صفة وضوء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۱۰۲، مكتبة الشيخ)

(۲) (حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے معمولاتِ رمضان، ص: ۳۴، مکتبۃ الشیخ)

(۳) (ص: ۴۹، مكتبة الشيخ)

حضرت سہارنپوری کے معمولات میں ہے: ''تقریباً دس منٹ کا فصل ہوتا تھا تا کہ اپنے گھروں سے افطار کرکے آنے والے نماز میں شریک ہوسکیں''۔ (اکابر کا رمضان، ص: ۹۶)(۱)۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے معمولات میں ہے: ''حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دور میں مغرب کی اذان خود کہنے کا بہت معمول تھا، اس میں جہری الصوت اور نہایت طویل اذان کا معمول تھا، وہ (مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہوکر آجائیں، دور تک آواز پہونچتی رہے، میری اذان کے درمیان بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہوسکتا ہے۔ اور اذان کے بعد اپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب امام ربانی قدس سرہ کے یہاں تکبیر اولیٰ میں شریک ہوسکتا ہے، حضرت قطب عالم قدس سرہ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا، والد صاحب فرماتے تھے کہ میں غروب سے ایک دو منٹ پہلے خانقاہ کی چھت پر چلا جایا کرتا تھا، خود روگھاس کے دو چار پتے توڑ کر، ان کو چبا کر، ان سے افطار کرکے، اذان شروع کردیتا تھا اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا اھ''۔ (اکابر کا رمضان، ص ۹۴)(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۹۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (ص: ۸، مکتبۃ الشیخ)

(۲) (معمولات حضرت اقدس والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۳۷، مکتبۃ الشیخ)

باب الاعتکاف

(اعتکاف کا بیان)

عشرہ اخیر کے اعتکاف کے لئے کیا صوم شرط ہے؟

سوال[۱۰۵۶۴]: ایک شخص رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے، مگر ایک دن بھول سے صبح ہوجانے پر سحری کھالی، رات سمجھتے ہوئے، اب دن غروب ہونے پر افطار کرتا ہے، تو واجب اعتکاف کے اندر خلل تو واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اعتکاف کے لئے صوم شرط نہیں۔

"والصوم شرط لصحة الاعتكاف المنذور اه" (طحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۷۸)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

کیا اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۰۵۶۵]: رمضان شریف میں ایک عشرہ کا تین روز کا اعتکاف فرض کفایہ مسجد میں کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ایک شخص مسجد کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ مسجد میں کپڑے بھی خراب ہوسکتے ہیں، ہوا بھی

---

(۱) (کتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۱، قديمي)

"وشرط الصوم لصحة الأول (أي: المنذور) اتفاقاً" (الدرالمختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۲۳، رشيديه)

خارج ہوسکتی ہے، مسجد کے علاوہ بھی دوسری جگہ اعتکاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کے نیچے کا حصہ جس کو تحت الثریٰ بولتے ہیں، اس میں اعتکاف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں لیٹنا، بیٹھنا جانوروں کا باندھنا کیسا ہے؟

ماسٹر مقصود علی امرولی بڑا گاؤں میرٹھ یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرض کفایہ نہیں، بلکہ سنت کفایہ ہے(۱) اور یہ مسجد ہی میں ہوتا ہے، خارج مسجد کسی مکان میں یا صحن مسجد سے الگ جہاں جوتے اتارتے ہیں، جو نماز کے لئے متعین نہیں ہے، وہاں درست نہیں (۲)، عورت البتہ اپنے مکان میں اعتکاف کرے گی (۳)، اگر مسجد میں اعتکاف کی حالت میں بدن ناپاک ہوجائے، کپڑے خراب ہوجائیں، تو مسجد سے باہر جاکر پاکی حاصل کرلے (۴)، اعتکاف کی

---

(۱) "وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي: سنة كفاية، كما في البرهان". (الدرالمختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۰، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد﴾ (البقرة: ۱۸۷)

"أنه لايصح الاعتكاف إلا في المساجد". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۲۸۰، رشيديه)

"والكون في المسجد والنية من مسلم ... شرطان". (الدرالمختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۰، قديمي)

(۳) "وللمرأة الاعتكاف في مسجد بيتها". (مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۶۹۹، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۲۳، رشيديه)

(۴) "ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية، أو حاجة طبيعية، كالبول والغائط، وإزالة النجاسة، واغتسال من جنابة باحتلام". (مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۲، قديمي)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصوم، الفصل السادس في الاعتكاف: ۱/۲۶۷، رشيديه) =

حالت میں وہاں کھانا، پینا، سونا سب درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۱۸ھ۔

اعتکاف میں استثناء کرنے کا حکم

سوال[۱۰۵۲۶]: کیا معتکف اجتماعات میں شریک ہونے کو اور دینی خدمات میں شرکت کو نیت کرتے وقت مستثنیٰ کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بذریعہ نذر اعتکاف کو اپنے اوپر لازم کرتے وقت اگر شرکت اجتماع کو مستثنیٰ کرلے، تو پھر شرکت کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

"ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك اه" (عالمگیری: ۲۱۲/۱)(۲)۔ واللہ أعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۱/۳۰ھ۔

پورے رمضان کا اعتکاف کرنا

سوال[۱۰۵۲۷]: پورے رمضان میں اعتکاف کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے پورے رمضان شریف اعتکاف کرلیا ہو تو اس کا ثواب ہوگا یا نہیں؟ حدیث سے دس روز ثابت ہے اور جو چیز ثابت نہ ہو اس کو ثواب سمجھ کر

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۵۲۶/۲، رشيديه)

(۱) "(قوله: وأكله وشربه ونومه ومبايعته فيه) يعني يفعل المكعتف هذه الأشياء في المسجد".

(البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۵۳۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، باب الأعتكاف: ۴۴۸/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف: ۲۱۲/۱، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف: ۲۱۲/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثاني عشر في الاعتكاف: ۳۱۲/۲، قديمي)

کرنا کیسا ہے؟ مکمل جواب مع دلائل کے تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخیر دس روز کا اعتکاف ماہ رمضان میں سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے(۱)، پورے ماہ کا اعتکاف بھی لیلۃ القدر کی تلاش میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، بیس روز کا بھی ثابت ہے، پس پورے رمضان کا اعتکاف کرنا بھی موجب ثواب ہوگا، بدعت نہیں ہوگا۔

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله، ثم اعتكف أزواجه من بعده" متفق عليه، مشكاة: ۱/۱۸۳(۲).

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: كان يعرض على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم القرآن كل عام مرة، فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض، وكان يعتكف كل عام عشراً فاعتكف عشرين في العام الذي قبض رواه البخاري" مشكاة: ۱/۱۸۳(۳).

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله

---

(۱) "وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي: سنة كفاية". (الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۰، قديمي)

(۲) (كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/۱۸۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الاعتكاف: ۱/۳۷۱، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصوم، باب الاعتكاف في العشر الأواخر: ۱/۲۷۱، قديمي)

(۳) (كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الفصل الأول: ۱/۱۸۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصوم، باب الاعتكاف في العشر الأوسط ...: ۱/۲۷۳، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصوم، باب: أين يكون الاعتكاف: ۱/۳۵۲، رحمانيه)

تعالى عليه وسلم اعتكف العشر الأول من رمضان، ثم اعتكف العشر الأوسط في قبة تركية، ثم اطلع رأسه فقال: إني اعتكف العشر الأول ألتمس هذه الليلة، ثم اعتكف العشر الأوسط ثم أتيت فقيل لي إنها في العشر الأواخر، فمن كان اعتكف معي، فليعتكف العشر الأواخر...... متفق عليه اهـ" (مشكوۃ شریف)(۱)۔

ہاں! اس کو سنت مؤکدہ کہنا صحیح نہیں ہوگا، جیسے کوئی شخص تہجد کی نماز اتنی ہی رکعات پڑھے، جتنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ان کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ تصور کرے، پھر اس سے زیادہ پڑھے حتی کہ ساری رات پڑھتا رہے، تو اس کو بدعت یا ناجائز نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کا یہ پڑھنا موجب اجر وثواب ہوگا۔ اور ایسا کرنا بکثرت صحابہ وائمہ سے ثابت ومنقول بھی ہے(۲)، اگر ایک ماہ کا اعتکاف قربت نہ ہوتا تو اس کی نذر بھی درست نہ ہوتی، حالانکہ فقہاء نے تصریح کی ہے، ایک ماہ رمضان المبارک کے اعتکاف کی نذر صحیح ہے، ایک ماہ کی نذر کرے یا کم وبیش کی۔

"فلو نذر اعتكاف شهر رمضان لزمه، وأجزاه صوم رمضان عن صوم

---

(۱) (كتاب الصوم، باب ليلة القدر، الفصل الأول: ۱/ ۱۸۲، ۱۸۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصوم، باب التمسوا ليلة القدر: ۱/ ۲۷۰، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الصوم، باب فضل ليلة القدر: ۱/ ۳۷۰، قديمي)

(۲) "كان ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، إذا هدأت العيون قام فيسمع له دوي كدوي النحل، حتى يصبح

وأن سفيان الثوري رحمه الله تعالى شبع ليلة فقال: إن الحمار إذا زيد في علفه زيد من عمله، فقام تلك الليلة، حتى أصبح.

وكان طاوس رحمه الله تعالى إذا اضطجع على فراشه يتقلى عليه كما تتقلى الحبة على المقلاة، ثم يثب، ويصلي إلى الصباح.

وكان أبوحنيفة يحيي نصف الليل فمرّ لقوم فقالوا: إن هذا يحيي الليل كله، فقال: إني استحيي أن أوصف بما لا أفعل، فكان بعد ذلك يحيي الليل كله.

وقيل: حج مسروق فما بات ليلة إلا ساجداً، الخ". (إحياء علوم الدين، كتاب الأذكار والدعوات، فضيلة قيام الليل: ۱/ ۴۵۲-۴۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الاعتکاف، وإن لم یعتکف قضی شهراً غیره بصوم مقصود اهـ" الدر المختار مع هامش الشامي نعمانیه. ۲/۱۳۰، ۱۳۱ (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۲ھ۔

اعتکاف میں بیڑی پینا

سوال [۱۰۵۶۸]: ۱...... حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر بیڑی پینا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... اگر جائز ہے، تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یا بغیر کراہت کے؟

۳...... اس سے پہلے مفتی صاحب فتویٰ دے چکے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت بیڑی وغیرہ پی کر منہ کو مسواک سے خوب صاف کر کے مسجد میں داخل ہو، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قضائے حاجت تو صرف زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ ہوسکتا ہے اور بیڑی پینے کی ضرورت دس مرتبہ ہوتی ہے، تو یہ دس مرتبہ کہاں استعمال کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... منع ہے (۲)۔

---

(۱) (کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۲/۴۴۳، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۲/۵۲۵، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۲/۲۷۹، رشیدیه)

(۲) "وعن جابر رضي الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "من أکل من هذه الشجرة المنتنة، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکة تتأذی مما یتأذی منه الإنس". متفق علیه.

(قوله: المنتنة) أي: الثوم، یقاس علیه البصل والفجل وماله رائحة کریهة، کالکراث". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة: ۲/۴۱۲، رشیدیه)

"یجب أن تصان عن إدخال الرائحة الکریهة لقوله علیه السلام: من أکل الثوم والبصل والکراث، فلا یقربن مسجدنا الخ". (الحلبي الکبیر، أحکام المساجد، ص: ۶۱۰، سهیل اکیڈمی لاهور)

"وکره تحریماً ... وأکل نحو ثوم ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۶۵۶، ۶۶۲، سعید)

۲.....مکروہ تحریمی ہے(۱)۔

۳.....مسجد میں ہرگز نہ پئے(۲)، جب سب مرغوبات کو ترک کیا ہے، تو اس سے بھی صبر کرے، اعتکاف کا مقصد بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ صبر کی عادت پیدا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۰ھ۔

معتکف کا بلا عذر شرعی وطبعی حدودِ مسجد سے نکلنا

سوال[۱۰۵۲۹]: رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کرنے والا اگر بغیر عذر شرعی وطبعی مسجد کی حد سے کچھ دیر کے لئے باہر چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟ کیا اس مسئلہ میں اس زمانہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو راجح قرار دیا ہے(۳)، مگر صاحب

---

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "ولا يتم مبنى هذا الاستحسان، فإن الضرورة التي يناط بها التخفيف هي الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع، ومجرد عروض ماهو ملجئ ليس بذلك ..... ولو سلم أن القليل غير مفسد لم يلزم تقديره بما هو قليل بالنسبة إلى مقابله من بقية تمام يوم أو ليلة، بل بما يعد كثيراً في نظر العقلاء الذين فهموا معنى العكوف، وأن الخروج ينافيه". (فتح القدير، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۲۰۲، عثمانيه)

اور اسی طرح مندرجہ ذیل کتب میں بھی اس کی تائید ملتی ہے:

"وقد أطال في تحقيق ذلك كما هو دأبه في التحقيق رحمه الله تعالىٰ، وبه علم أنه لم يسلم كونه استحساناً حتى يكون مما رجح فيه القياس على الاستحسان كما أفاده الرحمتي، فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۷، سعيد)

"ورجح المحقق في فتح القدير قوله؛ لأن الضرورة التي يناط بها التخفيف اللازمة أو الغالبة وليس هنا كذلك ..... بما قررناه ظهر القول بفساده الخ". (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۲۹-۵۳۰، رشيديه)

ہدایہ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول راجح ہے (۱)، اس لئے اس مسئلہ میں نزاع نہیں چاہیے، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اورع ہے اور صاحبین کا قول اوسع ہے (۲)، صراحۃً فتویٰ کسی مذہب پر نہیں دیکھا، صرف قیاس واستحسان کے لفظ سے ترجیح معلوم ہوتی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۳/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۳/ ۸۹ھ۔

ایضاً

سوال [۱۰۵۰۴]: اگر مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے، تو اس کے حد بھی ایسے عالم کے لئے جو مفتی نہ ہو، کیا گنجائش رہتی ہے کہ وہ خود بھی صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرے اور دوسرے عوام کو بھی صاحبین کے قول پر عمل کا کہے اور امام صاحب کے قول کو چھوڑ دے، اس کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ شرح عقود رسم المفتی ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ص: ۲۷ پر تحریر فرمایا ہے:

"والمرجوح في مقابلة الراجح كالعدم"

اس کے بعد لکھا ہے:

---

(۱) صاحب ہدایہ راجح قول کو آخر میں ذکر کرتا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کو بھی آخر میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہی راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

"ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، لوجود المنافي وهو القياس، وقالا: لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم، وهو الاستحسان لأن في القليل ضرورة" (الهداية، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/ ۲۲۸، رحمانيه)

(۲) "فإن خرج من المسجد لغير عذر فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة، وإن كان ساعة. وعند أبي يوسف ومحمد لا يفسد حتى يخرج أكثر من نصف يوم، قال محمد رحمه الله تعالى: قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أقيس، وقول أبي يوسف أوسع" (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/ ۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في تحفة الفقهاء، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/ ۳۷۴، موقع يعسوب)

(۳) دلائل حاشیہ نمبر ۲،۱ کے تحت ملاحظہ ہوں۔

"اعلم أن من يكتفي بأن يكون فتواه أو عمله موافقاً لقول أو وجه في المسئلة، ويعمل بماشاء من الأقوال والوجوه من غير نظر في الترجيح فقد جهل وخرق الإجماع"(۱)۔

براہ کرم حوالہ سے عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب اس کے جواب کی خاص ضرورت باقی نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

معتکف کا تبلیغی اجتماع میں شرکت کرنا

سوال[۱۰۵۷۱]: کیا معتکف تبلیغی اجتماعات میں تقریر وغیرہ کرنے کے لئے شریک ہوسکتا ہے؟ جب کہ اس کی شرکت کے بغیر اجتماع کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن حوائج طبعیہ شرعیہ کے لئے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے، اس میں شرکت اجتماع نہیں (۲)، اس لئے اس کا اعتکاف ختم ہوجائے گا (۳)، یہ اور بات ہے کہ اس کی وجہ سے اس سے بازپرس نہ ہو

---

(۱) (شرح عقود رسم المفتي، مطلب: يجب اتباع الراجح ولا يجوز العمل ...، ص: ۳۲، ۳۳، دار الكتاب كراچی)

(۲) "وحرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط ... أو شرعية كعيد وأذان لو مؤذناً، وباب المنارة خارج المسجد والجمعة". (الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۴، سعيد)

"ولا يخرج المعتكف من المسجد إلا لحاجة لازمة شرعية، كالجمعة أو لحاجة طبيعية، كالبول والغائط". (خلاصة الفتاوى، كتاب الصوم، الفصل السادس: ۱/۲۶۷، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۲، قديمي)

(۳) "فإن خرج ساعة بلا عذر معتبر فسد". (مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۳، قديمي) =

اور اس کو گنہگار قرار نہ دیا جائے (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۹۵ھ۔

معتکف کا جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا

سوال[۱۰۵۷۲]: ایک مسجد میں تین آدمی اعتکاف میں بیٹھے ایک ساتھ، اب الوداع جمعہ آیا اور یہ اعتکاف کی مسجد جامع مسجد سے دوسرے محلّہ میں تھی اور جامع مسجد کا محلّہ دوسرا ہے اور یہ تینوں معتکف اس مسجد سے جامع مسجد گئے نماز جمعہ کے لئے، اس میں سے ایک آدمی جامع مسجد کا پیش امام ہے، اس نے جاتے ہی ایک آدمی سے عام آدمیوں کے سامنے پوچھا کہ گھڑی میں چابی دی گئی ہے یا نہیں؟ اور نماز عید کے بارے میں ٹائم معلوم کرنے کو عام آدمیوں کے سامنے کچھ باتیں کیں اور قریب بیس منٹ کچھ دین کی باتیں بھی بیان کیں، حالانکہ دین کی باتیں اور گھڑی میں چابی یہ سب پیش امام ہی ہر جمعہ کو دیتا رہا ہے، اب علماء دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اجماع امت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں ان لوگوں کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۲ھ۔

= (وكذا في الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۲۹، رشيديه)

(۱) "وبما قررناه ظهر القول بفساده إذا خرج لانهدام المسجد ..... أو خرج لجنازة، وإن تعينت عليه، أولنفير عام ..... نعم الكل عذر مسقط للإثم". (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۲۹، رشيديه)

"وإن خرج بعذر يغلب وقوعه وهو مامر لاغير لايفسد، وأما ما لايغلب كانجاء غريق وانهدام مسجد فمسقط للإثم لا للبطلان". (الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۷، سعيد)

"إلا أنه لا يأثم إذا كان الخروج بعذر". (خلاصة الفتاوى، كتاب الصوم، الفصل السادس: ۱/۲۶۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۳، قديمى)

(۲) "ولو أقام في الجامع أكثر من ذلك لم يفسد اعتكافه؛ لأنه موضع الاعتكاف إلا أنه يكره". =

معتکف کا خارج مسجد سے ہوکر اذان کے لئے جانا

سوال[۱۰۵۷۳]: معتکف مسجد کے زینہ پر سے جو کہ مسجد سے خارج ہے، اذان کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۵۲۷/۲، رشيديه)

"ولو مكث أكثر لم يفسد، لأنه محل له، وكره تنزيهاً لمخالفة ما التزمه بلاضرورة".
(الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۴۴۶/۲، سعيد)

"ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية، ثم يعود، وإن أتم اعتكافه في الجامع صح، وكره". (مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص: ۷۰۲، قديمي)

(۱) "وفي فتاوى قاضي خان والولوالجية: وصعود المئذنة إن كان بابها في المسجد لا يفسد الاعتكاف، وإن كان الباب خارج المسجد فكذلك في ظاهر الرواية". (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۵۲۹/۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۴۴۵/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السابع: ۲۱۲/۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصوم، الفصل السادس: ۲۶۹/۱، رشيديه)

کتاب الحج

باب فرضية الحج وشرائطه وأركانه

(حج کی فرضیت، شرائط اور ارکان کا بیان)

کیا استطاعت کے بعد اکیلا ہونا عذر ہے؟

سوال [۱۰۵۷۴]: ۱..... کوئی شخص حج کے قابل ہے، لیکن نہیں جاسکتا اکیلے ہونے کی وجہ سے، اگر وہ اس روپیہ کو مدرسہ اور غریب پر تقسیم کردے یا کسی مقروض آدمی کو دے تو ٹھیک ہے یا نہیں؟

نفلی حج کا ارادہ کرکے چوٹ لگنے کی وجہ سے معذور ہوجانا

سوال [۱۰۵۷۵]: ۲..... اسی طرح نفلی حج کے لئے ایک آدمی نے حج کا ارادہ کیا، اس کو چوٹ بہت لگ گئی، چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا، اگر وہ بھی اسی طرح تقسیم کردے تو ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جس کے ذمہ حج فرض ہے اور اکیلا ہونے کی وجہ سے نہیں جاسکتا، تو اس کو روپیہ بھی خرچ نہیں کرنا چاہیے(۱)، بلکہ ساتھی تلاش کرے، جب گھر سے نکلے گا تو امید ہے کہ اس کے ساتھی ایک نہیں کئی مل جائیں گے۔

---

(۱) رفیق سفر کا نہ ہونا کوئی ایسا عذر نہیں کہ جس کی وجہ سے حج کو چھوڑ دیا جائے، البتہ ایک اچھے ساتھی کا ساتھ ہونا بہرحال بہتر ہے۔

"وينبغي أن يلتمس رفيقاً صالحاً عاقلاً ورعاً، سافر قبل ذلك، حسن الأخلاق، راغباً في الخير، كارهاً في الشر، معيناً له على الطاعة، رادعاً له عن السكر والمعصية، وإن كان عالماً مع هذه الأوصاف فهو أولى". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، مقدمة، ص: ٦، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ٢/ ٥٤١، رشيديه)

۲..... جو شخص نفلی حج کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کو چوٹ لگ گئی، جس کی وجہ سے سفر سے معذور ہو گیا، تو اس کو حق ہے کہ روپیہ غریبوں کو دے دے یا اپنی طرف سے کسی کو حج کے لئے بھیج دے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۱ھ۔

غبن کے روپے سے حج اور کاروبار کرنا

سوال[۱۰۵۷۲]: زید دو سال قبل ملازم تھا، ملازمت خود ہی سے چھوڑ کر دو سال ہو گئے ہیں، زید کی ملازمت سات سال رہی۔

۱..... زید سے دورانِ ملازمت غبن (خرد برد) ہوا، غبن میں زید اکیلا نہیں تھا، بلکہ کارخانہ کے اور لوگ بھی شریک تھے، دورانِ ملازمت زید نے غبن کا روپیہ جمع کر کے ایک دکان کھولی ہے، دکان تین سال تک زید کے دو بھائی چلا رہے تھے، اب زید خود بیٹھ کر کاروبار چلا رہا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے دکان اچھی چل رہی ہے، ہر سال زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے، اب کچھ روپیہ جمع ہو گیا ہے اور وہ حج کو جانا چاہتا ہے، حج کو جا سکتا ہے یا نہیں؟ اب حرام کمائی سے دکان کھولی ہے، جو رقم جمع ہو رہی ہے، کھانے پینے، کپڑوں میں استعمال ہو رہی ہے۔

زید کا یہ خیال ہے کہ حرام روپیہ غبن کیا ہوا روپیہ سے جو دکان کھولی ہے، جتنا بھی روپیہ غبن کیا ہے، پورا

= (وكذا في غنية الناسك، باب ماينبغي لمريد الحج ..... الخ، ص: ۴۰، إدارة القرآن كراچی)

(۱) حج فرض ادا کرنے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ صدقہ کرے یا حج نفل، لیکن فقہاء نے صدقہ کو ترجیح دی ہے اور خاص کر جہاں فقراء کو زیادہ ضرورت ہو۔

"قال الشيخ العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله ورجح في البزازية أفضلية الحج) حيث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً، وإذا كان الفقير مضطراً ..... أفضل من حجات وعمر وبناء ربط".

(رد المحتار، كتاب الحج، باب الهدي، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة: ۲/۶۲۱، سعيد)

"قلت: قد يقال إن صدقة التطوع في زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات، ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات، وتركهم الفقراء والأيتام في حسرات، ولا سيما في أيام الغلاء وضيق الأوقات، وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات، ثم رأيت في متفرقات اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۴۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، باب المتفرقات: ۲/۵۷۲، إدارة القرآن كراچی)

کا پورا کسی صورت سے کارخانہ میں جمع کرا دینا چاہتا ہوں، پوری کی پوری رقم یکمشت ادا نہیں کر سکتا کاروبار پر بڑا اثر پڑتا ہے، زید کا خیال ہے کہ دس پندرہ سال تھوڑا تھوڑا روپیہ کارخانہ کو واپس کر دینا چاہتا ہوں، زید کا خیال یہ بھی ہے کہ دکان کی رقم ابتدائی کو حلال کرے اور کارخانہ کو قسط وار انداز میں رقم واپس کر دے، تو دکان کی ابتدائی رقم حلال ہوئی یا نہیں؟

۲۔ پورا کا پورا واپس ہونے تک زید حج کو جا سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ زید کارخانہ میں رقم جمع کرے یا کسی دینی ادارے کو دے دے یا خاموش رہے، کون سا عمل بہتر ہے؟ (فتویٰ وتقویٰ دونوں مطلوب ہیں)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق العبد مقدم ہے، پہلے اس کو ادا کرنا چاہیے (۱)، تاہم اگر روپیہ قرض لے کر حج کرے تو یہ زیادہ اچھا ہے، اس لئے کہ جائز روپیہ سے کر جائے (۲)۔ جتنا روپیہ غبن تھا اس کو واپس کرنا لازم ہے، اب اس کو اپنے اوپر یا مشتبہ قرض تصور کر لیا جائے اور وہ روپیہ جہاں سے لیا ہے، وہیں واپس کر دے (۳)۔ دینی اداروں میں دینا

(۱) "(قوله: لتقدم حق العبد) اي: على حق الشرع لا تهاوناً بحق الشرع، بل لحاجة العبد، وعدم حاجة الشرع. ألا ترى انه اذا اجتمعت الحدود، وفيها حق العبد يبدأ بحق العبد لما قلنا، ولأنه ما من شيء إلا ولله تعالى فيه حق، فلو قدم حق الشرع عند الاجتماع بطل حقوق العباد. كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد ...: ۲/ ۴۶۲، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الإكراه، فصل: ۹/ ۲۴۳، عثمانيه)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الحج، ۱/ ۱۶۳، قديمي)

(۲) "إذا أراد الرجل أن يحج بمال حلال فيه شبهة فإنه يستدين للحج، ويقضي دينه من ماله. كذا في فتاوى قاضي خان في المقطعات" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الباب الأول: ۱/ ۲۲۰، رشيديه)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، مقدمة، ص: ۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الحج، فصل في المقطعات: ۱/ ۳۱۳، رشيديه)

(۳) "ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲/ ۳۸۵، سعيد) =

کافی نہیں، یکدم نہیں کر سکتا تو آہستہ آہستہ دے، مگر پورے روپیہ کی واپسی لازم ہے۔ کارخانہ والوں سے صاف صاف کہہ دے اور قسط وار ادا کرنے کا معاملہ کرلے، ورنہ شاید ادا کرنے کی نوبت نہ آئے، نفس رکاوٹ ڈال دے، تقویٰ تو یہ ہے کہ ہر قسم کی تنگی برداشت کرکے روپیہ واپس کردے، یہ نہ سوچے کہ سب روپیہ ایک دم واپس کرنے سے کاروبار پر اثر پڑے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۹۱ھ۔

حج مقبول ومبرور میں فرق

سوال[۱۰۵۷۷]: حج مبرور اور حج مقبول میں کیا فرق ہے؟ حج مقبول ومبرور دونوں مترادف الفاظ ہیں یا متضاد؟ اگر متضاد تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور حج نفلی مبرور اور مقبول ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقبول ومبرور کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، مبرور وہ جس میں کوئی جنایت نہ کی ہو جس سے دم یا کفارہ لازم آئے(۲)، مقبول جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے(۳)، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنایت کے

= "والحاصل: أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لايحل له، ويتصدق به بنية صاحبه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۹۹/۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر: ۳۴۹/۵، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ○ ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾ (الطلاق: ۲، ۳)

وقال الله تعالى: ﴿ولو أن أهل القرىٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركٰت من السماء والأرض﴾ (الأعراف: ۹۶)

(۲) "هو (أي: الحج المبرور) مالاجناية فيه". (فيض الباري، باب فضل الحج المبرور: ۲۲/۳، خضر راه بك ڈپو ديوبند)

"والمبرور الذي لا يخالطه إثم". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"فعلى هذا يخرج الحج من أن يكون مبروراً بارتكاب الجناية عمداً مرةً بعد أخرى، وإن كفر =

باوجود قبول ہوجائے تو مقبول ہے مبرور نہیں ہے۔کبھی جنایت سے پاک صاف ہونے کے باوجود قبول نہیں ہوتا، مثلاً: ناجائز روپیہ سے حج کیا تو وہ مبرور ہے مقبول نہیں (۱)، مبرور و مقبول کبھی ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔

حج اکبر کی تشریح

سوال [۱۰۵۷۸]: حج اکبر کی تعریف کیا ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

= عنها صاحبها ... ومن فعل شيئاً مما يحكم بتحريمه، فقد أخرجه عن أن يكون مبروراً". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنايات: ۴۳/۳، رشيديه)

(۳) "ثم القبول قسمان ... الثاني: كون الشيء يترتب عليه من وقوعه عند الله جل ذكره موقع الرضا، ويترتب عليه الثواب والدرجات". (معارف السنن شرح جامع الترمذي، أبواب الطهارة: ۲۹/۱، سعيد)

"والقبول المترتب عليه الثواب". (الدر المختار، كتاب الحج: ۴۵۶/۲، سعيد)

(وكذا في العرف الشذي على هامش الجامع الترمذي، أبواب الطهارة: ۳/۱، سعيد)

(۱) "لايلزم من صحة العمل قبوله ووجود ثوابه لقوله تعالى: ﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾". (مرقاة المفاتيح، حديث النية المسمى بطليعة كتب الحديث: ۱۰۰/۱، رشيديه)

"فإنه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولاتنافي بين سقوطه، وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب تارك الحج". (الدر المختار، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام: ۴۵۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۵۴۱/۲، رشيديه)

(۲) "المبرور: المقبول، وقال غيره: الذي لايخالطه شيء من الإثم، وقال الطيبي: الأقوال التي ذكرت في تفسيره متقاربة المعنى". (فتح الباري، باب فضل الحج المبرور: ۳۸۲/۳، دار المعرفة بيروت)

"والمبرور الذي لايخالطه إثم، وقيل المتقبل". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب المناسك، الفصل الأول: ۴۲۲/۵، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور حج جس میں طواف، نحر، حلق، رمی داخل ہے، اس کو حج اکبر کہتے ہیں (۱) اور سورہ توبہ کے شروع میں بھی ہے ﴿یوم الحج الأکبر﴾ (۲) اس کی تفسیر میں ابن زبیر اور ابن عباس، عطاء، طاؤس ومجاہد نے کہا کہ مراد عرفہ کا دن ہے، کیونکہ بڑے ارکان اس دن ادا ہوتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ نے کہا کہ یوم نحر مراد ہے (۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا، چونکہ اس دن یوم جمعہ واقع ہوا تھا، اس لئے اس حج کو جو جمعہ کے دن ہو، حج اکبر سے تعبیر کرنے لگے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الحج الأكبر في عرف الحديث هو الحج، وأما الحج الأصغر فالعمرة". (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الحج: ۱/۱۸۹، سعيد)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، براءة: ۳/۱۲۰، قديمي)

(وكذا في تفسير الطبري، براءة: ۱۰/۴۹-۵۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) (التوبة: ۳)

(۳) "عن معقل بن داود قال: سمعت ابن الزبير يقول يوم عرفة هذا يوم الحج الأكبر.

عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: يوم الحج الأكبر يوم عرفة. عن غالب بن عبيدالله قال: سألت عطاء عن يوم الحج الأكبر فقال: يوم عرفة، عن ابن جريج قال: أخبرني طاوس عن أبيه قال: قلنا ما الحج الأكبر؟ قال: يوم عرفة.

حدثنا عبدالوهاب عن مجاهد قال: يوم الحج الأكبر يوم عرفة.

عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: وقف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم النحر عند الجمرات في حجة الوداع فقال: هذا يوم الحج الأكبر". (تفسير الطبري، التوبة: ۱۰/۴۹-۵۳، دار المعرفة بيروت)

"قال العلامة نوح في رسالته المصنفة في تحقيق الحج الأكبر: قيل: إنه الذي حج فيه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو المشهور، وقيل: يوم عرفة جمعة أو غيرها، وإليه ذهب ابن عباس، ابن عمر وابن الزبير رضي الله تعالىٰ عنهم أجمعين". (رد المحتار، باب الهدي، مطلب في الحج الأكبر: ۲/۶۲۲، سعيد)

(۴) "إذا وافق يوم عرفة يوم جمعة غفر لكل أهل عرفة، وهو أفضل يوم في الدنيا، وفيه حج رسول الله =

کیا مکہ مکرمہ جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے؟

سوال [۱۰۵۷۹]: ایک شخص مکۃ المکرمہ میں جائے اور وہاں جاکر اپنی طرف سے عمرہ کرے یا اپنے والدین یا کسی اور کی طرف سے عمرہ کرے، تو اس پر حج واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس شخص نے ثواب کی نیت سے عمرہ کیا تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ اور اگر اس نے والدین وغیرہ کی طرف سے عمرہ کیا تو والدین وغیرہ پر حج واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ مکۃ المکرمہ کی زیارت کی غرض سے جائے، تو اس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص پر حج فرض نہیں تھا اور وہ عمرہ کی غرض سے مکۃ المکرمہ پہنچ گیا، جب کہ حج کا زمانہ بھی قریب ہے تو اس کے ذمہ حج فرض ہوگیا ہے، چاہے اپنی طرف سے عمرہ کے لئے گیا ہو یا اپنے والدین کی طرف سے (۱)۔ اگر حج کا زمانہ قریب نہیں تو اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہوا (۲)، جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا تو محض

= صلى الله تعالى عليه وسلم حجة الوداع ... فقال عمر رضي الله تعالى عنه: أشهد لقد أنزلت في يوم عيدين اثنين: يوم عرفة ويوم جمعة على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو واقف بعرفة ... قال العلامة نوح في رسالته المصنفة في تحقيق الحج الأكبر: قيل: إنه الذي حج فيه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو المشهور". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الهدي، مطلب في فضل وقفة الجمعة: ۲/۶۲۱-۶۲۲، سعيد)

(وكذا في إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الحج، الفصل الأول: ۱/۳۱۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "اعلم أن الفقير إذا وصل إلى مكة أو الميقات، فقد صرحوا بوجوب الحج عليه". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۴۶۱، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۳۸، رشيديه)

(۲) "اعلم أن الفقير إذا وصل إلى مكة أو الميقات، فقد صرحوا بوجوب الحج عليه، لكن هل يشترط حصوله في أشهر الحج أولا، فمتى وصل وجب عليه؟ ومثله أهل مكة لم أجد تصريحاً فيه، وإطلاقهم الفقير إذا وصل إلى الميقات، وجب عليه يدل على عدم اشتراط شهر الحج. وكذلك عبارة الطحاوي ظاهرة في ذلك واشتراطهم إدراك الوقت ظاهر، وصريح في اشتراط الأشهر في حقه ... والحاصل: =

اس میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کے ذمہ قربانی واجب نہیں ہوئی (۱)، اگر کسی نے روپیہ دے کر عمرہ یا حج بدل کے لئے بھیجا ہے اور خود اس کے پاس روپیہ اتنا نہیں ہے، تو یہ عمرہ یا حج اس شخص کی طرف سے کرے، اس پر حج فرض نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۶/۱۳۹۹ھ۔

قرض لے کر حج کرنا

سوال [۱۰۵۸۰]: ایک شخص قرض جات کے بارگراں سے دبا ہوا ہے، لیکن اس کے پاس سرمایہ (جائیداد اس قدر ہے کہ اس کو چکانے کے بعد بھی اتنا پس انداز ہوتا ہے) کہ اس سے مصارف حج پورے ہوسکیں اور اس کے اہل وعیال جن کا کہ وہ سرپرست ہے، اس کی غیر حاضری میں اچھے ڈھنگ سے گزربسر اوقات کرسکیں، نیز واپسی حج کے بعد وہ فارغ البال بھی رہے، کیا ایسے شخص پر حج بیت اللہ فرض ہے؟ اس سلسلہ میں یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ اگر وہ اپنے بارگراں کو بعد واپسی ہی چکادے تو کیا حرج ہے؟ چونکہ موجودہ حالات

= أن من اشترط إدراک الوقت يشترط علی قوله وصوله في الأشهر، وعلی قول من لايشترط إدراک الوقت يجب عليه وإن وصل في غير الأشهر" (إرشاد الساري إلی مناسک الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۴۵، ۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في إرشاد الساري إلی مناسک الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۹۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في حج الصرورة: ۲/۶۰۳، سعيد)

(۱) "وفي أجناس الناطفي: قال أبوحنيفة رحمه الله تعالی: الموسر الذي له مائتا درهم، أو عرض يساوي مائتي درهم سوی المسكن والخادم والثياب الذي يلبس، ومتاع البيت الذي يحتاج إليه. هذا إذا بقي له إلی أن يذبح الأضحية" (خلاصة الفتاوی، كتاب الأضحية، الفصل الثاني: ۴/۳۰۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۵/۲۹۲، رشيدية)

(۲) "أن الصرورة الفقير لايجب عليه الحج بدخول مكة" (إرشاد الساري إلی مناسک الملا علي القاري، باب الحج عن الغير، فصل، ص: ۴۹۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۳، سعيد)

میں بالفرض محال اگر وہ اپنی جز وجائیداد ہی کو فروخت کرے گا تو وہ کم داموں میں فروخت ہوگی اور اغلب یہ ہے کہ فوری طور پر کوئی خریدنے کو آمادہ ہی نہ ہو، مزید براں پبلک بُرا تصور کریں گے کہ فلاں اپنی زمین فروخت کر کے حج کو جارہا ہے، موجودہ زمانے کی روشنی میں اگر وہ احتیاطاً وصیت کرے کہ میرے جائز ورثاء میری جائیداد میں سے ایسی قرضہ جات ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے، تو بعد ہی میں ادا کرنے میں کیا قباحت ہے، یعنی اس کی اقتصادی حالت اس کے سرمایہ سے بہتر ین ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ قاعدہ کے اندر اس کا منجمنٹ ہو، جس کا وہ کسی مجبوری الاکن سے اہل نہ ہو پاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ بعض قرضہ جات اس قسم کے ہیں، جو عدالت میں چل رہے ہیں، جن میں اس نے اعتراض کررکھے ہیں کہ وہ مطالبات گورنمنٹ فوری طور سے سائل کے نام دیئے گئے ہیں، جو ہنوز طے نہیں پائے ہیں، غیر میعادی طور سے ہوبھی سکتا ہے، وہ ایک سال تک زیر معتدی رہے، اگر دست گردہ (۱) اورادھار بھی ہو، جس سے روپیہ لیا ہو، وہ کہہ دے کہ ایک سال یا دو سال پیچھے چکا دینا، ایسی مشکل ہے بھی کیا برائی ہے؟ کہ غیر مشروط میعاد تک اس کی ادائیگی ملتوی رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ پاک نے جب اتنی وسعت اور گنجائش دے رکھی ہے تو اس کو حج ہی کر لینا چاہیے تاخیر نہ کرے۔ اپنی دوسری حوائج کے لئے قرض لیتا ہی ہے اور لے ہی رکھا ہے اور ادائیگی کے واسطے خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے (۲)،

---

(۱) ''دست گرداں۔ بغیر تحریر کے قرضہ، بغیر کسی لکھت کے ادھار، یک و مالی''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۶۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''وأما قوله عليه الصلاة والسلام: ''فدين الله أحق'' ولذا قلنا لا يستقرض ليحج إلا إذا قدر على الوفاء''. (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد ...: ۲/ ۴۶۲، سعيد)

''عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: أتى رجل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ..... قال: ''فاقض دين الله، فهو أحق بالقضاء''. متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الأول: ۱/ ۲۲۱، قديمي)

''إذا أراد الرجل أن يحج بمال حلال فيه شبهة، فإنه يستدين للحج، ويقضي دينه من ماله''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الأول: ۱/ ۲۲۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، فصل في المقطعات: ۱/ ۳۱۳، رشيديه)

آپ حج میں تاخیر نہ کریں، جس سے روپیہ لیں، اس کو تحریر لکھ کر کام پختہ کردیں (۱) کہ اس کا روپیہ ضائع نہ ہو، موت وحیات کا معاملہ سب کے ساتھ ہے، کسی معتبر آدمی کو ادائے قرض کا ذمہ دار بنادے کہ اگر میں ادا نہ کرسکا، تو تم فلاں جائیداد کے ذریعے سے ادا کردینا (۲)، یہ اعتراض کہ قرض لے کر حج کیا ہے، وزنی نہیں، جب آدمی اپنا اور اہل وعیال کا حق قرض لے کر پورا کرتا ہے اور پھر قرضہ ادا کردیتا ہے، تو خدائے پاک کا حق ادا کرنے میں کیا اعتراض ہے۔

"فرض مرة على الفور على مسلم، حر، مكلف، صحيح، بصير، ذي زاد، وراحلة، فضلاً عن مالابد ومنه المسكن ومرمته، ولو كبيراً يمكنه الاستغناء ببعضه، والحج بالفاضل، فإنه لايلزمه بيع الزائد، نعم! هو الأفضل. اهـ" (درمختار)

قوله ومنه المسكن أي: الذي يسكنه هو أو من يجب عليه مسكنه بخلاف الفاضل عنه من مسكن أو عبد أو متاع أو كتب شرعية أو آلية كعربية، أما نحو الطب والنجوم وأمثالها من الكتب الرياضية، فتثبت بها الاستطاعة، وإن احتاج إليها كما في "شرح اللباب عن التاترخانية". قوله لا يلزمه بيع الزوائد؛ لأنه لا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه، ولو كان عنده طعام سنة، ولو أكثر لزمه بيع الزائد إن كان فيه وفاء كما في "اللباب وشرحه" اهـ. (شامی نعمانیه: ۲/۱۴۳، ۱۴۴)(۳).

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾ الخ. (البقرة: ۲۸۲)

(۲) "وينبغي أن يقضي ما أمكنه من ديونه، ويوكل من يقضي مالم يتمكن من قضائه". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، ص: ۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"وإن كفل بغير إذن الغريم لا يخرج إلا بإذن الطالب وحده". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الأول: ۱/۲۲۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۴۶۵، سعيد)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۴۶۵-۴۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۳۷-۵۳۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الحج، الفصل الأول: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الأول: ۱/۲۱۷، رشيديه)

کیا حج کے لئے والد سے اجازت لینی چاہیے؟

سوال [۱۰۵۸۱]: آج کل چند ماہ سے میں دمام سعودیہ رہ رہا ہوں، میں نے والد صاحب کو خط لکھا کہ آپ اس سال حج کو چلے جاویں، مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا میں مدد کروں گا، ابا نے جواب دیا کہ میں تین ہزار روپے کا مقروض ہوں، جب تک ادا نہ ہو جائے ناممکن ہے، میں نے فوراً لکھا کہ یہ قرض میں ادا کردوں گا، اس کے علاوہ حج کے سلسلہ میں بھی ایک دو ہزار کی مدد کروں گا، مگر ابا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، حالانکہ مجھ کو معلوم ہوا کہ ابا کو میرا خط ملا تھا، جب کہ میں اپنے ذمہ کا قرض ادا کرنے میں ہی پریشان ہوں اور بچوں کے اخراجات کی الگ پریشانی ہے، ۵،۶ بچے بچیاں ہیں، میرے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے، صرف محنت ومشقت سے مزدوری کا سہارا ہے، اب یہ کوشش کر رہا ہوں کہ قرض ادا کر کے حج کو جاؤں، کیونکہ یہاں سے حج کرنے میں آسانی اور خرچ بھی کم ہی ہے۔

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرلوں، اب اگر ابا کو اجازت کے لئے خط لکھوں تو ہوسکتا ہے جواب بھی نہ دیں، ایسی حالت میں کیا حج کے لئے بھی والدین کی اجازت ضروری ہے، اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حالانکہ ہم دو بھائی ہیں اور ماشاء اللہ بڑے بھائی ہماری طرح سے خوش حال ہیں، کافی زرو جائیداد والے ہیں، میرے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے، صرف محنت ومشقت سے مزدوری کا سہارا ہے، والد صاحب کے پاس بھی کافی جائیداد ہے اور سب کی مجھ کو کوئی فکر نہیں، اطلاعاً عرض ہے کہ آپ کو ساری بات معلوم ہونی چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر کردہ حالات کے پیش نظر آپ حج کرسکتے ہیں، بلکہ حج کرلیں والد صاحب کی اجازت پر موقوف نہ رکھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "وفي الخلاصة معزياً إلى العيون: إذا أراد الابن أن يخرج إلى الحج، وأبوه كاره لذلك، إن كان الأب مستغنياً عن خدمته فلا بأس به، وإن كان محتاجاً يكره، وكذا الأم". (البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۴۳، رشيدية)

سعودیہ میں رہ کر حج کرنے والے اور باہر سے آنے والے میں سے کس کو ثواب زیادہ ملے گا؟

سوال [۱۰۵۸۲]: ایک شخص بسلسلہ روزگار سعودیہ میں مقیم ہے اور وہ کتنے حج کرسکتا ہے؟ اور آیا اس کا حج اس طرح مقبول حج ہوگا، جس طرح کہ ایک شخص پاکستان یا بھارت سے حج کے لئے سفر کرتا ہے اور مزید یہ کہ یہ شخص اگر مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقیم ہے، کیا اس کا حج بھی اتنا ہی مقبولیت والا ہے، جتنا کسی دوسرے ملک سے سفر کرنے والے کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر سال بھی حج کرسکتا ہے، مدینہ طیبہ سے بھی ہر سال حج کرسکتا ہے، مقبولیت کے سلسلہ میں دو چیزیں ہیں: ایک مال زیادہ خرچ کرنا اور سفر بعید کی مشقت برداشت کرنا (۱)، یہ چیز تو ظاہر ہے کہ پاکستان اور بھارت والوں اور دوسرے ممالک بعید والوں کے لئے زیادہ ہیں، دوسری چیز ہے رضائے باری تعالیٰ، اس کا مدار اخلاص پر ہے، جس میں اخلاص زیادہ ہوگا، وہ زیادہ خوشنودی کا ذریعہ ہوگا، اخلاص ایک قلبی کیفیت ہے، جس کا علم

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الحج، ص: ۷۲۶، قديمي)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحج: ۲/ ۴۱۲، عثمانيه)

(۱) "قال الإمام القرطبي رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: ﴿وأذن في الناس بالحج يأتوك رجالاً وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق﴾".

الخامسة: وذهب غيرهم إلى أن المشي أفضل لما فيه من المشقة على النفس". (الجامع لأحكام القرآن، الحج: ۲۷: ۱۲/ ۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وهو أفضل لحديث فقال: "يا آل محمد أهلوا بحجة وعمرة معاً، ولأنه أشق".

(الدرالمختار). "(قوله: ولأنه أشق) لكونه أدوم إحراماً وأسرع إلى العبادة، وفيه جمع بين النسكين".

(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب القران: ۲/ ۵۲۹-۵۳۰، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج، باب القران: ۲/ ۶۲۲، رشيديه)

خدائے پاک کو ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) ''الإخلاص في الطاعة ترك الرياء، ومعدنه القلب، وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان''. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۵، سعيد)

''ولا ينفع من الأعمال كلها إلا ما كان لوجه الله خالصاً''. (بستان الواعظين ورياض السامعين، مجلس: ۱۶: ۱/ ۲۶۳، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

قال الله تعالى: ﴿قال إنما يتقبل الله من المتقين﴾ (المائدة: ۲۷)

''يجب أولاً على من أراد الحج إخلاصه لله تعالى، فإنه سبحانه لايقبل إلا الخالص لوجهه الكريم''. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، مقدمة، ص ۴، دار الكتب العلمية بيروت)

''ورجح في ''البزازية'' أفضلية الحج لمشقته في المال والبدن جميعاً، قال: وبه أفتى أبو حنيفة حين حج وعرف المشقة''. (الدر المختار، كتاب الحج، باب الهدي: ۲/ ۶۲۱، سعيد)

باب اشتراط المحرم للمرأة

(عورت کے لئے محرم کا بیان)

نامحرم کو سفرِ حج میں ساتھ لے جانا

سوال [۱۰۵۸۳]: غیر محرم عورت کو ساتھ لے کر حج میں جانے میں کوئی گنجائش نکلتی ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں بیوہ ہیں اور کوئی محرم بھی ان کے نہیں ہے، اگر ناجائز ہے تو پھر ان کو حج ادا کرنے کی کیا سبیل ہے؟ نیز بعض علمائے دین کے واقعات اس قسم کے ہیں کہ انہوں نے یا تو کسی غیر محرم کے ساتھ کسی غیر محرم عورت کو حج کے لئے بھیجا ہے، مثلاً: یہاں بھیسانی کا ایک واقعہ ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سے ایک عورت کو کانپور کے کچھ حاجیوں کے ساتھ بھیجا اور علمائے دین کے وفد میں کچھ لوگوں کے ساتھ غیر محرم عورت تھی، مگر انہوں نے کسی قسم کی نکیر نہیں کی۔ اس طرح کی باتوں سے عام رجحان یہ پیدا ہو گیا ہے کہ حج میں غیر محرم کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس مسئلہ میں کہاں تک گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو بغیر محرم یا بغیر شوہر کے سفر کرنا منع ہے، خواہ مشتہات ہو خواہ غیر مشتہات ہو(۱)، بیوہ کے ساتھ

---

(۱) "من شرائط الأداء في خصوص حق النساء (المحرم الأمين) وهو كل رجل مأمون عاقل بالغ مناكحتها حرام عليه بالتأبيد، سواء كان بالقرابة أو الرضاعة والصهرية، والزوج للمرأة إذا كانت على مسافة السفر من مكة.

وقال المحشي رحمه الله تعالى: قوله: للمرأة عجوزاً كانت المرأة أو شابة أو صبية بلغت حد الشهوة". (إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۶۱-۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحج: ۲/۴۶۴، سعيد) .... =

کوئی محرم نہ ہو، تو وہ نکاح کرے(۱)۔

ایک واقعہ میرے علم میں بھی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ حج فرمایا، ایک عالم زیارت وملاقات کے لئے آئے اور اپنی عزیزہ کو مکان پر پہنچا گئے، جس کی حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/ ۵۵۱-۵۵۳، رشيديه)

(۱) بیوہ کے ساتھ اگر سفر حج کرنے کے لئے محرم نہ ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ اس اختلاف پر مبنی ہے کہ وجود محرم وزوج شرط وجوب ہے یا وجوب ادا، علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرط وجوب ہونے کو ترجیح دی ہے، پس امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر عورت کے ساتھ حج کرنے کے لئے محرم نہ ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے، جیسے کہ مرض اور خوف طریق کی صورت میں اس کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے۔ (فتح القدير، كتاب الحج: ۲/ ۴۲۲، رشيديه)

علامہ کاسانی اور قاضی خان رحمہا اللہ تعالیٰ نے وجود محرم وزوج کے شرط وجوب ہونے کو ترجیح دی ہیں اور انسان پر شرط کا حاصل کرنا واجب نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ "إذا وجد الشرط وجد المشروط" جیسے کہ فقیر آدمی پر حج کے لئے کمانا واجب نہیں، اسی طرح جس عورت کا محرم یا زوج نہ ہو، اس پر حج کے لئے نکاح کرنا واجب نہیں۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحج: ۲/ ۳۰۰، رشيديه)

(فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج: ۱/ ۲۸۳، رشيديه)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پوری بحث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ صاحب لباب رحمہ اللہ تعالیٰ نے وجود محرم وزوج کو شرط ادا قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ عورت کے ساتھ اگر سفر حج کے لئے محرم نہ ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب نہیں، کیونکہ نکاح کرنے کی صورت میں اس کا مقصد پھر بھی حاصل نہ ہوگا، کیونکہ شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ حج کے لئے نہ جائے۔ (رد المحتار، كتاب الحج: ۲/ ۴۶۴، ۴۶۵، سعيد)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ قول وجوب تزوج راجح ہے اور قول عدم وجوب تزوج ارجح واوسع ہے (اس لئے کہ جن کے ہاں وجود محرم شرط وجوب ادا ہے، ان کے ہاں بھی ایک قول عدم وجوب تزوج کا ہے كما مر عن صاحب اللباب)، لہٰذا جس عورت کے ساتھ محرم نہ ہو، اس پر سفر حج کے لئے نکاح کرنا واجب نہیں۔

باقی حضرت مفتی صاحب کا جواب کہ "بیوہ کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو تو وہ نکاح کرے" بطور مشورہ اور تدبیر کے لئے ہے جیسے کہ زبدۃ المناسک (حج فرض ہونے کی شرطیں ص ۳۳، سعید) میں مذکور ہے نہ کہ بطور ایک امر کے، كما ثبت فيما تقدم

تعالیٰ کو خبر نہیں ہوئی، جب جملہ اہل وعیال گاڑی میں سوار ہوئے اور ٹکٹوں کا حساب کیا گیا، تو ایک ٹکٹ حساب سے زائد تھا، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان عالم صاحب کی عزیزہ بھی ساتھ ہیں، یہ ان کا ٹکٹ ہے، اس پر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناگواری کا اظہار فرمایا کہ انہوں نے مجھے خبر تک نہیں کی کہ میں نامحرم کو ہرگز ساتھ نہ لے جاتا، بلکہ واپس کردیتا، اس پر بعض رفقائے سفر کے مسئلہ دریافت کرتے پر حضرت نے فرمایا کہ ''نامحرم کو ساتھ لے جانا درست نہیں، لیکن جب وہ ساتھ ہوگئی تو اپنے بچوں کی طرح اس کی خبرگیری بھی ہمارے ذمہ لازم ہوگئی''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۵ھ۔

رضاعی بیٹی کے شوہر کے ساتھ سفرِ حج

سوال [۱۰۵۸۴]: اگر ایک عورت اپنا دودھ پلائی ہوئی عورت کے شوہر کے ساتھ جب کہ دوسرا آدمی سفر کرنے کو تیار نہیں ہے سفرِ حج میں جائے، درآں حالیکہ وہ دودھ پلائی ہوئی عورت بھی حج کرنے اس قافلہ میں جارہی ہو، تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو، سفرِ حج کرنا مکروہ ہے، بچے کو دودھ پلانا سفر سے مانع نہیں۔ ایک عورت نے اگر کسی بچی کو دودھ پلایا ہو تو وہ رضاعی بیٹی ہوگئی اور اس کا شوہر داماد ہوگیا، اس سے نکاح درست نہیں، ایسے داماد کے ساتھ سفر کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو صهرية". (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع: ۲/ ۴۶۴، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/ ۵۵۱، رشيديه)

البتہ اس زمانے میں رضاعی، سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حج کے لئے نہ جانا بہتر ہے۔ =

بہن اور بہنوئی کے ساتھ سفرِ حج

سوال[۱۰۵۸۵]: حج کے سفر کے لئے بیوی مستورات کس کس رشتہ دار کے ساتھ سفرِ حج کرسکتی ہے؟ شوہر کی بہن (یعنی نند) اور اس کا شوہر، کیا اس کے ساتھ سفرِ حج کرسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو اپنے محرم (باپ، بھائی، چچا، ماموں وغیرہ) اور اپنے شوہر کے ساتھ سفرِ حج میں جانا چاہیے، بغیر ان کے بہنوئی، نندوئی وغیرہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں، اگرچہ ان کے ساتھ بہن اور نند وغیرہ بھی ہوں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "... مگر اس زمانہ میں سسرالی رشتہ اور دودھ کے رشتہ سے احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے ان لوگوں کے ساتھ حج نہ کیا جائے"۔ (معلم الحجاج، شرائط وجوب ادا، ص: ۹۰، مکتبہ تھانوی)

(وكذا في عمدة الفقه، كتاب الحج، شرائط وجوب ادا: ۴/ ۵۱، زوار اکیڈمی)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: نامحرم کو سفرِ حج میں ساتھ لے جانا، رقم الحاشية: ۱

باب في واجبات الحج وسننه

(واجبات وسننِ حج کا بیان)

ایک محرم کا دوسرے محرم کا سر مونڈنا

سوال[۱۰۵۸۶]: حج میں سر منڈانا ضروری ہے، اس وقت کوئی حاجی جو ابھی حلال نہیں ہوا ہے، کسی محرم کا سر مونڈے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

احرام سے حلال کرنے کے لئے ایک محرم دوسرے محرم کا سر مونڈے تو کوئی حرج نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۲ھ۔

اپنے بال خود کاٹنا

سوال[۱۰۵۸۷]: عورت اپنے بال اپنے ہی ہاتھ سے کاٹ لے یا حلال شدہ عورت سے بال کٹوائے؟

---

(۱) "(وإذا حلق) أي: المحرم (رأسه) أي رأس نفسه (أو رأس غيره) أي: ولو كان محرماً (عند جواز التحلل) أي: الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك (لم يلزمه شيء) الأولى لم يلزمها شيء". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في الحلق والتقصير، ص: ۲۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"ولو حلق رأسه، أو رأس غيره من حلال أو محرم، جاز له الحلق لم يلزمهما شيء". (غنية الناسك في بغية المناسك، فصل في الحلق، ص: ۱۷۴، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في معلم الحجاج، ص: ۱۸۳، مكتبه تهانوى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۳ھ۔

سِلی ہوئی تھیلی احرام میں رکھنا

سوال[۱۰۵۸۸]: جب حاجی احرام باندھتے ہیں تو وہ چادر ہی ہوتی ہے، سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت ہے، لیکن روپیہ کی حفاظت ایسی حالت میں مشکل ہے، اگر ان کو سلی ہوئی تھیلی میں رکھ لیا جائے، تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس پر دم تو واجب نہیں ہوگا؟ نیز اگر دھاگوں کی بنی ہوئی تھیلی میں رکھ لے جو سلی ہوئی نہیں ہوتی یا پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ لے اور اپنے پاس رکھے تو ایسی تھیلیوں کے اندر روپیہ رکھنا حالت احرام میں کیسا ہے؟ تینوں شکلوں کا حکم ارشاد فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محرم کو ان تین طریقوں پر رکھنا درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۳ھ۔

عورت کا رات کو کنکریاں مارنا

سوال[۱۰۵۸۹]: جمرہ میں کنکری مارنے کے لئے اگر عورتیں رات کو کنکری ماریں تو جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان: ''ایک محرم کا دوسرے محرم کا سر مونڈنا''۔

(۲) ''فیجوز ...... وشدهمیان في وسطه ومنطقة وسیف وسلاح وتختم "زیلعي" لعدم التغطیه واللبس''. (الدرالمختار). ''(قوله: شدهمیان) هو شيء یشبه تکة السراویل، یشد علی الوسط وتوضع فیه الدراهم "شمني". وفي القاموس هو التکة والمنطقة وکیس للنفقة یشد في الوسط''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۴۹۰، ۴۹۱، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۵۷۰، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الحج: ۱/۳۹۸، مکتبه غفاریه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہجوم کی وجہ سے دن کوموقع نہ ملے تو رات کوان کے لئے گنجائش ہے(۱)، ورنہ رات کومکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۳ھ۔

حج اور عمرہ میں زبان سے نیت کرنا

سوال[۱۰۵۹۰]: مدرسہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے حج اور عمرہ نام کی ایک کتاب شائع ہوچکی ہے، جس میں حج اور عمرہ کے ضروری احکامات کو بیان کیا گیا ہے، ہم نے اس کا بغور مطالعہ کر کے ایک مسئلہ کے بارے میں پیچیدگی پائی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے: کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸ میں حج اور عمرہ کا تفصیلی بیان شروع کیا گیا ہے، سب سے پہلے نیت کا بیان تحریر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ عمرہ اور حج کے موقع پر دل سے نیت کرنے کے علاوہ الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں گے، عمرہ اور حج کے علاوہ دوسری عبادات

---

(۱) "قلت: وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمي، فمقتضاه أنه لو دفع ليلاً ليرمي قبل دفع الناس وزحمتهم لا شيء عليه". (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في الوقوف بمزدلفة: ۲/ ۵۱۱، سعيد)

"وقته من الفجر إلى الفجر، ويسن من طلوع ذكاء لزوالها، ويباح لغروبها؟ ويكره للفجر". (الدرالمختار). "(قوله: ويكره للفجر) أي: من الغروب إلى الفجر، وكذا يكره قبل طلوع الشمس بحر، وهذا عند عدم العذر فلا إساءة برمي الضعفة قبل الشمس، ولا برمي الرعاة ليلاً كما في الفتح".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في رمي جمرة العقبة: ۲/ ۵۱۵، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۵۱۳، عثمانيه)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۶۱۱، رشيديه)

(۲) "فلو رمى ليلاً صح وكره". (البحرالرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۶۱۰، رشيديه)

"والحاصل: أنه لو أخر الرمي في غير اليوم الرابع يرمي في الليلة التي تلي ذلك اليوم الذي أخر رميه وكان أداءً؛ لأنها تابعة له، وكره لتركه السنة". (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في رمي الجمرات الثلاث: ۲/ ۵۲۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الخامس: ۱/ ۲۳۳، رشيديه)

مثلاً: نماز، روزہ، طواف وغیرہ میں نیت زبان سے ادا کرنا بدعت قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھتے وقت نیت کے الفاظ زبان سے ادا کئے ہیں، اس لئے حج اور عمرہ میں نیت زبان سے ادا کرنا سنت کی اتباع ہے اور دیگر عبادات مثلاً: نماز، روزہ، طواف وغیرہ کی نیت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین سے زبان سے ادا کرنے کی صورت میں ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے مسلم، مشکوۃ کے درج ذیل حدیث کے ضمن میں لاکر صدیوں بعد کی ایجاد قرار دی گئی ہے۔ "کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات صحیح ہے کہ نماز کی نیت کے لئے زبان سے الفاظ کا کہنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں (۱)، درحقیقت نیت نام ہے ارادہ قلبی کا (۲)، بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر خیالات اور وساوس کا

---

(۱) "علمني يا رسول الله! فقال: إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة فكبر، ثم اقرء" الحديث. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الأول: ۱/۷۵، قديمي)

"إذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين الخ".

قال ابن عابدين: "قوله: (لم ينقل الخ) في الفتح ... لم يثبت عنه صلى الله تعالى عليه وسلم من طريق صحيح ولا ضعيف أنه كان يقول عند الافتتاح أصلي كذا، ولا عن أحد من الصحابة والتابعين، زاد في الحلية: ولا عن الأئمة الأربعة، بل المنقول أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا قام إلى الصلاة كبر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، بحث النية: ۱/۴۱۶، سعيد)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب مايقول عند افتتاح الصلاة: ۱/۱۸۵، رقم الحديث: ۲۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "النية هي الإرادة ... والإرادة عمل القلب". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الكلام في النية: ۱/۳۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۵، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، بحث النية: ۱/۴۱۴، سعيد)

ہجوم رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادۂ قلبی کو مستحکم و مستحضر نہیں کرسکتے، ان کے لئے الفاظ کا ادا کردینا کافی قرار دیا گیا ہے(١)، اگر کوئی شخص زبان سے الفاظ نہ کہے دل میں ارادہ کرے، تو بھی بلاشبہ اس کی نماز درست ہے(٢)، اس صورت میں الفاظ ادا کرنے کو بدعت، ضلالت قرار دینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ١٨/٥/١٤٠٠ھ۔

رکنِ یمانی کو دُور سے اشارہ کرنا

سوال[١٠٥٩١]: رکن یمانی سے دورطواف کے وقت رکن یمانی کو کس کس طرح کیا جائے، کیا اشارہ یا مس کرتے وقت دور سے تکبیر پڑھی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جائے گا، نہ ہاتھوں کو چوما جائے گا، بلکہ رکن یمانی سے قریب ہونے کی حالت میں بھی اس کو نہیں چوما جائے گا۔

"واستلم الركن اليماني، وهو مندوب، لكن بلا تقبيل". درمختار مع

(١) "والمعتبر فيها عمل القلب ... إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فيكفيه اللسان، مجتبى".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤١٥، سعيد)

"(والمعتبر فيها عمل القلب) أي. لا عمل اللسان حتى لو أخطأ اللسان لا يضر ... قوله: فيكفيه اللسان) وحينئذ صار أصلاً". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/١٩٣، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة: ١/٨٠، سعيد)

(٢) "والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي، أما الذكر باللسان فلا معتبر به". (الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٩٥، رحمانيه لاهور)

"والمعتبر فيها عمل القلب ... فلا عبرة للذكر باللسان". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤١٥، سعيد)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ١/٦٨، قديمي)

هامش الشامي نعمانيه: ۲/۱٦۹). وقوله واستلم الركن اليماني أي: في كل شوط، والمراد بالاستلام هنا لمسه بكفيه أو بيمينه دون يساره بدون تقبيل وسجود عليه، ولانيابة عنه بالإشارة عند العجز عن لمسه للزحمة اه" (شامي نعمانيه: ۲/۱٦۹)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

استلامِ حجرِ اسود دُور سے کرنے کا طریقہ

سوال[۱۰۵۹۲]: حجر اسود کا استلام دور سے اشارۃً کس طرح کیا جائے؟ حنفی، شافعی اور دیگر ائمہ کا کیا فتویٰ ہے؟ جواب صحیح بحوالہ کتب دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر حجر اسود کو چھونے کا موقع نہ ملے، بلکہ دور سے طواف کرنے کی نوبت آئے، تو جس وقت حجر اسود کے سامنے پہنچے، تو دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں، پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لے یہ تصور کرے کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر چومے ہیں اور تکبیر، تحمید، تہلیل صلوۃ وسلام بھی اس وقت پڑھے۔

"وإن عجز عنهما أي: الاستلام والإمساس استقبله مشيراً إليه بباطن كفيه، كأنه واضعهما عليه، وكبر، وهلل، وحمد الله تعالى، وصلى الله على

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۴۹۸، سعيد)

"وأما اليماني فيستحب أن يستلمه ولا يقبله". (البحرالرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۵۷۹، رشيديه)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب دخول مكة، فصل في مستحباته، ص ۱۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۵۷۹، رشيديه)

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم يقبل كفيه" درمختار مع هامش الشامي نعمانيه: ٢/١٦٦(١)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(١) (الدر المختار، كتاب الحج: ٢/٤٩٣، سعيد)

"ويبدأ بالحجر الأسود ويستلمه، والاستلام أن يضع كفيه على الحجر، ويقبله، ...... وإن لم يقدر على الاستلام والتقبيل من غير إيذاء أحد لا يستلمه، ولايقبله، بل يستقبله، ويشير إليه بباطن كفيه ...... وكبر، وهلل، وحمد الله، وصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الثالث: ٢/٤٣٧، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ٢/٥٧٢، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الحج، فصل في كيفية ترتيب أفعال الحج، ص: ٤٣٧، قديمى)

باب في أحكام الحج

(حج کے احکام کا بیان)

طواف زیارت کر کے منیٰ آنا

سوال[۱۰۵۹۳]: ۱..... طواف زیارت اگر بعد میں کرے اور منیٰ میں رُکا رہے تو یہ افضل ہے یا مکہ جا کر طواف زیارت کر کے منیٰ میں پھر آئے، بہتر طریقہ کون سا ہے؟

۲..... کیا منیٰ میں ٹھہرنا ضروری ہے یعنی واپسی کے وقت جمرہ وغیرہ کو کنکریاں مار کر چلا جائے اور پھر نہ آئے یا پھر طواف زیارت کے بعد منیٰ آ کر ٹھہرے، کون سا طریقہ بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... افضل یہ ہے کہ دس تاریخ کو طواف زیارت کر کے منیٰ آ جائے، اس کی بھی اجازت ہے کہ دس اور گیارہ کو منیٰ میں رہے، بارہ تاریخ کو مکہ معظمہ جا کر طواف کرے(۱)۔

۲..... نمبر ا میں جواب آ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۳ھ۔

---

(۱) "وطواف الزيارة أول وقته بعد طلوع الفجر يوم النحر وهو فيه أي: الطواف في يوم النحر الأول أفضل، ويمتد وقته إلى آخر العمر، فإن أخره عنها أي: أيام النحر كره تحريماً، ووجب دم لترك الواجب، ثم أتى منى". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۵۱۸، سعيد)

"وإذا فرغ من الرمي والذبح والحلق يوم النحر أي: أول أيامه فالأفضل أن يطوف للفرض في يومه ذلك، وهذا باتفاق العلماء وإلا ففي الثاني أو في الثالث ثم لا أفضلية بل الكراهة". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، باب طواف الزيارة، ص: ۲۵۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الحج، الفصل الثالث: ۳/۲۵، مكتبه غفاريه كوئته)

عورتیں اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھیں یا حرم میں؟

سوال[۱۰۵۹۴]: عورتیں نمازوں کے لئے حرم شریف میں جاویں یا اپنی قیام گاہ پر پڑھیں، افضل کیا ہے؟ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ صبح اور عشاء کی نماز حرم میں پڑھیں، کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے پردہ بھی ہے اور حرم میں آنے جانے میں سہولت بھی ہے، اول وقت چلی جائیں اور آخر میں باہر آئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو مکان پر نماز پڑھنا بہتر ہے ہر نماز کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورتیں فجر کی نماز کہاں پڑھیں اور رمی جمرہ عقبہ کس وقت کریں؟

سوال[۱۰۵۹۵]: عورتیں دسویں کی رمی کس وقت کریں؟ اور صبح کی نماز کہاں پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتیں فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھیں اور جمرۃ العقبہ کی رمی طلوع آفتاب کے بعد کریں، زوال کے بعد بھی گنجائش ہے، کوئی عذر ہو تو بعد نمازِ فجر قبل طلوعِ شمس بھی کرسکتی ہیں۔ كذا في ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن صلوتها في بيتها خير من صلوتها في مسجدي". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب العيدين: ۸/۸۸، إدارة القرآن كراچی)

"عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي: أنها جاء ت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني أحب الصلاة معک؟ قال: قد علمت إنک تحبين الصلاة معي، وصلاتک في بيتک خير لک من صلاتک في حجرتک ...... من صلاتک في مسجدي، قال: فأمرت فبنى لها مسجد في أقصى شيء من بيتها وأظلمه، فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عزوجل". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۶۵۵۰: ۷/۵۱۴، ۵۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في احسن الفتاوی، كتاب الحج: ۴/۵۴۴، سعيد)

(۲) "وصلى الفجر بغلس لأجل الوقوف ثم وقف بمزدلفة، ووقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس=

حالتِ حیض میں طواف زیارت کرنا

سوال[۱۰۵۹۲]: زینب اپنے زوج کے ہمراہ ۱۹۷۳ء میں پاکستان سے حج کو گئی تھی، زینب جب عرفات سے منیٰ شریف کو آگئی اور جمرۃ العقبیٰ کی رمی کی، تو فوراً اس کو حیض آگیا (یہ حیض دس دن تک رہتا ہے) زینب اور اس کے زوج کی تاریخ روانگی ۱۳/ ذی الحجہ ہے، اب زینب کا طواف زیارت باقی ہے، جب زینب کو مکہ مکرمہ میں اتنا وقت نہیں ملا کہ پاک ہوجائے اور غسل کر کے طواف زیارت ادا کرے، تو زینب نے اپنی رائے اور اجتہاد کے متعلق غسل کر کے حرم شریف کو چلی گئی اور طواف زیارت کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر دوسرا طواف شروع کیا کہ یہ طواف الوداع کرتی ہوں، دوسرے طواف الوداع سے فارغ ہو کر نماز پڑھ لی اور ۱۳ تاریخ کو جدہ روانہ ہو گئے، اب سوال یہ ہے کہ کیا زینب کا یہ طواف زیارت صحیح ہے یا بدنہ واجب ہے اور پاکستان میں زینب زوج پر حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں زینب پر ایک بدنہ بحالت حیض طواف زیارت کرنے کی وجہ سے لازم ہوا اور ایک

= ولو ماراً كما في عرفة، لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لا شيء عليه". (الدر المختار). "(ثم وقف) هذا الوقوف واجب عندنا لاسنة، والبيتوتة بمزدلفة سنة مؤكدة إلى الفجر ... وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمي، فمقتضاه أنه لو دفع ليلاً ليرمي قبل دفع الناس وزحمتهم لا شيء عليه، لكن لاشك أن الزحمة عند الرمي، وفي الطريق قبل الوصول إليه أمر محقق في زماننا، فيلزم منه سقوط واجب الوقوف بمزدلفة، فالأولى تقييد خوف الزحمة بالمرأة، وقال بعد صفحتين: (قوله ويكره للفجر) أي من الغروب إلى الفجر، وكذا يكره قبل طلوع الشمس، بحر. وهذا عند عدم العذر فلا إساءة برمي الضعفة قبل الشمس، ولا برمي الرعاة ليلاً كما في الفتح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج: ۲/ ۵۱۱-۵۱۵، سعيد)

"ويبيت بمزدلفة فإذا طلع الفجر صلى بغلس ... ثم يعود إلى منى فيرمي الجمار الثلاث في يوم الثاني بعد الزوال ... ثم فعل في اليوم الثالث كذلك". (مجمع الأنهر، كتاب الحج: ۱/ ۴۱۰، ۴۱۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۵۹۷-۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۴۹۳-۵۱۳، عثمانيه)

دم (۱) (بکری یا بھیڑ) طواف وداع اس حالت میں کرنے کی وجہ سے ہوا (۲)، احرام کے حلال ہونے کے لئے قدر متعین بالوں کا کاٹنا ضروری ہے (۳)، اگر اس میں ممنوعات احرام کا ارتکاب یہ سمجھتے ہوئے کیا کہ احرام ختم ہوگیا، تو ایک دم اس کی وجہ سے لازم ہوگا، پھر وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "(منها ما يوجب دماً) ... الأول إذا جامع بعد الوقوف بعرفة قبل الحلق، والثاني إذ طاف للزيارة جنباً أو حائضاً أو نفساء، فإن الواجب في هذين الموضعين البدنة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الحج، باب الجنايات، ص: ۱۴۷، قديمي)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في حكم الجنايات في طواف الزيارة، ص: ۳۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، باب الجنايات، الفصل الخامس: ۱/۲۴۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۵۰-۵۵۱، سعيد)

(۲) "ولو طافه أي: الصدر جنباً فعليه شاة على ما في الهداية والكافي والمجمع. وصححه صاحب خزانة الأكمل وغيره". (إرشاد الساري إلى مناسك لملا علي القاري، فصل في الجناية في طواف الصدر، ص: ۳۸۸، دارالكتب العلمية بيروت)

"الواجب دم على محرم بالغ ولو ناسياً ... أو طاف للقدوم أو للصدر جنباً أو حائضاً".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۴۳-۵۵۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/۳۴، رشيديه)

(۳) "ثم بعد الرمي ذبح إن شاء؛ لأنه مفرد ثم قصر بأن يأخذ من كل شعرة قدر الأنملة وجوباً، وتقصير الكل مندوب، والربع واجب". (الدرالمختار). "(بأن يأخذ الخ) قال في البحر: المراد بالتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس شعر ربع الرأس مقدار الأنملة، كذا ذكره الزيلعي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج: ۲/۵۱۶، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الحج، الفصل الرابع في أعمال الحج: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في الحلق والتقصير، ص: ۲۵۳، دارالكتب)

(۴) "(وبترك أكثره بقي محرماً) أبداً في حق النساء (حتى يطوف) فكلما جامع لزمه دم إذا تعدد =

حالتِ احرام میں حیض آجانا

سوال[۱۰۵۹۷]: ۱..... محبیہ بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے حج کے لئے روانہ ہونے والی تھی تو اس وقت حائضہ تھی، حیض بند ہوگیا تھا، روانہ ہونے کے وقت غسل کر کے احرام باندھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوگئی اور جدہ پہنچنے کے بعد پھر حیض جاری ہوگیا، تو محبیہ نے احرام اتار دیا اور دوسرے دن پھر موقوف ہوگیا تو غسل کر کے احرام باندھ لیا، کیا محبیہ نے یہ درست کیا؟

۲..... کیا یہاں پر احرام باندھ کر اتار دینے پر دم ضروری ہے؟

۳..... کیا دم اب بھی دے سکتی ہے؟ جب کہ محبیہ حج سے فارغ ہو کر وطن واپس آچکی ہے۔

۴..... درآں حالیکہ ایام عادت نہ گزرے کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

۵..... اور اگر بعد ایام عادت گزرنے کے یہ واقعہ پیش آیا ہے تو اس حالت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... احرام ختم کردیا، غلطی کی۔

۲..... جی ہاں! دم ضروری ہے۔

۳..... اب بھی دم کا وجوب ذمہ میں باقی ہے، مکہ مکرمہ کسی کی معرفت روپیہ بھیج کر دم دلوادے۔

۴، ۵..... تب بھی یہی حکم ہے، اگر حالت احرام میں حیض جاری ہوجائے تو احرام نہیں کھولنا چاہیے، بلکہ عرفات جا کر وقوف کر لے اور طواف کو مؤخر کردے، جب حیض ختم ہوجائے اس وقت اگر طواف کر لے، اس

= المجلس إلا أن يقصد الرفض فتح" (الدر المختار). "ويجب دم واحد لجميع ما ارتكب ولو كل المحظورات، وإنما يتعدد الجزاء بتعدد الجنايات إذا لم ينو الرفض، ثم نية الرفض إنما تعتبر ممن زعم أنه خرج منه بهذا القصد لجهله مسألة عدم الخروج" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/ ۵۵۳، سعيد)

"ولو نوى بالجماع الثاني رفض الفاسدة لايلزمه بالثاني شيء كذا في فتاوى قاضي خان، مع أن نية الرفض باطلة؛ لأنه لايخرج عنه إلا بالأعمال لكن لما كانت المحظورات مستنداً إلى قصد واحد ..... كفاه دم واحد". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/ ۲۷، رشيديه)

صورت میں کوئی دم لازم نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/ ۱۴۰۱ھ۔

حالتِ احرام میں بضرورت حیض روکنے والی دوا کا استعمال

سوال [۱۰۵۹۸]: میری بیگم صاحبہ میری معیت میں حج کو جارہی ہے، اب اس دوران کئی مسائل کا پوچھنا ضروری ہے۔ اگر بیگم صاحبہ کو ایامِ حج میں حیض آگیا تو شرعاً حج پورا کرنے کی کیا صورت ہے؟ اور اس کے ازالہ کی صورت ڈاکٹری طور پر یوں بھی ہے کہ ایک قسم کی دوا استعمال کی جاتی ہے، جس سے حیض رک جاتا ہے، یا کچھ دن پیچھے آتا ہے، کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ جب کہ مقصد اونچا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وقوفِ عرفات بحالتِ حیض ہو تو بھی درست ہے، البتہ طوافِ زیارت حیض سے فراغت پر کیا جائے (۲)۔

---

(۱) "ما روي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أنه قال لعائشة رضي الله تعالى عنها حين حاضت (إفعلي ما يفعله الحاج غير أنك لا تطوفي بالبيت) ولأنه نسك غير متعلق بالبيت، فلا تشترط له الطهارة كرمي الحمار". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في ركن الحج: ۲/۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مؤطا الإمام مالك، كتاب الحج، باب ماتفعل الحائض في الحج: ۱/ ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإحرام: ۲/ ۲۴۹، مكتبه عباس أحمد الباز مكه)

(۲) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: خرجنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا نذكر إلا الحج فلما كنا بسرف طمثت، فدخل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأنا أبكي، فقالت: لعلك نفست؟ قلت: نعم! قال: فإن ذلك شيء كتب الله على بنات آدم، فافعلي مايفعل الحاج، غير أن لا تطوفي بالبيت حتى تطهري". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، باب دخول مكة والطواف، الفصل الأول: ۱/ ۲۲۷، قديمي)

"(ولو حاضت عند الإحرام أتت بغير الطواف) لقوله عليه السلام لعائشة حين حاضت بسرف "افعلي ما يفعل الحاج غير أن لاتطوفي بالبيت حتى تطهري". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب التمتع: ۲/ ۲۴۹، رشيديه)

(وصحيح البخاري، كتاب المناسك، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف: ۱/ ۲۲۳، قديمي)

اس کی وجہ سے تاخیر ہوجائے تو مضائقہ نہیں (۱)، اگر حیض ایسے وقت پر آئے کہ اس کے ختم تک انتظار کرنے سے واپسی کا جہاز نہیں ملے گا، تو مجبوراً ایسی دوا استعمال کرلی جائے جس سے حیض تاخیر سے آئے (۲)، تاکہ اس سے پہلے ہی طواف زیارت سے فراغت ہوجائے، صفا مروہ کے درمیان سعی حالت حیض میں درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۹/ ۱۳۹۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "لاشيء على الحائض لتأخير الطواف أي: طواف الزيارة كما في الفتاوى السراجية وغيرها".
(إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل حائض طهرت في آخر أيام النحر، ص: ۳۸۷، دار الكتب العلمية بيروت)
(وكذا في غنية الناسك، باب الجنايات، الفصل السابع، ص: ۲۷۴، إدارة القرآن كراچي)
(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/ ۵۵۵، سعيد)
(۲) حیض کو بند کرنے والی ادویات چونکہ صحت کے لئے بہت مضر ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے اس سے منع کیا ہے، لہذا حتی الامکان اس سے احتراز کیا جائے، البتہ اگر بہت سخت ضرورت ہو، تو پھر استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔
(وكذا في فتاوى رحيميه، كتاب الحج، متفرقات الحج: ۸/ ۱۳۶، دار الاشاعت)
(۳) "وإن سعى جنبا أو حائضا أو نفساء فسعيه صحيح". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الفصل الخامس في الطواف والسعي ....: ۱/ ۲۴۷، رشيديه)
(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحج، ركن السعي: ۲/ ۳۱۹، رشيديه)

باب المواقیت

(میقات کا بیان)

کیا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے تنعیم سے احرام باندھا تھا؟

سوال[۱۰۵۹۹]: عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر جب تنعیم سے عمرہ کے لئے گئے تھے، تو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنعیم سے احرام باندھا ہے یا نہیں؟ مکہ میں علماء تقریر فرماتے ہیں عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنعیم سے احرام نہیں باندھا ہے، اس لئے حج کے بعد عمرہ اگر کیا جائے تو اس کے لئے تنعیم سے احرام ضروری نہیں ہے، بلکہ گھر سے احرام باندھ لے، جس کا گھر حرم ہی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ عبارت نقل کیوں نہ کی، جس سے جواز معلوم ہوتا ہے، کیا انہوں نے عمرہ کیا تھا، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بلا احرام کے عمرہ کیا تھا، تو کیا ان حضرات کے نزدیک ایسا کرنا درست ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۸ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب الحج عن الغیر

(حجِ بدل کا بیان)

حجِ بدل کی تعریف

سوال[۱۰۲۰۰]: حج بدل کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حج دوسرے کی طرف سے کیا جائے، وہ حج بدل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

حجِ بدل، حج کی کون سی قسم ہے؟

سوال[۱۰۲۰۱]: حج بدل، حج کی کون سی قسم ہے یعنی قران یا افراد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس پر حج فرض تھا اگر اس نے وصیت کی ہے تو حجِ بدل افراد کرنا چاہئے(۲)، اگر نہیں کی، از خود ثواب

(۱) "فمن عجز حج الفرض، فأحج غيره صح حجه، ويقع عنه أي: يقع عن الآمر أصل الحج".

(الدر المنتقى شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الحج عن الغير: ۱/۳۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الحج عن الغير: ۲/۵۴۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الحج عن الغير، ص: ۲۹۳، مصطفى محمد مصر)

(۲) "الثالث عشر: عدم المخالفة فلو أمره للحج أو العمرة فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع حجه عن =

پہنچانا مقصود ہے، تو قران افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

حجِ بدل کی شرائط

سوال[۱۰۶۰۲]: اہلیہ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، بے حد تکلیف ہے، بے حد چلنے پھرنے کی تکلیف ہے، معلم کہتے ہیں کہ ان کا حج مکہ معظمہ کے کسی آدمی سے کرا سکتے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کے شرائط کیا ہیں، خبر دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے ذمہ حج فرض ہو اور اس نے وصیت کی ہو اور اس کے تہائی ترکہ میں حج کی گنجائش ہو تو اس کے وطن سے حج کرایا جائے، اتنی گنجائش نہ ہو تو جہاں سے گنجائش ہو وہاں سے کرا دیا جائے (۲)، جس نے اپنا حج

= الأمر، ويضمن النفقة". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد)

(وكذا في معلم الحجاج، شرائط تمتع، ص: ۲۲۴، مکتبہ تھانوی)

(وكذا في زبدة المناسك مع عمدة المناسك، ص: ۳۱۲، سعيد)

(۱) "(قوله: هو أفضل) أي: من التمتع وكذا من الإفراد بالأولى". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب القران وهو أفضل: ۲/۵۲۹، سعيد)

"القران أفضل من الإفراد والتمتع". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب القران، ص: ۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب القران: ۲/۶۲۵، رشيديه)

(وكذا في معلم الحجاج، قران، ص: ۲۱۴، مکتبہ تھانوی)

(۲) "الرابع الأمر بالحج فلا يجوز حج غيره عنه بغير أمره إن أوصى به، وإن لم يوص به، فتبرع عنه الوارث ..... جاز.

الثامن أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث، أي: ثلث مال الميت، وإن لم يتسع يحج عنه من حيث يبلغ". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۷۸-۴۸۳، دار الكتب العلمية بيروت) ....=

کرلیا ہو اس کے ذریعہ حج کرانا افضل ہے، جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس سے کرالیا جائے تب بھی ادا ہو جائے گا(۱)، مرد کی طرف سے عورت اور بالعکس حج کرے، تب بھی ادا ہو جائے گا(۲)۔ حج کا پورا خرچ دیا جائے(۳)، حج کا معاوضہ نقدی یا کسی اور صورت میں دینا درست نہیں(۴)، جو سفر سے معذور ہو اس کے ذمہ حج نہیں(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۴ھ۔

= (وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الباب الرابع عشر: ۱/۲۵۷، رشيديه)

(۱) "فجاز حج الصرورة" (الدرالمختار). "والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجاً عن الخلاف، ثم قال: والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسک الذي حج عن نفسه" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۲۳، رشيديه)

(وكذا في غنية الناسک، باب الحج عن الغير، ص: ۳۳۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الحج عن الغير: ۲/۵۶۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "جاز حج الصرورة والمرأة ولو أمة والعبد وغيره كالمراهق وغيرهم أولى لعدم الخلاف". (الدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۳، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسک لملا علي القاري، فصل في شرائط الإحجاج عن الغير، ص: ۴۹۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسک، الباب الرابع عشر: ۱/۲۵۷، رشيديه)

(۳) "ومنها أن يكون حج المأمور بمال المحجوج عنه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسک، الباب الرابع عشر: ۱/۲۵۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۹، رشيديه)

(۴) "وذكر الإسبيجابي: أنه لا يجوز الاستئجار على الحج ... ولا يحل له أن يأخذ الفضل لنفسه إلا إذا تبرع الورثة به وهم من أهل التبرع". (البحرالرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۲۰-۱۲۱، رشيديه)=

حجِ بدل کی تفصیلی کیفیت

سوال[۱۰۲۰۳]: زید کے والد پر حج فرض تھا، مگر انہوں نے ادانہیں کیا اور نہ انتقال کے وقت ورثاء کو حج بدل کی وصیت کے بعد انتقال کے عرصۂ دراز کے بعد زید کو احساس ہوا اور تبرعاً عمر کو والد کی طرف سے مامور کر کے رمضان سے قبل جانے کی اجازت بھی دے دی، اب عمر کا ارادہ یہ ہے کہ رمضان سے پہلے مکہ معظمہ پہونچ جائے اور وہاں سے مدینہ منورہ جاکر رمضان شریف کا نصف اول یا دوعشرے مدینہ میں قیام کر کے اخیر عشرہ میں مکہ معظمہ واپس آکر حج تک وہیں قیام کرے اور ۷/ یا ۸/ ذی الحجہ کو مامور عنہ (زید کے والد) کی جانب سے حج بدل (افراد) کا احرام باندھ کر حج کرے، اس بارے میں درج ذیل امور قابل دریافت ہیں، اس صورت میں حج بدل کا احرام مامور عنہ (زید کے والد) کے میقات یلملم سے نہیں، بلکہ اہل مکہ کے میقات مسجد احرام سے باندھا گیا ہے تو یہ حج بدل صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور مامور عنہ کا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ حج بدل میں مامور عنہ کے میقات سے ہی احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟

صورت مسئولہ میں قبل رمضان مکہ معظمہ حاضری کے لئے (مامور) عمر کو میقات (یلملم) سے عمرہ کا احرام مامور عنہ کی جانب ہی سے باندھنا ضروری ہے؟ یا خود اپنی طرف سے بھی باندھ سکتا ہے، براہ کرم تفصیلی جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حج بدل کے لئے فقہاء نے بیس شرطیں لکھی ہیں، ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور میقات آمر سے حج بدل کا

= (وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في الاستئجار على الحج: ۶۰۱/۲، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) "(قوله: صحيح البدن) أي: سالم عن الآفات المانعة عن القيام بمالا بد منه في السفر، فلا يجب على مقعد ...... الخ". (ردالمحتار، كتاب الحج: ۴۵۹/۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحج: ۳۸۵/۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحج: ۵۴۶، ۵۴۵/۲، رشيديه)

احرام باندھے۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور تمتع نہ کرے، مگر یہ شرطیں اسی وقت ہیں جب کہ میت نے وصیت کی ہو، اگر وصیت نہ کی ہو تو اس میں بہت توسع ہے (۱)۔ زید کو چاہیے کہ مامور (عمر) کو اجازت دے دے کہ رمضان المبارک سے پہلے چلا جائے، یلملم سے عمرہ کا اپنی طرف سے احرام باندھے، پھر مدینہ منورہ چلا جائے، رمضان ہی میں وہاں سے مکہ مکرمہ آتے وقت زید کے والد کی طرف سے عمرہ کرے، پھر وقت حج تک وہیں مقیم رہے، پھر ۸/ ذی الحجہ کو حج کا احرام حرم شریف سے باندھ کر مناسک والد زید کی طرف سے ادا کرے، یہ صورت افراد کی ہوئی۔ تمتع کرنا چاہے تو بھی اس کی اجازت دے دے (۲)۔

"والأجزاء النيابة في حجة الإسلام عشرون شرطاً" غنية الناسك، ص: ۱۷۲ (۳).

"الرابع عشر: أن يحرم من ميقات الآمر" ص: ۱۷۸-۱۷۹ (٤).

"الخامس عشر: عدم المخالفة، فلو أمره بالحج فتمتع ولو عن الآمر، فهو

---

(۱) "شرائط جواز الإحجاج أي: مطلقاً والنية عن حجة الإسلام أي: خاصة وجملتها عشرون: ... العاشر: أن يحرم من الميقات أي: من ميقات الامر ... الثالث عشر: عدم المخالفة فلو أمره للحج أو العمرة فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع حجه عن الامر، ويضمن النفقة ... وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض، وأما في الحج النفل فلا يشترط فيه شيء من هذه الشرائط غالباً، إلا العقل، والاسلام، والعقل، والتمييز، والنية". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۷۷-۴۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب شروط التي عن الغير عشرون: ۲/ ۶۰۰-۶۰۱، سعيد)

(وكذا في زبدة المناسك مع عمدة المناسك، تمتع کے صحیح ہونے کے شرائط، ص: ۳۱۱-۳۱۳، سعيد)

(وكذا في معلم الحجاج، شرائط تمتع، ص: ۲۲۳-۲۲۵، مکتبہ تھانوی)

(۲) سيأتي تخريجه تحت عنوان: حج بدل میں کون سا حج کرے؟

(۳) (غنية الناسک، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض، ص: ۳۳۲، إدارة القرآن کراچی)

(۴) (غنية الناسک، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض، ص: ۳۳۳، إدارة القرآن)

مخالف ضامن إجماعاً" ص: ۱۷۹(۱).

"من مات بعد وجوب الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه من تركته" ص: ۱۷۳(۲).

"وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض، وأما في الحج النفل فلا يشترط شيء منها غالباً، إلا الإسلام والعقل، والتمييز، والنية اهـ" غنية الناسك، ص: ۱۸۱(۳).

پس صورت مسئولہ میں وصیت نہ ہونے کی وجہ سے حج نفل ہوگا اور ثواب پہنچا دیا جائے۔ شرائط حج بدل کی پابندی لازم نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

کسی کے لئے حج کرنے کا حکم

سوال[۱۰۲۰۴]: ایک شخص بسلسلہ روزگار سعودیہ میں کافی عرصے سے مقیم ہے، کیا وہ اپنے کسی مرحوم بزرگ کے لئے حج بدل کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حج کر کے ثواب پہنچا سکتا ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (غنية الناسك، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض، ص: ۳۳۳، إدارة القرآن)

(۲) (غنية الناسك، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض، ص: ۳۳۲، إدارة القرآن)

(۳) (غنية الناسك، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض، ص: ۳۳۶، إدارة القرآن)

(۴) "الأصل: أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره، وإن نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الأدلة". (الدر المختار). "(قوله بعبادة ما) أي: سواء كانت صلاةً أو صوماً ...... أو طوافاً أو حجاً أو عمرة ...... أي: من الأحياء والأموات". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵-۵۹۶، سعيد) ...... =

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو

سوال[۱۰۶۰۵]: ۱..... کیا کوئی صاحب مقدور حاجی جو قبل اپنا فریضۂ حج نہیں ادا کر چکا ہے، وہ اس طرح حج بدل میں کسی کی طرف سے جا سکتا ہے کہ گھر سے وہ اپنے محض عمرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہے اور مکہ معظمہ ہی پہنچ کر اپنا عمرہ ادا کر کے ایام حج میں مقام "حل تنعیم مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا" سے یا مقام "جعرانہ" سے حج بدل کا احرام باندھتا ہے، تو از روئے شرع گنجائش جواز نکل سکتی ہے؟ اور وہ محض دو مجبوریوں کی بناء پر اولاً تو حج بدل میں حج بدل والا رقم دینا چاہتا ہے وہ مکہ معظمہ وغیرہ کی گرانی وغیرہ کو لے کر کافی دینا نہیں چاہتا۔

۲..... ثانیاً سب سے زیادہ پریشان اور دشوار طلب مسئلہ حج بدل میں یہ آرہا ہے کہ حج بدل میں محض افراد حج ہی کا احرام باندھنا ضروری ہے اور نہ معلوم کتنا عرصہ افراد حج میں رہنا پڑتا ہے، جس درمیان میں احرام حج کے ارکان وشرائط غسل نہ کرنا، ناخن نہ ترشوانا، حجامت نہ بنوانا، کپڑا نہ بدلنا، جوئیں وغیرہ نہ مارنا، وغیرہ کی پابندی غیر معمولی دشواریوں پر قابو پانا، ہر ایک کا کام نہیں، ان وجوہ کی بناء پر صحیح مسئلہ کی نوعیت سے آگاہی وسرفرازی بخشی جائے۔

۳..... کوئی حاجی اپنے مکان ومقام سے محض روضۂ انور کی زیارت کو جائے، مواجہ اطہر شریف پر صلوٰۃ وسلام کی ڈالیاں لگانے کے لئے گھر سے جارہا ہے اور ساتھ ہی مدینہ طیبہ سے رخصتی پر مقام ذوالحلیفہ پر ہی کسی کے حج بدل کا احرام باندھتا ہے اور حج بدل میں احرام افراد باندھ کر حرم محترم مکہ معظمہ آتا ہے اور حج بدل کے ارکان ادا کرتا ہے، تو شرعاً جائز اور گنجائش جواز نکلتی ہے یا نہیں؟ اور یہ سب محض نمبر دو استفتاء کی مجبوریوں اور دشواریوں پر قابو پانے کے لئے کہ طواف احرام میں زمانہ حج تک ہر شخص کا شرائط احرام کا لحاظ رکھنا یقیناً دقت طلب مرحلہ ومسئلہ ضرور آتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجا جائے، جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو، لیکن

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، ۱۰۶، رشيديه)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الحج عن الغير، ص: ۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

اگر ایسے شخص کو بھیج دیا جائے جس نے حج فرض نہ کیا ہو اور وہ آمر کی طرف سے حج بدل کرے تب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ کذا في ردالمحتار (۱)۔

۲..... یہ حج بدل اگر نفل ہو تو اس کی گنجائش ہے، اگر فرض ہو تو اس کی اجازت نہیں (۲)، مامور کو حج کے لئے میقات آمر سے احرام باندھنا چاہیے (۳)، آفاقی کے لئے ''تنعیم وجعرانہ'' میقات نہیں (۴)، نیز حج بدل

---

(۱) ''ويقع الحج المفروض عن الآمر على الظاهر من المذهب لكنه يشترط أهلية المأمور لصحة الأفعال فجاز حج الصرورة''. (الدرالمختار). ''والصرورة يراد به الذي لم يحج عن نفسه أي: حجة الإسلام ..... وقال في الفتح أيضاً: والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجاً عن الخلاف، ثم قال: والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه'' (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۳، سعيد)

''يجوز إحجاج الصرورة ويراد به الذي لم يحج عن نفسه حجة الإسلام قال في البدائع: إلا أن الأفضل أن يكون قد حج عن نفسه''. (غنية الناسك، باب الحج عن الغير، ص: ۳۲۷، إدارة القرآن كراچی)

''والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه'' (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۲۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الحج عن الغير: ۲/۵۲۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ''(قوله: وأوصلها (أي شرائط ..... الحج عن الغير) إلى عشرين شرطاً تقدم منها ستة، وذكر الشارح السابع بعد ذلك ..... الرابع عشر: عدم المخالفة فلو أمر بالإفراد فقرن أو تمتع ..... يضمن النفقة ..... وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض، وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها، إلا الإسلام، والعقل، والتمييز، وكذا الاستئجار''. (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: شروط الحج عن الغير عشرون: ۲/۶۰۰-۶۰۱، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط الحج عن الغير، ص: ۲۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تقريرات الرافعي على ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۱۷۱، سعيد)

(۳) ''العاشر: أن يحرم من الميقات أي: من ميقات الآمر''. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الحج عن الغير، ص: ۲۸۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد) .... =

میں تمتع کی اجازت نہیں۔ کذا في غنیة الناسك(۱)۔

۳... محض ایصالِ ثواب کے لئے تو اس کی بھی گنجائش ہے(۲)، مگر حج فرض ادا کرنے کے لئے سفر کے سب اخراجات آمر کے ذمہ ہوتے ہیں(۳) اور صورتِ مسئولہ میں یہ نہیں۔ نیز اس میں تمتع ہوگا، اس کی

= (۲) "والناس في حق المواقيت أصناف ثلاثة: صنف منهم يسمون أهل الآفاق، وهم الذين منازلهم خارج المواقيت التي وقت لهم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهي خمسة، كذا روي في الحديث أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقت لأهل المدينة، ذا الحليفة، ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن، ولأهل اليمن يلملم، ولأهل العراق ذات عرق". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل، بيان مكان الإحرام: ۲/ ۳۷۰، رشيديه)

"فميقات أهل المدينة ذو الحليفة، ولأهل مصر والشام والمغرب من طريق تبوك الجحفة، ولأهل نجد اليمن ونجد الحجاز ونجد تهامة قرن، ولباقي أهل اليمن وتهامة يلملم ولأهل العراق وسائر أهل المشرق ذات العرق". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في مواقيت الصنف الأول ... ، ص: ۸۸، ۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في مواقيت: ۲/ ۴۷۳-۴۷۵، سعيد)

(۱) "الرابع عشر: عدم المخالفة، فلو أمره بالإفراد فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه ويضمن النفقة". (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/ ۶۰۰، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج عن الغير، ص: ۴۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر: ۱/ ۲۵۸، رشيديه)

(۲) "وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض. وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها إلا الإسلام، والعقل، والتمييز، وكذا الاستئجار". (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير: ۲/ ۶۰۱، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب شرائط جواز الحج عن الغير، ص: ۴۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/ ۱۷۱، سعيد)

بھی اجازت نہیں (۱)، مامور کو چاہیے کہ زمانہ حج کے قریب جائے، افراد کا احرام میقات سے باندھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

کیا حجِ بدل کے لئے پہلے سے سفر ضروری ہے؟

سوال [۱۰۲۰۲]: حج بدل کے احرام کو حرم سے باندھنے میں مسافر اور مقیم کی تو قید نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حسب وصیت یہ حج فرض نہ ہو تو اس میں توسع ہے، مسافر مقیم کی بھی قید نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

= (۳) "السادس: أن يحج بمال المحجوج عنه". (إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، باب شرائط جواز الإحجاج عن الغير، ص: ۴۸۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر: ۱/۲۵۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد)

(۱) "الرابع عشر: عدم المخالفة. فلو امره بالإفراد فقرن، أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه، ويضمن النفقة". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۶۰۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر: ۱/۲۵۸، رشيديه)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، فصل في جواز الإحجاج عن الغير، ص: ۴۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض، وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها إلا الإسلام، والعقل، والتمييز، وكذا الاستئجار". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج من الغير: ۲/۶۰۰-۶۰۱، سعيد)

(وكذا في تقريرات الرافعي على ردالمحتار، كتاب الحج عن الغير: ۲/۱۷۱، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، باب شرائط جواز الإحجاج عن الغير، ص: ۴۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

حجِ بدل میں کون سا حج کرے؟

سوال[۱۰۲۰۷]: ا..... ایک شخص نے حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہیں کیا، نیز مرتے وقت اپنی جانب سے حج بدل کرانے کی ورثاء کو وصیت بھی نہیں کی، اب میت کا لڑکا کسی شخص کے ذریعہ اپنے والد کا حج بدل کراتا ہے اور حج کو جانے والا شخص اس میت کی جانب سے حج فرض ہی کی نیت سے احرام باندھتا ہے، بایں طور کہ فلاں ابن فلاں پر جو حج فرض تھا، اسی حج فرض کا میں احرام باندھ رہا ہوں اور اسی نیت سے تلبیہ پڑھتا ہوں تو میت کا حج فرض ادا ہوگا یا نہیں؟ اور میت اپنے فریضہ سے بری الذمہ ہو کر عند اللہ مطالبہ سے بری ہو جائے گا یا نہیں؟

۲..... مذکورہ بالا صورت میں اس شخص کو باجازت آمر حج کی تین قسموں میں سے ہر ایک کی شرعاً اجازت ہے یا کسی خاص قسم کی؟

۳..... اشہر حج شروع ہونے کے بعد یہ شخص مکہ معظمہ جاتا ہے، دو چار روز وہاں قیام کر کے پھر مدینہ طیبہ جاتا ہے، وہاں سے ایام حج سے پہلے پہلے مکہ معظمہ واپس آکر حج بدل کرتا ہے، لہٰذا اس صورت میں اس کو لازمی طور پر دو عمروں کا احرام باندھنا ہوگا (ایک یلملم دوسرا ذوالحلیفہ سے) چنانچہ اوپر والی صورت میں اس شخص کو دونوں عمروں کا احرام میت کی طرف سے ہی باندھنا لازم اور ضروری ہے یا پھر باجازت آمر دونوں عمروں کا اپنی جانب سے یا علی الاطلاق دونوں میں سے کسی ایک عمرہ کا احرام باندھنا بھی شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ا..... میت نے حج بدل کی وصیت نہیں کی ورثاء اس کی طرف سے حج بدل کرادیں اور مامور حج فرض کی نیت میت کی طرف سے ادا کرے تو انشاء اللہ میت کے فریضہ کے لئے کافی ہو جائے گا(۱)۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: أن رجلاً سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: هلك أبي ولم يحج، قال: "أرأيت لو كان على أبيك دين فقضيته عنه أيتقبل منه"؟ قال: نعم، قال: فاحجج عنه". (سنن الدارقطني، كتاب الحج: ۲/ ۲۱۰، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

"ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به، لم يلزم الوارث أن يحج عنه، وإن أحب أن يحج عنه حج، وأرجو أن يجزيه إن شاء الله تعالى". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الوصية بالحج: ۲/ ۵۹۲، إدارة القرآن كراچى)

=

۲..... احوط یہ ہے کہ ایسی صورت میں تمتع نہ کرے(۱)۔

۳..... بہتر یہ ہے کہ اشہرِ حج میں یلملم سے احرام نہ باندھے، جدہ سے مدینہ طیبہ چلا جائے پھر وہاں سے چل کر ذوالحلیفہ میں احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آجائے اور اسی احرام سے حج ادا کرے، درمیان میں حلال نہ ہو۔ اس کا یہ احرام افراد کا ہوگا یا قران کا(۲)۔ حج تمتع کرنے والے کے لئے اس کی اجازت ہے کہ عمرہ کسی اور کی طرف سے کرے اور حج اپنی طرف سے(۳)، اشہرِ حج میں متمتع کو ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے میں اختلاف ہے، اس سے بچنا ہی بہتر ہے(۴)، حجِ بدل کے ذریعہ سے جب فریضہ میت کو ساقط کرنا مقصود ہے تو

= (وكذا في بدائع الصنائع، فصل وأما بيان حكم فوات الحج عن الغير: ۳/۲۹۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لئے تمتع کر کے اس کے حج کو خراب نہ کرنا چاہیے اور اس کو چاہیے کہ حج بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کردے کہ تمتع نہ کرے۔ (معلم الحجاج، ص: ۳۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

(تنبیہ) پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جائے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ (زبدة المناسک مع عمدة المناسک، ص: ۴۵۶، سعید)

(وكذا في جواهر الفقه: ۱/۵۱۶، دارالعلوم كراچی)

(وأيضاً راجع لتفصيل لهذه المسئلة فتاوی محمودیه، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، حج بدل میں تمتع: ۱۰/۴۱۱-۴۱۴، اداره الفاروق كراچی)

(۲) "قال الشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى: إذا أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول: حج عني بهذا المال كيف شئت، إن شئت حجة، وإن شئت حجة وعمرة وإن شئت قراناً". (فتاوی قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج: ۱/۳۰۷، رشيديه)

(وكذا في فتاوی رحيميه، كتاب الحج: ۸/۱۲۸-۱۲۹، دارالاشاعت)

(وكذا في معلم الحجاج، ص: ۳۲۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في احسن الفتاوى، كتاب الحج: ۴/۵۲۳، سعيد)

(۳) "ولا يشترط أن يكون النسكان عن شخص واحد لجواز أن يكون أحدهما عن نفسه والآخر عن غيره، حتى لو أمره شخص بالعمرة وآخر بالحج أي: وأذنا له في التمتع جاز". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب التمتع، قبيل فصل المتمتع على نوعين، ص: ۳۱۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في معلم الحجاج، ص: ۲۲۵، مكتبه تهانوی)

(۴) "پس بہتر یہی ہے کہ متمتع کو بعد عمرۂ تمتع کے حج سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرنا چاہیے"..... "خلاصہ مطلب یہ ہوا باوجود اس =

اس میں تمتع نہ کیا جائے (۱)، حج سے پہلے نہ ایک عمرہ کرے نہ دو، بلکہ طول احرام سے بچاؤ کی صورت اوپر تحریر کردی گئی ہے، پھر بعد حج جس قدر دل چاہے اور جس جس کی طرف سے چاہے عمرہ کرے یا پھر قبل رمضان کے جہاز سے جائے اور رمضان المبارک میں جتنے دل چاہے عمرے کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حج بدل میں تمتع کرنے کا حکم

سوال[۱۰۲۰۸]: ماہ شوال میں جو جہاز حج کے لئے جانے والا ہے، اس میں حاج عن الغیر کی مدت طویل ہوجاتی ہے، جس میں بے حد مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس لئے ضرورت دفع حرج اور تیسیر سہولت کی بناء پر حاج عن الغیر کو حج تمتع صحیح ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں (۲)، ایسے شخص کو اگر شوال ہی میں جانا ہو، تو وہ میقات (یلملم) سے احرام نہ باندھے، بلکہ جدہ پہنچ کر مدینہ طیبہ چلا جائے، وہاں سے شروع ذی الحجہ میں حج کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آجائے اور حسب قواعد شرعیہ مناسک ادا کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۸ھ۔

=اختلاف کے مکہ میں رہ کر یہ متمتع ثانی عمرہ نہ کرے"۔ (زبدۃ المناسک، تمتع کے ادا کرنے کا بیان، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، سعید)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفا

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: حج بدل میں کون ساحج کرے؟

(۳) "أن الآفاقي الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا إحرام للحج، ثم عاد إلى الميقات، وأحرم هل يصح عن الأمر؟ قيل: لا، وقيل: نعم .... قلت: وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له إذا عاد إلى الميقات، وأحرم والجواب عن قوله لأن سفره حينئذ لم يكن للحج أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقيم به أياما لبيع أو شراء مثلاً، ثم يدخل مكة لم يخرج عن أن يكون سفره للحج، كما لو قصد مكانا آخر في طريقه ثم النقلة عنه". (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في المواقيت: ۲/۴۷۷، سعيد)

حجِ بدل والے کے لئے تمتع سے بچاؤ کا طریقہ

سوال[۱۰۶۰۹]: حج بدل کے لئے احرام میقات سے باندھنے کے بعد حج کی تکمیل تک رکھنا کیا ضروری ہے، جب کہ تقریباً چار ماہ احرام میں رہنا پڑتا ہے، اس لئے کہ رمضان سے پہلے جا رہا ہوں کیا عمرہ کر کے احرام اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ ازراہ مہربانی جلد مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب رمضان سے قبل آپ جا رہے ہیں تو میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرلیں (۱)، پھر رمضان المبارک میں جس قدر بھی ہوسکے عمرہ کرتے رہیں، رمضان المبارک کا ایک عمرہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے (۲)، پھر رمضان ختم ہونے پر کوئی عمرہ نہ کریں، اگر حج تک مکہ

(۱) "وشرعاً أن يفعل العمرة أو أكثر أشواطها في أشهر الحج". (الدرالمختار). "(تنبيه) ذكر في اللباب أن شرائط التمتع أحد عشر: الأول: أن يطوف للعمرة كله أو أكثره في أشهر الحج". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب التمتع: ۲/۵۳۳، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب التمتع، فصل في شرائطه، ص: ۲۹۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب السابع: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: لما رجع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من حجته، قال لأم سنان الأنصارية: ما منعك من الحج؟ قالت: أبو فلان ...... قال: فإن عمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي". (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب حج النساء: ۱/۲۵۱، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: لما رجع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من حجته ..... قال: فإن عمرة في رمضان تقضي حجة معي.

(وقوله تقضي حجة) يعني ثواب العمرة مثل ثواب الحج". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الحج، باب حج النساء: ۱۰/۳۱۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن عمرة في رمضان تعدل حجة" متفق عليه. .... =

معظمہ ہی میں رہنا ہو، تو حج کے موقع پر جدہ آکر حج کے لئے احرام باندھ لیں، اگر مدینہ طیبہ پہلے جانا چاہیں تو چلے جائیں، وہاں سے حج کے قریب چل کر ذوالحلیفہ میں احرام باندھ لیں یا مدینہ طیبہ ہی سے احرام حج باندھ لیں اور حج ادا کریں، اس صورت میں نہ احرام طویل ہوگا، نہ تمتع کی نوبت آئے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

حجِ بدل کے بعد اگر استطاعت ہو جائے تو فریضہ ساقط نہیں ہوتا

سوال [۱۰۶۱۰]: زید مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے، وہ تین سال تک تعلیم پاتا رہا، ایک مرتبہ اس نے اپنا حج کیا اور اس کے والدین پر حج واجب ہے، زید نے دوسرے سال میں والد کی طرف سے اور تیسرے سال میں والدہ کی طرف سے حج بدل کیا تو اس کا یہ حجِ بدل صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو پھر اس کے جواز کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا حج تینوں دفعہ صحیح ہوگیا، پہلے حج سے اس کا فریضہ ادا ہوگیا (۲)، دوسرے تیسرے حج کا والدین کو ثواب پہنچ گیا (۳)، لیکن اگر والدین کے ذمہ حج فرض ہو جائے گا تو وہ ادا کرنا ہوگا، وہ اس کے حج سے ساقط نہیں

= (قوله تعدل حجة) أي: تعادل وتماثل في الثواب". (مرقاة المفاتيح، كتاب الحج، الفصل الأول: ۵/ ۳۸۳، رشيديه)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: حجِ بدل میں تمتع کرنے کا حکم۔

(۲) "والفقير إذا حج ماشياً ثم أيسر لا حج عليه". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، شرائط الوجوب: ۲/ ۴۳۷، إدارة القرآن كراچی)

"فإذا تحمل الحرج وقع موقع الحج كالفقير إذا حج والعبد إذا حضر الجمعة فأداها، ولأنه إذا وصل إلى مكة صار كأهل مكة فيلزمه الحج". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في شرائط فرضيته: ۳/ ۵۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الباب الأول: ۱/ ۲۱۷، رشيديه)

(۳) "والأصل فيه: أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً ..... أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة ..... فإن من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره، من الأموات =

ہوگا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۳ھ۔

عورت کا حج بدل کرانا

سوال[۱۱۰۲۱]: ایک نابینا تندرست عورت ہے، اس کے اوپر حج فرض ہے تو وہ حج بدل کرا سکتی ہے یا خود ہی حج فرض ادا کرے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو خود جانے کا شوق ہے اور محرم اس کو ساتھ لے جانے والا موجود ہے، تو خود جا کر بھی حج کر سکتی

= والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم ...... وكذا لو حج". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، ۱۰۶، رشيديه)

"الأصل: أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره، وإن نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الأدلة". (الدر المختار). "(قوله: بعبادة) أي: سواء كانت صلاة أو صوما ...... أو طوافاً أو حجاً أو عمرة.

(وقوله: لغيره) أي من الأحياء والأموات". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، ۵۹۶، سعيد)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الحج عن الغير، ص: ۴۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "الأول وجوب الحج أي: بالمال فلو أحج فقير أو غيره ممن لم يجب عليه الحج عن الفرض لم يجز حج غيره عنه أي: عن فرضه وإن وجب بعد ذلک؛ لأن النية السابقة لا تجزئ عن وجوب العبادة اللاحقة". (إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، فصل في شرائط جواز الإحجاج، ص: ۴۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۰/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۱۰/۳، رشيديه)

ہے، نہ جانا چاہے تو حج بدل بھی کراسکتی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

حجِ بدل میں عورتیں طواف کب کریں؟

سوال[۱۰۲۱۲]: عورتیں اگر حج کو جاویں تو طواف ان کورات ہی کرنا چاہیے یا جس وقت پہونچے اس وقت کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر یہ ہے کہ وہ رات میں طواف کریں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حکومت کی طرف سے ملنے والا نقصان کا معاوضہ آمر کا ہے یا مأمور کا؟

سوال[۱۰۲۱۳]: زیداور اس کی بیوی حج کو گئے اور ساتھ میں زید،عبداللہ اور اس کی بیوی کو اپنے

---

(۱) "والمراد بالصحة صحة الجوارح فلا يجب أداء الحج على مقعد ..... والأعمى والمحبوس ..... وظاهر الرواية عنهما: أنه يجب عليهم الإحجاج فإن أحجو أجزأهم ..... ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم ..... لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج، فإذا تحملوا وقع عن حجة الإسلام كالفقير إذا حج". (البحر الرائق، كتاب الحج: ۵۴۵/۲، ۵۴۶، رشيديه)

"(قوله: صحيح البدن) أي: سالم عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بدمنه في السفر، فلا يجب على مقعد ..... وأعمى ..... وظاهر الرواية عنهما: وجوب الإحجاج عليهم ..... ولو تكلفوا الحج بأنفسهم سقط عنهم". (ردالمحتار، كتاب الحج: ۴۵۹/۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحج: ۳۸۵/۱، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "وللمرأة البعد ..... وأن تطوف ليلاً؛ لأنه أسترلها وإن كانت عجوزة مستورة". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في مستحباته (الطواف)، ص: ۱۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"والثالث: تستحب لها أن تطوف ليلاً؛ لأنه أسترلها". (المجموع شرح المذهب، كتاب =

باپ اور مرحوم بیوی کے لئے حج بدل کو لے گیا، دوران حج آگ کا حادثہ ہوا اور ان کا کچھ نقصان ہوا، حج سے فارغ ہونے کے بعد سعودی حکومت نے اعلان کیا کہ جو حاجی آگ میں نقصان اٹھائے ہوئے ہیں، ان حاجیوں کو بطور امداد ہر حاجی کو ایک ہزار روپے دینے کا وعدہ ہوا، بڑی کوشش سے وہ امدادی رقم عبداللہ نے حاصل کی، اب زید کہتا ہے کہ یہ پوری رقم چار حاجیوں کی اس کا حق ہے، جو حج بدل کو آئے، عبداللہ کہتا ہے کہ آپ ہم کو حج بدل کے لئے لائے اور ہم حج ادا کر دیئے، اس رقم کو اور تمہارے حج بدل کو کوئی تعلق نہیں، اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبداللہ اور اس کی بیوی کا اس حادثہ میں وہ مال ضائع ہوا جو خود ان کی ملک تھا، تب تو اس کا معاوضہ قرار دے کر یہ روپیہ ایک ایک ہزار دونوں کو دے دیا جائے، اگر وہ مال ضائع ہوا جو زید نے ان کو دیا تھا، یا زید کے دیئے ہوئے روپیہ سے خریدا تھا تو وہ روپیہ زید کا ہے، عبداللہ اور اس کی بیوی کو مطالبہ نہیں کرنا چاہیے (۱)، انہوں نے حج بدل کر لیا جس کا اجر بہت بڑا ہے، ایک ہزار روپیہ کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے؟! زید کو عبداللہ اور اس کی بیوی کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انہوں نے حج بدل کیا اور سفر کی مشقت اٹھائی اگر وہ ان کو یہ روپیہ دے دے تو یہی مکارم اخلاق کا تقاضہ ہے اور حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ جان سب کی بچ گئی۔ فقط، اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= الحج، باب الإحرام وما يحرم فيه: ۷/ ۳۲۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في معلم الحجاج، طواف كابيان، ص: ۱۳۵، مكتبه تهانوى)

(۱) "لما في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۸۵، "الخراج بالضمان" يعني أن من يضمن شيئاً لو تلف ينتفع به في مقابلة الضمان.

وفيه المادة: ۸۷: "الغرم بالغنم يعني أن من ينال نفع شيء يتحمل ضرره" ... يعني إذا كانت النعمة بمقابلة الضرر، فالضرر يتحمل بمقابلة النعمة.

وفيه أيضاً، المادة: ۸۸: "النعمة بقدر النقمة والنقمة بقدر النعمة". (۱/ ۲۴۰، ۲۴۵، ۲۴۷، رشيدية)

باب الجنایات

(دورانِ حج جنایات کا بیان)

ترتیبِ واجب کے خلاف کرنے سے وجوبِ دم کا حکم

سوال [۱۰۶۱۴]: تمتع میں عورت کو دس تاریخ میں رمی، ذبح، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب قائم رکھنے میں دشواری ہو تو کیا دم دینا پڑے گا؟ اسی طرح عورتوں کے قافلے میں جو لوگ ہیں، عورتوں کی وجہ سے انہیں بھی ترتیب قائم رکھنے میں دشواری ہو تو کیا دم دینا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! ترتیبِ واجب کے خلاف کرنے سے دم دینا پڑے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو حلق المفرد أو غيره أي: من القارن والمتمتع قبل الرمي أو القارن أو المتمتع أي: أو حلقاً قبل الذبح أو ذبحا قبل الرمي فعليه دم". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القارئ، فصل في ترك الترتيب بين أفعال الحج، ص: ۳۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"(أو قدم نسكاً على آخر) فيجب في يوم النحر أربعة أشياء: الرمي، ثم الذبح لغير المفرد، ثم الحلق، ثم الطواف". (الدرالمختار). "لما كان قوله "أو قدم" الخ بياناً لوجوب الدم بعكس الترتيب فرّع عليه أن الترتيب واجب .... والحاصل: أن الطواف لايجب ترتيبه على شيء من الثلاثة، وإنما يجب ترتيب الثلاثة: الرمي، ثم الذبح، ثم الحلق لكن المفرد لاذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمي والحلق فقط". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۵۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الجنايات: ۱/۴۳۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/۴۱، ۴۲، رشيديه)

قارن عمرہ کے بعد احرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۰۲۱۵]: ایک شخص نے پاکستان میں حج بدل کے لئے قران کی نیت کی، وہ حرم مکی شریف میں آیا اور اس نے عمرہ ادا کیا، چونکہ وہ معلم کے ساتھ ہے، اس لئے اسے معلم مدینہ منورہ بھیج دیتا ہے، آیا اس کو احرام کھول دینا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر وہ کھول دے تو آیا اس پر کیا دم دینا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قارن کو محض عمرہ کرکے احرام کھولنا درست نہیں، حج کے بعد میں احرام کھول سکتا ہے (۱)، اگر اس نے پہلے احرام کھول دیا تو اس کا قران باطل ہو گیا، اس کے ذمہ دم لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

وقوف مزدلفہ رہ جائے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال[۱۰۲۱۶]: احقر نے اسی سال مع اپنی اہلیہ کے فریضۂ حج ادا کیا ہے، جس ڈرائیور نے عشاء کے وقت مزدلفہ پہنچایا اور کہا "صلوا، صلوا" ہم نے اور دوسرے حجاج نے نماز مغرب اور عشاء ادا کی، بعد نماز ڈرائیور نے رمی جمار کی کنکریاں جمع کرنے کا اشارہ کیا، لوگوں نے کنکریاں چن لیں، اب اس نے دوبارہ موٹر پر

---

(۱) "إذا دخل القارن مكة بدأ بأفعال العمرة ..... ثم يقيم حراماً أي: محرماً؛ لأن أوان تحلله يوم النحر".

(إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في بيان أداء القران، ص: ۲۸۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"أنه ممنوع من التحلل عنها لكونه محرماً بالحج، فيتوقف تحلله على فراغه من أفعاله أيضاً".

(ردالمحتار، كتاب الحج، باب القران: ۲/۵۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب القران: ۲/۶۲۹، رشيديه)

(وكذا في معلم الحجاج، ص: ۲۱۵، مكتبه تهانوى)

(۲) پانچواں یہ کہ حج اور عمرہ کو فساد سے بچائے..... اور اگر عمرہ کے اکثر یا کل شوط کرنے کے بعد وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا تو عمرہ ہو گیا، فقط حج فاسد ہوگا اور قران باطل ہو گیا۔ (زبدة المناسک مع عمدة المناسک، ص: ۲۰۵، سعید)

(وكذا في معلم الحجاج، ص: ۲۱۷، مكتبه تهانوى)

بیٹھنے کا اشارہ کیا، تو مجھے شبہ ہوا کہ ڈرائیور اسی وقت منیٰ لے جانا چاہتا ہے، چونکہ ہم ایک دوسرے کی زبان کو سمجھنے سے قاصر تھے، پھر بھی ہم نے کسی طرح بعد صبح صادق وقوف مزدلفہ کی بات کی، ڈرائیور نے "طیب" کہا اور کہا کہ ہم مزدلفہ کی سرحد پر رو کیں گے، تا کہ صبح موٹروں کی بھیڑ سے بچ کر رمی جمار کے لئے آپ کو منیٰ پہنچادے، ساتھ ہی ایک پرانے حاجی صاحب بھی تھے، انہوں نے بھی کہا کہ ڈرائیور "طیب" کہتا ہے کہ ہم لوگ راضی ہو گئے اور موٹر پر بیٹھ گئے، موٹر چلی اور تھوڑی دیر میں رکی، اپنا منیٰ کا کیمپ اور مسجد خیف کا مینارہ جو بجلی کی بتیوں سے جگمگا رہا تھا، دیکھ کر تھوڑی دیر رکی۔

ڈرائیور خلاص خلاص کہتا ہوا دوسری طرف چلا گیا، اسی طرح میرا اور دوسرے حاجیوں وحاجنوں کا وقوف مزدلفہ ترک ہو گیا، اس وقت یہ سوچا کہ وقوف مزدلفہ مستحب ہے، لیکن مکان آنے پر چند مسئلہ سے واقف کار لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ دم دینا چاہئے، کیونکہ وقوف مزدلفہ واجب ہے، صورت مسئلہ میں ہم میاں بیوی دونوں پر دم واجب ہے، یا ایک پر؟ جیسا کہ معلم الحجاج ص:۱۸۲، پر ہے کہ "عورت اگر مجبوری کی وجہ سے مزدلفہ نہ ٹھہرے، تو اس پر دم واجب نہ ہوگا، اگر دم واجب ہے تو اب کس طرح اور کہاں ادا کیا جائے؟ دم کا گوشت مساکین کے علاوہ خود یا دوسروں کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام طور پر رات مزدلفہ میں ہی گزاری جاتی ہے، اس کی ڈرائیوروں کو ہدایت ہے، اس کی نگرانی بھی کی جاتی ہے، محض بجلی کی روشنی وغیرہ نظر آنے کی وجہ سے سمجھ لینا بھی آسان نہیں کہ حدود مزدلفہ سے خارج رات گزاری ہے۔

تاہم اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دھوکہ ہو گیا اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں بالکل وقوف نہیں ہو سکا، بلکہ پہلے مزدلفہ سے نکل کر منیٰ میں داخل ہو گئے اور رات ختم ہونے پر وہیں سے روانگی ہو گئی، تو ایک ایک دم (قربانی) دونوں پر واجب ہوگی (۱)، اس کی صورت یہ ہے کہ جانے والے حجاج کی معرفت روپیہ بھیج دے کہ وہ دونوں کی طرف

---

(۱) "ولو ترك الوقوف بمزدلفة بلا عذر لزمه دم، وإن تركه بعذر بأن كان علة أو ضعف، أو كانت امرأة تخاف الزحام، لا شيء عليه". (غنية الناسك، باب الجنايات، المطلب السابع في ترك الواجب في الوقوف بمزدلفة، ص: ۲۷۶، إدارة القرآن كراجي)

سے قربانی کردے (۱)، اس قربانی کا گوشت غرباء کھائیں گے، مالدار نہیں کھائیں گے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۸ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۹ھ۔

عمرہ کا احرام کھولنے میں چند بال کٹوائے تو دم لازم ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۶۱۷]: میں اس سے قبل تقریباً ۶/ ماہ قبل عمرہ کے لئے پہلی دفعہ گیا اور عمرہ کے بعد صرف چند بال سر کے کٹوا لئے تھے اور واپس آ گیا۔ (ایک عمرہ کیا تھا) پھر دوبارہ چند ماہ پہلے گیا، تو دو عمرے کئے اور دونوں دفعہ صرف چند بال سر کے کٹوا دیئے تھے (اس دفعہ دو عمرے کئے تھے) اب تک صرف چھوٹی موٹی کتابیں حج وعمرہ پر مل سکیں تھی، جس میں مسائل کھول کر بیان نہیں کئے ہوتے۔

الحمد للہ کہ اب قاری محمد سعید صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف کردہ کتاب مل گئی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حج سنت نبوی کے مطابق ہو سکے، ان شاء اللہ۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ فقہ حنفی کے مطابق مجھے پہلے عمروں پر کتنا دم دینا ہے، تا کہ میں ادا کر سکوں اور ساتھ ہی یہ بھی

= "ومن ترك الوقوف بمزدلفة فعليه دم كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، قبيل الباب التاسع: ۱/۲۳۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۵۳، سعيد)

(۱) "ولا يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم". (فتح القدير، كتاب الحج، باب الهدي: ۳/۱۵۱، عثمانيه)

"والثامن: ذبحه في الحرم، فلو ذبح في غيره لا يجزئه عن الذبح". (غنية الناسك، باب الجنايات، فصل في شرائط كفاراتها الثلاث، ص: ۲۴۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب المناسك، الباب السادس عشر: ۱/۲۶۱، رشيديه)

(۲) "والحادي عشر: أن يتصدق بلحمه على فقير يجوز التصدق به عليه". (غنية الناسك، باب الجنايات، فصل في شرائط كفاراتها الثلاث، مطلب في شرائط جواز الدم، ص: ۲۴۳، إدارة القرآن كراچی)

"وكل دم وجب جبراً لايجوز له الأكل منه ولو كان فقيراً ولا للأغنياء إلا إذا أعطاهم الفقراء تمليكاً لا إباحة". (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الهدايا، ص: ۵۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب السادس عشر في الهدي: ۱/۲۶۲، رشيديه)

عرض ہے کہ یہ دم حج کے بعد قربانی کے ساتھ دے دوں یا کہ حج سے پہلے دینا واجب ہے؟ قربانی کے دن دینے میں سہولت رہے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ تین عمروں کے تین دم دے دیں (۱)، خواہ حج سے پہلے یا ایام نحر میں یا بعد میں، جب بھی سہولت ہو(۲)۔ اللہ حج مبرور نصیب فرمائے، ہر قسم کی جنایات سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

طوافِ وداع کا چھوٹ جانا

سوال[۱۰۶۱۸]: ہندہ نے حج تو کرلیا، لیکن طواف وداع نہیں کیا، وہ ہندوستان بغیر طواف وداع کے آگئی ہیں، کیا ایسی صورت میں دم لازم ہوتا ہے؟ اگر دم لازم ہو تو کیا جس مقام پر ہندہ رہتی ہے، وہیں ذبح کروایا جائے یا مکہ معظمہ میں اور اگر لازم دم یہاں ذبح کریں تو اس کے گوشت اور چمڑے کو پورا کا پورا خیرات کر دیا جائے یا قربانی کی طرح تین حصے کئے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طواف زیارت کے بعد ایک طواف بھی کرلیا ہے، چاہے نفل کی نیت سے کیا ہو، وہی طواف وداع

---

(۱) عمرہ میں حلق یا قصر جو ربع رأس سے کم نہ ہو، واجب ہے اور ترک واجب سے دم واجب ہوتا ہے۔ کما في ردالمحتار:

"وجب دم لترک الواجب". (ردالمحتار، کتاب الحج: ۲/۵۱۹، سعید)

"زاد في البحر ثامناً، وهو ترک الواجب" (إرشاد الساري إلی مناسک الملا علي القاري، باب الجنايات، ص: ۳۳۰، دارالکتب العلمية بيروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنايات: ۳/۳، رشيديه)

(۲) "ويجوز بقية الهدايا في أي وقت شاء ... لنا أن هذه دماء کفارات فلا تختص بيوم النحر، لأنها لما وجبت لجبر النقصان کان التعجيل بها أولیٰ لارتفاع النقصان به من غير تأخير ..... ولا يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم". (فتح القدير، کتاب الحج، باب الهدي: ۳/۱۵۱، عثمانيه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکيرية، کتاب المناسک، الباب السادس عشر: ۱/۲۶۱، رشيديه)

(وکذا في الفقه الإسلامي وأدلته، کتاب الحج، خامساً: مکان ذبح الهدي وزمانه: ۳/۲۰۷، قديمي)

ہوگیا، اگر ایک طواف نہیں کیا، تو ایک دم کی قیمت مکہ مکرمہ بھیج دے(۱)۔ وہیں ذبح کر کے غرباء کو صدقہ کردیا جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

(۱) "ومن ترک طواف الصدر أو أربعة أشواط منه فعليه شاة؛ لأنه ترک الواجب أو الأكثر منه". (الفتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/ ۵۱، عثمانيه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/ ۵۵۳، سعيد)

(وكذا في غنية الناسک، باب الجنايات، المطلب الثاني، ص: ۲۷۵، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "والثامن: ذبحه في الحرم، فلو ذبح في غيره لايجزئه ... والحادي عشر: أن يتصدق بلحمه على فقير يجوز التصدق به عليه". (غنية الناسک، باب الجنايات، مطلب في شرائط جواز الدم، ص: ۲۶۱-۲۶۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، باب الهدايا، ص: ۵۱۸-۵۱۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب السادس عشر في الهدي: ۱/ ۲۶۱-۲۶۲، رشيديه)

باب المتفرقات

حج کے لئے روپیہ دیا، اس میں سے کچھ بچ گیا، اس کو کیا کرے؟

سوال[۱۰۶۱۹]: (الف) آقا نے اپنے ملازم (ب) کو اس کی پچاس سالہ خدمت کے عوض میں اس کو حج بیت اللہ کرانے کو مغل لائن کی مقررہ روپیہ دے کر بیت اللہ شریف بھیجا، (ب) نے اپنی کفایت شعاری سے کام لے کر کچھ روپیہ پس انداز کرلیا، تو اب (ب) اس پس انداز کئے ہوئے رقم کو (الف) کو واپس کرے یا اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ وہ پس انداز رقم (الف) کے سامنے پیش کردے کہ یہ بچ گئی ہے، پھر (الف) وہ رقم (ب) کو ہی دے دے، خود نہ لے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۵ھ۔

حاجیوں کا سامان لانا اور لے جانا

سوال[۱۰۶۲۰]: حج کے لئے جو رقم تبادلہ گورنمنٹ کرتی ہے وہ محدود ہے، اس لئے حاجی مدراسی لنگی، عطر، صندل وغیرہ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ ان پر حکومت کی کوئی پابندی نہیں تا کہ اس سے تجارت کرکے اطمینان سے خرچ کرسکے یا وہاں سے وہ سامان جس پر حکومت سعودیہ کی کوئی پابندی نہیں، مثلاً: لونگ، جائفل، دارچینی، ریگ ماہی اور دوسری جڑی بوٹیاں، یہاں پر سونے چاندی کا سوال نہیں۔

---

(۱) "وفي الينابيع: للحاج أن يشتري من الدراهم التي يحج بها دابة للركوب ... فاذا رجع إلى أهله رد جميع ما في يده مع بقية الدراهم إلا أن يجعله الورثة في حل منها فيكون له ذلك". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل السادس عشر في الوصية بالحج: ۲/۰۶۵، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس سامان کے یہاں سے لے جانے اور وہاں سے لانے پر کوئی قانونی پابندی نہیں، اس کا یہاں سے لے جانا اور وہاں سے لانا حاجی وغیر حاجی سب کے لئے جائز ہے، ایسا کرنے سے حج کے ثواب میں کمی نہیں آئی، لیکن اتنا ضرور ہے کہ حاجی کا دھیان صرف تجارت وغیرہ میں اٹکا رہتا ہے، اس لئے افضل یہ ہے کہ تجارت کی نیت نہ ہو اور پیسہ کی کمی کو دور کر کے فرائض کو سہولت سے ادا کرنا اور خیرات کرنا مقصود ہو تو اس نیت سے اجر وثواب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۷/ ۸۹ھ۔

حرم میں خرچ کرنے کے لئے دیئے گئے پیسوں کو بمبئی میں خرچ کرنا

سوال [۱۱۰۶۲]: زید حج کو جارہا تھا، بکر نے اس کو دس روپیہ دیئے کہ ان کو حرم میں خرچ کر دینا، مگر زید نے بمبئی میں ایک غریب شخص کو دے دیئے، تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے غلطی کی کہ بمبئی میں روپیہ خرچ کر دیا، اس کو حرم شریف میں خرچ کرنا چاہیے تھا، اب وہ بکر کو خبر

---

(۱) "قال الإمام القرطبي رحمه الله تعالى، تحت هذه الآية: ﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم﴾".

الثانية: إذا ثبت هذا ففي الآية دليل على جواز التجارة في الحج للحاج مع أداء العبادة، وأن القصد إلى ذلك لايكون شركا، ولا يخرج به المكلف عن رسم الإخلاص المفترض عليه ..... أما إن الحج دون تجارة أفضل، لعروها عن شوائب الدنيا وتعلق القلب بغيرها". (الجامع لأحكام القرآن، البقرة: ۱۹۸: ۲/ ۲۷۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"تجريد السفر عن التجارة أحسن، ولوا تجر لا ينقص ثوابه كالغازي إذا اتجر كما ذكره الشارح في السير ..... وخلط التجارة بهذ القسم كما في فتح لقدير مما لاينبغي". (البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/ ۵۲۱، رشيديه)

(وكذا في غنية الناسک، باب ماينبغي لمريد الحج من آداب السفر، ص: ۳۲، إدارة القرآن كراچی)

کردے کہ وہ اس خرچ پر رضامند ہوتو بہتر ہے، ورنہ دس روپیہ بکر کو واپس کردے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ ہوتا ہے؟

سوال[۱۰۶۲۲]: کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ کیا جائے، جیسا کہ مکہ مکرمہ میں کیا جاتا ہے، زید کہتا ہے کہ مدینہ میں بھی کرنا چاہیے، آیا قول زید صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عمرہ میں دو کام کئے جاتے ہیں، ایک طواف بیت اللہ، دوسرا کام صفا و مروہ کے درمیان سعی، یہ دونوں کام صرف مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حج سے آنے والوں کے ساتھ معانقہ اور دست بوسی

سوال[۱۰۶۲۳]: یہاں پر جب لوگ حج کرکے آتے ہیں تو مرد وعورت سب ہی لوگ ان کے گلے

---

(۱) "الوكيل إنما يملك التصرف من الموكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فليس له مخالفته كما في سائر أنواع الوكالة" (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الزكاة: ۲/ ۳۷۱، رشيديه)

"الوكيل إذا خالف من حيث الجنس لاينفذ على الآمر وإن كان المأتي به أنفع من المأمور به".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوكالة، الباب الثاني في الوكيل بالشراء: ۳/ ۵۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء: ۵/ ۵۲۱، سعيد)

(۲) "وهي إحرام وطواف وسعي وحلق أو تقصير فقط". (غنية الناسك، باب العمرة، ص: ۱۹۶، إدارة القرآن كراچی)

"وأما ركنها فالطواف، لقوله عزوجل: ﴿وليطوفوا بالبيت العتيق﴾ ولإجماع الأمة...... وأما واجباتها فشيئان: السعي بين الصفا والمروة والحلق أو التقصير". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في العمرة: ۲/ ۴۷۹، ۴۸۰، رشيدية)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب العمرة، ص: ۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ملتے ہیں اوران کے ہاتھوں کواور کندھوں کو بوسہ دیتے ہیں، کیا یہ جائز ودرست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قصد سے کہ کوئی شخص مکہ مکرمہ سے آرہا ہے، اس کی تعظیم اورمحبت کی خاطر ہاتھوں کو چومنا درست ہے، معانقہ کی بھی اجازت ہے(۱)، مگر عورت کونا محرم کے ساتھ یہ معاملہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۲۰/۲/۹۲ھ۔

حج میں کیا تمنا کی جائے؟

سوال[۱۰۶۲۴]: حج میں جانے والے کوکیا تمنا کرنا چاہیے؟ وہاں مرنے کی یا واپس آنے کی؟ اس میں جواحسن ہوتحریر فرمائیں۔

حافظ محمد صدرالدین ٹی اسٹال میر گنج سلطان پور یوپی

---

(۱) "وقد كان من سنة السلف رضي الله تعالیٰ عنهما أن يشيعو الغزاة، وأن يستقبلوا الحاج، ويقبلوا بين أعينهم، ويسألوهم الدعاء، ويبادرون ذلک قبل أن يتدنسوا بالآثام". (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الحج، الفصل الأول: ۱/۱۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "إذا لقيت الحاج فسلم عليه، وصافحه، ومره أن يستغفرلک قبل أن يدخل بيته فإنه مغفور له رواه أحمد".
(مشكاة المصابيح، كتاب المناسک، الفصل الثالث، ص: ۲۲۳، قديمي)

(وكذا في فتاوى رحيميه، كتاب الحج، حجاج کرام کا استقبال: ۸/۱۳، دار الاشاعت)

(۲) "قلنا: الله ورسوله أرحم بنا من أنفسنا، يا رسول الله! ألا تصافحنا قال: لا أصافح النساء". (روح المعاني، تحت آية البقرة: ۲۱: ۲۸/۸۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ما حل نظره حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه وعليها ...... إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها، وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۸/۳۵۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تمنا کرنا چاہیے کہ اگر میری بہتری وہیں موت میں ہے، تو اللہ تعالیٰ وہاں موت نصیب فرمائے، اگر بہتری واپسی میں ہے، تو اللہ تعالیٰ سب گناہ سے پاک وصاف کرکے عافیت کے ساتھ واپس لائے اور پوری اطاعت کی توفیق دے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔

حج کی درخواست میں اپنے آپ کو دوسرے صوبہ کا بتلانا

سوال [۱۰۲۲۵]: ایک شخص حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے، چونکہ یوپی میں حجاج کی کثرت کی وجہ سے اکثر درخواست منظور نہیں ہوتی، اس لئے اگر کوئی شخص حیلہ بنا کر اپنے کو کسی دوسرے صوبہ بنگال یا بہار کا باشندہ ظاہر کرکے درخواست منظور کرائے، تو یہ فعل شرعاً جائز ہوجائے گا یا نہیں؟ یہ فعل کذب میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسرے صوبہ میں کچھ مدت رہا ہو یا رہتا ہو تو اس کی طرف نسبت کرنا بھی بے اصل نہیں، محدثین کے یہاں بھی ایک مخصوص مدت تک ایک جگہ قیام کرنے سے اس کی طرف نسبت کرنا درست ہے(۲)، نیز اس

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه، قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لا یتمنین أحدکم الموت من ضر أصابه، فإن کان لا بد فاعلاً فلیقل "اللهم احیني ما کانت الحیوة خیراً لي، وتوفني إذا کانت الوفاة خیراً لي". (صحیح البخاري، کتاب المرضی، باب نهي تمني المریض الموت: ۲/۸۴۷، قدیمی)

(وصحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة .....: ۲/۳۴۲، سعید)

(وسنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في النهي عن التمني للموت: ۱/۱۹۱، سعید)

(۲) "قال عبدالله بن المبارک وغیره: من أقام في بلدة أربع سنین نسب إلیها". (تدریب الراوي في شرح تقریب النووي، النوع الخامس والستون: ۲/۹۱۳، ۹۱۳، دارطیبة)

"وقد روی الحاکم أبو عبدالله في تاریخ نیسابور، عن عبدالله بن المبارک رحمه الله تعالیٰ، أنه قال: من أقام في مدینة أربع سنین فهو من أهلها". (إرشاد طلاب الحقائق إلی معرفة سنن خیر الخلائق، =

نسبت کرنے سے کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوتی ہو تو گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حج کی درخواست منظور کرانے کے لئے سو روپیہ دینا

سوال[۱۰۶۲۶]: کوئی شخص حج بیت اللہ کا متمنی ہے، اس سے کوئی سو روپیہ یا اس سے کم وبیش اس یقین کا معاوضہ طلب کرتا ہے کہ وہ اسی سال درخواست حج بیت اللہ منظور کرادے گا، تو ایسی صورت میں یہ معاوضہ دے کر حج کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر درخواست منظور کرانے میں ذمہ داروں کے پاس جانے، سفر کرتے وقت خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی اور یہ شخص سفر خرچ یا حق المحنت کے طور پر مبلغ سو روپے لے، تو اس طرح حج کرنا درست ہے(۲)، بغیر ان سے ملے اور بغیر خصوصی کوشش کے بسا اوقات درخواست پڑی رہتی ہے، نامنظور ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۴ھ۔

= النوع الخامس والستون، ص: ۲۴۹، دار اليمامة دمشق)

(وكذا في كتاب معرفة علوم الحديث، النوع الثاني والأربعين، ص: ۱۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال: إن من قضاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قضى أن لا ضرر ولا ضرار". (السنن الكبرى، كتاب إحياء الموات: ۲۵۸/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال في "التاتارخانية": "وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشر دنانير كذا، فذلك حرام عليهم، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسداً، لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز، فجوز لحاجة الناس إليه". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، مطلب في أجرة الدلال: ۶۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الإجارة، الباب الخامس، الفصل الرابع: ۴۵۰/۴، ۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارة، باب السمسار: ۱۲۸/۵، ۱۲۹، مكتبه غفاريه كوئته)

قصبہ کے بجائے ضلع کے نام سے درخواست حج جمع کرانا

سوال[۱۰۶۲۷]: ہمارے یہاں قصبہ شیرکوٹ کے نام سے حج کے لئے پاسپورٹ یامنظوری نہیں ہوتی اورکسی دوسرے شہر کے نام سے پاسپورٹ یامنظوری ہوجاتی ہے،اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟اس کے بارے میں کیامسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بجنور سے منظور ہوجاتی ہے،توضلع بجنورکارہنے والااپنے آپ کوبجنوری کہہ کربھی درخواست دے سکتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح:العبدنظام الدین دارالعلوم دیوبند،۲۴/۳/۹۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
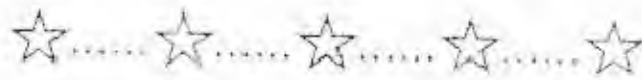
(۱) "(من كان من أهل قرية بلدة) بإضافة قرية إليها (فيجوز أن ينسب إلى القرية) فقط، (وإلى البلدة) فقط، (وإلى الناحية) التي فيها تلك البلدة فقط، زاد المصنف (رحمه الله تعالىٰ) (وإلى الإقليم) فقط". (تدريب الراوي في شرح تقريب النووي، النوع الخامس والستون: ۲/۳۱۳، ۹، دار طيبة)

"ومن كان من أهل قرية من قرى بلدة، فجائز أن ينتسب إلى القرية، وإلى البلدة أيضاً، وإلى الناحية التي منها تلك البلدة أيضاً". (معرفة أنواع علم الحديث، لابن الصلاح، النوع الخامس والستون، ص: ۵۰۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في إرشاد طلاب الحقائق إلى معرفة سنن خير الخلائق صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، النوع الخامس والستون، ص: ۲۳۹، دار اليمامة دمشق)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

نکاح پڑھانے کا طریقہ

سوال[۱۰۶۲۸]: نکاح پڑھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح نکاح پڑھایا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرادیا جائے اسی سے نکاح ہوجاتا ہے، مگر اتنا ضروری ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں ہو(۱)، لڑکی بالغہ ہوتو اس سے اجازت لی جائے (۲)، نابالغہ ہوتو ولی کوخود اختیار ہے(۳)، مہر بھی

---

(۱) "وینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهم وقبول من الآخر وضعاً للمضي کزوجت ..... وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً فاهمین مسلمین". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۹-۲۳، سعید)

"الشرط الخاص للانعقاد، سماع اثنین بوصف خاص للإیجاب والقبول ..... ورکنه الإیجاب والقبول حقیقة أو حکماً". (البحرالرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۳۹، رشیدیه)

(وکذا في فتح القدیر، کتاب النکاح: ۳/۱۷۷، عثمانیه)

(۲) "قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لا تنکح البکر حتی تستأذن ..... الخ". (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قدیمي)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۵۸، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۹، رشیدیه)

(۳) "(وللولي إنکاح الصغیر والصغیرة) جبراً (ولو ثیباً، ولزم النکاح)". (الدرالمختار، کتاب النکاح،=

متعین کرلیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھنا

سوال[۱۰۶۲۹]: محفل عقد میں ہماری مسجد کے امام صاحب نے خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھا، تو ایک صاحب نے فرمایا کہ آپ ہمارے امام ہیں، ہم سب بیٹھے ہیں، آپ کھڑے ہوکر پڑھ رہے ہیں تو عالی جناب فرمائیے کہ کیا کھڑے ہوکر خطبہ نکاح نہ پڑھا جائے اور بیٹھ کر پڑھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

کم بولنے والے کا نکاح

سوال[۱۰۶۳۰]: ایک شخص کم بولتا ہے نہ پاگل ہے نہ گونگا، سوال یہ ہے کہ اب اس کی شادی کرنی

= باب الولي: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۴۹۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۷، شركت علميه ملتان)

(۱) "وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۹-۳۱۰، عثمانيه)

(۲) ہمارے اکابر علمائے کرام کا طرز دونوں طرح رہا ہے، لیکن کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عام عادت کھڑے ہوکر خطبات پڑھنے کی تھی۔ (خیر الفتاوی، متفرقات نکاح: ۴/۵۹۱، ملتان)

اصل خطبوں میں کھڑے ہوکر ہی پڑھنا ہے، مگر بیٹھ کر بھی جائز ہے۔ ہندوستان میں عام طور پر اب یہی رواج ہے۔ عرب میں بھی اب یہی رواج ہوگیا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب النکاح: ۸/ ۱۴۷، دارالاشاعت کراچی)

ہے تو نکاح میں اگر اس نے ایجاب وقبول نہیں کیا اور گردن کے اشارے سے ہاں کہہ دیا، تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ زبان سے ہاں کہہ سکتا ہے، تو زبان سے کہنا ضروری ہے(۱)، جو شخص زبان سے نہ بول سکے، اس کا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ۔

ایضاً

سوال[۱۱۰۲۳]: ایک شخص کم گو ہے، اشارے سے ہاں نہیں کا جواب دیتا ہے، شادی کے موقع پر اگر اس نے اشارے سے ہاں کہہ دیا، زبانی ایجاب وقبول نہ کیا، تو اس کا نکاح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وہ بولنے پر قادر ہے، اپنی صوابدید کے مطابق بولتا اور بات بھی کرتا ہے، تو اس کے لئے ایجاب

---

(۱) "الإشارة إنما تعتبر إذا صارت معهودة، وذلک في الأخرس دون المعتقل، ولأن الضرورة في الأصل لازمة وفي العارض على شرف الزوال". (مجمع الأنهر، مسائل شتی: ۲/۷۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"(والإيماء بالرأس) من الناطق ليس باقرار بمال وعتق وطلاق وبيع ونكاح". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الإقرار: ۵/۵۹۵، سعدی)

"قوله: (بخلاف معتقل اللسان) بفتح القاف، يقال: اعتقل لسانه بضم التاء إذا احتبس عن الكلام ولم يقدر عليه، مغرب أي: فلا يعتبر إيماءه ولا كتابته". (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۳۲، سعيد)

(۲) "كما ينعقد النكاح بالعبارة ينعقد بالإشارة من الأخرس إذا كانت إشارته معلومةً". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل ركن النكاح: ۲/۴۸۸، رشيديه)

"الإشارة إنما تعتبر إذا صارت معهودة، وذلک في الأخرس دون المعتقل". (مجمع الأنهر، مسائل شتى: ۲/۷۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۹/۳۴۲، ۳۴۳، رشيديه)

نکاح کے بعد زبان سے ہی قبول کرنا ضروری ہے، اس کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ بغیر زبان سے قبول کئے نکاح تام نہ ہوگا (۱)، اس لئے ایجاب کے بعد زبان سے کہہ دینا کہ میں نے قبول کیا، یا پھر دوسرے شخص کو قبول کے لئے وکیل بنادے، وہ اس کی طرف سے قبول کرے، تب بھی صحیح ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۹/ ۱۴۰۰ھ۔

والدین کا نکاح پڑھانا

سوال [۱۰۶۳۲]: والدین اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح خود پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پڑھا سکتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۹/ ۱۴۰۰ھ۔

نکاح کی اجازت نہ دے کر رخصت ہو جانا، پھر وہاں سے فرار ہو جانا

سوال [۱۰۶۳۳]: ۱..... زید کی شادی سلمہ سے مورخہ ۶/ جون ۱۹۷۹ء کو ہوئی، دو ہفتہ بعد سلمہ میکے

---

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان: "کم بولنے والے کا نکاح"۔

(۲) "یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب السادس: ۱/ ۲۹۴، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانية، کتاب النکاح، الوکالة بالنکاح: ۳/ ۲۹، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل أما رکن النکاح: ۲/ ۳۸۷، رشیدیه)

(۳) نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے اور یہ کوئی بھی کرا سکتا ہے، چاہے والد ہو یا کوئی اور، البتہ نیک وصالح آدمی سے ایجاب وقبول کرانا اور خطبہ نکاح پڑھوانا سنت ہے۔

"یندب إعلانه، وتقدیم خطبة، وکونه في مسجد یوم الجمعة بعاقد رشید". (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/ ۸، سعید)

"یستحب ..... أن یکون قبله خطبة ..... وأن یتولی عقده ولي رشید". (البحرالرائق، کتاب النکاح، قبیل قوله وینعقد ..... الخ: ۳/ ۱۴۴، رشیدیه)

چلی گئی، ایک ماہ بعد آئی، ایک ہفتہ رہنے کے بعد میکے چلی گئی، بہت جستجو اور چھان بین کرنے کے بعد پتہ چلا کہ سلمہ کے ناجائز تعلقات چچازاد بھائی سے پرانے ہیں، جب لڑکی سے اس کی سہیلی نے سسرال میں نہ رہنے کا سبب معلوم کیا تو سلمہ نے ساری باتیں اپنی سہیلی کو بتادیں اور کہا کہ میری شادی جبراً کی گئی ہے، میں کسی طرح بھی سسرال نہیں رہوں گی، بلکہ فرار ہوکر چلی جاؤں گی اور کورٹ میرج کرلوں گی، جب سہیلی نے کہا کہ شادی سے پہلے کیوں ظاہر نہیں کیا؟ تو جواب دیا کہ میرے والد اور بھائی مجھ کو مار ڈالتے، پھر سہیلی نے کہا کہ تو نے نکاح کے وکیل کو گواہی سے منع کیوں نہیں کیا، تو جواب دیا کہ والد صاحب کو سب معلوم تھا، اس وجہ سے وہ خود ہی وکیل بنے مجھ کو مجبور کیا گیا، مگر میں نے پھر بھی زبان سے اقرار نہیں کیا، عورتوں نے میری طرف سے جواب دیا جو کہ منظوری جان لیا گیا، ادھر سلما اپنے سسرال سے فرار ہوگئی ہے اور ۴۶/ گھنٹے اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں رہی، جس کے دو نوجوان کنوارے لڑکے بھی ہیں، اس کے بعد اس نے سلمہ کو اس کے میکے بھیج دیا اور پھر بلالیا، غرض کبھی میکے رہتی ہے، کبھی رشتہ دار پھوپھا کے یہاں، مندرجہ بالا حالات میں کیا نکاح باقی رہا؟

۲...... کیا وہ مہر لینے کی حق دار ہے؟

۳...... کیا اپنے میکے میں رہتے ہوئے نان ونفقہ کی حق دار ہے؟

۴...... کیا لڑکی کا باپ وکیل بن سکتا تھا؟

۵...... لڑکی کہتی ہے اگر کوئی اور وکیل ہوتا تو میں انکار کردیتی۔

۶...... کیا شوہر اور گھر والوں کو دھوکہ دے کر فرار ہوکر چلے جانے کے بعد نکاح قائم رہا؟

۷...... اس کا حمل اپنے شوہر سے قطعی نہیں رہا، اس کو ہمیشہ غلط نظروں سے دیکھتی رہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جب کہ ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا اور حسب رواج رخصت ہوکر شوہر کے مکان کو چلی گئی، تو اس نکاح میں کوئی شبہ نہ کریں، یہ نکاح صحیح ہوچکا ہے (۱)، اگرچہ وہ اس سے خوش نہ ہو۔

---

(۱) "ومن شرائط الإیجاب والقبول ..... وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما". (الدرالمختار). "(قوله: لیتحقق رضاهما) أي: لیصدر منهما ما من شأنه أن یدل علی الرضا؛ إذ حقیقة الرضا غیر مشروطة في النکاح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۱۴، ۲۱، سعید) =

۲...... وہ مہر لینے کی حق دار ہے(۱)۔

۳...... بغیر شوہر کی اجازت کے جب تک میکے میں رہے گی، شوہر کے ذمہ نان ونفقہ نہیں ہے(۲)۔

۴...... اگر لڑکی وکیل بنائے تو بن سکتا ہے(۳)۔

۵...... لیکن انکار نہیں کیا، والد ہونے کی رعایت کرلی اور پھر نکاح کے بعد اس کو نامنظور بھی نہیں کیا اور شوہر کے مکان پر رخصت ہونے سے بھی انکار نہیں کیا، ایسی صورت میں نکاح بالکل صحیح ہو گیا۔

۶...... اس کمینہ حرکت کے باوجود نکاح برقرار ہے(۴)۔

= "(وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها) أقول أي: بعقدها الدال على رضاها". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۴۷، عثمانيه)

"وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل، كذا في البحر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس: ۱/ ۲۹۹، رشيديه)

(۱) "إن المهر واجب بنفس العقد". (رد المحتار، باب المهر: ۳/ ۱۰۲، سعيد)

"المهر في النكاح الصحيح يجب بالعقد؛ لأنه إحداث الملك، والمهر يجب بمقابلة إحداث الملك". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان مايجب به المهر: ۲/ ۵۷۹، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في تكرار المهر: ۱/ ۳۹۲، رشيديه)

(۲) "وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الأول: ۱/ ۵۴۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۴۲۲، رحمانيه لاهور)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/ ۳۰۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس: ۱/ ۲۹۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الوكالة بالنكاح: ۳/ ۲۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۳/ ۲۴۰، رشيديه)

(۴) "عن ابن عباس (رضي الله تعالى عنهما) قال: جاء رجلٌ إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: إنّ =

ہے...... یہ خود اس کی غلطی ہے، نکاح صحیح ہوجانے کے بعد شوہر سے صحیح تعلق نہ رکھنا محرومی اور بدنصیبی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

نکاح میں کھانے کپڑے وغیرہ کا تذکرہ

سوال[۱۰۲۳۴]: زید نے نکاح کے بعد خطبہ پڑھا اور بوقت نکاح کھانا، کپڑا، نان ونفقہ کا تذکرہ نہیں کیا، بکر کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح ایجاب وقبول سے ہوجاتا ہے، جب کہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہو(۱)، خطبہ ایجاب وقبول

= امرأتي لاتمنع يد لامس، قال: غرّبها، قال: أخاف أن تتبعها نفسي، قال: فاستمتع بها". (سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار، رقم الحديث: ۲۰۴۹: ۲/ ۳۱۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الطلاق، باب ماجاء في الخلع، رقم الحديث: ۳۴۶۴: ۲/ ۴۸۱، دار المعرفة بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۳۳۱۷: ۱/ ۶۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن امرأتي لا تدفع يد لامس، فقال عليه السلام: "طلقها" فقال: إني أحبها وهي جميلة، فقال عليه السلام: استمتع بها، ..... لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۷، سعيد)

(۱) "وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهم وقبول من الآخر وضعاً للمضي كزوجت ..... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً فاهمين مسلمين". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۹-۲۳، سعيد)

"الشرط الخاص للانعقاد، سماع اثنين بوصف خاص للإيجاب والقبول ..... وركنه الإيجاب والقبول حقيقة أو حكماً". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح: ۳/ ۱۷۷، عثمانيه)

سے پہلے سنت ہے(۱)، کتب فقہ، درمختار، بحر، فتح القدیر وغیرہ میں ایسا ہی مذکور ہے، کھانا، کپڑا، نان ونفقہ کا ذکر نکاح میں نہیں ہوتا، بکر کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، اس سے دریافت کیا جائے کہ صحت نکاح کے لئے نان ونفقہ کا ذکر کس کتاب میں لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مہر ہاتھ کے نیچے چھپا کر ایجاب وقبول کرنا

سوال[۱۰۶۳۵]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک بارات بہت اچھے طریقہ سے آئی، کھانا وغیرہ کے بعد باقاعدہ لکھائی پڑھائی ہوئی، خطبہ پڑھا گیا، سب حقوق کئے گئے، مگر امام صاحب نے رجسٹر میں ۵۰۰۰/ پانچ ہزار مہر کو اپنے ہاتھ کے نیچے دبالیا اور بعد میں کہا کہ پانچ ہزار ہوتے ہوئے باندھے گئے ہیں، اس کو لڑکے والوں نے منظور نہیں کیا اور بات بڑھتی چلی گئی اور بارات کو خالی جانا پڑا، معلوم ہوا ہے کہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا ہے، پہلا نکاح درست تھا یا دوسرا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو صورت پیش آئی وہ یقیناً رنج وافسوس کی صورت ہے، اس کے باوجود اگر یہاں کا ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا(۲) اور دوسری جگہ پر شریعت کے مطابق لڑکی کی اجازت ورضامندی سے نکاح کردیا گیا تو وہ

---

(۱) "يندب إعلانه وتقدم خطبته". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۸/۳، سعيد)

"فإن عقد الزواج من غير خطبة جاز، فالخطبة مستحبة غير واجبة". (الفقه الإسلامي وأدلته، البحث الخامس: ۶۶۱۸/۹، رشيديه)

(وكذا في ميزان الشعراني، كتاب النكاح: ۱۱۱/۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهم وقبول من الآخر وضعاً للمضي ..... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹-۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۳۹/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح: ۱۷۷/۳، عثمانيه)

درست ہوگیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

لونڈیوں اور باندیوں کے احکام

سوال[۱۰۲۳۶]: شریعت اسلامیہ میں کنیز اور لونڈیوں کا کیا مرتبہ ہے؟

۱...... کیا وہ زرخرید ہوئی تھیں اور ان سے نکاح بھی کیا جاتا تھا؟

۲...... کیا ان کی اولاد اگر نکاح کے بغیر ہوتو یہ وراثت کی حق دار ہوتی ہے؟

۳...... لونڈیوں کی تعداد کے اوپر کوئی پابندی تھی؟

۴...... ایک وقت میں چار شادیوں کی اجازت ہے، لیکن اس میں یہ قید ہے کہ سات سے زیادہ پوری زندگی میں نہ کی جائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... شرعی طور پر جہاد ہوتا تھا، اس میں گرفتار کر کے لائی جاتی تھیں، وہ تقسیم کردی جاتی تھیں، جس کی ملک میں جو دے دی جاتی اس کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی (۲)۔

---

(۱) "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لا تنكح البكر حتى تستأذن الخ". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲/۲۷۰، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۹، رشيديه)

(۲) "وحرم تزوج الرجل أمته، أو مكاتبته، أو مدبرته، أو أم ولده، أو أمة يملك بعضها لم يكن ذلك نكاحاً". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح في بيان مايجوز الأنكحة ومالايجوز: ۳/۹، قديمي)

"(وحرم تزوج أخت معتدته) ...... (وأمته وسيدته) أي: حرم عليه نكاح أمته، وحرم على العبد نكاح سيدته للإجماع على بطلانه". (تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۲/۴۷۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۰، رشيديه)

۲…… وہ وراثت کی حق دار ہوتی تھی۔

۳…… کوئی پابندی نہیں تھی۔

۴…… یہ قید نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆……☆……☆……☆……☆

---
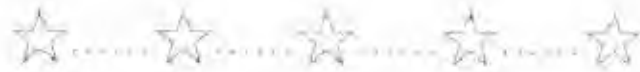
(۱) "وأما الجمع من جهة ملك اليمين فإنه يجوز وإن كثرن". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح في بيان مايجوز من الأنكحة ومالايجوز: ۳/۵، قديمي)

"لايحل للرجل أن يجمع بين أكثر من أربع نسوة كذا في المحيط السرخسي ... ويجوز للحر أن يتسرى عن الإماء ماشاء من العدد وإن كثرن". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الرابع، المحرمات بالجمع: ۱/۲۷۷، رشيديه)

باب مایتعلق بالرسوم عند الزواج

(شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)

دلہا کو پالکی میں لے جانا

سوال[۱۰۶۳۷]: ہمارے یہاں شادی کے موقع پر عرف پالکی میں نوشہ(۱) کو بٹھا کر کاندھے پر رکھ کر لے جاتے ہیں، ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پالکی پر سوار ہونا جس کو آدمی کاندھوں پر اٹھائیں درست ہے، مگر اس کو شادی کے موقع پر ضروری قرار دینا شرعی حکم نہیں، بلکہ رسم ہے جس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دولہا کو پھولوں کا ہار پہنانا

سوال[۱۰۶۳۸]: بیاہ شادیوں کے موقع پر دولہا کو پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے اور ایک شخص اس کو سنت بتلاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا، کیا یہ درست ہے؟

---

(۱) "نوشاہ (نوشہ): دولہا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۵۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها". (مجموعه رسائل اللكهنوي، سباحة الفكر في الجهر بالذكر: ۳۴/۲، إدارة القرآن كراچي)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرأة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد: ۳۱/۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی وغیرہ کے موقع پر دولہا وغیرہ کو پھولوں کا ہار پہنانا قرآن پاک، حدیث شریف، آثار صحابہ، فقہ سے کہیں ثابت نہیں، جو شخص سنت بتاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ غلط کہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے، اگر وہ دیدہ ودانستہ ایسا کہتا ہے تو سخت وعید کا مستحق ہے۔

"من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" (الحديث)(۱)۔

اس رسم کو بالکل ختم کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح کے وقت کلمہ پڑھوانا

سوال[۱۰۶۳۹]: ۱...... نکاح کے وقت مسلمان دولہا کو پانچوں کلمے اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھانا، جیسا کہ آج کل بعض علاقوں میں عام رواج ہے، کیسا ہے؟ کیا یہ نکاح کی سنت ہے یا مستحب چیزوں میں سے ہے؟ بعض جگہوں پر ان کلموں کے پڑھوانے پر اصرار کیا جاتا ہے اور نکاح خواں اگر نہ پڑھوائے تو اس پر طعن کیا جاتا ہے اور اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ غیر ضروری چیز کے ساتھ ضروری جیسا معاملہ کرنے کی وجہ سے اس کو مکروہ کا حکم دیا جائے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے کلمہ پڑھوانا ثابت ہے؟

نکاح کے وقت نماز پڑھوانا

سوال[۱۰۶۴۰]: ۲...... دولہا سسرال جاتے وقت اپنے گھر سے نکل کر پہلے مسجد میں جا

---

(۱) (صحيح مسلم، مقدمة الكتاب، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، دار السلام)

(وصحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۲۴، دار السلام)

(وسنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۳، دار الجيل)

کر دو رکعت نماز نفل پڑھتا ہے، پھر بارات کے ساتھ سسرال کے لئے روانہ ہوتا ہے، خواہ سسرال اپنی ہی بستی میں ہو یا دوسری بستی میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جو لوگ کلمہ اور ضروری عقائد سے واقف نہیں، ان کو کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھا دیا جائے تو ٹھیک ہے تاکہ ایک مرتبہ تو پڑھیں اور اس سے پہلے جو چیزیں کلمہ کے خلاف سرزد ہوئی ہوں، ان سے رجوع کرلیں (۱)، مگر جو کلمہ سے بھی واقف، ایمان مجمل ومفصل سے بھی واقف، بلکہ ان کے تقاضوں پر عامل ہیں، ان کو اس خاص موقع پر کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان چیزوں کو نکاح خواں سے زیادہ جانتا ہو، ہر شخص کے لئے اس پر اصرار کرنا غلط ہے جو کہ قابل ترک ہے۔ اس میں یہ بھی مظنہ ہے کہ جس کو کلمہ پڑھایا جارہا ہے وہ یہ سمجھے کہ مجھے مسلمان ہی نہیں سمجھا گیا اور اس کے ترک کرنے پر ملامت کرنے کا حق ہی نہیں، ملامت کی وجہ سے تو حکم میں شدت پیدا ہو جائے گی۔

۲..... یہ بھی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، خاص کر جو شخص نماز پنجگانہ کا پابند ہو اس کو اس موقع پر نماز پڑھنے پر اصرار کرنا بالکل بے محل اور غلط ہے، جس نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو، وہ اس وقت دو رکعت پڑھ بھی لے گا، تو اس سے گزشتہ متروکہ نماز کی قضاء تو نہیں ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

نکاح کے وقت کون سی نماز پڑھی جاتی ہے؟

سوال [۱۰۶۴۱]: دورِ حاضر میں قبل نکاح نوشہ (۲) کو دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں، یہ کون سی نماز ہے؟ نفل شکرانہ ہے یا کوئی اور؟

---

(۱) "لا شک في فرضية الفرائض الخمس، وعلم الإخلاص ..... وعلم الألفاظ المحرمة أو المكفرة ولعمري هذا من أهم المهمات في هذا الزمان، لأنك تسمع كثيراً من العوام يتكلمون بما يكفر، وهم عنها غافلون، والاحتياط أن يجدد إيمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة أو مرتين، إذ الخطاء وإن لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير". (ردالمحتار، مقدمة: ۱/ ۴۲، سعيد)

(۲) "نوشاه (نوشہ) دولہا"۔ (فیروز اللغات ص: ۱۳۵۴، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز ایسی نماز ہے کہ نہ خدائے پاک نے فرض کی، نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون قرار دی، یعنی بے اصل ہے(۱)۔ جاہل، بے نمازی دولہا کو نماز پڑھوا کر اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، اسی طرح مجلس نکاح میں کلمہ پڑھوا کر مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں، اگر کوئی شخص پانچوں وقت نماز پڑھتا رہے اور بھی اسلام کی باتیں اختیار کرتا رہے تو مجلس نکاح میں اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور ... الخ: ۱/۳۷۱، قديمي)

(۲) "عن معاذ (رضي الله تعالى عنه) قال: قلت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أخبرني بعمل يدخلني الجنة ويباعدني من النار، قال: سألت عن أمر عظيم، وأنه يسير على من يسره الله تعالى عليه، تعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت ... الخ".

(مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني: ۱/۱۴، قديمي)

"عن أنس بن مالك (رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذلك المسلم الذي له ذمة الله، وذمة رسول الله فلا تخفروا الله في ذمته". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة: ۱/۵۶، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب الإيمان وشرائطه، باب صفة المسلم: ۲/۲۶۶، قديمي)

باب المحرمات

الفصل الأول في المحرمات من النسب

(نسبی محرمات کا بیان)

ایک ہی ذات سے تبدیلیٔ جنس کی صورت میں پیدا ہونے والے بچوں کے نکاح کا حکم

سوال [۱۰۶۴۲]: ایک ہیجڑ جو پہلے عورت تھی اور اس کے پاس ایک لڑکا بھی تھا، اب اس عورت نے مرد بن کر شادی کی، اس کے بعد بچے پیدا ہوئے، اس کے پاس ایک لڑکی بھی ہے، تو کیا عورت ہونے کے زمانہ میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا، ہیجڑ کو اس کی شادی اس لڑکی سے کرنی جائز ہوگی جو مرد ہونے کے بعد شادی کرنے سے پیدا ہوئی؟ ہیجڑ اور اس کی جو بعد میں لڑکی پیدا ہوئی ہے، پہلے والے لڑکے اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی ہونے کا کون سا علاقہ ہوگا، یعنی اخیافی یا اس کے علاوہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے، اگرچہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بناء پر ان کے تعلق ازدواج درست نہیں، جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی اور اخیافی بہن سے بھی حرام ہے، ہر ایک کی تولید کے وقت جو مولود منہ کی صفت تھی، اس کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۳/۷/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهتكم وبنتكم وأخواتكم﴾ (النساء: ۲۳)

"لا يحل للرجل أن يتزوج بأمه ولا جداته ... ولا بأخته". (الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۳۰۷، مكتبه شركت علميه ملتان) .... =

تایازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح کرنا

سوال [۱۰۶۴۳]: ایک صاحب کے تائے زاد بھائی کی لڑکی ہے، اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بھتیجے سے نواسی کا نکاح

سوال [۱۰۶۴۴]: زید اپنی حقیقی نواسی کا نکاح اپنے حقیقی بھتیجے سے کرنا چاہتا ہے، شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ نکاح درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوتیلی ساس سے نکاح کرنے کا حکم

سوال [۱۰۶۴۵]: زید اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ نہ پھوپھی اور نہ خالہ وغیرہ ہے اور اگر نکاح ہو چکا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن دوعورتوں میں ایسا تعلق ہو کہ اگر ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری سے اس کا نکاح جائز نہ ہو،

= (وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ۶/۳۴۰، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ماوراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

"﴿ماوراء ذلكم﴾ إشارة إلى ماتقدم من المحرمات أي: أحل لكم نكاح ما سواهن انفراداً وجمعاً". (تفسير روح المعاني، النساء: ۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) تقدم تخريجه: "تایازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح کرنا"۔

دونوں طرف سے حرمت ہو، تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا درست نہیں، اگر ایک طرف سے جائز ہو دوسری طرف سے حرمت ہو، تو دونوں کو جمع کرنا درست ہے، سوتیلی ساس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، کیونکہ زید کی بیوی کو اگر مرد فرض کیا جائے، تو اس کا نکاح زید کی سوتیلی ساس سے درست نہیں، کیونکہ وہ موطوءۃ الاب ہے، اگر سوتیلی ساس کو مرد فرض کرلیا جائے تو زید کی بیوی سے اس کا نکاح درست ہے، کوئی رشتہ حرمت نہیں۔

"وحرم الجمع بين امرأتين أية فرضت ذكراً حرم النكاح اه" كنز.

بقوله: "أية فرضت" لأنه لو جاز نكاح إحداهما على تقدير مثل المرأة بنت زوجها أو امرأة ابيها، فإنه يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربع، وقد جمع عبدالله بن جعفر بين زوجة علي وبنته ولم ينكر عليه أحد اه"

البحر الرائق: ۹۸/۳(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۲/۳، ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲۰۸/۳، عثمانيه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع: ۲۷۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۸/۳، سعيد)

الفصل الثاني في المحرمات من الرضاع

(حرمت رضاعت کا بیان)

ڈھائی سال عمر ہوجانے پر حرمت رضاعت کا حکم

سوال[۱۰۶۲۶]: ۱..... مسماۃ رحیما اور امام حسین آپس میں پھوپھی بھتیجا کا حقیقی رشتہ ہے اور رحیما کی عمر ۲۰/سال کی تھی اور امام حسین ڈھائی سال ہوچکا تھا، امام حسین نے ڈھائی سال کی عمر میں اپنی حقیقی دادی کا دودھ پیا ہے اور پھوپھی بھتیجا کے درمیان بیس سال کا زمانہ ہوا، اب مسماۃ رحیما کی لڑکی سے امام حسین کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ یہ رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اور اس میں بیس سال کا زمانہ گزرنے پر امام حسین نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، اب رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۲..... رضاعت جس زمانہ میں دودھ شریک ہوکر دودھ پیتے ہیں، یہ دونوں بہن بھائی ہوئے اور اس سے پہلے یا ان کے بعد جو بچے ہوں گے، ان پر بھی یہ رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر ڈھائی سال کی عمر ہوچکی تھی اس وقت دودھ پیا ہے، تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی (۱)، لہذا رحیما کی لڑکی امام حسین کی رضاعی بہن کی لڑکی (بھانجی) نہیں ہوئی، ان دونوں کا نکاح درست ہے۔

---

(۱) "هو مص من ثدي آدمية في وقت مخصوص، هو حولان ونصف عنده، وحولان فقط عندهما، وهو الأصح، وبه يفتى كما في تصحيح القدوري عن العون". (الدرالمختار، كتاب الرضاع: ۳/۲۰۹، سعيد)

"وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا رضاع بعد حولين". (الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۰، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشيديه)

۲..... جس بچہ نے مدت رضاعت میں جس عورت کا دودھ پیا ہے، اس بچہ کا اس عورت کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، خواہ اس بچے کے دودھ پینے سے پہلے پیدا ہوئی ہو، خواہ بعد میں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "ولا حل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين وإن اختلف الزمن والأب". (الدرالمختار). "(قوله: وإن اختلف الزمن) كأن أرضعت الولد الثاني بعد الأول بعشرين سنة مثلاً وكان كل منهما في مدة الرضاع ..... وشمل أيضاً ما لو ولدت قبل إرضاعها للرضيعة أو بعده ولو بسنين". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في نكاح منكوحة الغير

(منکوحۂ غیر سے نکاح کا بیان)

منکوحۂ غیر سے نکاح کے بعد شوہر اول کے مرنے کی صورت میں نکاح کا حکم

سوال[۱۰۹۴۷]: ایک مال دار شخص نے ایک غریب آدمی کی خوبصورت عورت کو پکڑ کر جبراً دوسری جگہ لے جاکر نکاح پڑھا دیا اور اپنی زوجیت میں رکھا اور دو چار بچے بھی پیدا ہوئے، ۳/ سال کے بعد پہلا شوہر مرگیا، اب وہ جو دوسرے کے ساتھ نکاح پڑھایا گیا ہے، وہی نکاح باقی رہے گا یا دوسرا نکاح پڑھانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح کرنا زنا اور حرام کاری ہے سخت گناہ اور بہت بڑا ظلم ہے، یہ نکاح ہرگز صحیح نہیں ہوا(۱)، تاہم اس جرم عظیم کے باوجود اس کا اپنا نکاح فسخ نہیں ہوا، اس عورت کا شوہر جب مرا ہے اس وقت سے اس عورت پر عدت وفات چار ماہ دس دن پورا کرنا ضروری ہے(۲)، اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے(۳)، پہلے نکاح پر کفایت نہ کی جائے، وہ نکاح، نکاح شرعی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

---

(۱) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۲/ ۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث المحرمات من النساء: ۹/ ۶۶۲۴، رشيديه) =

بغیر طلاق نکاحِ ثانی کرنے کا حکم

سوال [۱۰۶۳۸]: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، شادی کے چھ، سات مہینے کے بعد لڑکا کلکتہ شہر چلا گیا، لڑکی کا باپ کلکتہ میں رہتا ہے، لڑکی کے باپ نے دریافت کیا کہ تم کیوں چلے آئے؟ کہا کہ میرا گذارا مشکل ہے، میں نہیں جاؤں گا، تب لڑکی کے باپ نے اس کی دوسری شادی کردی، دوسرے شوہر سے بلا طلاق اور نکاح پڑھانے والے بستی کے امام صاحب ہیں، جب نکاح پڑھانے کے لئے گئے تو اس وقت امام نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ دیکھو قیامت کا بوجھ تم پر ہے، میں نکاح پڑھاتا ہوں تو عندالشرع اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور امام نکاح خواں اور شریک نکاح، گواہ، وکیل وغیرہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ نکاح شرعاً درست نہیں (۱)، جو اس نکاح میں شریک ہوئے سب گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم

= (۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾ (البقرة: ۲۳۴)

"وعدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام ..... ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر: ۱/۵۲۹-۵۳۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الطلاق، الفصل الثامن: ۲/۱۱۷، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ (البقرة: ۲۳۲)

"فإذا انقضت عدتها حلت للأزواج ولا جناح عليها فيما فعلت من ذلك". (الجامع لأحكام القرآن، البقرة: ۲۳۲: ۳/۱۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرائط أن لاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت) =

ہے(۱) اوران دونوں کوعلیحدہ کرنا ضروری ہے(۲)، لڑکی کواس کے شوہر کے پاس کلکتہ پہونچادیں یا شوہر سے طلاق حاصل کریں، جب وہ طلاق دےدے اورعدت گزرجائے جب دوسری جگہ نکاح کریں، اس سے پہلے نہیں(۳)، امام صاحب بھی سخت گنہ گار ہیں، ان کو ہرگز یہ نکاح پڑھانا جائز نہیں تھا، اگر وہ توبہ کرکے اپنے پڑھائے ہوئے نکاح سے دونوں کوجدا کرانے کی کوشش نہ کریں، توان کوامامت سے علیحدہ کردیا جائے(۴) اور

= (وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث المحرمات من النساء: ۹/۶۶۲۹، رشيديه)

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرةً أوكبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۶۰، مكتبه حقانيه)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر: ۳/۲۴۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(۳) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقره: ۲۳۵)

"(والمحصنات من النساء) أي: ذوات الأزواج، لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها أو يطلقها، وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق". (التفسير المظهري: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه)

(۴) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۳، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۴۴۳، نعمانيه) .... =

کسی دوسرے متبع سنت کو امام مقرر کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، صلاة الجماعة: ۱/۳۸۷، رشيديه)

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط ..... ثم الأحسن تلاوة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً ..... الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة: ۱/۳۸۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس، الفصل الثاني: ۱/۸۳، رشيديه)

الفصل الرابع في المحرمات بالجمع

(محرمات کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۶۲۹]: ایک صاحب جو کہ نیک صالح ہیں اور نمازی بھی ہیں، ان کی عمر اس وقت تقریباً پچاس سال کی ہے، دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھ رہے ہیں، ایک بیوی جس سے متعدد اولاد بھی ہوئی، لیکن اب اس پہلی والی بیوی سے ہمبستری نہیں کرتے ہیں، نہ اس کا پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں، دوسری بیوی جس کی دو تین اولادیں بھی ہوئیں، اس سے ہمبستری کرتے ہیں، غرضیکہ عرصہ دراز سے اس فعل حرام میں منہمک ہیں تو کیا ایسے شخص کے گھر کھانا کھانا جائز ہے، جب کہ وہ یہ کام عمداً کر رہے ہیں اور جو دوسری بیوی ہے، وہ بحمد اللہ نیک صالح نمازی بھی ہیں، ان کی لڑکی یا لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

لقوله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ إلى قوله تعالى: ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾(۱)۔

جو شخص ایسے حرام کام میں مبتلا ہو جس کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا ہو، اس کو نیک صالح کہنا غلط ہے، جب ان کے یہاں کھانا پینا ترک کر دینے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو کہ وہ دوسری بیوی کو جو کہ شرعاً بیوی

---

(۱) (النساء: ۲۳)

"لا يجمع بين أختين بنكاح ولا بوطء بملك يمين" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع: ۱/۲۷۷، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۸، سعيد)

نہیں ہے، چھوڑ دیں اور ترک تعلق کردیں، تو یہ ترک تعلق کرنا حق بجانب ہے(۱)۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾(۲)۔

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾(۳)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "وقوله عزوجل: ﴿فأعرض عن من تولی عن ذکرنا﴾ أي: أعرض عن الذي أعرض عن الحق واهجره". (تفسیر ابن کثیر، الجزء: ۲۷، النجم: ۲۹، ۳۳/۴، رشیدیه)

"قال المهلب: غرض البخاري في هذا الباب أن يبين صفة الهجران الجائز، وأنه يتنوع بقدر الجرم، فمن كان من أهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما في قصة كعب وصاحبيه، وما كان من المغاضبة بين الأهل والإخوان فيجوز الهجر فيه بترك التسليم مثلاً أو بترك بسط الوجه مع عدم هجر السلام والكلام وقال الطبري: قصة كعب بن مالك أصل في هجران أهل المعاصي". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران لمن عصی: ۱۰/ ۶۰۹، قدیمی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع .....: ۸/ ۷۵۹، رشیدیه)

(۲) (الأنعام: ۶۸)

(۳) (هود: ۱۱۳)

الفصل الخامس في المحرمات بالشرک

(غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)

مسلمان کا عیسائی عورت سے نکاح

سوال[۱۰۶۵۰]: ۱..... ایک مسلمان مرد ایک عیسائی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا اس سے نکاح جائز ہوگا؟

۲..... مسلمان مرد شریعت محمدی کا پابند ہے، مگر اس کی عیسائی بیوی اپنے عیسائی مذہب پرسختی سے پابند ہے، کیا ایسی حالت میں ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے نکاح میں سخت مفسدہ اور خطرہ ہے، مسلمان شوہر کا اپنے اسلام پر باقی رہنا مشکل ہے، اولاد بھی ماں کے اثر کو قبول کرے گی، خاندان کے دوسرے افراد بھی متاثر ہوں گے، اس لئے ایسا ارادہ ہرگز نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۵، سعيد)

"والأولى أن لا يتزوج كتابية ولا يأكل ذبائحهم إلا لضرورة ...... وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ على طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۲، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، باب تزوج الكتابيات، المائدة: ۲/۴۵۹، ۴۶۰، قديمي)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۱۹۴، ۱۹۵، إمداديه)

باب ولایۃ النکاح

(ولایتِ نکاح کا بیان)

نکاح کے لئے چچا کی اجازت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

سوال[۱۰۶۵۱]: ہندہ کے شوہر زید کا انتقال ہوگیا اور اس کی کئی لڑکیاں ہیں، جن میں ایک کے علاوہ سب شادی شدہ ہیں، ایک لڑکی ابھی نابالغہ اور غیر شادی شدہ ہے، جس کے نکاح کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی ہندہ سے اپنی دو شادی شدہ لڑکیوں کے سامنے اس بات کی زبانی وصیت کی کہ اس نابالغہ کا نکاح فلاں خالد کے لڑکے سے کردینا، واضح ہو کہ زید کا کوئی بھائی بھی نہیں ہے، ایک بھتیجا ہے، لیکن بھتیجا زندگی ہی میں اپنے تایا زید سے رنجش رکھتا تھا اور آج بھی اپنی تائی ہندہ سے رنجش رکھتا ہے اور یہ الفاظ کہتا ہے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی مطلب نہیں اور نہ ہی آپ لوگ مجھ سے مطلب رکھو، نہ میں نابالغہ کے نکاح کی اجازت دوں گا، ہندہ اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق خالد کے لڑکے ہی سے کرانا چاہتی ہے کہ میری ہی زندگی میں نابالغہ کا نکاح ہونا چاہیے، کیونکہ میں بیمار رہتی ہوں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں زید کے بھتیجے کی اجازت ضروری ہوگی یا جو زید کا حقیقی چچا ہے اس کی اجازت ضروری ہوگی یا زید کی بیوی کی اجازت وصیت کے مطابق کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھتیجا تو اپنی ناراضگی کی وجہ سے بے تعلق ہے اور اس نابالغہ کے ساتھ اس کو کوئی ہمدردی نہیں، اگر نابالغہ کے نکاح کی ضرورت اور مصلحت ہے تو موجودہ صورت میں مرحوم کا چچا اجازت دے دے تو نکاح درست ہوسکتا ہے(۱)، محض والدہ کی اجازت مرحوم کے وصیت کی بناء پر کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) اگرچہ اصل ترتیب تو یہی ہے کہ ولایت میں مرحوم کا بھتیجا، اس کے چچا پر مقدم ہے جیسا کہ شامی میں ہے: .... =

ولایتِ نکاح چچا کو اور حقِ پرورش ماں کو حاصل ہے

سوال[۱۰۶۵۲]: باپ کے انتقال کے بعد حقِ ولایت یتیم بچیوں وبچوں کا شرعاً ماں کو حاصل ہے یا تایا وچچا کو؟ نیز کس قسم کا حقِ ولایت ماں کو حاصل ہے اور کس قسم کا تایا وچچا کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے(۱) اور ان کے نکاح کی ولایت تایا وچچا کو حاصل ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

= "والأصح أنه قول الكل ثم ابن الأخ الشقيق، ثم الأب، ثم العم الشقيق، ثم لأب، ثم ابنه كذلك، ثم عم الأب كذلك، ثم ابنه". (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۷۶/۳، سعيد)

لیکن ولی اقرب کے سوءِ اختیار کے ساتھ مشہور ہونے یا عضل (نکاح سے روکنے) کی صورت میں اس کی ولایت ختم ہوکر ابعد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

"أنها تنتقل إلى الأبعد بعضل الأقرب إجماعاً". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۲/۳، سعيد)

"وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل ينتقل الولاية إلى الأبعد". (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن: ۱۹/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الثامن: ۱۲۱/۴، رشيديه)

(۱) "والأم والجدة أحق بالغلام، حتى يستغني وقدر بسبع سنين ... والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض وفي نوادر هشام عن محمد رحمه الله تعالى: إذا بلغت حد الشهوة، فالأب أحق" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس: ۵۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۸۷/۴، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵۶۶/۳، سعيد)

(۲) "وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن، ثم ابن الابن ... ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب ... الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح: الباب الرابع: ۲۸۳/۱، رشيديه)

"الولي في النكاح لا المال العصبة بنفسه وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... على ترتيب الإرث". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۸/۲، امداديه ملتان)

فصل في التوكيل بالنكاح

(نکاح میں وکالت کا بیان)

بذریعۂ وکیل یا بذریعہ خط کے نکاح کا حکم

سوال[۱۰۶۵۳]: لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی انڈیا میں ہے، آپ بتائیں نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر لڑکی نے کسی کو اپنا وکیل بنادیا اور اس نے سعودی عرب میں لڑکے سے ایجاب وقبول کرلیا تو صحیح ہوگیا، بلکہ اگر لڑکی خط کے ذریعہ لڑکے کو اپنا وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں اور اس نے گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ فلاں شخص کی فلانی لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، میں اسے اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں تو یہ بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا

سوال[۱۰۶۵۴]: محمد ابوالکلام اور حشمت آرا، دونوں آپس میں چچازاد بھائی بہن ہیں اور ان کی

---

(۱) "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة، لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان اللفظ الذي ينعقد النكاح به: ۳/۴۸۷، رشيديه)

"امرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فذهب الوكيل وقال: لجماعة: أشهدوا أني قد تزوجت فلانة، لايجوز النكاح مالم يذكر اسمها واسم أبيها واسم جدها في "المضمرات" وهو الصحيح وعليه الفتوى ..... فأما إذا كانوا يعرفونها فذكر الزوج اسمها لا غير جاز النكاح وإن كانت غائبة". (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب النكاح، الفصل الخامس: ۳/۵۰۴، قديمي)

خواہش ہے کہ آپس میں دونوں کی شادی ہوجائے اور دونوں بالغ بھی ہیں، تو گھر والوں کی طرف سے نکاح کے بارے میں رکاوٹ کی بناء پر ایک دن دونوں تنہائی میں اکٹھے ہوئے اور حشمت آراء نے ابوالکلام سے کہا کہ میں نے آپ کو اپنا شوہر تسلیم کرلیا اور آپ کو میرے بارے میں کلیۃً اختیار ہے کہ آپ جس وقت چاہیں میرے بارے میں اقدام کرسکتے ہیں، آپ کو میں نے اپنی طرف سے ہر کام کا وکیل بنایا، مذکورہ باتوں کی بناء پر وکیل ابوالکلام نے چند دن کے بعد اپنے دو مسلمان بالغ ساتھیوں کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا، حشمت آراء کی طرف سے وکیل بن کر از خود اس سے نکاح کرلیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ حشمت آراء نے بالغ ہونے کی حالت میں اپنے چچازاد بھائی کو نکاح کا اختیار دے کر وکیل بنایا اور اس وکالت پر اس کے چچازاد بھائی ابوالکلام نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے اپنا عقد کرلیا، اس طرح کہ اس کی طرف سے وکیل تھا اور اپنی طرف سے اصیل تو شرعاً نکاح درست ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۹/ ۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان اللفظ الذي ينعقد النكاح به: ۲/ ۴۸۶، رشيديه)

"امرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فذهب الوكيل وقال لجماعة: أشهدوا أني قد تزوجت فلانة، لايجوز النكاح مالم يذكر اسمها واسم أبيها واسم جدها، في "المضمرات" وهو الصحيح وعليه الفتوى ..... فأما إذا كانوا يعرفونها فذكر الزوج اسمها لا غير جاز النكاح وإن كانت غائبة". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الخامس: ۲/ ۲۵۰، قديمي)

فصل في الجهاز

(جہیز کا بیان)

جہیز کس کی مِلک ہے؟

سوال[۱۰۶۵۵]: ۱...... لڑکے کی طرف سے جوز یورزوجہ کے واسطے چڑھایا جاتا ہے، وہ کس کی ملکیت شرع میں متصور ہوگا؟

۲...... جو سامان لڑکی کو باپ کی طرف سے دیا جاتا ہے، شادیوں میں وہ کس کا متصور ہوگا؟

۳...... چونکہ علیحدگی جب بذریعہ طلاق ہوتی ہے، اس وقت ان مسائل کی ضرورت پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر زیور چڑھاتے وقت کوئی تصریح کردی ہو کہ یہ لڑکی کی ملک ہے، یا لڑکے کی ملک ہے یا عاریت ہے، تو اس تصریح کا اعتبار ہوگا، اگر کوئی تصریح نہ کی ہو، تو اب رواج کا اعتبار ہوگا(۱)، جس خاندان میں یہ رواج ہو کہ وہ لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، تو وہ لڑکی کی ملک ہوگا اور جس خاندان میں یہ رواج ہو کہ وہ لڑکے کی ملک ہوتا ہے، تو وہ لڑکے کی ملک ہوگا۔

---

(۱) "والمعتمد البناء على العرف". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۱۵۷/۳، سعيد)

والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

(ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۸۸/۵، سعيد)

"واعلم أن اعتبار العادة والعرف يرجع إليه في مسائل كثيرة حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة الخ". (شرح عقود رسم المفتي، مطلب في تعريف العرف وبيان حجيته وشرط اعتباره، ص: ۱۷۶، دار الكتاب كراچى)

۲…اس کا حکم بھی تقریباً یہی ہے، مگر عامۃً وہ سامان لڑکی کی ملک شمار ہوتا ہے اور یہی دستور ہے(۱)، البتہ جو چیز لڑکی کے لائق نہیں ہے، بلکہ لڑکے کے استعمال کی چیز ہے جیسے: مردانہ لباس یا سائیکل وغیرہ وہ عامۃً لڑکی کے نام سے لڑکے کو دینا مقصود ہوتا ہے۔

۳…نمبر ۱، ونمبر ۲ کے مطابق فیصلہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۶ھ۔

☆…☆…☆…☆…☆

---

(۱) "جهز بنته وزوجها ثم زعم أن الذي رفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها وقالت: هو ملكي، جهزتني به أوقال الزوج ذلك بعد موتها فالقول قولهما دون الأب … وقال في الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج، وإن كان مشتركاً فالقول قول الأب كذا في التبيين قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى: وهذا التفصيل هو المختار للفتوى كذا في النهر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل السادس عشر: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب المهر: ۲/۵۸۲، ۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

باب في العروس والوليمة

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

ولیمہ کا وقت کب سے کب تک ہے؟

سوال[۱۰۶۵۶]: ولیمہ کا وقت کب سے کب تک ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ولیمہ کا وقت شب زفاف کے بعد سے تین روز تک ہے۔ (كذا في الهداية)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: "تزوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صفية، وجعل عتقها صداقها، وجعل الوليمة ثلاثة أيام". (إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب جواز الوليمة إلى أيام إن لم يكن فخراً: ۱۱/۱۳، إدارة القرآن كراچی)

"ووليمة العرس سنة، وفيها مثوبة عظيمة ...... ولا بأس بأن يدعوا يومئذ ومن الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس والوليمة كذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: ۵/۳۴۳، رشيديه)

"ولا بأس بأن يدعو يومئذ، ومن الغد ومن بعد الغد، ثم انقطع العرس، والوليمة لاتنقطع بزمان قليل، ولا تنقطع بزمان طويل فقدر بثلاثة أيام". (الفتاوى الولوالجية، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل السادس: ۲/۳۴۰، مكتبه فاروقيه پشاور)

كتاب الطلاق

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظِ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

’’ہمیں تمہاری لڑکی سے اب کچھ مطلب نہیں ہے‘‘ سے طلاق کا حکم

سوال[۱۰۱۵۷]: ایک آدمی ہے، جس کا نام عباس ہے، عباس نے اپنی بہن کی شادی دوسری جگہ کردی، حالانکہ اس کے بہنوئی نے طلاق نہیں دی ہے، مگر پھر بھی اس غیر مطلقہ کا نکاح دوسری جگہ کردیا، جس کی وجہ سے عباس کی بیوی شوہر سے ناراض ہوگئی، جب کہ اتنی حرام کاری کرتے ہو تو میں تمہارے یہاں نہیں رہوں گی، چنانچہ ناراضگی ہوگئی اور بیوی اپنے باپ کے پاس چلی گئی، پھر عباس نے چاہا کہ بیوی کو بلاؤں، مگر آنے کے لئے تیار نہیں، عباس نے اپنے خسر سے کہا اور مجمع عام میں یہ کہا کہ ’’تم چاہے بھیجو یا نہ بھیجو، ہمیں تمہاری لڑکی سے اب کچھ مطلب نہیں ہے، تم اپنی لڑکی کو سرین میں گھسیڑ لو‘‘۔ تو کیا طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور سال بھر ہوگئے، پھر بیوی کو بلایا نہیں، تو کیا اب عباس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اس کی شادی دوسری جگہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عباس نے اگر الفاظ مذکورہ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی (۱)، وقت طلاق

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى الطلاق يقع كذا في العتابية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس: ۱/۳۷۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۸۰، دار الكتب العلمية بيروت) =

سے تین ماہواری گزرنے پر عدت بھی ختم ہوگئی اور دوسری جگہ نکاح کا بھی حق حاصل ہوگیا، بغیر طلاق کے(۱) جو دوسرے شخص سے نکاح کردیا گیا ہے، وہ نکاح نہیں حرام کاری اور سخت وبال کی جڑ ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات: ۱/۴۶۷، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ (البقرة: ۲۳۲)

"فإذا انقضت عدتها (من الطلاق أو الوفاة) حلت للأزواج، ولاجناح عليها فيما فعلت من ذلك". (الجامع لأحكام القرآن، البقرة: ۲۳۴: ۳/۱۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۲۴، حافظ كتب خانه)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر: ۳/۳۴۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

باب الفسخ والتفریق

(فسخ اور تفریقِ نکاح کا بیان)

سسرال کے حالات خلافِ واقع سن کر فسخِ نکاح کا مطالبہ کرنا

سوال[۱۰۹۵۸]: گزارش ہے کہ میری بھانجی جوکہ نابالغ تھی اور اس وقت عمر ۱۷/ سال ہے، اس کا نکاح ایک پاکستانی سے چند پاکستانیوں نے یہاں آکر کیا اور پھر یہ طے پایا کہ ایک آدھ ماہ کے بعد رخصتی ہوا اور وہ لوگ چلے گئے، اس کے بعد چند ماہ کے اندر ان کے چند خطوط رخصتی وآمد کے متعلق ضرور آئے، تار بھی آیا، ان حضرات کے بابت وہاں سے بذریعہ خطوط اور ذاتی طور پر بھی وہاں سے آنے والے لوگوں نے بتلایا جوکہ بالکل برعکس تھا، جیسا کہ مذکورہ بالا حضرات نے یہاں لڑکی والوں کو بتلا کر نکاح کرایا، لڑکا اور ان کے لواحقین چونکہ بڑے قریبی عزیز دار ہیں، اس لئے ان کی باتوں پر بھروسہ کرنا پڑا تھا، لڑکی کے والدین کی حیثیت ایسی ہے کہ بہ مشکل تن ڈھانپ لیتے ہیں اور پیٹ پال لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ پاکستان جاکر ان کے صحیح حالات معلوم ہونے پر ان لوگوں کو صدمہ ہوا اور ارادہ بھی متزلزل ہوگیا، جوکہ قدرتی بات ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خطوط کے خاطر خواہ جواب نہیں دیئے گئے، لڑکی جوکہ بالغ ہوگئی ہے، اس کے علم میں بھی یہ باتیں آئیں تو اس کا بھی ارادہ نکاح فسخ اور ختم کرنے کا ہے، مگر شرعی حکم بھی معلوم کرنا پڑ رہا ہے، لڑکے اور اس کے رشتہ داروں کے جانے کے بعد چند خطوط آئے، اس کے بعد سے اب تک کوئی خبر ان لوگوں کی نہیں ہے، ان حالات میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ کو شرعاً نہ خلع سمجھا جاسکتا ہے نہ طلاق، نہ حسب پسند دوسری جگہ عقد کی اجازت ہوسکتی ہے(۱)، یہ بات نکاح کرنے کے وقت سوچنے کی تھی کہ دور دراز مقام پر رہنے والوں کے ساتھ معاملہ کس طرح

---

(۱) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وكذلک المعتدة". (الفتاوی العالمكیریة، كتاب النكاح، =

ہو سکے گا اور ان کے صحیح حالات جو کہ خود انہی کی زبانی معلوم ہوتے، ان پر اعتماد کہاں تک مناسب ہے، شروع شروع میں ان لوگوں نے خطوط بھیجے، مگر ان کے خاطر خواہ جوابات نہیں دیئے گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے، پھر ان کے پاس خطوط بھی لکھے گئے، تو وہ مطالبہ طلاق کے لکھے گئے، جب ان کا کوئی قصور ثابت نہیں، تو آخر ان سے مطالبہ طلاق کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا اس پر وہ برافروختہ نہ ہوں گے اور وہ لڑکی والوں کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟

اور یہاں بیٹھے ہوئے ان کے متعلق جو حالات معلوم کئے ہیں، کیا اعتماد ہے کہ وہ صحیح ہیں اور کیا ضرورت ہے کہ لڑکی کے ساتھ بھی ان کا معاملہ خراب رہے گا؟ لڑکی کو گھر میں بٹھا رکھنے کا انتظام تو لڑکی والوں نے خود کیا ہے، اس کا شریعت پر کوئی الزام نہیں ہے، اب بہتر صورت یہ ہے کہ جن لوگوں کے ذریعے سے لڑکے والوں کے حالات معلوم ہوئے ہیں، ان کی معرفت گفتگو کی جائے، اگر وہ آمادہ ہوں تو لڑکی کو بھیجنے کا انتظام کیا جائے، یعنی لڑکی اور لڑکی والے سب اس پر رضامند ہوں کہ لڑکا آئے اور لے جائے یا بلوائے، ہمیں کوئی انکار نہیں، ہم خوش ہیں اور گزشتہ تلخیوں کو ختم کر دیا جائے۔

پھر لڑکا اگر معذرت کرے اور نہ بلائے تو اس سے کہا جائے کہ وہ طلاق دے دے اور لڑکی مہر معاف کر دے(۱)، اگر وہ طلاق دے تو لڑکی کا چھٹکارا ہو جائے گا، دوسری جگہ اس کے نکاح کی اجازت ہو جائے

= الباب الثالث: ۱/ ۲۸۰، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۳/ ۲۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث المحرمات من النساء: ۹/ ۶۶۳۲، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة﴾ (النساء: ۱۲۹)

قوله تعالى: ﴿فتذروها كالمعلقة﴾ أي: لاهي مطلقة، ولا ذات زوج". (الجامع لأحكام القرآن، النساء: ۱۲۹: ۵/ ۲۷۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالى: ﴿فامسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف﴾ (البقرة: ۲۳۱)

"وحكمه أن الوقع به وبالطلاق على مال طلاق بائن". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/ ۴۴۴، سعيد) =

گی (۱)، اگر پوری فہمائش اور کوشش کے باوجود نہ وہ بلائے اور نہ طلاق دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے، اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور اس میں کم از کم ایک معتبر عالم بھی شریک ہو، وہ پوری تحقیق اور تفتیش کے بعد فیصلہ کردے، فیصلہ کرتے وقت رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا بغور مطالعہ کیا جاوے، اس میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے۔ سید مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= ''إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق''. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/ ۴۴۱، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵)

''لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها أو يطلقها، وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق''.

(التفسير المظهري: ۲/۲۴، حافظ كتب خانه)

فصل في زوجة المجنون والعنين

(دیوانے اور نامرد کی بیوی کا بیان)

زوجۂ عنین کا حکم

سوال[۱۰۶۵۹]: ایک لڑکی کی شادی ہوکرقریب ایک سال اپنے شوہر کے یہاں رہی اور پھر اپنے والدین کے مکان پر آئی ہے، شوہر کے یہاں رہ کر ہر طرح محسوس کرتی ہے کہ شوہر عورت کے قابل نہیں ہے، جس کی وجہ سے شوہر کے پاس ایک سال رہنے سے ناراض ہے اور اپنے والد سے ذکر کیا، پنچایت لڑکے سے فیصلہ طلب کرتی ہے، مگر لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ لڑکی میرا شادی کا پورا خرچ دے دے اور مہر ادا کردے، تو میں طلاق دے دوں گا اور لڑکی والے بہت غریب ہیں، اب ایسی حالت میں لڑکی کیا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ لڑکی مہر معاف کردے، شوہر نے جو کچھ زیور وغیرہ دیا ہو، وہ واپس کردے اور شوہر کے نامرد ہونے کا کوئی ذکر نہ کرے اور شوہر سے اس کے عوض طلاق لے لے(۱)۔ شوہر کو غصہ اس وجہ سے ہے کہ اس کو نامرد کہہ دیا گیا ہے، جب اس کو نامرد نہیں کہا جائے گا، تو ممکن ہے کہ اس کا غصہ ختم ہوجائے اور وہ طلاق دے دے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو، تو اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وقتِ نکاح زوجہ کو اس کے نامرد ہونے کا علم نہیں تھا اور شادی کے بعد شوہر نے ایک دفعہ بھی جماع نہیں کیا ہے اور بیوی نے ایک دفعہ بھی یہ نہیں کہا کہ میں اس شوہر کے نامرد ہونے کے باوجود اس کے ساتھ زندگی گزار لوں گی، تو بیوی حاکم مسلم با اختیار کی عدالت

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"وحكمه أن الواقع به ولو بلا مال، وبالطلاق على مال طلاق بائن". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/۴۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، الفصل السادس عشر في الخلع: ۳/۴۵۳، إدارة القرآن كراچی)

میں مقدمہ پیش کرے، کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے جو کہ نامرد ہے، ایک دفعہ بھی مجھ سے جماع نہیں کر سکا ہے، میرا نکاح فسخ کردیا جائے، اس پر حاکم شوہر کو عدالت میں حاضر کر کے شوہر سے دریافت کرے، اگر مرد بیوی کے بیان کی تصدیق کردے تو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دے دے، اگر ایک سال میں علاج کر کے وہ جماع کے قابل ہوگیا ہے اور اس نے جماع کرلیا، تو بیوی کا مطالبہ ساقط ہوجائے گا اور سال بھر پورا ہونے پر بیوی دوبارہ درخواست دے اور عدالت شوہر سے دریافت کرے۔

اگر وہ کہے کہ میں علاج کے بعد بھی جماع پر قادر نہیں ہوا، تو بیوی کو عدالت اختیار دے دے کہ تمہارا دل چاہے تو شوہر کے ساتھ رہو، اگر علیحدگی چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے، اگر وہ علیحدگی چاہے تو پھر شوہر سے کہے کہ تم طلاق دے دو، اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم با اختیار خود تفریق کردے، یہ تفریق بھی طلاق کے حکم میں ہوگی، پھر عدت طلاق تین حیض گزار کر عقد ثانی کی اجازت ہوگی، اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت بھی یہ کام کرسکتی ہے (۱)۔ اس جماعت میں ایک

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادعت أنه عنين، وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقر أنه لم يصل، أجله سنة سواء كانت المرأة بكراً أم ثيباً، وإن أنكر وادعى الوصول إليها، فإن كانت المرأة ثيباً فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها كذا في "البدائع". فإن حلف بطل حقها، وإن نكل يؤجل سنة كذا في الكافي ... وإذا ثبت عدم الوصول إليها أجله القاضي سنة طلب الرجل التأجيل أو لم يطلب، ويشهد على التأجيل ويكتب لذلك تاريخاً كذا في فتاوى قاضي خان ... جاءت المرأة إلى القاضي بعد مضي الأجل، وادعت أنه لم يصل إليها، وادعى الزوج به الوصول، فإن كانت ثيباً في الأصل كان القول قوله مع اليمين، فإن حلف بطل حقها، وإن نكل خيرها القاضي ... إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طلقة بائنة فإن أبى فرق بينهما ... والفرقة تطليقة بائنة كذا في الكافي. ولها المهر كاملاً وعليها العدة بالإجماع ... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين لايصل إلى النساء لايكون لها حق الخصومة، وإن لم تعلم وقت النكاح، وعلمت بعد ذلك كان لها حق الخصومة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر: ۱/۵۲۲-۵۲۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ۳/۴۹۶-۵۰۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب النكاح، الفصل الرابع: ۱/۳۲۹، ۳۳۰، مكتبه فاروقيه پشاور)

(وكذا في حيلة ناجزة، زوجهٔ عنین کا حکم، ص: ۴۳-۴۷، دار الاشاعت كراچى)

معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے، رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" کا مطالعہ بھی ضرور کرلیا جائے، اس میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱۸ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۲۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب الخلع

(خلع کا بیان)

طلاق بالمال دینے کی صورت میں بیوی کو دیئے ہوئے زیور وغیرہ واپس لینا

سوال[۱۰۲۶۰]: ہندہ بالغہ کا نکاح ہندہ کی مرضی سے زید نابالغ کے ساتھ ہوا، ہندہ زید کے گھر آتی جاتی رہی، کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے زید سے جو کہ نابالغ تھا، تعلق توڑ لیا اور صاف انکار کر دیا کہ میں زید کے گھر نہیں جانا چاہتی اور عمرو کے ساتھ رہنا شروع کر دیا، زید نے کافی کوشش کی کہ اپنی بیوی ہندہ کو حاصل کرلے، لیکن ہندہ نے بھی انکار کر دیا اور عمرو نے بھی اور عمرو نے یہ کہا کہ میں ہندہ کو نہیں دیتا، کچھ روپے لو، تو میں دے سکتا ہوں، چنانچہ کچھ روپے دے دیئے گئے، یعنی عمرو نے زید کو کچھ پیسے دے دیئے، کیونکہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کے لئے کافی روپے کا زیور بھی بنایا تھا اور ہندہ کو طلاق دے دی، اب آپ یہ فرمادیں کہ زید کو عمرو سے یہ پیسے لینے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی قیمت کا زیور ہندہ کو دیا ہے، اتنی قیمت یا وہ زیور واپس لینے کا حق ہے(۱)، خواہ ہندہ دے یا اس کی طرف سے عمرو، ہندہ کو ناجائز طریقہ پر عمرو کے ساتھ (رہنا) حرام ہے(۲)، شریعت کے مطابق نکاح کرکے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"نعم يكون أخذ الزيادة خلاف الأولى". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الخلع: ۳/۴۴۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الخلع، الفصل الثاني: ۱/۴۹۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿لا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة ومقتا وسآء سبيلا﴾ (بني اسرائيل: ۳۲)

"والزنى من الكبائر، ولا خلاف فيه وفي قبحه لا سيما بحليلة الجار". (الجامع لأحكام =

دونوں رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دیوبند، ۱/۴/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= القرآن، الإسراء: ١٠/ ١٢٥، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وجاء عنه صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما من ذنب بعد الشرك أعظم عندالله من نطفة وضعها رجل في رحم لا يحل له". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة: الزنا ...... : ٢/ ٢٢٥، دارالفكر بيروت)

باب العدة والحداد

(عدت اور سوگ کا بیان)

عدت ختم ہونے کے وقت چند بے اصل باتوں کا حکم

سوال [۱۰۶۶۱]: جس وقت عورت کی عدت ختم ہوتی ہے، عورتیں یہ کام کرنا ضرور سمجھتی ہیں:

۱..... جس ٹائم عدت ختم ہوتی ہے تو عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

۲..... جس عورت کی عدت ختم ہوتی ہے، اسی وقت اس عورت کو صدر دروازہ سے باہر کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔

۳..... اسی وقت چوڑی انگوٹھی وغیرہ پہننا ضروری خیال کرتی ہیں، اگر اس عورت کے پاس خود چوڑی انگوٹھی نہیں ہوتی تو کسی عورت سے مانگ کر پہننا ضروری سمجھتی ہیں اور یہ خیال کرتی ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کئے تو عورت عدت سے باہر نہیں ہوتی، کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت کے دن جب پورے ہوگئے تو شرعاً عدت ختم ہوگئی، یعنی عدت کی وجہ سے جو پابندی عورت پر لازم تھی، اب وہ پابندی نہیں (۱)۔ اس کے واسطے ان چیزوں کا کرنا اور ان کو لازم سمجھنا شرعاً بے اصل ہے، قابل

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً فإذا بلغن أجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ (البقرة: ۲۳۴)

"قوله: ﴿فيما فعلن﴾ من التزين والتطيب". (حاشية تفسيرات الأحمدية، ص: ۱۴۹، حقانيه)

"فإذا انقضت عدتها، فلا جناح عليها أن تتزين وتتصنع وتتعرض للتزوج". (تفسير ابن كثير: ۱/۲۸۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

"على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغةً مسلمةً الحداد في عدتها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر: ۱/۵۳۳، رشيديه) =

ترک ہیں، کسی اپنے عزیز والدہ یا بہن وغیرہ کے یہاں اسی دن یا اس کے بعد چلی جائے، اس سے عملاً بھی عدت ختم ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

دوعدتوں کا تداخل

سوال[۱۰۶۹۲]: ایک عورت جو ابھی عدت وفات گزار رہی تھی اور ابھی تین ماہ تیرہ روز ہی گزرے تھے کہ ایک شخص نے اس سے نکاح جائز سمجھتے ہوئے نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد وہ حاملہ ہوگئی، تو کیا یہ نکاح ثانی فاسد ہوگا یا باطل؟ یعنی عدت وفات کی مقدار سے حمل معتبر ہوگا یا کہ نہیں؟ اگر یہ نکاح فاسد قرار دیا جائے تو کیا تفریق یا متارکت کے بعد کا ہے؟ اس صورت میں خلجان یہ ہے کہ اگر شوہر اول کی وفات کے بعد زوجہ کے انقضائے عدت کے عدم اقرار کی صورت میں دو سال کے اندر اندر وہ حمل شوہر اول سے ثابت النسب ہوگا یا کہ نکاح فاسد کرنے والے سے؟ تو کیا اس صورت میں ولد کے شوہر اول سے ثابت النسب ماننے کی وجہ سے یہ عورت شوہر اول کی وفات کے وقت ہی سے حاملہ مانی جائے گی اور اس کی عدت وضع حمل ہوگی یا کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہ جائے گی؟ اور چار ماہ دس دن کے بعد نکاح فاسد کرنے والے شخص کی عدت گزرے گی؟ اور وہ اپنی عدت کے زمانہ میں اس عورت سے نکاح کرسکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔

لقوله تعالى: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا﴾(۱).

= (وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۵۳۰، ۵۳۱، سعيد)

(۱) (البقرة: ۲۳۴)

"وعدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر: ۱/۵۲۹، ۵۳۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل الثامن: ۲/۱۱۷، رشيديه)

اگر وجوبِ عدت کے وقت حمل ہو تو عدت وضعِ حمل ہے۔

لقوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾(۱).

لیکن اگر حالتِ عدت میں حمل قرار پائے تو اس سے عدت میں تغیر نہیں ہوگا، بلکہ عدت سابقہ چار ماہ دس روز ہی رہے گی، یہی صحیح ہے۔

"كالحائل بالهمزة وهي من لم تكن حبلى، فإذا حبلت في العدة تنقضي بوضعه سواء كان من المطلق أو من زنا أو من نكاح فاسد" (شامي نعمانيه: ۲/۶۰۱).

"إلا معتدة الوفاة فلا تتغير بالحمل كما مر وصححه في "البدائع" اهـ. (درمختار مع هامش الشامي نعمانيه: ۲/۶۰۹).

"قوله: إلا معتدة الوفاة الخ، أفاد أن المراد بالحائل إذا كانت معتدة من طلاق أو فسخ بخلاف المعتدة من وفاة، فافهم، قال في "النهر وفي الخلاصة" وكل من حملت في عدتها فعدتها أن تضع حملها وفي المتوفى عنها زوجها إذا حملت بعد موت الزوج فعدتها بالشهور الخ". "وقد مر عن "البدائع" (شامي نعمانيه: ۲/۶۰۹)(۲).

خواہ یہ حمل زنا سے ہو یا وطی بالشبہ سے، خواہ نکاح فاسد سے ہو، حالتِ عدت میں نکاح جائز نہیں ہے۔

لقوله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾(۳).

---

(۱) (الطلاق: ۴)

"وفي حق الحامل وضع حملها". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۵۱۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث: ۱/۵۲۸، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في وطء المعتدة بشبهة: ۳/۵۱۹، ۵۲۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۳۸-۲۴۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر: ۱/۵۳۲، رشيديه)

(۳) (البقرة: ۲۳۵)

زنا کی وجہ سے حد لازم ہوگی۔ لقوله تعالیٰ: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾ (۱)۔

شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے۔ لقوله عليه السلام: "ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم" (رواه الترمذي: ۱۷۱/۱)(۲)۔

شبہ کی ایک قسم شبہۃ العقد بھی ہے (۳)، اگر حالت عدت میں نکاح کیا جائے اور حرمت کا علم نہ ہو تو یہ شبہۃ العقد اور نکاح فاسد ہوگا اور نکاح فاسد، فاسد بیع کی طرح ہے، ناجائز اور واجب فسخ ہونے کے باوجود بعد دخول وہی احکام مرتب ہوتے ہیں، جو نکاح صحیح پر ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے نکاح میں جو اولاد ہوگی، وہ ثابت النسب ہوگی اور اس سے متارکت پر عدت مستقلہ لازم ہوگی۔

"ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد" (عالمگیری: ۳۳۰/۱)(٤)۔

= "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۴۵۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (النور: ۲)

"الوطئ الموجب للحد هو الزنا كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الرابع: ۱۴۷/۲، رشيديه)

"ويرجم محصن في قضاء حتى يموت ..... وغير المحصن يجلد مأة". (الدرالمختار، كتاب الحدود: ۱۰/۴-۱۳، سعيد)

(۲) (جامع الترمذي، أبواب الحدود، باب ماجاء في درء الحدود: ۲۶۳/۱، سعيد)

"الحدود تدرء بالشبهات". (قواعد الفقه، ص: ۷۶، الصدف پبلشرز)

(وكذا في المستدرك للحاكم، كتاب الحدود: ۳۰۱/۵، قديمى)

(۳) "لاحد أيضاً بشبهة العقد أي: عقد النكاح". (الدرالمختار، كتاب الحدود: ۲۳/۴، سعيد)

"وفي مجمع الفتاوى: تزوج المطلقة ثلاثاً، وهما يعلمان بفساد النكاح، فولدت، في الحاوي: أنه لايجب الحد عنده". (منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب الحدود: ۲۶/۵، رشيديه)

(۴) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه) =

"الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة، وثبوت النسب، ومثل له

في البحر هناك: بالتزوج بلاشهود، وتزوج الأختين معاً أو الأخت في عدة

الأخت، ونكاح المعتدة" (شامي نعمانيه، ص: ٦٠٧)(١).

لہذا صورت مسئولہ میں متارکت واجب ہے، پھر وقت وفات سے چار ماہ دس روز گزرنے پر اگر عورت

کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو اس کو وضع حمل کا انتظار کرنا ہوگا۔

لقوله عليه السلام: "لايحل لامرء يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسقي

ماءه زرع غيره" (رواه أبوداود: ١/٢٩٣)(٢).

اگر اس سے نکاح کرنا چاہے جس کا حمل ہے، تو وضع حمل سے قبل ہی تجدید نکاح کافی ہے(٣)۔

= "وفاسد النكاح في ذلك أي: في ثبوت النسب كصحيحه، قهستاني". (الدر المختار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ٣/٥٤٠، سعيد)

(وكذا في فتح المعين، كتاب النكاح، باب المهر: ٢/٤٢، سعيد)

(١) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ٣/٥١٦، سعيد)

"إذا وقع النكاح فاسداً ... وإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها وتجب العدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن: ١/٣٣٠، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل الثامن، الجنس الثاني: ٢/١١٨، رشيديه)

(٢) (سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب وطئ السبايا: ١/٣١٠، رحمانيه)

"وفي الحاوي الزاهدي: إذا حبلت المعتدة، وولدت تقضي به العدة سواء كان من المطلق أو من زنا". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ٣/٥١١، سعيد)

(وكذا في السنن الكبرى، كتاب السير، باب المرأة تسبى مع زوجها: ٩/٢٠٩، دارالكتب العلمية بيروت)

(٣) "وفي مجمع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها، وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ١/٢٨٠، رشيديه)

"لو نكح الزاني فالوطي جائز بالإجماع". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ١/٣٢٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٣/٤٨-٤٩، سعيد) .... =

وفات شوہر کے بعد دو سال کے بعد ہونے والا بچہ میت کی طرف اس وقت منسوب ہوگا کہ دوسرے نکاح کی نوبت نہ آئی ہو(۱)۔ بحر، فتح، بدائع، خانیہ، ہندیہ، خلاصہ، مجمع ملتقی الانہر، تبیین، شامی کے دیکھنے سے ایسا کچھ سمجھ میں آیا ہے۔

"ویمکن أن یکون عند غیري أحسن مما عندي. فقط

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۲۸۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "أكثر مدة الحمل سنتان عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (السراجي، فصل في الحمل، ص: ۵۱، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ۳/۵۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۶، رشيديه)

باب النفقات

(نفقہ کا بیان)

میکہ چلی جانے والی عورت کا نفقہ

سوال[۱۰۲۶۳]: میکہ میں رہنے کی مدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کی اجازت ورضا سے رہے تو نفقہ واجب ہے، ورنہ نہیں(۱)، اجازت سے رہنے کے باوجود اگر نہ دیا تو ساقط ہو جائے گا، الا یہ کہ قضائے قاضی یا باہمی مصالحت سے مقرر کرلیا گیا ہو(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

میکہ میں رہ کر جھوٹی تحریر کے ذریعہ نفقہ طلب کرنا

سوال[۱۰۲۶۴]: ۱...... انصار میاں اور اس کی زوجہ زاہدہ کے درمیان زاہدہ کے نان ونفقہ اور دیگر

---

(۱) "ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته، أي: الزوج بغير حق، وإذن من الشرع". (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۱۷۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة، الفصل الأول الخ: ۱/ ۵۴۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/ ۵۷۵، ۵۷۶، سعيد)

(۲) "قال أصحابنا رحمه الله تعالى: "إنها تجب على وجه لا يصير دينا في ذمة الزوج، إلا بقضاء القاضي أو بتراضي الزوجين، فإن لم يوجد أحد هذين تسقط بمضي الزمان". (بدائع الصنائع، كتاب النفقة: ۳/ ۴۳۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضاء: ۳/ ۵۹۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب النفقه: ۴/ ۳۱۲، رشيديه)

وعدوں کے ادا نہ ہونے کے بابت تنازع ہوا، جس پر انصار نے اپنے سسر اور زوجہ کو منتخب کیا کہ فریقین اپنے تنازعات کو پنچایت مسلمین یا قریشی عدالت شرع شریف بھوپال کے ذریعہ اپنا دعویٰ دائر کر کے انصاف وتصفیہ اور مذہبی طریقہ کار اختیار کریں۔

جس پر مولوی احمد سعید خاں اور ان کی دختر نے بجائے پنچائیت مسلمین یا عدالت شرع شریف کے سرونج کی غیر مسلم عدالت میں ایک فرضی تحریر کے حوالہ سے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ انصار میاں نے زاہدہ کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ میں اپنی زوجہ کو اس کے میکہ ہی میں رکھوں گا اور زاہدہ کے خلافِ مرضی اسے کہیں نہیں لے جاؤں گا اور مبلغ پچاس روپے ماہوار نان ونفقہ کے دیتا رہوں گا اور اپنا نصف مکان بھی بنام زاہدہ تحریر میں لکھا ہے اور زیورات چڑھاوے کے زاہدہ کی ملک میں لکھا ہے، اب چونکہ انصار میاں نے آٹھ ماہ سے زاہدہ کو پچاس روپے نہیں دیئے، جو دلائے جائیں اور آئندہ ماہ بماہ دلانے کی کارروائی کردی جائے اور بروئے تحریر ومعاہدہ انصار میاں سے ہمارے مطالبات وصول کرائے جائیں۔

انصار میاں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسی کوئی تحریر لکھی ہے۔ تاہم زوج وزوجہ کی باہمی رضامندی سے ایسا ہونے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، البتہ میں نے یہ تحریر ومعاہدہ تو قطعی نہیں کیا ہے، اب میں زاہدہ کو اس کے میکہ میں نہیں رکھ سکتا اور اگر میری زوجہ میکہ میں رہ کر مجھ سے پچاس روپے ماہوار طلب کرتی ہے یا میرے خلاف کوئی بیان دیتی ہے تو یہ مجھ پر ظلم ہے، لہٰذا زاہدہ اور اس کے والد کے قول کے مطابق اگر انصار میاں نے تحریر معاہدہ لکھ بھی دی ہو تو کیا اس معاہدہ کے ناجائز زعم کی بناء پر زاہدہ انصار میاں کی مرضی وخوشی واجازت اور مذہب کے خلاف آزادانہ حیثیت سے اپنے میکہ میں رہ سکتی ہے؟

۲...... حالات مندرجہ بالا میں زاہدہ اپنے شوہر کی نافرمان ہو کر اور اسے ناراض رکھ کر بلا اداءِ حقوق شوہر کے اپنا نان ونفقہ مبلغ پچاس روپے ماہوار اپنے میکہ میں رہ کر، کیا شوہر سے وصول کرنے کی حق دار ہے؟

۳...... مولوی احمد سعید خاں اور زاہدہ کا قول وزعم ودعویٰ کے خلاف کیا، انصار میاں اپنے ذاتی مکان میں زاہدہ بیوی کو لاکر رکھنے کا مستحق نہیں ہے۔

۴...... ایسا ظاہری مسلمان جو شریعت اسلامی کے راستوں اور احکامات کو چھوڑ کر خود غرضی اور لالچ کی بناء پر اپنا انصاف فخریہ طور سے غیر مسلم عدالت سے چاہے، اسے جائز سمجھے اور خود کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور علماء

دین موجودہ کو وہابی، مودودی، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کہے اور خود کو ان سے اعلیٰ و برتر سمجھے اور اپنا انصاف ان سے چاہنا اپنی توہین جانے اور اپنے آپ کو مولوی کہلائے، تو ایسے شخص کو کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۳،۲،۱-اگر انصار میاں نے برضا ورغبت زاہدہ کو میکہ میں رہنے کی اجازت دی ہو اور پچاس روپے ماہانہ دینے کا وعدہ کیا ہو، تب بھی مذہب کے خلاف آزادانہ رہنے کی اجازت تو کسی طرح نہیں دی، نہ دینے کا حق ہے، اگر ایسی اجازت دے بھی دے تو وہ شرعاً معتبر نہیں اور ایسی اجازت دینے والا گنہگار ہے(۱)، تاہم انصار میاں کو حق حاصل ہے کہ اپنی اجازت واپس لے کر اپنی بیوی زاہدہ بی کو میکہ سے بلا کر اپنے مکان پر رکھے اور اس پر مجبور کرے، اگر زاہدہ بی اس پر عمل نہیں کرے گی تو وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی (۲)۔

---

(۱) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ٣/٨، دار الكتب العلمية بيروت)

"ذكر الجزري في أسنى المناقب بسنده عن علي رضي الله تعالى عنه حديثاً طويلاً وقال في آخره علي رضي الله تعالى عنه: "فما أمرتكم من طاعة الله فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم وما أمرتكم بمعصية الله أنا وغيري فلا طاعة لأحد في معصية الله إنما الطاعة في المعروف". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء: ٧/٢٤٢، ٢٤٥، رشيديه)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن امرأة من الأنصار زوجت ابنتها، فتمعط شعر رأسها، فجاءت إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فذكرت ذلك له فقالت: إن زوجها أمرني أن أصل في شعرها فقال: لا إنه قد لعن الموصلات". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لاتطيع المرأة زوجها في معصية: ٢/٧٨٣، قديمي)

(٢) "ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته، أي: الزوج بغير حق وإذن من الشرع". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢/١٧٩، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة، الفصل الأول: ١/٥٤٥، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٣/٥٧٥، سعيد)

۴...... ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے، جس کا حکم ظاہر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/ ۸۷ھ۔

بلا اجازت شوہر کے گھر سے بھاگنے والی عورت کے نفقہ کا حکم

سوال [۱۰۶۶۵]: محمد سلیم کی شادی فریدہ بیگم کے ساتھ ہوئی، دونوں قنوج کے رہنے والے ہیں، محمد سلیم کے نطفہ سے اب تک سات بچے ہوئے، محمد سلیم برابر اپنے باپ کے ساتھ بسلسلہ کاروبار کانپور جاتا رہا، ہفتہ عشرہ کے لئے قنوج بھی حقوق زوجیت کے لئے آتا رہا، پھر محمد سلیم کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ کے بعد فریدہ کے دیور کا بھی انتقال ہوگیا، اب فریدہ نے گھر کو خالی پاکر دیگر رشتہ داروں کے بہلانے سے گھر کا تمام سامان برتن وغیرہ لے کر بغیر شوہر کی اجازت ومشورہ کے کہیں بھاگ گئیں، بہت پتہ لگایا مگر تین سال تک معلوم نہ ہوسکا، نہ وہ اپنی ماں کے پاس گئی، نہ اپنے بھائی کے پاس، جب کہ وہ مالدار ہیں، وہ روپوش ہوکر کانپور چلی آئی اور ایک ہوٹل پر ملازمت کرلی اور وہیں سے کانپور کی عدالت میں ۴۸۸/ روپے کے نان ونفقہ کا عدالت میں دعویٰ کردیا اور شہر والوں کو بلالیا۔ اس کی اس حرکت سے اس کے والدین، بھائی سب ناراض ہیں اور کہا: میرے یہاں آنے کی ضرورت نہیں، جہاں تین سال رہی ہو، وہیں جاؤ، تم نے شوہر کو کیوں ٹھکرایا۔ پنچوں نے فیصلہ کردیا کہ ایسی عورت گھر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے، لہٰذا واقعات بالا کے تحت فریدہ کہیں بھی نان ونفقہ سلیم سے پاسکتی ہے؟ کیا اتنا برباد کرنے وپریشان وبدنام کرنے کے بعد محمد سلیم پھر رکھ سکتا ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام۔

سید فضل احمد رضوی

کیراوف ایس ایم تقی وکیل سول کورٹ کانپور

الجواب حامداً ومصلیاً:

فریدہ بیگم بلا اجازت شوہر کے مکان سے چلی جانے کے وقت سے مستحق نفقہ نہیں رہی، لہٰذا اس مدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں (۱)، شوہر کا جو مال لے کر گئی ہے، اس کا ضمان شوہر اس سے وصول کرنے کا حق

---

(۱) "ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته أي: الزوج بغير حق وإذن من الشرع" (مجمع الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۴۵، رشيديه) =

دار ہے(۱)، شوہر ان حالات میں رکھنا چاہے تو اس کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، اس پر طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۹ھ۔

عورت ناشزہ کب شمار ہوگی؟

سوال[۱۰۲۲۲]: کیا معاشرہ کی وہ عورت جو شوہر کے ظلم وستم سے تنگ آچکی ہو، تاوقتیکہ شوہر کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملے، شوہر کے گھر آنے سے انکار کرتی رہی، تو بحکم ناشزہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن صورتوں میں شوہر نے خود ہی اسے میکہ پہنچایا ہو، ان صورتوں میں وہ ناشزہ نہیں، نفقہ کی مستحق ہے

= (وكذا في الدر المختار، باب النفقة: ۳/۵۷۵، ۵۷۶، سعيد)

(۱) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه، أو وكالة منه، أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۹۶: ۱/۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: مادام قائماً، لقوله عليه السلام: "على اليد ما أخذت حتى ترد". وقال عليه السلام: "لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لا عباً ولا جاداً، فإن أخذه فليرد عليه". (الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۱، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۶/۳۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الغصب: ۶/۱۸۲، سعيد)

(۲) "قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "هو لغة رفع القيد، لكن جعلوه في المرأة طلاقاً، وفي غيرها إطلاقاً ..... وشرعاً: رفع قيد النكاح في الحال بالبائن، أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص، هو ما اشتمل على الطلاق". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، سعيد)

"أما تفسيره شرعاً: فهو رفع قيد النكاح حالاً أو مآلاً بلفظ مخصوص". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه وحكمه الخ: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۰۹، رشيديه)

اور جب وہ بلا اجازت شوہر چلی گئی، شوہر کے روکنے پر بھی نہیں رکی، تو وہ ناشزہ ہے(۱)، اگر شوہر معصیت پر مجبور کرتا ہو اور وہ اس کی وجہ سے چلی گئی تو ناشزہ نہیں (۲)، یہی حکم اس وقت ہے جب شوہر نا قابل برداشت ظلم کرتا اور اس کے حقوق کو تلف کرتا ہو کہ وہ نفقہ سے مجبور ہو کر جائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۷ھ۔

ناشزہ عورت کا نفقہ

سوال[۱۰۶۹۷]: اس قصبہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ سوائے فاحشہ کے ہر قسم کی مطلقہ کو مہر و خرچہ عدت دلوایا جاتا ہے اور میکہ میں بیٹھے رہنے کا خرچہ نہیں دلوایا جاتا ہے، تو کیا مذکورہ صورت میں محض رواج کی وجہ سے مہر و خرچہ عدت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ میاں بیوی کے بیانات میں اختلافات اور باہمی جھگڑے کی وجہ سے نئے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

---

(۱) "فتجب النفقة للزوجة على زوجها (ولو هي في بيت أبيها إذ لم يطالبها الزوج بالنقلة، به يفتى".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقه: ۵۷۵/۳، سعيد)

"ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته أي: الزوج بغير حق، وإذن من الشرع". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۷۹/۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، باب النفقة، الفصل الأول: ۱۸۳/۴، ۱۸۴، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۸/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"ذكر الجزري في أسنى المناقب بمسنده عن علي رضي الله تعالىٰ عنه حديثاً طويلاً وقال في آخره علي رضي الله تعالىٰ عنه: "فما أمرتكم من طاعة الله فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم وما أمرتكم بمعصية الله أنا وغيرى فلا طاعة لأحد في معصية الله إنما الطاعة في المعروف..... وفي الجامع الصغير: من أمركم من الولاة بمعصية الله فلا تطيعوه". رواه أحمد. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۲۷۴/۷، ۲۷۵، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلوتِ صحیحہ کے بعد پورا مہر لازم ومؤکد ہوجاتا ہے(۱)، خرچ عدت شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے(۲)، ناشزہ کا نفقہ لازم نہیں ہوتا (۳)، یہ سب احکام شرعی ہیں، محض رواجی نہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۹۲ھ۔

نشوز میں میاں بیوی کا بیان مختلف ہونے کا حکم

سوال[۱۰۶۶۸]: اگر شوہر اور عورت کے بیان میں اختلاف ہو یعنی شوہر کہے کہ میں نے اطمینان دلایا ہے، عورت کہے کہ مجھے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملا، تو کس کا قول معتبر ہوگا اور اگر قرائن سے معلوم ہوجائے کہ شوہر محض ناشزہ ثابت کرنے کے لئے اس قسم کا بیان دے رہا ہے تو کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اطمینان کے لئے شوہر سے تحریر لے لی جائے کہ اس کی پابندی نہ کرنے پر بیوی کو حقِ تطلیق

---

(۱) "فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۳/۵۰۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۵۱، رشيديه)

(۲) "والمعتدة عن الطلاق يستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة أو لم تكن". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع، الفصل الثالث: ۱/۵۵۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/۴۹۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته أي: الزوج بغير حق، وإذن من الشرع". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۵، سعيد)

حاصل ہوگا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

طلاق دینے کے لئے نشوز کو ثابت کرنا

سوال [۱۰۶۲۹]: کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو طرح طرح سے عورت کو تنگ کرتے ہیں تاکہ وہ میرے یہاں رہنے سے انکار کردے اور میں اس کو ناشزہ ثابت کر کے دربارہ ناشزہ شریعت کے حکم پر عمل کروں، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کی عورتیں بھی بوجہ انکار ناشزہ کہی جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو اس کی کیا ضرورت ہے، کہ وہ عدم موافقت کے وقت بھی طلاق دے سکتا ہے (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "قال لها: اختاري، أو أمرك بيدك، ينوي تفويض الطلاق .... فلها أن تطلق في مجلس علمها به ..... مالم يؤقته ..... ولا يبطل المؤقت بالإعراض بل بمضي الوقت علمت أولاً". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق: ۳/ ۳۱۵- ۳۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، الفصل الأول: ۱/ ۳۹۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق: ۱/ ۴۰۷، ۴۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ، ومحله المنكوحة". (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الطلاق: ۲/ ۴، مكتبه غفاريه كوئته)

"وأما سببه فالحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق، وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالى". (البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/ ۴۱۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۵۳، رشيديه)

باب ثبوت النسب

(ثبوتِ نسب کا بیان)

نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کا حکم

سوال[۱۰۶۷۰]: مسماۃ پٹھانی کا نکاح نابالغی کے وقت باپ نے فتح محمد ولد شیرین سے پڑھادیا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، باپ کے گھر میں کافی عرصہ سے بالغ ہوکر بھی رہی، باپ کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس لڑکی سے حرام کاری سے وہ حرامی لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا لوگوں کی پرورش میں دیا گیا، مسماۃ پٹھانی کے والد نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنی لڑکی کو اپنے خاوند فتح محمد کے گھر آباد کیا، بعد میں مسماۃ مذکورہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کی پیدائش کا رجسٹر چوکیدار میں اندراج ہے، لڑکا جو حرامی تھا اس کا نام قائد بخش ہے، اس کی پیدائش رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہیں ہے، مسماۃ مذکورہ پٹھانی کا خاوند فتح محمد خوش ہوگیا ہے، کیا وہ حرامی لڑکا ورثہ کا مالک ہوسکتا ہے؟ جو شرعاً حکم ہو وہ صادر فرمائیں۔ لڑکے کی ناجائز پیدائش کے گواہ سب شہر کے باشندے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی کی شادی ہونکی اور اس کو چھ ماہ سے زائد کا عرصہ گزر گیا(۱)، پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو محض اس وجہ سے کہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی، اس کے بچے کو حرامی اور زنا کا بچہ کہنا جائز نہیں، جب تک زنا کے چار عینی گواہ شہادت نہ دیں(۲)، اسے حرامی کہنے والے سخت مجرم ہیں، ان کو ایسا کہنے سے اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے، وہ

---

(۱) "أكثر مدة الحمل سنتان، وأقلها ستة أشهر إجماعاً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ۳/۵۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (الحجرات: ۱۲)

سخت سزا کے مستحق ہیں(۱)، اگر وہ بچہ فتح محمد کا ہے تو فتح محمد کی زندگی میں کیا اس کا سوال نہیں اٹھا؟ شہر کے سب لوگ آج تقسیم میراث کے وقت اس کے بچے کے ناجائز ہونے کی گواہی دے رہے ہیں، فتح محمد کے سامنے انہوں نے کیوں گواہی نہیں دی؟ غرض اس بچہ کے ناجائز اور حرامی ہونے کے لئے بیان مذکورہ ہرگز شرعاً کافی نہیں، رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہ ہونے سے بھی کسی بچہ کو شرعاً حرامی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳/۴/۹۱ھ۔

ارتکاب معصیت سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال[۱۰۶۷۱]: زید ایک عورت پر عاشق ہوگیا اور عورت زید پر عاشق ہوگئی، نیز عورت شادی شدہ ہے اور اپنے شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی، عورت اپنے گھر سے بھاگ کر زید کے گھر چلی آئی، زید نے بغیر نکاح کے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کرنی شروع کردی، یہاں تک کہ اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوگیا (ولد الزنا) اس کا شوہر بار بار بلانے کے لئے آیا، لیکن عورت اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اگر عورت کو اس شوہر سے طلاق دلا دی جائے اور عدت گزر جائے، تو پھر زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست ہوگا یا نہیں؟ اگر درست ہوگا تو پھر اس ولد الزنا کو کیا کیا جائے گا؟ اگر زید کے گھر رہتا ہے، تو حرامی کی نسل بڑھتی چلی جائے گی، اس مسئلہ کا اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ حالت سخت معصیت کی حالت ہے، لہٰذا پہلے تو اس عورت کو اس شخص سے الگ کرایا جائے (۲)،

---

(۱) "ومن قذف مملوكاً أو كافراً بالزنا أو مسلماً بيا فاسق ...... يا حرام زاده عزر". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۵/۷۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۳۷۳، ۳۷۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۴/۷۱، سعيد)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن: ۱/۳۳۰، رشيديه) .... =

پھر شوہر طلاق دے دے، پھر عدت تین ماہواری گزارے، تب اس شخص سے نکاح کر دیا جائے (۱)، جس کے پاس وہ اب ہے، جو بچہ اس شخص کے مکان پر پیدا ہو چکا ہے، جس سے شادی نہیں ہوئی، وہ بچہ اس شخص کا نہیں کہلائے گا، اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، جو بچہ ارتکاب معصیت سے پیدا ہو وہ اس سے ثابت النسب نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= (وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر: ۳/۳۳۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) "(والمحصنات من النساء) أي: ذوات الأزواج، لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها أو يطلقها، وتنقضي عدتها الوفاة أو الطلاق". (التفسير المظهري: ۲/۲۳، حافظ كتب خانه)

قال الله تعالى: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ (البقرة: ۲۳۲)

"فإذا انقضت عدتها (من الطلاق أو الوفاة) حلت للأزواج، ولاجناح عليها فيما فعلت من ذلك". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۳۲: ۳/۱۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "فيقام النكاح مقامه (أي: الدخول) في إثبات النسب، ولهذا قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر، وكذا ولو تزوج المشرقي بمغربية، فجاءت بولد يثبت النسب، وإن لم يوجد الدخول حقيقة لوجود سببه وهو النكاح". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب: ۳/۲۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳/۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

باب الحضانۃ

(پرورش کا بیان)

شیر خوار بچہ کو چھوڑنے والی ماں کا حکم

سوال [۱۰۶۷۲]: اس ماں پر کیا سزا شرع شریف روا رکھتی ہے، جو شیر خوار بچے کو چھوڑ کر بھاگ جائے اور معصوم کی ترک پرورش کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ ماں ظالم اور گنہگار ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والوالدات يرضعن أولادهن﴾ (البقرة: ۲۳۳)

"الثانية: قوله تعالى: ﴿يرضعن﴾ خبر معناه الأمر على الوجوب لبعض الوالدات، وعلى جهة الندب لبعضهن على ما يأتي ...... ولكن هو عليها في حال الزوجية". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۳۳: ۳/۱۱۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"أخرجه الشيخان وغيرهما: كلكم راع ومسؤول عن رعيته ...... والمرأة راعية في بيت زوجها، ومسؤولة عن رعيتها. (تنبيه) ذكر هذا ظاهر كالذي قبله؛ لأنه أيضاً من أقبح الظلم وأفحشه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النفقات: ۲/۱۰۲، دار الفكر بيروت)

"الكبيرة الثمانون بعد المائتين: نشوز المرأة بنحو خروجها من منزلها بغير إذن زوجها ورضاه لغير ضرورة شرعية". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح: ۲/۷۲، دار الفكر بيروت)

کتاب الأیمان والنذور

باب الأیمان

(قسم کھانے کا بیان)

کیا لفظ ''قسم کھاتا ہوں'' سے یمین منعقد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۱۰۶۷۳]: ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ''میں قسم کھا رہا ہوں کہ اگر میں کھانا کھاؤں تو حرام کھاؤں گا''، اگر وہ کھانا کھائے تو حانث ہوگا یا نہیں؟ اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں؟ واضح ہو کہ مذکورہ لفظ میں قسم کے علاوہ اللہ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے کوئی لفظ اس نے نہیں کہا ہے، تو قسم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"والیمین باللّٰہ أو باسم من أسمائہ" إلی قولہ "وأقسم وأشھد وأحلف وإن لم یقل باللّٰہ عملاً بالعرف" (الدر المنتقی)(۱)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں قسم ہوگئی ہے، جس کھانے سے متعلق یہ قسم کھائی ہے، اس کے کھانے سے حانث ہوکر کفارہ لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/ ۸۸ھ۔

---

(۱) (الدر المنتقی علی ہامش مجمع الأنھر، کتاب الأیمان: ۱/۵۴۳-۵۴۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في مجمع الأنھر، کتاب الأیمان: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأیمان، الباب الثاني، الفصل الأول: ۲/۵۴، رشیدیہ)

(۲) "من حرم شیأ، ثم فعلہ کفر". (البحر الرائق، کتاب الأیمان: ۴/۴۹۲، رشیدیہ) .... =

کلام پاک کی قسم

سوال [۱۰۲۷۴]: ایک خاتون نے کلام پاک کی قسم کھا کر اپنے شوہر سے یہ کہا کہ: ''آج کے دن سے میں کبھی صحبت نہیں کرنے دوں گی''، اس تاریخ سے آج تک دونوں آپس میں نہ ملے، جس کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے، اب خاتون اپنے شوہر کو دعوت دیتی ہے، لیکن شوہر اس خاتون سے نفرت کرتا ہے، دو بچے بھی ہو چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ خاتون اپنے شوہر سے ہم صحبت ہونا چاہتی ہے، تو صحبت کی اجازت دے دے، بلکہ رغبت دلا کر خود آمادہ کر لے، پھر صحبت کے بعد قسم کا کفارہ ادا کر دے(۱)، آئندہ کے لئے دروازہ کھل جائے گا اور صحبت سے نہ گناہ ہوگا نہ کفارہ(۲)، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا ان کو پہننے کو کپڑے دے،

= ''ولو حلف لایأکل طعاماً ینصرف إلی کل مطعوم، حتی لو أکل الخل یحنث''. (خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل الثاني عشر: ۲/۱۵۰، رشیدیه)

''(ومن حرم) أي: علی نفسه (شیئاً ثم فعله) بأکل أو نفقة (کفر) لیمینه''. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الأیمان: ۳/۷۲۹-۷۳۰، سعید)

(۱) ''من حرم شیئاً ثم فعله کفر لیمینه''. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الأیمان: ۳/۷۲۹، ۷۳۰، سعید)

''قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من حلف علی یمین فرأی غیرها خیراً منها، فلیأت الذي هو خیر ولیکفر عن یمینه''. (صحیح مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینا ..... الخ: ۲/۴۸، سعید)

(وکذا في سنن النسائي، کتاب الأیمان والنذور، باب الکفارة بعد الحنث: ۲/۱۴۴، قدیمی)

(۲) ''حلف لا یفعل کذا ترکه علی الأبد، فلو فعل المحلوف علیه مرة حنث وانحلت یمینه، فلو فعله مرةً أخری لایحنث''. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الأیمان، باب الیمین في الضرب والقتل وغیر ذلک: ۳/۸۴۳، سعید)

(وکذا في الهدایة، کتاب الأیمان، مسائل متفرقة: ۲/۵۰۶، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الأیمان، باب الیمن في الضرب والقتل: ۴/۲۱۶-۲۱۷، رشیدیه)

اگر اتنی وسعت نہ ہو، تو تین روز مسلسل رکھے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/ ۹/ ۸۵ھ۔

قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھانا

سوال[۱۰۲۷۵]: اگر کوئی شخص قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھائے، تو اس پر اس کلام کا حانث ہونا لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمداً جھوٹی قسم کھانا یمین غموس ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہے، شرک کے قریب ہے۔ کما في الحديث أيضاً(۲)۔

آئندہ کے متعلق قسم کھا کر اس کے خلاف کرنے سے آدمی حانث ہو جاتا ہے، جس سے کفارہ لازم آتا ہے(۳)،

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾ (المائدة: ۸۹)

"وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين". (الدر المختار). "..... وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/ ۷۲۵-۷۲۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/ ۲۶۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/ ۴۸۲، رشيديه)

(۲) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حلف على يمين مصبورة كاذباً، فليتبوأ بوجهه مقعده من النار". (سنن أبي داود، كتاب الأيمان، باب التغليظ في اليمين الفاجرة: ۲/ ۱۰۶، ۱۰۷، إمداديه ملتان)

"والطبراني وابن حبان في صحيحه واللفظ له: "من أكبر الكبائر الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، واليمين الغموس". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الأيمان: ۲/ ۳۰۱، دار الفكر بيروت)

"ومن الكبائر الإشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس". (إعلاء السنن، كتاب الأيمان: ۱۱/ ۳۴۲، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "أما التي يكفر فهي اليمين على فعل المستقبل، وإذا حنث يجب الكفارة". (خلاصة الفتاوى، =

صورتِ مذکورہ میں کفارہ لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۳ھ۔

قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا

سوال[۱۰۱۷۶]: ایک شخص سے حقیقت میں غلطی ہوئی اور وہ شخص اپنی غلطی کو محسوس کرتا ہے، مگر عورت کے شور و شغب مچانے پر اس شخص نے قرآن مجید اٹھا لیا، جس سے کہ عورت اطمینان کر لے تو اس کا کفارہ کیا ہونا چاہیے اور کیسے ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلط کام کر کے اس کا انکار کرنا اور اس پر قرآن شریف اٹھا کر قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے، اس کا وبال بہت سخت ہے(۱)، دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں، توبہ کرتا رہے، روتا رہے، حق تعالیٰ معاف فرمائے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۹۶ھ۔

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا

سوال[۱۰۱۷۷]: کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے لئے کلام اللہ شریف کی قسم کھائی جا سکتی ہے؟ اگر نہیں تو ایسے موقعوں پر کیا کیا جائے، جب کہ ایسا کرنا یا کرانا از حد ضروری ہو؟

= كتاب الأيمان، الفصل الأول: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الأيمان: ۳/۷۰۸، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأيمان: ۳/۹، رشيديه)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: "قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا"۔

(۲) "وأما التي لاتكفر فهي الحلف على إثبات شيء أو نفيه في الماضي متعمداً بالكذب، ولا يجب الكفارة، وإنما يجب التوبة". (خلاصة الفتاوى، كتاب الأيمان، الفصل الأول: ۲/۱۲۳، رشيديه)

"قال عليه الصلاة والسلام: "اليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع أي: خالية، ولا تجب فيه الكفارة، إلا التوبة والاستغفار". (تبيين الحقائق، كتاب الأيمان: ۳/۴۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۶۲، رشيديه)

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف لیا جاتا ہے، اس کے مطابق اگر قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر مندرجہ ذیل الفاظ کہلائے جائیں تو کیسا ہے؟

''میں حلف لے کر وعدہ کرتا ہوں کہ فلاں کام آئندہ تادمِ حیات نہیں کروں گا''۔ مطلع فرمائیں شرعاً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً قسم لینا ہی ناپسند ہے، تاہم اگر اس طرح قسم کھالی ہے، تو وہ شرعاً معتبر ہوگی (۱)، اگر آئندہ کے متعلق ہے، تو اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن، کلام اللہ اور بچوں کی قسم کھانا

سوال [۱۰۶۷۸]: اللہ کی قسم، خدا رسول کی قسم، بچوں یا بچہ کی قسم۔ ان چاروں میں سے کون سی حلف کھلوائی جاسکتی ہے؟ کوئی شخص قرآن کو ہاتھ میں لے کر اور دوسرے ہاتھ کو بچے کے سر پر رکھ کر یوں قسم کھائے کہ ''قرآن شریف گواہ رہے، خدا کی قسم میں جو بھی کہوں گا یا جو بیان دے رہا ہوں، وہ سب سچ ہے'' کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

---

(۱) ''والیمین باللہ أو باسم اللہ من أسمائہ'' إلی قولہ ''وأقسم وأشھد وأحلف، وإن لم یقل باللہ عملاً بالعرف''. (الدرالمنتقی علی ھامش مجمع الأنھر، کتاب الأیمان: ۱/۵۴۳-۵۴۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الأیمان: ۳/۷۱۶، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأیمان، الباب الثاني، الفصل الأول: ۲/۵۳، رشیدیه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الأیمان فکفارته إطعام عشرة مساکین من أوسط ما تطعمون أھلیکم أو کسوتھم أو تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة أیام ذلک کفارة أیمانکم إذا حلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)

''أما التي یکفر فھي الیمین علی فعل المستقبل، وإذا حنث یجب الکفارة''. (خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل الأول: ۲/۱۲۳، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمختار، کتاب الأیمان: ۳/۷۰۸، سعید)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب الأیمان: ۳/۹، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بات بات پر قسم کھانا اور قسم لینا غلط طریقہ ہے (۱)، ضرورتِ شدیدہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے کسی نام اور کسی صفت کی بھی قسم کھائی اور لی جاسکتی ہے، اللہ، خدا، رحمٰن، رحیم، خالق، مالک وغیرہ۔ بچے یا بچوں کی قسم جائز نہیں، ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا بھی غلط ہے (۲)، قرآن کریم اگر ہاتھ میں لے کر بات کہی جاوے تو اس سے قسم نہیں ہوتی، ہاں! کلام اللہ کی قسم کھانے سے قسم ہوجائے گی (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) "﴿ولا تجعلوا الله عرضة لأيمانكم﴾ الآية، وبهذه الآية ثبت أن الإكثار بالحلف مكروه". (التفسير المظهري، القلم: ۲۸۲/۱، حافظ كتب خانه)

"وذكر بعضهم أن كثرة الحلف مذمومة ولو في الحق، لما فيها من الجرأة على اسمه جل شأنه". (روح المعاني، القلم: ۲۷/۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"والأفضل في اليمين بالله تعالى تقليلها". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأيمان: ۳۲۴/۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أدرك عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وهو يسير في ركب يحلف بأبيه، فقال: ألا! إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت". (صحيح البخاري، كتاب الأيمان، باب لاتحلفوا بآبائكم: ۹۸۳/۲، قديمي)

"والقسم بالله تعالىٰ وباسم من أسمائه كالرحمن والرحيم، أو بصفة من صفاته تعالىٰ، كعزة الله وجلاله وكبريائه وعظمته وقدرته، لايقسم لغير الله تعالىٰ، كالنبي والقرآن والكعبة". (الدرالمختار)

"(قوله: لايقسم بغير الله تعالى) أي: لا ينعقد القسم لغيره تعالىٰ أي: غير أسمائه وصفاته ولو بطريق الكناية كما مر، بل يحرم كما في القهستاني، بل يخاف منه الكفر في نحو "وحياتي وحياتك"". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۷۱۲/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴۷۳/۴-۴۸۲، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة=

نماز پڑھنے کی قسم کھانا

سوال[۱۰۶۷۹]: ایک شخص نے جذبہ کی حالت میں قرآن شریف اور بخاری شریف ہاتھ میں اٹھا کر اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا کہ ’’تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا اور ہمیشہ پڑھوں گا‘‘۔ اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قسم کے بعد اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے(۱)، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر (پیٹ بھر کر) کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے، اگر اس کی وسعت نہ ہو، تو تین روزے مسلسل رکھے، پھر اگر قسم کھائے اور خلاف کرے، تو پھر کفارہ دے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۵/ ۸۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۱ھ۔

= أيام﴾ (المائدة: ۸۹)

"فكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين". (الدرالمختار). "......وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۵ ۲۷-۷۲۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/۲۶۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۸۶، رشيديه)

(۱) "ثم وقت وجوب الكفارة في اليمين المعقودة على المستقبل هو وقت وجود الحنث فلا يجب إلا بعد الحنث عند عامة العلماء". (بدائع الصنائع، كتاب الأيمان، وقت وجوب الكفارة: ۳/ ۳۲، رشيديه)

"فيحنث إذا نقضها فتجب عليه الكفارة". (البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/ ۴۷۶، رشيديه)

"من حرم شيئاً، ثم فعله كفر ليمينه". (الدرالمختار، كتاب الأيمان: ۳/ ۷۲۹، ۷۳۰، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾ (المائدة: ۸۹)

"وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم...... وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۵ ۲۷-۷۲۷، سعيد) =

روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کی قسم

سوال[۱۰۶۸۰]: ایک شخص نے کہا کہ ''اگر میں علم دین پڑھانے لگوں تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھوں گا اور دو روپے ماہواری تنخواہ میں سے صدقہ کیا کروں گا''۔ خدا نے اس کی یہ دعا قبول کی، چار پانچ سال علم دین پڑھایا، اس کے بعد کبھی روزہ رکھا اور کبھی نہیں اور صدقہ بھی کبھی دیا اور کبھی نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر ماہ میں تین روزے اور دو روپیہ صدقہ اس کے ذمہ لازم ہے، اگر کچھ ماہ بغیر روزے اور صدقہ کے گزرے، تو قضا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۵/ ۸۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۱ھ۔

پاکستان جانے کی قسم کھانا

سوال[۱۰۶۸۱]: بکر اور اس کے دو دوستوں نے مسجد میں جا کر قسم لی کہ ہم تینوں پاکستان چلے جائیں گے، ان میں سے ایک ساتھی کا انتقال ہو چکا۔ پاکستان کوئی نہ جا سکا، اب یہ دونوں بھی پاکستان جانا نہیں چاہتے، لہٰذا قسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا انتقال ہو گیا، اس کی قسم ٹوٹ گئی، اس کے ذمہ کفارہ کی وصیت کرنا لازم تھا، دو شخص موجود ہیں،

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/ ۲۶۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/ ۴۸۶، رشيديه)

(۱) "إذا نذر أن يصوم كل خميس، يأتي عليه، فأفطر خميساً واحداً، فعليه قضاؤه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السادس: ۱/ ۲۰۹، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصوم، الفصل الحادي عشر: ۲/ ۵۸۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم: ۳/ ۹۰، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

ابھی ان کی قسم نہیں ٹوٹی، جب وہاں جانے کا امکان ختم ہوجائے گا، تب قسم ٹوٹے گی اور کفارہ لازم ہوگا (۱)، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلایا جائے یا ان کو کپڑا پہنا دیا جائے، اگر وسعت نہ ہو، تو تین روزے مسلسل رکھے جائیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۳ھ۔

کپڑے کو جلانے کی قسم کھانا

سوال[۱۰۶۸۴]: میری بیوی نے اپنی مرضی سے ڈیڑھ میٹر کپڑا خریدا، اس نے چوری سے خرید کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا تھا، اب رمضان المبارک کو وہ دو سال کے بعد میرے سامنے آیا، تو میں نے کہا کہ میں نے

---

(۱) "فأما المطلق في الإثبات بأن قال مثلاً: والله لآكلن هذا الطعام، والله لأشربن هذا الشراب ولم يقل: "اليوم" وما أشبهه، فالبر فيه إنما يكون بتحصيل الأكل أو الشرب في العمر، ويفوت البر بهلاك الحالف أو المحلوف عليه، حتى أن في هذه المسئلة ... مات الحالف يقع الحنث وتلزمه الكفارة".
(المحيط البرهاني، كتاب الأيمان والنذور، الفصل الثالث: ۴/۲۴۳، مكتبه غفاريه كوئته)

"(قوله: ليأتينه فلم يأته حتى مات حنث في آخر حياته)؛ لأن البر قبل ذلك موجود، ولا خصوصية للإتيان، بل كل فعل حلف أنه يفعله في المستقبل، وأطلقه، ولم يقيده بوقت لم يحنث، حتى يقع الإياس عن البر". (البحر الرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج ...: ۴/۵۴۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني: ۲/۱۸۱، مكتبه فاروقيه پشاور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل الثالث: ۴/۳۴۳، إدارة القرآن كراچى)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾ (المائدة: ۸۹)

"وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين". (الدر المختار). "... وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۵-۷۲۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/۲۶۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۸۶، رشيديه)

تو اس کپڑے کو انکار کر دیا تھا، تو پھر تو نے یہ کپڑا کیوں لیا، تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے یہ لینا تھا، اس لئے میں نے چوری کی اور اب اسے رکھوں گی، پھر میں نے جوش میں آکر قسم خدا کی یہ کہہ دیا کہ ''اس کپڑے میں آگ لگا دوں گا، پھونک دوں گا''۔ غرض یہ ہے کہ میں اس کپڑے کو جلا کر راکھ بنا دوں یا کسی کو دے دوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کپڑے کو آگ لگانے کے لئے نہ تو آپ نے وقت متعین کیا، نہ دن، نہ تاریخ، لہٰذا وہ عورت اس کپڑے کو استعمال کرے، جب پرانا ہو جائے تو اس کو جلا دیں، اس طرح قسم پوری ہو جائے گی (۱)، ابھی اس حالت میں جلا دیں گے، تب بھی قسم پوری ہو جائے گی، مگر نقصان ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۵ھ۔

بیوی کی پاک دامنی کی قسم کھانا

سوال[۱۰۲۸۳]: کیا اپنی بیوی کی پاک دامنی کی قسم کھائی جا سکتی ہے؟ اگر قسم کھائی تو بیوی کے ماں باپ اور ولی میاں بیوی میں فراق ڈال دیں گے، لہٰذا جواب عنایت کرے کہ اپنی بیوی خلع منظور کرے یا اس کی پاک دامنی اور پاکیزہ ہونے کی قسم کھائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قسم اللہ کے نام اور اس کی صفات کی کھائی جاتی ہے، بیوی کی پاک دامنی کی قسم دینا اور کھانا غلط ہے، منع ہے (۲)،

---

(۱) ''فأما المطلق في الإثبات بأن قال: مثلاً: ''والله لآكلن هذا الطعام، والله لأشربن هذا الشراب''، ولم يقل: ''اليوم'' وما أشبهه، فالبر منه إنما يكون بتحصيل الأكل والشرب في العمر'' (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل الثالث: ۴/۴۳۳، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الأيمان والنذور، الفصل الثالث: ۳/۴۳۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني: ۲/۱۸۱، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۲) ''عن عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أدرك عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وهو يسير في ركب يحلف بأبيه، فقال: ألا! إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت''. (صحيح البخاري، كتاب الأيمان، باب لاتحلفوا =

بیوی کے ماں باپ وغیرہ کو اپنی ضد سے باز آنا لازم ہے، ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے(۱)، شوہر بہت سے بہت یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ پاک دامن ہے، مگر قسم کے ساتھ نہیں کہنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۶ھ۔

حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا

سوال[۱۰۲۸۴]: ۱...... اگر کوئی کہے کہ میرے لئے مرغی پالنا اور کھانا حرام ہے، تو کیا وہ شخص مرغی

= بآبائکم: ۲/۹۸۳، قدیمی)

"والقسم بالله تعالىٰ، وباسم من أسمائه كالرحمن والرحيم والحليم والعليم، أو بصفة من صفاته تعالىٰ كعزة الله وجلاله وكبريائه وعظمته وقدرته، لايقسم بغير الله تعالىٰ كالنبي والقرآن والكعبة". (الدرالمختار). "(قوله: لايقسم بغير الله تعالىٰ) أي: لاينعقد القسم بغيره تعالىٰ أي: غير أسمائه وصفاته ولو بطريق الكناية كما مر، بل يحرم كما في القهستاني، بل يخاف منه الكفر في: وحياتي وحياتك". (الدرالمختار، كتاب الأيمان: ۳/۷۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۷۳-۴۸۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/۲۶۷، ۲۶۹، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه ...... ماله في الآخرة من خلاق﴾ الآية (البقرة: ۱۰۲)

"(قوله تعالىٰ: ﴿فيتعلمون منهما مايفرقون به بين المرء وزوجه﴾ أي: فيتعلم الناس من هاروت وماروت من علم السحر ...... ليفرقون به بين الزوجين، مع ما بينهما من الخلطة والائتلاف، وهذا من صنيع الشياطين كما رواه مسلم في صحيحه ...... عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان ليضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه في الناس، فأقربهم عنده منزلة أعظمهم عنده فتنة ...... ويجيء أحدهم فيقول: ماتركته حتى فرقت بينه وبين أهله قال: فيقربه ويدنيه ويلتزمه ويقول: نعم أنت". (تفسير ابن كثير، البقرة: ۱/۲۰۰، مكتبه دارالسلام)

پال سکتا ہے اور کھا سکتا ہے؟

۲......اگر کوئی شخص اپنی سسرال کا یا اپنے پڑوس کے گھر کا کھانا پینا اپنے اوپر حرام کرلے اور پھر بعد میں کھانا چاہے، تو کیا حکم ہوگا؟

۳......اگر کوئی اپنے لڑکے پر غصہ ہوکر کہے کہ تیری کمائی میرے لئے حرام ہے اور مرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی نہ ڈالنا، تو اگر وہ شخص اپنے بیٹے کی کمائی کھانا چاہے اور بیٹا اس کے کفن دفن میں شریک ہونا چاہے، تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر کوئی شخص حلال چیز اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے، تو اس کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوگی (۱)، بدستور اس کا استعمال اس کے لئے جائز رہے گا، لیکن اس کے استعمال کرنے پر چونکہ حانث ہوگا، اس لئے اس پر کفارہ ضروری ہے۔

"ومن حرم شيئاً، ثم فعله كفر. شرح كنز، التنوير: ۲/۶۳(۲).

(۱) "ولا يحرم قول الرجل: هذا عليّ حرام شيئاً". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، التحريم: ۱: ۱۸/۱۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وللنسائي: أنه أتاه رجل فقال: جعلت امرأتي عليّ حراماً، قال: كذبت ليست عليک بحرام ثم تلا هذه الآية ﴿يا أيها النبي لم تحرم ما أحل الله لک﴾". (تفسير روح المعاني، التحريم: ۲۸/۱۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها النبي لم تحرم ما أحل الله لک﴾ (التحريم: ۲)

"ومن حرم ملكه لم يحرم عليه؛ لأنه قلب المشروع، ولا قدرة له على ذلک". (شرح العيني على كنز الدقائق، كتاب الأيمان: ۱/۳۴۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۹۲، رشيديه)

(۲) (الدر المختار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۹، ۷۳۰، سعيد)

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الجامع: إذا حلف الرجل لا يأكل لحم دجاج، فأكل لحم الديک يحنث في يمينه، الأصل في جنس هذه المسائل: أن اليمين متى أضيف إلى اسم جنس يدخل =

۲..... اس صورت کا بھی یہی حکم ہے۔

۳..... بیٹے کی کمائی کھانا چونکہ فی نفسہ حلال ہے، اس لئے باپ کے حرام کرنے سے وہ حرام نہ ہوگی (۱)، مگر اس کمائی کے کھانے پر بوجہ حانث ہونے کے کفارہ دینا پڑے گا (۲)، البتہ اس کے کفن دفن میں بیٹا بہر صورت پوری طرح شریک ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۶ھ۔

کیا حلال کو حرام سے تشبیہ دینا قسم ہے؟

سوال [۱۰۲۸۵]: اگر کسی نے حلال غذا کو حرام سے تشبیہ دیا، یوں کہا کہ ''یہ دہی اگر میں کھاؤں تو میرے لئے خنزیر ہوگی'' یہ قسم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قسم نہیں ہوئی۔

= تحت اليمين الذكر والأنثى من ذلك الجنس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأيمان، الباب الخامس: ۲/۸۳، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الأيمان، الفصل الثاني عشر: ۴/۵۱۴، ۵۱۵، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۹۴، رشيديه)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۲۹

(۲) "ولو حلف لا يأكل من كسب فلان فأوصى له إنسان فأكل الحالف يحنث". (خلاصة الفتاوى، كتاب الأيمان، الفصل الثاني عشر: ۲/۱۵۴، رشيديه)

"من حرم شيئاً، ثم فعله كفر ليمينه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۹، ۷۳۰، سعيد)

(وكذا في فتاوى الولوالجية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني: ۲/۱۷۶، مكتبه فاروقيه پشاور)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الأيمان، الفصل الثاني عشر: ۴/۵۳۳، مكتبه غفاريه كوئته)

"قوله: إن فعله فعليه غضب الله أو سخطه أو لعنته أو هو زان أو شارب خمر أو سارق أو آكل ربوا ليس بيمين" (ملتقی الأبحر، ص: ٥٥٤)(١).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال[۱۰۶۸۶]: میری عمر تقریباً سات سال کی تھی، اس وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ میں مسور کی دال نہیں کھاؤں گا، تفصیل یہ ہے کہ بہن نے مسور کی دال پکا رکھی تھی، میں نے کہا کہ مسور کی دال میں کتے کا پلا، اس نے کہا کہ "تو کھاوے تو سور کھاوے" میں نے کہا کہ "میں کھاؤں تو سور کھاؤں"، وہ بہن پاکستان میں ہے اور میں پاکستان جارہا ہوں، اگر وہاں مسور کی دال سامنے آجائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ وہاں بے تکلف مسور کی دال کھا سکتے ہیں، اس وقت کی اس بات کی وجہ سے دال مسور آپ پر حرام نہیں ہوئی، نہ قسم ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۳۲ھ۔

"اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں" کہنے کا حکم

سوال[۱۰۶۸۷]: ایک مرد نے ایک عورت کے متعلق یہ طے کرلیا کہ "اگر میں اس کے ہاتھ کا پکا ہوا

---

(۱) (ملتقی الأبحر، کتاب الأیمان: ۲/۲۷۲، ۲۷۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأيمان، الباب الثاني، الفصل الأول: ۲/۵۵، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۸۳، رشيديه)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا حلال کو حرام سے تشبیہ دینا قسم ہے؟"

یا کچا کوئی کھانا وغیرہ کھاؤں، تو خنزیر کھاؤں"۔ اب اگر اس کے ہاتھ کا کھانا کھایا جائے، تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کہنا بہت بے عقلی اور جہالت ہے، مگر اس سے قسم نہیں ہوتی، لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھالے گا، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں آئے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

"اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں" کیا یہ قسم ہے؟

سوال [۱۰۶۸۸]: ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں، تو خنزیر کا گوشت کھاؤں، کیا اس شخص پر قسم کا کفارہ آئے گا؟ یا صرف توبہ استغفار ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پر کفارہ واجب نہیں (۲)، توبہ استغفار کرے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۹/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، ۱۲/ ۹/ ۹۲ھ۔

کلما کی وجہ سے موجودہ بیوی حرام نہیں ہوئی

سوال [۱۰۶۸۹]: ا...... کسی چیز کی بیع وشراء کے باعث زید وبکر کے مابین تنازع ہوا، زید کا کہنا ہے

---

(۱) "وإن فعله فعليه غضبه أوسخطه أولعنة الله أوهوزان أوسارق أوشارب خمر أو آكل ربا لايكون قسماً لعدم التعارف". (الدرالمختار). "(قوله وفي البحر: ما يباح للضرورة الخ) ...... هو يستحل أو لحم الخنزير إن فعل كذا لايكون يميناً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/ ۷۲۱، سعيد)

"التعليق بما تسقط حرمته بحال ما، كالميتة والخمر والخنزير لايكون يميناً" (البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/ ۴۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأيمان، الباب الثاني، الفصل الأول: ۲/ ۵۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني: ۴/ ۴۴۳، إدارة القرآن كراچى)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں کہنے کا حکم"۔

کہ ہم نے مبیع کی قیمت ادا کردی اور بکر کہہ رہا ہے کہ تم نے قیمت ادانہیں کی ہے، اب زید مشتری اور بکر بائع دونوں اپنے معاملہ کو کسی عالم دین کے روبرو لے گئے اور موصوف عالم دین کو دونوں فریقوں نے حَکَم بنایا، جب حَکَم مدعی کے بیانات سے فارغ ہوئے اور بکر کے مدعی علیہ زید سے اس مذکورہ معاملہ کے متعلق پوچھا گیا، تو مدعی علیہ زید بھی بکر مدعی پر الٹا دعویٰ کرتا ہے، کہ بکر کی تحریر میرے پاس موجود ہے کہ آج سے ایک ماہ قبل ہم نے ان کے ہاتھ فلاں چیز فروخت کی تھی اور اب تک انہوں نے قیمت ادانہیں کی ہے، جس کا ثبوت میرے پاس بکر کی یہ تحریر ہے، اب فریقین میں سے کسی کے پاس گواہ موجود نہیں۔

عالم دین حَکَم زید سے کلما کی قسم لیتے ہیں، زید کلما کی قسم اس طرح کھاتا ہے کہ ''جب جب میں کسی عورت سے شادی کروں، ہم پر حرام ہے'' (مطلقہ ہے) کہ میں نے بکر سے بیع واپس نہیں لی ہے، اس پر مدعی بکر حَکَم کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ زید کی شادی ۲ے، میں ہو چکی ہے۔ زید نکاح ثانی کرے گا یا نہیں؟ عالم دین حَکَم صاحب نے فرمایا کہ اے زید! تمہاری قسم لغو ہوگئی، پھر ثانیاً قسم کلما کھاؤ، تو زید نے بحالت غصہ یہ کہا کہ مجھے بکر کو قیمت دینا پڑے، لیکن اب قسم نہیں کھاؤں گا۔

۲...... دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی بیوی زید کے لئے حرام ہوگئی یا اگر زید جب شادی کرے گا، اس وقت اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، اس لئے زید کا دعویٰ سراسر غلط تھا کہ بکر کی تحریر میرے پاس موجود ہے۔

۳...... کیا زید کی یہ قسم کلما واقعی لغو ہوگئی؟

۴...... شریعت مطہرہ میں قسم کلما کا کیا حکم اور مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳، ۴...... زید کے اس قسم کھانے کی وجہ سے موجودہ بیوی زید پر حرام نہیں ہوئی، البتہ آئندہ کسی عورت سے شادی کرے گا تو طلاق ہوجائے گی (۱)۔

---

(۱) "وإذا أضاف الطلاق إلی النكاح وقع عقيب النكاح". (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب تعليق في الطلاق: ۴/۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث: ۱/۴۲۰، رشيديه) .... =

"فالحاصل: أن كلما لعموم الأفعال وعموم الأسماء ضروري، فيحنث بكل فعل اهـ" (شامي: ۲/ ۵۰۰)(۱)۔

یہ یمین یمین لغو نہیں۔

"الغموس حلف كاذباً يظنه صادقاً في ماض أو حال اهـ" (در مختار مع حاشية الشامي: ۳/ ٤٧)(۲)۔

کیونکہ یہ آئندہ کے لئے ہے، طلاق کی قسم سے پرہیز لازم ہے۔

"واليمين بالله تعالى لا بطلاق وعتاق وإن الح" الخصم وعليه الفتوى تاترخانية؛ لأن التحليف بها حرام خانية اهـ" (در مختار: ٤/ ٤٢٧)(۳)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۲/ ۹۲ھ۔

"بہن کے یہاں گیا تو اپنی ماں سے سات مرتبہ زنا کیا" کہنے کا حکم

سوال [۱۰۲۹۰]: زید نے قسم کھائی کہ "اگر میں اپنی بہن ہندہ کے گھر گیا تو گویا کہ اپنی ماں خالدہ

= (وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ۲/ ۳۸۵، شركت علميه)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۳/ ۳۵۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ۲/ ۳۸۶، شركت علميه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۳/ ۴۴-۴۶، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/ ۷۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۳/ ۴۶۷، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأيمان: ۳/ ۷، رشيديه)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الدعوى: ۵/ ۵۵۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۷/ ۳۲۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الدعوى: ۳/ ۳۵۳، ۳۵۵، مكتبه غفاريه كوئته)

سے سات مرتبہ زنا کیا''، اس کی بہن اور اس کے بہنوئی اس کو بہت مشکل سے اپنے گھر لے گئے اور ہندہ اس کی بیوی ہے، مگر وہ گھر ہندہ کے شوہر نے تیار کیا ہے، اس حال میں کچھ کفارہ واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنے سے قسم نہیں ہوئی، کوئی کفارہ لازم نہیں (۱) مگر ایسی بات کرنا سخت جہالت وحماقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''اگر فلاں کام کروں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں'' کہنے کا حکم

سوال [۱۰۶۹۱]: زید نے قسم کھائی کہ ''اگر اب زندگی بھر میں سویاں اور چائے کھاؤں پیوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں'' اور اسی طرح بکر نے یہ قسم کھائی کہ ''اگر زید سے زندگی میں کبھی کلام کروں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں'' (نعوذ باللہ)۔ یہ سب قسم بحالت غصہ کھائی ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ قسمیں کھانا اور ان قسموں پر قائم رہنا ہو سکے شرع جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کا کفارہ واجب ہے؟ تو کیا اور کس طرح اس کی ادائیگی کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی قسم کھانا انتہائی جہالت اور قساوت کی نشانی ہے، اس کو چاہیے کہ اپنی قسم کے خلاف کریں (۲)، یعنی

---

(۱) ''وإن فعله فعليه غضبه أو سخطه أو لعنة الله أو هو زان ... لا يكون قسماً لعدم التعارف''.

(الدر المختار، كتاب الأيمان: ۳/ ۷۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأيمان، الباب الثاني، الفصل الأول: ۲/ ۵۵، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الأيمان: ۲/ ۲۷۲، ۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/ ۴۸۲، رشيديه)

(۲) مذکورہ الفاظ اگرچہ حقیقۃً قسم کے نہیں ہیں، لیکن فقہی قاعدہ ہے کہ حلال چیز کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا قسم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کا گوشت پھر خصوصاً انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے گوشت کھانے کی حرمت موبد ہے، لہذا مذکورہ صورت بھی قسم کی ہے۔ واللہ اعلم۔

سوئیاں اور چائے کھاپی لے اور اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے، اسی طرح زید سے کلام کریں اور اپنے نفس کو سزائے مذکورہ دے دے اور آئندہ کبھی ایسی جرأت نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

= "فكل ما حرم مؤبداً، فاستحلاله معلقاً بالشرط يكون يميناً، ومالا فلا". (ردالمحتار، كتاب الأيمان، قبيل مطلب: حروف القسم: ۳/۷۱۲، سعيد)

"والحاصل: أن كل شيء هو حرام حرمة مؤبدة، بحيث لاتسقط حرمته بحال من الأحوال، كالكفر وأشباه ذلك، فاستحلاله معلقاً بالشرط يكون يميناً". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في ألفاظ اليمين: ۴/۴۲۳، إدارة القرآن، كراچی)

"قالوا: ليخرج مالو كان الميت نبياً، فإنه لايحل أكله للمضطر؛ لأن حرمته أعظم في نظر الشرع من مهجة المضطر". (شرح الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۲، الفن الأول، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، إدارة القرآن كراچی)

فصل في كفارة اليمين

(قسم کے کفارہ کا بیان)

قسم اور قسم کا کفارہ

سوال[۱۰۲۹۲]: ایک مرتبہ میں اپنے عزیز حقیقی چھوٹے بھائی کے ساتھ کسی معاملہ میں تبادلہ خیال کر رہی تھی، دورانِ گفتگو بحث تلخی تک پہونچ گئی، میں نے جوش وجذبہ میں یہ قسم کھائی کہ ''آئندہ سے ان کی ہر چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیتی ہوں'' کیا اس طرح قسم کھانا جائز ہے؟ اس کی معافی کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ یا کوئی کفارہ دینا پڑے گا؟ اگر ایسا ہو، تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ یعنی کفارہ کس قسم سے دینا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بھی قسم ہوگئی، اب ان کی کوئی چیز استعمال کر لیں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیں(۱)، کفارہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائیں یا ان کو کپڑے کا جوڑا دیں، اتنی استطاعت نہ ہو، تو تین روزے مسلسل رکھیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۹ھ۔

---

(۱) "من حرم شيئاً ثم فعله كفر ليمينه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۹، ۷۳۰، سعيد)

"(ومن حرم ملكه لم يحرم) أي: حرم على نفسه شيئاً مما يملكه ... وكذا لو قال: ملك فلان أو ماله على حرام، يكون يميناً، فعن هذا عرفت أن قوله: ومن حرم ملكه ليس بقيد بل وقع اتفاقاً".

(شرح العيني على كنز الدقائق، كتاب الأيمان: ۱/۳۴۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۲۹۲، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام﴾ (المائدة: ۸۹) =

قسم کا کفارہ

سوال [۱۰۶۹۳]: میں خاتون مرحوم عبدالشکور کی بدنصیب بیوہ ہوں، تین چھوٹے بچے اور ایک جوان لڑکی شادی شدہ میرے ساتھ ہیں۔ مزدوری کر کے بمشکل تمام اپنے بچوں کا گزارہ کر رہی ہوں، میری ایک لڑکی جوان ہے، جس کا نام انیسہ بانو ہے، قریب پانچ سال اس کی شادی کو ہو چکے ہیں، جس کی ہنڈون سٹی میں بدال شفیع کے ساتھ شادی ہوئی تھی، نہ جانے کس وجہ سے ایک سال سے میری لڑکی کو لینے نہیں آتے ہیں، اس مرتبہ تو میں اپنے رشتہ داروں سے خبر بھیج چکی ہوں کہ لڑکی کو آکر لے جائیں، ایک دفعہ اپنے بھائی کو بھیج کر کہلا دیا، ایک جوابی خط بھی بھیجا تھا، مگر اس کا بھی جواب نہیں دیا، شفیع صاحب لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ "میں انیسہ بانو کو لینے کبھی نہیں جاؤں گا"۔

علماء دین سے گزارش کرتی ہوں کہ میں ایک بیوہ، جوان لڑکی کو زیادہ نہیں رکھ سکتی ہوں، مجھے اجازت دی جائے کہ لڑکی کا عقد دوسری جگہ کر سکوں، کیونکہ لڑکی کے خاوند نے لڑکی کو نہ لے جانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر صرف قسم کھانے کی وجہ سے وہ نہیں لے جاتا، دل میں گنجائش ہے، رکھنا چاہتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ آپ خود یا کوئی اور لڑکی کو اس کے مکان پر پہونچا دیں، اس سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکی کو لے جائے، پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے (۱)۔

= "وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم ..... وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۲۵، ۷۲۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۲/۲۶۴، ۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۸۹، رشيديه)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من حلف على يمين فرأى غيرها خيراً منها، فليأت الذي هو خير وليكفر عن يمينه". (صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يميناً ..... الخ: ۲/۴۸، سعيد)

"من حرم شيئاً، ثم فعله كفر". (البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۹۳، رشيديه) =

قسم کا کفارہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلانا ہے یا ان کو کپڑا پہنانا ہے، اگر اتنی وسعت نہ ہوتو تین دن مسلسل روزہ رکھنا ہے (۱)۔ اگر شوہر کے دل میں اس کو رکھنے کی گنجائش ہی نہیں تو بہتر ہے کہ مہر کے عوض اس سے طلاق حاصل کر لی جائے، جب عدت گزر جائے، تب دوسری جگہ نکاح کیا جائے (۲)۔ اگر وہ طلاق پر بھی آمادہ نہ ہوتو پھر شرعی کمیٹی میں درخواست دے کر باقاعدہ تفریق کرالی جائے، شرعی کمیٹی میرٹھ وغیرہ متعدد مقامات پر قائم ہے، جب شرعی کمیٹی حسب ضابطہ تفریق کر دے، تو وہ بھی طلاق کے حکم میں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۹ھ۔

ضرورت کی بناء پر قَسم کوتوڑنے کا حکم

سوال [۱۰۲۹۴]: زید نے جو کہ قصبہ میں ایک دیندار اور باعزت انسان ہے، جو کہ عرصہ تک قصبہ کا چیئر مین بھی رہا ہے، کسی مجبوری کی بناء پر قَسم کھالی کہ آئندہ چیئر مین سیٹ کے لئے کھڑا نہیں ہوں گا، مگر بعد میں عوام نے مجبور کیا کہ تیرے ہوتے ہوئے قصبہ کا کوئی دوسرا انسان اس سیٹ پر آکر پبلک کی خدمت نہیں کرے گا، تو اس صورت میں شریعت مطہرہ زید کے لئے کیا حکم کرتی ہے، اپنی قسم پر قائم رہے یا عوام کی خواہش کے مطابق کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض عوام کی خواہش کا ہرگز اتباع نہ کیا جائے، البتہ اگر واقعۃً اس منصب پر آکر صحیح خدمت کی پختہ امید

= (وسنن النسائي، كتاب الأيمان والنذور، باب الكفارة بعد الحنث: ۲/۱۴۴، قديمی)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: "قسم اور کفارۂ قسم"۔

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵)

"لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها أو يطلقها، وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق".

(التفسير المظهري: ۳/۲۴، حافظ كتب خانه)

(۳) (حیلہ ناجزہ، ص: ۳۴-۳۵، دارالاشاعت کراچی)

ہے اوران کے نہ اٹھنے سے نااہل آکر حقوق ضائع کرے گا، جس سے مظلوم پریشان ہوں گے تو پھر اپنی قسم کے خلاف کرلیا جائے اوراس کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردیا جائے (۱)، کفارہ دس غریبوں کودووقت شکم سیر کھانا کھلانا یاان کو کپڑے پہنانا ہے، جس میں اتنی وسعت نہ ہووہ تین روزے مسلسل رکھے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/ ۸۸ھ۔

---

(۱) راجع العنوان السابق، رقم الحاشیة: ۱

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الأیمان فکفارته إطعام عشرة مساکین من أوسط ما تطعمون أهلیکم أو کسوتهم أو تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة أیام ذلک کفارة أیمانکم إذا حلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)

"کفارته تحریر رقبة أو إطعام عشرہ مساکین أو کسوتهم بما یستر عامة البدن ...... وإن عجز عنها کلها وقت الأداء صام ثلاثة أیام ولاءً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الأیمان: ۳/ ۷۲۵-۷۲۷، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الأیمان: ۲/ ۲۶۳، مکتبه غفاریه کوئٹه)

باب النذور

(نذر کا بیان)

مسجد کا مینارہ بنوانے کی نذر ماننا

سوال [۱۰۶۹۵]: ایک شخص نے منت مانی کہ ’’اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مسجد کے مینارے بنوا دوں گا‘‘۔ وہ کام ہوگیا، مگر اتفاقاً فساد کی وجہ سے وہ گاؤں برباد ہوگیا، مسجد ویران ہوگئی، اب وہ منت کس طرح پوری کرے یا دوسرے گاؤں کی مسجد بنوادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مینارہ بنانے میں جتنا روپیہ خرچ ہوتا، اتنا روپیہ کسی مسجد کی تعمیر میں خرچ کردیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۴ھ۔

تبلیغی چلہ میں جانے کی نذر ماننا

سوال [۱۰۶۹۶]: زید نے یہ منت مانی تھی کہ ’’میرا فلاں کام ہوگیا تو تبلیغ میں ایک چلہ دوں گا‘‘،

---

(۱) حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترغیباً جواب دیا ہے، ورنہ شرعاً نذر منعقد ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ منذور عبادتِ مقصودہ ہو اور مسجد یا مسجد کا مینارہ بنانا عبادتِ مقصودہ نہیں، لہذا یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی اور اس کا پورا کرنا واجب نہیں، جائز ہے۔

’’ومن شروطه أن يكون قربة مقصودة، فلا يصح النذر بعيادة المريض ...... وبناء الرباطات والمساجد، وغير ذلك، وإن كانت قرباً، إلا أنها غير مقصودة، فهذا صريح في أن الشرط كون المنذور نفسه عبادة مقصودة لا ما كان من جنسه‘‘. (ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۳۵، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النذور: ۴/۲۲۸، رشيديه)

(وكذافي مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۱/۵۴۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السادس: ۱/۲۰۸، رشيديه)

اب معلوم کرنا یہ ہے کہ زید کو کاشت کاری کا کام بہت ہے، اگر چلہ کے لئے کسی اور کو بھیج دے یا جتنا روپیہ چلہ میں لگے، زید کی منت پوری ہو جائے گی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغ میں چلہ دینے کی نذر منعقد ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے (۱) جو چلہ کے فوائد ہیں، وہ خود ہی جانے سے کامل طور پر حاصل ہوتے ہیں، کسی دوسرے کو بھیجنے یا روپیہ دینے سے وہ بات میسر نہیں ہوتی۔

تنبیہ: اگر تبلیغ کے چلہ میں جانے کی وجہ سے گھر کا انتظام نہ ہو سکے اور حقوق واجبہ میں کوتاہی ہو، جس کے سبب گھر والوں کو پریشانی ہو، تو چلہ میں جانا ضروری نہیں، بلکہ حقوق واجبہ کا ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۳ھ۔

قرآن خوانی کرانے کی نذر ماننا

سوال [۱۰۲۹۷]: زید نے منت مانی کہ ''اگر ہمارا نیلامی کام ہو جائے گا تو میں قرآن خوانی کراؤں گا''، کام ہو گیا، قرآن خوانی کروائے تو اب کس کو ثواب بخشوایا جائے یا صرف قرآن پڑھوادیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۸/۲۶ھ۔

---

(۱) صحت نذر کے لئے شرط ہے کہ منذور عبادت مقصودہ ہو، تبلیغ عبادت مقصودہ نہیں، اس لئے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، اس کا ایفاء واجب نہیں، جائز ہے۔ (کما في أحسن الفتاوی: ۵/ ۴۹۱) یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب مشورہ اور ترغیب پرمبنی ہے۔

"ومن شروطه أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بعيادة المريض ...... وبناء الرباطات والمساجد، وغير ذلك، وإن كانت قرباً، إلا أنها غير مقصودة، فهذا صريح في أن الشرط كون المنذور نفسه عبادة مقصودة لا ما كان من جنسه". (رد المحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۳۵، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النذر: ۴/۲۲۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب السادس: ۱/۲۰۸، رشيديه)

(۲) "فإن هذه عبادات مقصودة ومن جنسها واجب، وإنما قيد النذر به، لأنه لم يلزم الناذر ماليس من =

بکرا خدا کے نام پر نذر کرنا

سوال[۱۰۶۹۸]: ہم نے ایک بکری پالی تھی، ہم نے نذر مانی تھی کہ "اگر بکرا دیا تو اللہ نام کا ہوگا" تو اب اس بکرے کو فروخت کرکے اس کی قیمت اسکول میں دیں یا مسجد میں لگائیں یا کاٹ کر تقسیم کردیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس بکرے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مان لی، اس کو کسی غریب کو بطور صدقہ زندہ دینا بھی درست ہے، اس کو ذبح کرکے کچا گوشت یا پکا کر صدقہ کردینا بھی درست ہے، کھال بھی کسی غریب کو دے دیں(۱)، قربانی کے موقع پر اس کی قربانی کرکے غرباء کو تقسیم کرسکتے ہیں، مگر اس کی وجہ سے واجب قربانی ادا نہ ہوگی، بلکہ صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اس پر مستقل واجب ہوگی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۴ھ۔

= جنسه فرض كفراءة القرآن وصلاة الجنازة..... لم يلزمه شيء في هذه الوجوه؛ لأنها ليس لها أصل في الفروض المقصودة كما في كثير من الكتاب". (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۱/۵۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، ص: ۶۹۲-۶۹۳، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النذر: ۴/۲۲۸، رشيديه)

(۱) "نذر أن يتصدق بعشرة دراهم من الخبز، فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشرة كتصدقه بثمنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۴۱، سعيد)

"وأراد بقوله وفى: أنه يلزمه الوفاء بأصل القربة التي التزمها لا بكل وصف التزمه؛ لما قدمناه أنه لو عين درهما أو فقيراً..... فإن التعين ليس بلازم". (البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۹۷، ۴۹۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۱/۵۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ولو نذر أن يضحي شاة وذلك في أيام النحر وهو موسرٌ، فعليه أن يضحي بشاتين عندنا شاة بالنذر وشاة بإيجاب الشرع ابتداءً". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۰، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب الأيمان: ۴/۵۰۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأضحية: ۴/۱۹۹، رشيديه)

''اگر فلاں کام ہوجائے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے'' کا حکم

سوال[۱۰۲۹۹]: بہشتی زیور اختری:۳/۴۹ ''منت ماننے کے مسائل'' میں مسئلہ نمبر۱۴: اگر کسی نے کہا کہ ''میرا بھائی اچھا ہوجائے تو ایک بکری ذبح کروں گی''، تو منت صحیح ہوگئی (۱)۔ حالانکہ درمختار میں ہے:

"ولو قال: إن برئت من مرضي هذا فذبحت شاة، أو علي شاة أذبحها فبرئ لايلزمه؛ لأن الذبح ليس من نوع فيه فرض"(۲).

ان دونوں عبارتوں میں تخالف معلوم ہوتا ہے، براہِ کرم حل فرمائیں۔

محمد عبداللہ دہلوی، ۱۴۸، حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم!

السلام علیکم!

ہمارے عرف میں ایسی نذر تصدق کے لئے مانی جاتی ہے، چنانچہ اس بکری سے نہ خود کھاتے ہیں نہ اغنیاء کو کھلاتے ہیں، بلکہ سب کا سب تصدق کرتے ہیں، اس لئے جو قید درمختار میں لگائی گئی ہے، وہ یہاں موجود ہے:

"ولو قال: إن برئت من مرضي هذا ذبحت شاة، أو علي شاة أذبحها فبرئ لايلزمه شيء؛ لأن الذبح ليس من جنسها فرض، بل واجب كالأضحية فلا يصح إلا إذا زاد، وأتصدق بلحمها فيلزمه؛ لأن الصدقة من جنسها فرض، هي كالزكوة" (درمختار مع ردالمحتار: ۳/۷۰)(۳). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۱ھ۔

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ سوم، مسئلہ نمبر۱۴، ص:۲۴۱، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (الدر المختار، كتاب الأيمان: ۳/۷۳۹، ۷۴۰، سعيد)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۳۹، ۷۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان: ۴/۴۹۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الأيمان، الجنس الثالث في النذر: ۲/۱۲۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الأيمان: ۱/۵۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

بکری صدقہ کرنے کی نذر سے کیا قیمت ادا کرنا کافی ہے؟

سوال[۱۰۷۰۰]: زید کا لڑکا بیمار تھا، زید نے منت مانی کہ ''اگر لڑکا اچھا ہو گیا تو جو بکری میرے پاس ہے، اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مدرسہ کو دے دیں گے'' بعدہ اس نے بڑی بکری کا ارادہ کیا اور بچہ کی دادی نے اس طرح نیت کی کہ ''بچہ اچھا ہو جانے پر ایک بکری کا بچہ صدقہ کروں گی'' اور بچہ کی والدہ نے منت مانی کہ ''ایک بکری کا بچہ راہِ خدا میں صدقہ کروں گی'' آیا تینوں پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے یا پھر کس پر؟ صدقہ قیمت کا کیا جائے گا یا بکری کا۔ زید پر اول بکری کی قیمت لازم ہوگی یا دوسری بکری کی قیمت یا تیسری بکری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید پر لازم ہے کہ اسی اول بکری کا صدقہ کردے، بچہ کی دادی اور والدہ پر ایک ایک بکری کا بچہ صدقہ کرنا لازم ہے۔

''لو قال: عليّ أن أطعم هذا المسكين شيئاً سماه ولم يعينه، فلا بد أن يعطيه الذي سماه اهـ''(۱)(بدائع: ۵/۸۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۴/۸۷ھ۔

---

(۱) بدائع الصنائع کے حوالے سے مذکورہ عبارت متداولہ دو نسخوں (طبع رشیدیہ وطبع دار الکتب العلمیہ بیروت) میں موجود نہیں، البتہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس کتاب (طبع ایچ ایم سعید ۱۳۸۲ھ) کا حوالہ دیا ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

(بدائع الصنائع، كتاب النذر، فصل وأما شرائط الركن ...... الخ: ۵/۸۷، سعيد)

''وقد قال عليه الصلاة والسلام: ''من نذر أن يطيع الله تعالىٰ، فليطعه''، قال عليه الصلاة والسلام: ''من نذر وسمى، فعليه وفائه بما سمى''. (بدائع الصنائع، كتاب النذر، فصل: وأما حكم النذر: ۵/۹۰، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿وليوفوا نذورهم﴾ (الحج: ۲۹)

''قوله تعالىٰ: ﴿وليوفوا نذورهم﴾ يدل على وجوب إخراج النذر إن كان دما أو هديا أو غيره، ويدل ذلك على أن النذر لايجوز أن يأكل منه وفاءً بالنذر ...... الخ''. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحج: ۲۹: ۲/۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

''﴿وليوفوا نذورهم﴾ ما ينذرونه من أعمال البر في حجهم، وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ =

بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا

سوال[۱۰۷۰۱]: ایک شخص نے یہ منت کی "جب اس بکری کا بچہ پیدا ہوگا تو پہلا بچہ میں مسجد کو دوں گا"، اب ایک بچہ پیدا ہوا اسے کیا کرے؟ اسے بیچ کر اس کا دام خیرات کر دینا کافی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نام پر منت صحیح ہے یا نہیں؟

محمد ابو بکر چوبیس پرگنہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مسجد میں دینے کی نذر مان لی تھی، تو بکری کے اس بچہ کو بیچ کر پیسے قیمت مسجد میں دے دے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۱۵ھ۔

نذر کی ہوئی بکری کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال[۱۰۷۰۲]: کسی شخص نے منت مانی کہ "میری بیماری اگر درست ہوجائے تو بکری مسجد میں دے دوں گا"۔ اب وہ شخص شفایاب ہوگئے، اب وہ بکری کو ذبح کر کے کھانا کھلانا چاہتا ہے مسجد کے مصلیوں کو، کیا اس کھانے میں امیر وغریب شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ یا دوسری صورت یہ ہے کہ اس بکری کو فروخت کر کے

= عنهما تخصيص ذلك بما ينذرونه من نحر البدن. وعن عكرمة هي مواجب الحج، وعن مجاهد ماوجب من الحج والهدي، ونذره الإنسان من شيء يكون في الحج فالنذر بمعنى الواجب مطلقاً مجازاً". (روح المعاني، الحج: ۲۹: ۱۴، ۱۸/۱۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "ويجوز دفع القيم في باب الزكاة والعشور والأخرجة والنذور والكفارات عندنا". (خلاصة الفتاوى، كتاب الزكاة، الفصل الثامن: ۱/۲۴۲، رشيديه)

"وإن تصدق بقيمتها أجزاه؛ لأن الواجب هنا التصدق بعينها، وهذا مثله فيما هو المقصود، ذخيرة". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۰، سعيد)

"ويجوز دفع القيمة في الزكاة عندنا وكذا في الكفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني: ۱/۱۸۱، رشيديه)

مسجد میں اس پیسے کو لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس بکری کو فروخت کر کے اس کے پیسے کو مسجد کی ضروریات میں لگادیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

غریبوں پر خرچ کرنے کی نذر ماننا

سوال[۱۰۷۰۳]: میری ایک فیکٹری ہے، جس میں اسٹیل کا سامان تیار ہوتا ہے اور برتن کے تیار کرنے میں بہت سے کترن کانٹ چھانٹ کے بعد نکلتے ہیں تو میں نے یوں کہا کہ ''اسٹیل کے جتنے کترن ہوں گے، اس کے پیسے کو للہ غریبوں پر خرچ کروں گا''۔ اب بہت سے لوگ مساجد کی غرض سے چندہ کے لئے آتے ہیں، کیا میں اس پیسہ سے مسجد کے لئے دے سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے یہ کہا کہ ''للہ غریبوں پر خرچ کروں گا''، تو اب مسکینوں حاجت مندوں کو دیں، مسجد کو نہ دیں، وہاں سے نفع اٹھانے والے امیر وغریب سب ہوتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

نذر کا کھانا مالدار کے بچوں کو کھلانا

سوال[۱۰۷۰۴]: جولوگ نذر مانتے ہیں، نیاز کرتے ہیں یا بغیر نذر کے ایسے ہی کچھ کھانا بچوں کو

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا''۔

(۲) قال الله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين ....﴾ (التوبة: ۶۰)

''مصرف الزكاة والعشر ..... وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر، والكفارة، والنذر، وغير ذلک من الصدقات الواجبة كما في القهستاني''. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

''وكما لايجوز صرف الزكاة إلى الغني لايجوز صرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة إليه كالعشور، والكفارات والنذور وصدقة الفطر، لعموم قوله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾''. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، مصارف الزكاة: ۲/۱۵۷، رشيديه)

کھلاتے ہیں، اس میں کچھ بچے صاحبِ نصاب لوگوں کے بھی ہوتے ہیں، اس میں سے کچھ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نذر کا کھانا غریبوں کا حق ہے، مالدار اور مالدار کے بچوں کے لئے نہیں (۱)، بغیر نذر کے ایسے ہی بطور خوشنودی وثواب کے کھلا دے تو یہ سب کے لئے درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/ ۸۸ھ۔

نذر ماننے والے کے لئے نذر کا گوشت کھانا

سوال[۱۰۷۰۵]: اگر کوئی بیمار ہو، وہ صدقہ میں بکرا، بکری ذبح کرے تو اس کا گوشت خود کھانا یا ملنے والے کو دینا کیسا ہے؟ یا صرف فقراء کو تقسیم کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نذر مانی ہے، تو نہ خود کھانا درست ہے اور نہ مالدار کو دینا درست ہے، بلکہ مستحقین وفقراء کو دینا لازم

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين ...﴾ (التوبة: ۶۰)

"وكما لايجوز صرف الزكاة إلى الغني، لايجوز صرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة إليه كالعشور، والكفارات، والنذور صدقة الفطر، لعموم قوله تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾".

(بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، مصارف الزكاة: ۲/۱۵۷، رشيديه)

"إن وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئاً، ولا يطعم غيره من الأغنياء". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، قبيل الباب السادس: ۵/۳۰۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

(۲) "فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع، فلا بأس به، وكذلك يجوز النفل للغني". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة، من توضع فيه الزكاة: ۲/۲۷۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في الذي يرجع إلى لمؤدى إليه: ۲/۴۷۶، دارالكتب العلمية بيروت)

ہے(۱)، اگر نذر نہ مانی ہے تو خود بھی کھانا درست ہے اور مالدار کو بھی کھلانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغرمین فی سبیل اللہ وابن السبیل﴾ (التوبة: ۶۰)

"مصرف الزکاة ...... وهو أیضاً مصرف لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة". (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/ ۳۳۹، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الأضحیة، الباب الخامس في بیان محل إقامة الواجب: ۵/ ۳۰۰، رشیدیه)

کتاب الحدود

باب حدّ الزنا

(حدّ زنا کا بیان)

زنا کا ثبوت اور اس کی سزا

سوال[۱۰۷۰۲]: ایک شخص روزے کی حالت میں رنڈی کے ساتھ زنا کاری کرتا ہے، اس کی تعزیر کیا ہوگی، کس طرح اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟ اس کام میں چھ آدمی شریک تھے، دو آدمی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کام کو کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کا ثبوت زانی کے اقرار سے ہوتا ہے، وہ بھی جب کہ چار مرتبہ اقرار کرے مجلس قاضی میں، چار ہی شاہد ہوں، جن کی شہادت کا قبول کرنا شرعاً لازم ہے، یعنی ثقہ اور عادل ہوں ایسے ثبوت کے بعد اگر مرد شادی شدہ ہوں تو اس کو سنگ ساری کی سزا دی جاتی ہے، ورنہ اس کے سو کوڑے مارے جاتے ہیں (۱)، لیکن یہ سزا

---

(۱) "ویثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد بلفظ الزنا، لا مجرد لفظ الوطء والجماع ..... فيسألهم الإمام عنه ماهو أي: "عن ذاته، وكيف هو، أين هو، ومتى زنى، وبمن زنى". ..... وعدلوا سراً وعلناً حكم به، ويثبت أيضاً بإقراره صريحاً صاحياً، أربعاً في مجالسه الأربعة كلما أقرردّه وسأله كما مر، فإن بينه كما يحق حُدّ ..... ويرجم محصن في فضاء حتى يموت ..... وغير المحصن يجلد مائة إن حراً".

(الدرالمختار، كتاب الحدود: ۴/۷-۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود: ۵/۷-۱۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحدود: ۵/۱۹۶-۲۱۵، عثمانيه) ..... =

دارالاسلام میں مسلم امام بادشاہ ہی کی طرف سے دی جاسکتی ہے اور کسی کو یہ سزا دینے کا حق نہیں ہے (۱)، یہ سزا تو دنیا میں ہے، آخرت کا گناہ معاف ہونے کے لئے سچے دل سے توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے (۲)، قوم کا کسی مجرم سے جرمانہ (نقد روپیہ یا کھانا) طلب کرنا جائز نہیں ہے (۳)، اگر مجبور کر کے کھانا طلب کیا جائے تو اس کا کھانا درست نہیں ہوگا، بلکہ یہ ظلم ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

"لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه" (٤).

قوم کو لازم ہے کہ پردہ کا انتظام کرے، عورتوں کو نامحرموں سے ملنے کا موقع نہ ملے اور دینی تعلیم کا

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود: ۱/۵۸۵-۵۸۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "فيشترط الإمام لاستيفاء الحدود". (ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۹/۲۵۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (النساء: ۱۱۰)

وقال الله تعالى: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم﴾ (النساء: ۱۷)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي ..... والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". (البحرالرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۶۱، ۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(۴) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً ..... الخ: ۶/۱۶۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۱/۲۵۵، قديمى)

انتظام کرے، تاکہ حدودِ شرع سے واقفیت سب کو ہو جائے اور وعظ و تلقین کا انتظام کرے تاکہ اللہ کے خوف سے متعلقہ احادیث و آیات سامنے آئیں اور تازہ ہوتی رہیں، امید ہے کہ اس سے قوم اصلاح پذیر ہو کر دین اسلام کو زیادہ فروغ ہوگا اور احکام اسلام کی اشاعت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۶ھ۔

زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا

سوال[۱۰۷۰۷]: ہمارے ایک بزرگ کے پاس جمال الدین کی ہمشیرہ آئی اور اس بزرگ سے عرض کیا، مجھے تکلیف ہے، جھاڑ پھونک کے لئے کہا، وہ صاحب گاہ گاہ دم وغیرہ کیا کرتے ہیں، آج دس ماہ بعد جمال الدین نے ایک عجیب بہتان گڑھ لیا کہ بزرگ صاحب نے میری بہن کو پھونک وغیرہ مارنے کے بعد گالیاں دی تھیں (مراد زنا کاری) بہن سے بھی یہی بیان دلوائے ہیں، حالانکہ برادری کے ذمہ داروں نے تحقیق کی، بزرگ حلفاً کہتے ہیں کہ میں نے ایسی غلطی نہیں کی ہے اور میں ان باتوں سے اپنے رب سے پناہ مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، مگر جمال صاحب نے برسرِ عام کہہ دیا کہ بزرگ موصوف کا حلف معتبر نہیں اور شرعی لحاظ سے موصوف کو سنگسار کرنا برادری کا فرض ہے، اس کے بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کا ثبوت امام المسلمین کے سامنے چار مرتبہ اقرار یا چار چشم دید عادل شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے اور وہ مقام دارالاسلام ہو، تب زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے(۱)، ورنہ جو شخص کسی کو زانی کہے وہ سخت مجرم قرار پاتا ہے اور امام المسلمین اس کو اسی کوڑوں کی سزا دیتا ہے اور پھر ہمیشہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادۃ قرار پاتا ہے کہ کسی معاملہ میں کبھی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ ''سورہ نور'' میں ہے:

﴿والذين يرمون المحصنت ثم لم يأتو بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا﴾(۲). واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۲۶ھ۔

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا''۔

(۲) (النور: ۴) .... =

زنا کی سزا

سوال[۱۰۷۰۸]: ایک شخص مسمیٰ زید نے مسماۃ سکینہ کے ساتھ زنا کیا، زید کی شادی ہوچکی ہے، اس کے دو بچے بھی ہیں، سکینہ کی شادی ہوچکی ہے، لیکن رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی اور حمل قرار پا گیا، پنچایت میں سوال کرنے پرلڑکی نے یہ اقرار کیا کہ یہ حمل زید کا ہے اور زید نے بھی اقرار کیا کہ جب لڑکی کہتی ہے تو میرا ہے، اب سوال یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حرکت کا معصیت کبیرہ ہونا ظاہر ہے(۱)، جس پر دونوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم ہے(۲) اور دونوں کے درمیان گہرا پردہ ضروری ہے، تاکہ آئندہ کبھی ایک جگہ نہ ہوسکیں، اگر وہ دونوں اس

= "وشرعاً الرمي بالزنا، وهو من الكبائر بالإجماع ...... ويحد الحر أو العبد قاذف المسلم الحر البالغ العفيف عن فعل الزنا بصريح الزنا، ومنه أنت أزنى من فلان، أو مني، أو زنأت في الجبل".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۴/۴۳-۴۷، سعيد)

"إذا قذف الرجل رجلاً محصناً أو امرأة محصنة بصريح الزنا وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطاً إن كان حراً لقوله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنات﴾ إلى أن قال "فاجلدوهم ثمانين جلدة الأية، والمراد الرمي بالزنا بالإجماع". (الهداية، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۲/ ۵۲۹، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف والتعزير: ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة ومقتا وسآء سبيلاً﴾ (بني إسرائيل: ۳۲)

"وجاء عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، أنه قال: "ما من ذنب بعد الشرك أعظم عندالله من نطفة وضعها رجل في رحم لايحل له". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة: الزنا ......: ۲/ ۲۲۵، دارالفكر بيروت)

"والزنى من الكبائر، ولا خلاف فيه وفي قبحه لاسيما بحليلة الجار". (الجامع لأحكام القرآن، بني إسرائيل: ۱۰/ ۱۶۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (النساء: ۱۱۰) =

چیز کے عادی ہوں اور باز نہ آئیں، تو ان کی اصلاح کے لئے ترک تعلق کردیا جائے تاکہ آئندہ دونوں سچی توبہ کرلیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۰/۴/۸۷ھ۔

زانیہ لڑکی لڑکے سے قطع تعلقات کا حکم

سوال[۱۰۷۰۹]: ہمارے گاؤں کی ایک لڑکی جس کی عمر ۱۵یا ۱۶سال ہے، ابھی سماج کے موافق شادی نہیں ہوئی ہے، ادھر ایک بچہ پیدا ہوگیا ہے جس کی عمر ۴ماہ ہوگئی ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے جب اس سے سوال کیا تو جواب میں ایک شخص معین کا نام بتلایا اور وہ معین شخص انکار کررہا ہے، اب اس لڑکی کے ساتھ اور اس

= وقال الله تعالیٰ: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوٓء بجهالة ثم يتوبون من قريب فأولئک يتوب الله عليهم﴾ (النساء: ۱۷)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "فإن هجرة أهل الأهوا والبدعة واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۸/۷۵۹، رشيديه)

"قال الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ: "باب مايجوز من الهجران لمن عصى"، وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى فيه: "أراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع، فتبين هنا السبب المسوغ للهجر، وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران لمن عصى: ۱۰/۶۰۹، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث ...: ۵/۳۵۵، ۳۵۶، مكتبه دار العلوم ديوبند)

کے بچے کے ساتھ سماج میں چلنا پھرنا کیسا ہے؟ اور وہ شخص معین جس کے زنا سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اس کے ساتھ سماج میں چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ بچہ بے قصور ہے، اس کو ترک تعلق کی سزا نہیں دی جاسکتی، البتہ اس کی ماں قصوروار ہے، اگر وہ سچے دل سے اپنی خطا کا اقرار کر کے توبہ کرے اور اپنے حالات درست کرلے تو حق تعالیٰ سے بھی توبہ قبول کرنے کی پوری توقع ہے(۱)۔ ایسی حالت میں اس کا جلد از جلد کسی مناسب جگہ اس کی مرضی سے نکاح کرادیا جائے اور کوئی سزا اس کو نہ دی جائے، اگر وہ توبہ پر آمادہ نہ ہو اور ترک تعلقات سے اس کی اصلاح کی امید ہو تو اس سے ملنا بولنا ترک کردیا جائے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرے۔

﴿فأعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد إلا الحيوة الدنيا﴾ الآية(۳).

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنه هو التواب الرحيم﴾ (البقرة: ۳۷)

"وقوله تعالى: ﴿إنه هو التواب الرحيم﴾ أي: إنه يتوب على من تاب إليه وأناب". (تفسير ابن كثير، البقرة: ۳۷: ۱/ ۱۲۰، دارالسلام)

(وكذا في تفسير روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/ ۲۳۷، ۲۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) چونکہ حدود جاری کرنے کے لئے امام کا ہونا شرط ہے، لہٰذا جب تک امام موجود نہیں ہے، تب تک اس عورت پر حد زنا جاری نہیں کرسکتے۔

"فيشترط الإمام لاستيفاء الحدود". (ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۲/ ۵۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۳/ ۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۹/ ۲۵۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (النجم: ۲۹)

"وقوله تعالى: ﴿فأعرض عمن تولى عن ذكرنا﴾ أي: أعرض عن الذي أعرض عن الحق واهجره". (تفسير ابن كثير، النجم: ۲۹: ۴/ ۳۲۲، دارالسلام)

"فإن هجرة أهل الأهواء والبدعة واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ: ۸/ ۷۵۹، رشيديه) =

جس شخص کا وہ نام لیتی ہے کہ اس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے تو اس شخص کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا، نہ اس کو سزا دی جاسکتی ہے نہ اس کو زانی کہنا درست ہے(۱)، البتہ اگر اس شخص کا اس عورت سے تعلق ہو تو وہ تعلق ختم کرادیا جائے یا پھر اسی سے نکاح کرادیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۳۹۹ھ۔

زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کرنا

سوال[۱۰۷۱۰]: اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور غصہ میں آکر زانی مرد و زوجہ کو قتل کردیا، تو اس صورت میں دیت لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسلام کا قانون نافذ ہو تو ایسی حالت میں دیت لازم نہ ہوگی۔

"ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلاً مع امرأة (إلى قوله) ولو كان مع امرأته ويزني بها أو مع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جميعاً"

(درمختار: ۱۷۹/۳)(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۹۳ھ۔

= (وكذا في فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران لمن عصى: ۲۰۹/۱۰، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والاداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث لاخ: ۳۵۵/۵، ۳۵۲، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۱) کیونکہ ثبوت زنا کے لئے چار آدمیوں کی گواہی ضروری ہے، یا زانی شخص خود اقرار کرے تب بھی زنا ثابت ہوجاتا ہے اور یہاں دونوں میں کوئی ایک بھی موجود نہیں، لہٰذا مذکورہ شخص کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

"ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد بلفظ الزنا ..... ويثبت أيضاً بإقراره صريحاً".

(الدرالمختار، كتاب الحدود: ۷/۴-۱۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحدود: ۷/۵-۱۲، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحدود: ۱۹۲/۵-۲۱۵، عثمانيه)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۶۲/۴، ۶۳، سعيد) .... =

بیوی اجنبی کے ساتھ زنا میں ملوث ہو، تو دونوں کو ہلاک کرنا

سوال[۱۱۰۷۱]: اس وقت اسلامی احکامات کا نفاذ تو ممکن ہی نہیں، اگر شوہر کو یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی نے فلاں شخص کے ساتھ زنا کرلیا ہے تو دونوں کو گولی مار کر ہلاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق دے کر تعلق زوجیت کو ختم کر دینا چاہیے، کذا في سنن أبي داود یہ اصل حکم ہے، لیکن اگر بغیر اس بیوی کے گزارہ دشوار ہو تو پھر اس کو رکھ بھی سکتا ہے(۱) جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے، درمختار میں بھی ایسا ہی ہے(۲)۔ قتل کرنا یا بذریعہ سحر ہلاک کرنے کی اجازت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۶/۲۹ھ۔

زانی کا زنا کی حد کو طلب کرنا اور اگر حد نہ لگائی گئی تو خودکشی کرنا

سوال[۱۱۰۷۲]: زید نے چند لڑکوں اور چند لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا، زید کہتا ہے کہ مجھ کو حد لگادو،

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب التعزير: ۵/۲۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۱/۶۰۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن امرأتي لا تمنع يد لامس، قال: غربها، قال: أخاف أن تتبعها نفسي، قال: فاستمتع بها". (سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ۱/۲۹۶، مكتبه رحمانيه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن لي امرأة لا ترد يدلامس، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم طلقها، قال: إني أحبها، قال: فأمسكها إذاً، رواه أبو داود والنسائي". (مشكاة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثاني، ص: ۲۸۷، قديمي)

(۲) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۵۰، سعيد)

(۳) "فيشترط الإمام لاستيفاء الحدود". (ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۹/۲۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

تاکہ میرا گناہ معاف ہوجائے اور کہتا ہے کہ اگر مجھ کو حد نہیں لگائی گئی، تو میں زہر یا خودکشی سے مرجاؤں گا اور میں زہر یا خودکشی کرنا حد کے درجہ سمجھوں گا، کیا زہر کھانا یا خودکشی کرلینا حد کے درجہ میں درست ہے؟ اگر حد لگاتے ہیں تو کہاں لگاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کی حد شرعی کے لئے جو شرائط ہیں، وہ اس وقت یہاں موجود نہیں، اس لئے حد لگانے کا کسی کو حق نہیں (۱)، خودکشی کرنا بھی حرام ہے (۲)، زید پر لازم ہے کہ سچی توبہ کرے، نادم ہو خدا کے سامنے روئے اور زندگی بھر ان خبیث حرکتوں کے پاس نہ جائے (۳)، حق تعالیٰ کی مغفرت سے مایوس نہ ہو کہ وہ اس کے گناہوں سے بہت زیادہ ہے، حق تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

---

(۱) "أما شرائط جواز إقامتها فمنها مايعم الحدود كلها، ومنها مايخص البعض دون البعض، أما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة، وهو يكون المقيم للحد هو الإمام، أو من ولاه الإمام، وهذا عندنا".
(بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۵/۵۲۳، رشيديه)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)
(وكذا في ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۴۹، سعيد)
(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ (البقرة: ۱۹۵)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يتوجأبها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً، ومن شرب سماً فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً الخ". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه: ۱/۷۲، قديمى)
(وجامع الترمذي، أبواب الطب، باب من قتل نفسه بسم أو غيره: ۲/۲۴، سعيد)
(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوء أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (النساء: ۱۱۰)

"اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)
(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

﴿إني لغفار لمن تاب﴾(۱) الآية اور﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر مادون ذالك لمن يشاء﴾(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زانی بالجبر کو زہر سے مارنا

سوال[۱۰۷۱۳]: زید دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عزت زبردستی لوٹ رہا ہے، عورتوں کو بے موقع پکڑ لیتا ہے، زنا بالجبر کی کوشش کرتا ہے، لوگ پریشان ہیں، کیا ایسے شخص کو زہر دینا یا جان سے مارنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی اس کمینہ حرکات کو روکنے کی اخلاقی وقانونی تدبیر کی جائیں(۳)، زہر دے کر نہ مارا جائے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (طه: ۸۲)

(۲) (النساء: ۴۸)

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكاة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، ص: ۲۰۲، قديمى)

(۳) "رجل قبل حرة أجنبية أو أمة، أو عانقها، أو مسها بشهوة يعزر. وكذا لو جامعها فيما دون الفرج، فإنه يعزر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۹، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل فيما يوجب التعزير ومالا يوجب: ۳/۴۷۹، رشيديه)

(۴) "والتعزير الذي يجب حقاً للعبد بالقذف ونحوه فإنه لتوقفه على الدعوىٰ لا يقيمه إلا الحاكم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

"وأما شرائط جواز إقامتها فمنها مايعم الحدود كلها، ومنها مايخص البعض دون البعض، وأما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة ...... ومن ولاه الإمام، وهذا عندنا". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۵/۵۲۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۲۹، سعيد)

باب حدّ القذف

(حدِّ قذف کا بیان)

زنا کی تہمت کی سزا

سوال[۱۰۷۱۴]: ایک شخص نے ایک لڑکی پر عیب لگایا کہ اس نے زنا کرایا ہے، لیکن بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ اس عیب سے بری ہے، تو ایسے شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاثبوت شرعی اگر زنا کی تہمت لگائے، تو اس کی سزا شرعاً اسی کوڑے ہے(۱)، لیکن یہ سزا ہر کوئی نہیں دے سکتا، نہ ہر جگہ دی جاسکتی ہے، اسلامی بادشاہ کو اس کا اختیار ہے(۲)، اس لئے یہ شخص توبہ اور استغفار کرے،

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنٰت ثم لم يأتو بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً﴾ (النور: ۴)

"إذا قذف الرجل رجلاً محصناً أو امرأة محصنة بصريح الزنا، وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطاً، إن كان حراً لقوله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنات﴾ إلى أن قال "فاجلدوهم ثمانين جلدة" الأية، والمراد الرمي بالزنا بالإجماع". (الهداية، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۵۲۹/۲، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف والتعزير: ۱۶۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۴۳/۴، ۴۷، سعيد)

(۲) "أما شرائط جواز إقامتها فمنها مايعم الحدود كلها، ومنها مايخص البعض دون البعض، أما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة، وهو يكون المقيم للحد هو الإمام، أو من ولاه الإمام، وهذا عندنا". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۵۲۴/۵، رشيديه) =

جس پر تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تہمتِ زنا لگانے والے سے ترکِ تعلق

سوال [۱۰۷۱۵]: زید نے بکر کی لڑکی پر ناجائز حمل کے گرائے جانے کا الزام لگایا، بکر نے افواہ سن کر قرب وجوار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ یہ الزام قطعی جھوٹ اور غلط ہے، جس پر پنچایت نے زید سے ثبوت پہنچانے کا مطالبہ کیا، زید نے پنچوں کے سامنے بیان دیا کہ پہلے سے کچھ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ہم گواہی دیں گے، لیکن جب میں نے برادری کے سامنے ظاہر کیا تو جو لوگ ثبوت میں تھے، وہ کہنے پر تیار نہیں ہیں، میں تنہا حلف دے سکتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے اور دوسرا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں ہے، زید کے اس بیان پر پنچایت نے فیصلہ دیا کہ تنہا زید کا بیان یا حلف قابلِ اعتماد نہیں ہے، کیونکہ زید اور بکر میں خانگی رنجش چل رہی ہے اور زید بذاتِ خود صوم وصلوۃ کا پابند بھی نہیں ہے اور پنچایت نے بہتان تراشی کے جرم میں متفقہ طور پر زید کو ترکِ برادری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں شرعاً زید کو کاذب قرار دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿فإن لم يأتوا بالشهداء فأولئك عندالله هم الكاذبون﴾ (۲).

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۴۹، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءًا أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (النساء: ۱۱۰)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (النور: ۱۳)

اگر شرعی حکومت ہوتو ایسے شخص کو اسّی کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ کے لئے بھی کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی (۱)، اب جب کہ یہاں اس کی قدرت نہیں تو اس کو ترکِ تعلق کی سزا دینا درست ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی حرکت پر نادم ہوکر سچی توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے اور اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا (۲)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۹ھ۔

چوری کا الزام

سوال [۱۰۷۱۲]: ایک رات زبیدہ نے قریب آٹھ بجے رات کو اپنے گھر کے بغل والے گوہال (مویشیوں کے باندھنے کی جگہ) کچھ آواز سن کر اپنے بیٹے و بہو کو چراغ جلا کر دیکھنے کا حکم دیا، ان لوگوں کی گفتگو سن کر آس پاس کے لوگ کیفیت پوچھنے چلے آئے، زید بھی ان ہی لوگوں میں تھا اور پوچھ رہا تھا، مذکورہ بالا پڑوسیوں نے چاروں طرف دیکھا، مگر آدمی یا چور کا کوئی ثبوت نہیں پایا اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، دن کے ایک بجے زبیدہ نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رات میرے گھر میں زید گھسا تھا، بات آہستہ آہستہ زبیدہ کے گھر سے پھیلنے لگی، عین اسی وقت محمود کے گھر میں ایک لڑکے کا ختنہ ہوا تھا، جس میں محمود نے پوری جماعت کو مدعو کیا اور زید کو مدعو نہیں کیا، زبیدہ کو بھی خطبہ میں مدعو کیا، مگر نہیں معلوم کیوں زید کو الگ کردیا، اس موضوع کو لے

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: "زنا کی تہمت کی سزا"، رقم الحاشية: ۱

(۲) "فإن هجرة أهل الأهوا والبدعة واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق".

(مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر ... الخ: ۸/۷۵۹، رشيديه)

"قال الإمام البخاري رحمه الله تعالى: "باب مايجوز من الهجران لمن عصى"، وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى فيه: "أراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع، فتبين هنا السبب المسوغ للهجر، وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها". (فتح الباري، كتاب الأدب: ۱۰/۶۰۹، قديمى)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث ...: ۵/۳۵۵، ۳۵۲، مكتبه دارالعلوم كراچى)

کر زید چند آدمیوں کے ساتھ مولانا کے پاس مسئلہ دریافت کرنے گیا۔

مولانا نے بتایا کہ جب زید ہی چور تھا تو اسی وقت رات کو زبیدہ اور اس کی بہو کو مل کر ان سب کے سامنے کہنا چاہیے تھا کہ ہم لوگ نے زید کو اپنے گھر میں گئے ہوئے دیکھا ہے۔ اور زید کا ہاتھ پکڑنا چاہیے تھا، اس لئے میرا فیصلہ ہے کہ زید بے گناہ ہے اور سزا کا حق دار نہیں ہے، چند لوگوں نے اس فیصلہ سے مطمئن نہ ہو کر مولانا نمبر۲ سے مسئلہ دریافت کیا، مولانا نے بتایا کہ زید کو غسل کر کے باوضو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر مسجد کے اندر منبر پر بیٹھ کر قسم کھانی ہوگی، پھر اس مسئلہ پر بھی اختلاف ہو گیا، مولانا نمبر۲ نے زبیدہ کی باتوں پر یقین کر کے زید پر زنا کا الزام سرزد کر دیا، شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلادلیل کسی پر زنا کا الزام لگانا حرام ہے، اسی طرح چوری کا بھی الزام حرام ہے(۱)، اگر کوئی دعوی کرے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے اور اس پر گواہ شرعی پیش نہ کر سکے، تو پھر دوسرے شخص پر کہ جس پر الزام لگایا گیا ہے، قسم لازم ہوگی، مگر قسم کے لئے نہ منبر شرط نہ قرآن شریف ہاتھ میں لینا شرط ہے، کسی مسلمان کو ذلیل کرنا جائز نہیں (۲)۔

ثبوت زنا کے لئے چار عینی شاہدوں کی گواہی چشم دید ضروری ہے، اگر یہ شہادت نہ ہو تو الزام لگانے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يكسب خطيئة أو إثما ثم يرم به بريئاً فقد احتمل بهتانا وإثماً مبيناً﴾ (النساء: ۱۱۲)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: البينة على المدعي واليمين على المدعىٰ عليه". رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب الأمارة، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، ص: ۳۲۷، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الأضحية: ۲/۷۴، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الأحكام، باب ماجاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه: ۱/۲۴۹، سعيد)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه، وماله، وعرضه". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة ... الخ، ص: ۴۲۲، قديمي)

والے کے لئے نہایت سخت سزا ہے، وہ اسّی کوڑے ہے(۱)، مگر اس سزا کو دینے کا حق ہر ایک کو نہیں، اس کے لئے سخت شرائط ہیں (۲)، اس لئے کسی کے متعلق زنا کی تہمت لگانا بہت بُرا جرم ہے، انتہائی احتیاط لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۵/۳/۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنت ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾ (النور: ۴)

"إذا قذف الرجل رجلاً محصناً أو امرأة محصنة بصريح الزنى ... حده الحاكم ثمانين سوطاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع: ۲/۱۶۰، رشيديه)

(۲) "فيشترط الإمام لاستيفاء الحدود". (ردالمحتار، كتاب الجنايات: ۶/۵۴۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۲/۳۶۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

باب التعزیر

(تعزیر کا بیان)

دھوکے سے خنزیر وکتے کا گوشت لوگوں کوکھلانا

سوال [۱۰۷۱۷]: جوشخص خنزیر یا کتے کا گوشت لوگوں کوکثرت سے دھوکہ دے کر کھلا چکا ہو، تو معلوم ہونے کے بعد اس کی شریعت میں کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ سخت تعزیر کا مستحق ہے، جس کی تعیین امام کی صوابدید پر ہے جس کو تعزیر کا حق ہے (۱)، عوام تو اتنا ہی کرسکتے ہیں، آئندہ اس پر اعتماد نہ کریں، اس سے میل جول نہ رکھیں (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۴ھ۔

---

(۱) "وأجمعت الأمة على وجوبه في كبيرة لا توجب الحد، ثم هو قد يكون بالحبس، وبالصفع وبتعريك الأذان ...... وليس فيه شيء مقدر، وإنما هو مفوض إلى رأى الإمام على تقتضي جناياتهم". (شرح العيني على كنز الدقائق، كتاب الحدود، أحكام التعزير: ۱/۳۹۷، إدارة القرآن كراچی)

"وأجمعت الأمة على وجوبه في كبيرة لا توجب الحد ...... وفي شرح الطحاوي: والأصل في وجوب التعزير: أن كل من ارتكب منكراً، أو اذى مسلماً بغير حق بقوله أو فعله وجب عليه التعزير". (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۷۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل أما التعزير: ۵/۵۳۴، رشيديه)

(۲) "فإن هجرة أهل الأهوا والبدعة واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الاداب، باب ماينهى عنه من التهاجر ...... الخ: ۸/۷۵۹، رشيديه)

"قال الإمام البخاري رحمه الله تعالى: "باب مايجوز من الهجران لمن عصى"، وقال الحافظ=

شادی میں گولہ داغنے کی سزا

سوال[۱۰۷۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی منصرف کے لڑکے کی شادی تھی، بارات کے دن جب کہ منصرف گھر پر موجود نہیں تھے، تین چار میل کے فاصلہ پر ایک بازار گئے، ان کے بھانجے نے جو دوسرے گاؤں کا رہنا والا ہے، ایک گولہ داغ دیا، شام کے قریب بارات روانہ ہوئی اور راستہ میں ان کے ساتھ مسمی جمیل الدین نے منصرف سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے ساتھ گولے بھی ہیں اور مکان پر داغے جائیں گے، اس کی تحقیق کرلو، اگر ایسا ہے تو میں نہ جاؤں گا، چنانچہ منصرف نے اس شخص کا پتہ لگایا، تو اس کے پاس گولہ برآمد ہوا، جس کو انہوں نے چھین لیا اور پھر داغا نہیں گیا، اس سلسلہ میں گاؤں والوں نے اکیاون روپیہ جرمانہ کیا اور ان کے ساتھیوں پر پانچ جمعہ مسجد میں پانی بھرنے کی سزا کا حکم دے دیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت مسئولہ میں جب کہ منصرف کسی طرح اس کا معاون وحامی نہ تھا، اس پر یہ تعزیر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے، تو منصرف کو تعزیر کرنا، سزا دینا شرعاً درست ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۹ھ۔

غلطی سے دوسرے کی بندوق سے کسی کو مارنا

سوال[۱۰۷۱۹]: ایک شخص نے دوسرے سے بندوق شکار کے لئے مانگی اور کہا آپ بھی شکار کو چلیں۔ گاؤں سے باہر نکل کر بندوق والے نے بندوق زید کو دے دی، زید نے چڑیوں پر فائر کیا، چھرا ایک آدمی کے لگ گیا، بندوق والے نے مصیبت میں پڑ کر چار سو روپے بطور رشوت دے کر اپنی جان بچائی، دونوں آدمی

= ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی فیہ: "أراد بھذہ الترجمة بیان الھجران الجائز؛ لأن عموم النھي مخصوص بمن لم یکن لھجرہ سبب مشروع، فتبین ھنا السبب المسوغ للھجر، وھو لمن صدرت منہ معصیة، فیسوغ لمن اطلع علیھا منہ ھجرہ علیھا لیکف عنھا". (فتح الباري، کتاب الأدب: ۱۰/۶۰۹، قدیمي)

(وکذا في تکملة فتح الملھم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الھجر فوق ثلاث ...... ۵/۳۵۵، ۳۵۶، مکتبہ دار العلوم کراچی)

صوم وصلوۃ کے پابند ہیں، کیا وہ روپیہ بندوق والے پر پڑنا چاہیے یا زید پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے بندوق چلائی ہے، وہ قصوروار ہے(۱)، لیکن اپنی بندوق دوسرے کو دینا بھی جرم ہے، لہٰذا دونوں ہی قصوروار ہوئے، آپس میں سمجھوتہ کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "إذا اجتمع المباشر والمتسبب، أضيف الحكم إلى المباشر، قوله: إذا اجتمع المباشر والمتسبب الخ، حد المباشر أن يحصل التلف بفعله من غير أن يتخلل بين فعله، والتلف فعل مختار". (شرح الحموي على الأشباه، القاعدة التاسعة عشرة: ۱/۴۰۴، إدارة القرآن كراچي)

"المباشر ضامن وإن لم يتعمد، والمتسبب لا إلا إذا كان متعدياً فلو حفر بئراً في ملكه فوقع فيها إنسان لم يضمنه، ولو في غير ملكه ضمنه، ذكره في الأشباه ... رمى سهماً إلى هدف في ملكه فتجاوزه، وأتلف شيئاً لغيره ضمن". (مجمع الضمانات، الباب الحادي عشر، الفصل الأول في المباشرة والتسبب بنفسه ويده، ص: ۲۶۴، ۲۹۷، ۳۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۱۱۷، رقم القاعدة: ۳۰۱، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) مذکورہ صورت میں بندوق چلانے والا قصوروار ہے، اس لئے کہ بندوق چلانے والا فاعل مختار ہے، اور فاعل مختار اپنے فعل کا خود ضامن ہوتا ہے، تاہم ممکن ہے کہ مفتی صاحب نے ملکی قانون کی وجہ سے بندوق دینے والے کو قصوروار ٹھہرایا ہو، مثلاً صاحب بندوق کے پاس لائسنس موجود ہے، لیکن قانوناً وہ بندوق دوسرا شخص استعمال نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل في التعزير بأخذ المال

(مال سے تعزیر دینے کا بیان)

زنا پر مالی جرمانہ

سوال[۱۰۷۲۰]: چودہری پیرمحمداوران کے پارٹنرملا چودھری اورحمیداورمتولی مسجد عبدالستار کے بارے میں جوایک روزنورمحمد کے گھر مٹھائی دینے آئے، مٹھائی لینے پردریافت کیا تو مذکورہ مٹھائی دہندگان نے جواب دیا یہ مٹھائی حرام ہے، ہم نے وہ مٹھائی واپس کردی، کیونکہ مسلمان حرام نہیں کھاتا ہے، اس پر پیرمحمد چودھری نے ہم کومجرم کہہ کر برادری سے الگ کردیا۔

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک زانیہ سے لیا گیا زنا کا جرمانہ ایک سو پانچ روپیہ کی مٹھائی چودھریوں نے پوری برادری کے دوسوگھروں کوتقسیم کی، مٹھائی تقسیم کرنے سے پہلے چودھری موصوف سوا روپیہ نذرانہ لے کر حرام کا نوالہ کھالیا کرتے ہیں، چودھریوں کا عرصہ دراز سے یہی طریقہ کار ہے، زانی اورزانیہ سے روپیہ لے کر بقول خود چودھری موصوف حرام کی مٹھائی پوری قوم کو برادری کا تحفہ کہہ کرکھلاتے رہتے ہیں، جس سے برادری میں زناکاری کا اضافہ اور بےشرمی وبےحیائی کا عروج ہوتارہتا ہے۔

پس اس سال حقیقت کھل گئی کہ حرام نہ کھانے والے کو برادری سے علیحدہ کرکے چودھری پیرمحمد نے برادری کی اکثریت کوحرام خوری پرمجبورکیا ہے، اس حال میں کہ چودھری موصوف فریب دے کرحرام خوری میں شریک کرکے پوری قوم کو بےشرمی اور بےحیائی کا مرتکب کیا اور ایمان ضعیف کیا، مذکورہ چودھری امام صاحب کی غیرموجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں، ہم مسلمان ایسے چودھریوں کوکس طرح نوازیں جنہوں نے عرصہ سے خودحرام کھا کر پوری قوم کوجان بوجھ کرحرام کھلایا ہے، چودھریوں کا حرام کی مٹھائی نہ کھانے والے کو برادری سے بندکردینا (ترک کلام وسلام وشادی بیاہ ومعاملات وغیرہ) اوران کوطعن کرنا، ذلیل کرنا، غیبت کرنا، مروجۂ غیر شرعی طریقۂ کار سے باز نہ آنے کے لئے غلط پروپیگنڈہ کرنا اورایسے فتنے جگا کرقوم میں پھوٹ ڈالنا شرعاً کیسا

ہے؟ ایسے لوگوں کو اپنا رہبر اور پیشوا بنانا، ان کی اتباع کرنا، ان کا احترام کرنا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کاری حرام ہے (۱)، مگر اس جرم پر مالی جرمانہ کرنا درست نہیں، جرمانہ لے کر اس کی مٹھائی کھانا اور کھلانا جائز نہیں۔

"والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال" اهـ. شامی (۲)۔

چودھریوں کو یہ مسئلہ بتادیا جائے کہ ان کو لازم ہے کہ اس طریق سے توبہ کریں (۳) ایسی چیزوں میں چودھریوں کی بات پر عمل کرنا جائز نہیں ہے (۴) اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ تمام برادری کو ضروری

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وسآء سبيلا﴾ (الإسراء: ۳۲)

وقال الله تعالى: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما ...﴾ (النور: ۲)

"الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة، الزنا، (أعاذنا الله منه ومن غيره بمنه وكرمه)". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الحدود: ۲/۲۱۲، دارالفكر بيروت)

(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، ۶۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۳/۱۶۵، رشيديه)

(۳) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمی)

(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾: ۲۸/۱۵۹، داراحياء التراث العربي بيروت)

(۴) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۳/۸، دارالكتب العلمية بيروت)

"ذكر الجزري في أسنى المناقب بسنده عن علي رضي الله تعالى عنه: فما أمرتكم من طاعة الله فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيري، فلا طاعة لأحد في =

ہے کہ اپنے چودھریوں کو ایسے خلاف شرع طریقوں سے روکیں، اگر وہ نہ رکیں تو دوسرے متبع شریعت لوگوں کو چودھری تجویز کرلیں (۱)، جس نے حرام مٹھائی کھانے سے انکار کردیا، اس نے ٹھیک کیا، اس کو برادری سے نکالنا اور سلام کلام شادی بیاہ معاملات نہ کرنا اور لعن طعن کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۷/ ۸۵ھ۔

مالی جرمانہ

سوال [۱۱۰۷۲]: جب کہ حالات بگڑ چکے ہیں، جرائم مختلف ہیں، اس کے انسداد کے لئے جسمانی سزا (زدوکوب) کے بجائے مالی سزا (جرمانہ) کرسکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ مار پیٹ میں شدید اختلاف خطرات کا سامنا ہے، اس لئے مالی سزا (جرمانہ) کرکے معاشرہ کو سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ بھی علماء متأخرین میں مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ موجود ہے جواز کا اور امام ابو یوسف کا قول ہے مالی سزا کا۔ پھر جرمانہ سے متعلق چند علماء بر بناء قول جمہور ائمہ عدم جواز کے قائل ہیں، علماء حق کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز؟ اور کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ ابن نجیم نے تعزیر کی تعریف وتنویع کے بعد لکھا ہے:

"ولم يذكر محمد التعزير بأخذ المال، وقد قيل: روي عن أبي

= معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۷/ ۲۷۴، رشيديه)

(۱) "فيجوز تقليد الفاسق، وتنفذ قضاياه إذا لم يجاوز فيها حد الشرع، ولكن لاينبغي أن يقلد الفاسق". (بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضي، فصل في من يصلح للقضاء: ۹/ ۱۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۲/ ۴۳۸، رشيديه)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى من التهاجر والتقاطع الخ، ص: ۴۲۷، قديمي)

یوسف: أن التعزیر من السلطان بأخذ المال جائز، کذا في الظهیرة".

وفي الخلاصة: "سمعت عن ثقة أن التعزیر بأخذ المال إن رأی القاضي ذلك، أو الوالي جاز، ومن جملة ذلك رجل لایحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال ...... علی القول به إمساك شيء من ماله عنده مدة لینزجر، ثم یعیده الحاکم إلیه، لا أن یأخذه الحاکم لنفسه أو لبیت المال کما یتوهمه الظلمة إذ لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي".

وفي المجتبی: "لم یذکر کیفیة الأخذ، وأری أن یأخذها فیمسکها فإن أیس من توبته یصرفها إلی مایری".

وفي شرح الآثار: "التعزیر بالمال کان في ابتداء الإسلام ثم نسخ الخ".

والحاصل: "أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال" الخ.

(البحر الرائق: ۵/۶۸)(۱).

منقولہ عبارات سے معلوم ہوا کہ تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) منسوخ ہے (۲) اور مذہب معتمد قابل عمل اس کا عدم جواز ہے (۳) اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نسبت ضعیف ہے، منسوخ پر عمل نہ کیا جاسکتا ہے نہ فتوی دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ شرح عقود رسم المفتی میں ہے (۴)۔ منکر اور فاحشہ سے روکنے کے

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیه)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۴/۶۱، ۶۲، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(۲) راجع الحاشیة المتقدمة انفاً

(۳) راجع الحاشیة المتقدمة انفاً

(۴) "أي: أن الواجب علی من أراد أن یعمل لنفسه، أو یفتي غیره، أن یتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه، فلا یجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح". (شرح عقود رسم المفتي، مطلب: یجب اتباع الراجح ولایجوز العمل ولا الإفتاء بالمرجوح بالإجماع، ص: ۴۰، دارالکتاب)

"وقال العلامة الشرنبلالي في رسالته "العقد الفرید في جواز التقلید": ...... ومذهب الحنفیة: =

لئے ترکِ تعلق کی سزادی جاسکتی ہے (اگر مفید ہو)۔

لقوله تعالیٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ الآیة(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= المنع عن المرجوح حتی لنفسه، لکون المرجوح صار منسوخاً". (شرح عقود رسم المفتي، مطلب في الإفتاء والعمل علی القول الضعیف، ص: ۱۹۸، دارالکتاب)

"إذا کان في المسئلة قولان أو روایتان أو أکثر، وجب الأخذ بما رجحه أصحاب الترجیح".
(أصول الإفتاء، لمفتي محمد تقي العثماني، القاعدة الرابعة، ص: ۳۴، دارالإفتاء جامعة بنوریة العالمیة)

(۱) (الأنعام: ۶۸)

"قال العلامة الملا علي القاری رحمه الله تعالیٰ: قال الخطابي رحمه الله تعالیٰ: "رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران في حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک، ...... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشیدیه)

(وکذا في أحکام القرآن للجصاص، الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمین: ۳/۲، ۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

باب الشهادة

(گواہی دینے کا بیان)

فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں دوفتوؤں میں رفع تضاد

سوال [۱۰۷۲۲]: میں نے ایک فتویٰ بھیجا تھا، سوال یہ تھا کہ ایک شخص نمازی ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، دین کے تمام کام کرتا ہے، لیکن داڑھی منڈواتا ہے، ایسا آدمی شریعت کے اندر معتبر ہے یا نہیں؟ یعنی رمضان کے چاند کی یا عید کے چاند کی ایسے آدمی کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ شریعت میں معتبر آدمی کس کو مراد لیتے ہیں؟

اس کا جواب مفتی احمد علی صاحب نے ۹۵/۹/۲۷ھ کونمبر ۱۲۶ پر یہ دیا ہے:

''اگر وہ ذی اقتدار اور لوگوں میں قابل اعتبار ہے، تو اس کی شہادت مان لی جائے گی''۔

اور سہارنپور سے اس کا جواب یہ آیا ہے:

''وہ آدمی فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں اور متبع شریعت کو ہی معتبر کہا جاتا ہے''۔

اس سے قبل دیوبند سے فتویٰ منگایا، اس میں لکھا یہ تھا کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے تو اس کی شہادت چاند کی اور نکاح کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ''چاند کی شہادت تو قبول نہیں، نکاح کی گواہی بھی رد کی جاسکتی ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ ذی اقتدار انسان کو تمام گناہ جائز ہے یا نہیں''؟

محمد ادریس مظاہری، معرفت مولانا محمد ایوب مظاہری، جام کھنڈی بیجاپور

الجواب حامداً ومصلياً:

گواہ اگر عادل ہوتو اس کی گواہی کا قبول کرنا اور اس کے موافق حکم کرنا واجب ہے(۱)، اگر عادل نہ ہو بلکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے فاسق ہے تو اس کی گواہی کا قبول کرنا واجب نہیں (۲)، لیکن اگر حاکم کو قرائن سے معلوم ہو کہ فلاں شخص باوجود فاسق ہونے کے یہ بات صحیح کہتا ہے، کیونکہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے اور حاکم ایسے آدمی کی گواہی کو قبول کرے تو اس کو قبول کرنے کا بھی حق ہے (۳)۔ امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد تضاد مرتفع ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "وأما بيان حكم الشهادة فحكمها وجوب القضاء على القاضي؛ لأن الشهادة عند استجماع شرائطها مظهر للحق، والقاضي مأمور بالقضاء بالحق قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿يا داود إنا جعلناك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق﴾، وثبوت ما يترتب عليها من الأحكام". (بدائع الصنائع، كتاب الشهادة: ۵/۴۲۶، رشيديه)

"وحكمها: وجوب الحكم على القاضي بموجبها بعد التزكية بمعنى افتراضه فوراً إلا في ثلاث قد مناها، فلو امتنع بعد وجود شرائطها أثم لتركه الفرض، واستحق العزل لفسقه، وعزر لارتكابه مالايجوز شرعاً". (زيلعي). (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول: ۳/۴۵۰، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً وأولٰئك هم الفسقون﴾ (النور: ۴)

"باب القبول وعدمه أي: من يجب على القاضي قبول شهادته ومن لايجب، لامن يصح قبولها أو لايصح ..... لاتقبل شهادة الزوج والأجير والمغفل والمتهم والفاسق". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۷۲-۴۷۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۷/۳۸۵، عثمانيه)

(۳) "قال في جامع الفتاوىٰ: "وأما شهادة الفاسق، فإن تحرى القاضي الصدق في شهادته تقبل وإلا فلا اهـ فتأمل، وفي الفتاوىٰ القاعدية: هذا إذا غلب على ظنه صدقه وهو مما يحفظ. درر أول كتاب القضاء، وظاهر قوله وهو مما يحفظ اعتماده اهـ". (ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۲، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۱۰۶، رشيديه)

گواہ سے قسم لینا

سوال[۱۰۷۴۳]: ایک مسئلہ میں بہت تذبذب پیدا ہو گیا ہے، کتبِ فقہ کی عبارات سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں سے قسم نہیں لی جاسکتی، جیسا کہ

"فلو أمر قضاءه بتحليف الشهود وجب على العلماء أن ينصحوه الخ" (ردالمحتار، كتاب القضاء: ٤/٣٥٨)(١).

"ولذا لو علم الشاهد أن القاضي يحلفه ويعمل بالمنسوخ، له امتناع عن أداء الشهادة؛ لأنه لايلزمه" (ردالمحتار، كتاب الدعوى: ٤/٤٤٢)(٢).

وغیرہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے، اب خلجان یہ ہے کہ اکثر لوگ طلاق وغیرہ کے فتویٰ لے کر آتے ہیں اور اپنی حسبِ منشاء جواب لکھوانا چاہتے ہیں، ان سے گواہیاں طلب کی جاتی ہیں، گواہیاں اکثر جھوٹی دی جاتی ہیں، بلکہ قسمیں بھی بعض اوقات جھوٹی کھالیتے ہیں، اگر بلاقسم لئے اور اطمینان کئے فتاویٰ صادر کئے جائیں، تو بڑے فتنے پیدا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"المضارع موضوع للإخبار في الحال، فإذا قال: أشهد فقد أخبر في الحال، وعليه قوله تعالى: ﴿قالوا نشهد إنك لرسول الله﴾ أي: نحن الآن شاهدون بذلك، وأيضاً فقد استعمل أشهد في القسم نحو: أشهد بالله لقد كان كذا أي: أقسم فتضمن لفظ أشهد معنى المشاهدة والقسم، والإخبار في الحال فكأن الشاهد قال: أقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وأنا الآن أخبر به" (البحرالرائق، أول كتاب الشهادة: ٧/٩٤، مطبوعه زكريا ديوبند(٣).

(١) (الدرالمختار، كتاب القضاء: ٥/٤٢٣، سعيد)

(٢) (الدرالمختار، كتاب الدعوى: ٥/٥٤٩، سعيد)

(٣) (البحرالرائق، كتاب الشهادة: ٧/٩٤، رشيديه)

"وركنها لفظ أشهد لا غير لتضمنه معنى مشاهدة وقسم وإخبار للحال، فكأنه يقول: أقسم بالله =

اگر شاہد کو یہ چیز مستحضر کرادی جائے کہ شہادت قسم کو متضمن ہے تو شاید کچھ مؤثر ہو اور آپ کے لئے مفید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

جواب صحیح ہے:

اور جھوٹی شہادت وبیان پر جو وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں، ان کو مؤثر انداز میں بتلایا اور مستحضر کرادیا جائے، جب بھی بہت مؤثر ہوگا۔

بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

دنیوی عداوت کی تشریح

سوال[۱۰۷۲۴]: دنیوی دشمنی جس سے شریعت میں شہادت قبول نہیں ہوتی، وہ کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

"والعدو لاتقبل شهادته على عدوه إذا كانت دنيوية، وفي شرح الوهبانية للشر نبلالي: ثم إنما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لا بمخاصمة، نعم! هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه وصي وشريك اه".

"قال الشامي: قال ابن وهبان: وقد يتوهم بعض المتفقهة من الشهود أن من خاصم شخصاً في حق أو ادعى عليه يصير عدوه فيشهدون بينهما بالعداوة، وليس كذلك، وإنما تثبت بنحو الخ".

قلت: "لكن قد علمت أن مختار ابن وهبان أن العداوة لاتمنع قبول

= لقد اطلعت على ذلک، وأنا أخبر به". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/ ۴۲۲، سعید)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادات: ۷/ ۳۴۸، ۳۴۹، عثمانيه)

الشهادة إلا إذا فسق بها، فعلم أنها قد تكون مفسقة وقد لاتكون، فقوله وإنما تثبت الخ".

"يريد به العداوة المانعة وهي المفسقة، ولا يخفى أنه هذه تمنع القبول على العدو وعلى غيره اه" (ردالمحتار، كتاب القضاء والمسئلة مذكورة في كتاب الشهادة، أيضاً، ص: ۳۸۱)(۱).

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء: ۵/۳۵۶، ۳۵۷، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/۴۸۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۳/۲۴۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۷/۱۳۳، ۱۳۴، رشيديه)

کتاب اللقطة

(لقطہ کا بیان)

دوسرے کا کبوتر اپنے گھر میں آجائے تو کیا کریں؟

سوال [۱۰۷۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا اور مدت تک رہا، جس کو زید نے بھگایا، مگر وہ اڑ کر پھر اس کے بالا خانہ میں رہنے لگا، یہاں تک کہ زید بھگاتا رہا اور وہ اڑتا، پھر آجاتا، اب اس کے دو چار بچے ہو چکے ہیں اور کبوتروں کا سلسلہ بڑھنے لگا ہے، زید کی عدم موجودگی میں بچوں نے چند کبوتر ذبح کر کے کھالئے، غالباً یہ کبوتر محلّہ کے کسی ہندو کا ہے، تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں، بلکہ پلا ہوا ہے اور معلوم ہے کہ فلاں شخص کا ہے تو اس کو وہ واپس کردیں، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہوں گے، جو بچے ذبح کر کے کھائے ہیں ان کی قیمت مالک کو دیں اور جو بچے موجود ہیں وہ بھی مالک کو دیں یا اس سے خرید لیں، اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو واپس کریں اور اس کی وجہ سے جو بچے ہوئے، وہ اس کے نہیں، نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ واپس کرنے کی۔ كذا في الدر المختار ورد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) "(محصنة) أي: برج (حمام اختلط بها أهلي لغيره لاينبغي له أن يأخذه، وإن أخذه طلب صاحبه ليرده عليه)؛ لأنه كاللقطة (فإن فرخ عنده، فإن) كانت (الأم غريبة لايتعرض لفرخها)؛ لأنه ملك الغير =

سفر میں سامان بدل جائے، تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال[۱۰۷۲۶]: چار آدمی دہلی میں سفر کر رہے تھے، جب ہم نے سامان اتارا، تو ہماری اٹاچی (۱) بدل گئی، یہ تب معلوم ہوا کہ جب ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے، اب ہم اس کا کیا کریں؟ کیا اپنے سامان کے بدلہ میں رکھ لیں؟ جو اٹاچی رہ گئی؟ وہ ایک بے چارے غریب طالب علم کی تھی، جو بہت ہی غریب ہے، اس میں کچھ سامان زیادہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آپ کی اٹاچی اس شخص نے لے لی جس کی اٹاچی آپ کے پاس آئی یا کسی اور نے لی اور یہ معلوم نہیں کہ آپ کی اٹاچی میں کیا سامان تھا، اب بہتر یہ ہے کہ کچھ مدت تک اس کو تلاش کیا جائے اور جب دل گواہی دینے لگا کہ اب اس کا پتہ نہیں چلے گا، تو پھر اس اٹاچی کو صدقہ کردیں اور اس میں جو سامان ہے، اس کو بھی صدقہ کردیں، اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے محفوظ رکھے (۲)۔ جس شخص کی اٹاچی

= (وإن الأم لصاحب المحصنة والغريب ذكر فالفرخ له)". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب اللقطة: ۲۸۴/۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب اللقطة: ۲۹۵/۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب اللقطة: ۵۰۴/۲، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "اٹاچی (کیس): ہاتھ میں پکڑنے کا چھوٹا سا صندوقچہ یا بکس"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ويعرف الملتقط اللقطة في الأسواق والشوارع مدة يغلب على ظنه، أو صاحبها لا يطلبها بعد ذلك، هو الصحيح، كذا في مجمع البحرين ..... ثم بعد تعريف المدة المذكورة الملتقط مخير بين أن يحفظها حسبةً، وبين أن يتصدق بها، فإن جاء صاحبها فأمضى الصدقة، يكون له ثوابها". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۷/۲، رشيديه)

"فإنه بنى الحكم على غالب الرأي، فيعرف القليل والكثير إلى أن يغلب على رأيه أن صاحبه لا يطلبه ..... فينتفع الرافع بها لو فقيراً، وإلا تصدق بها على فقير". (ردالمحتار، كتاب اللقطة: ۲۷۹/۴، ۲۸۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب اللقطة، فصل في بيان ما يصنع باللقطة: ۳۳۳/۸-۳۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

وہاں رہ گئی تھی، اگر وہ غریب مستحق صدقہ ہے، تو اس کو خود بھی رکھنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۹ھ۔

(۱) "وإن كان فقيراً، فإن شاء تصدق بها على الفقراء، وإن شاء أنفقها على نفسه". (بدائع الصنائع، كتاب اللقطة، فصل في بيان مايصنع باللقطة: ۸/۳۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"فينتفع الراجع بها لو فقيراً، وإلا تصدق بها على فقير". (ردالمحتار، كتاب اللقطة: ۴/۲۷۹، سعيد)

(وكذا في الهداية كتاب اللقطة: ۲/۶۱۸، شركة علميه ملتان)